ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء | صفر ۱۳۳۱ ہجری

چندہ سالانہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

مذاہب عالم پر نظر

جلد (۱۲)

از جنوری ۱۹۱۳ء لغایت دسمبر ۱۹۱۳ء

ایڈیٹر: مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی

اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ شیر علی۔ بی۔ اے

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اختلافات بائیبل

(سلسلہ کے لیئے دیکھو نمبر ۱۲ جلد ۱۱)

(۸۶) سب جیتے چلتے جانور تمھارے کھانے کے واسطے ہیں میںنے اُن سب کو نباتات کی مانند تمھیں دیا۔ (پیدائش باب ۹۔ ورس ۳)

نوٹ مسیحیوں کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک استثنا باب ۱۴ کا حکم منسوخ یا غلط ہے اور انکے نزدیک وہی صحیح ہے جو پیدائش باب ۹ میں لکھا ہے کیونکہ وہ سوٗر تک جسکو عہد عتیق میں ابدی حرام قرار دیا گیا ہے کھا جانے میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے۔

(۸۷) پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے

(۸۶) لیکن اُن میں سے کہ جگالی کرتے ہیں یا اُنکے کھر چرے ہوئے ہیں تم انہیں مت کھائیو جیسے اونٹ اور خرگوش اور یربوع اس لیئے کہ یہ جگالی کرتے ہیں لیکن اُن کے کھر چرے ہوئے نہیں ہیں سو یہ تمھارے لیئے ناپاک ہیں اور سوٗر بھی کہ اُسکے کھر چرے ہوئے ہیں پر جگالی نہیں کرتا وہ تمھارے لیئے ناپاک ہے تم اُنکا گوشت نہ کھائیو نہ اُنکی لاش کو ہاتھ لگائیو۔

(استثناء باب ۱۴۔ ورس ۷ - ۸)

(۸۷) اُس نے اُنہیں کہا پر اب جس کے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی اور

دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے۔
(متی باب ۵- ورس ۳۹)

تب یسوع نے اُس سے کہا اپنی تلوار میان میں کر کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں تلوار ہی سے مارے جائیں گے (متی باب ۲۶- ورس ۵۲)

(۸۸) مَیں صرف تمھاری ہی جان کے لہو کا بدلا لونگا ہر ایک جانور سے اور ہر ایک آدمی کے ہاتھ سے اُسکا بدلا لونگا آدمی کی جان کا بدلا ہر ایک آدمی کے ہاتھ سے کہ اُسکا بھائی ہے لونگا جو کوئی آدمی کا لہو بہاوے آدمی ہی سے اُس کا لہو بہایا جائے گا کیونکہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔
(پیدائش باب ۹- ورس ۵-۶)

(۸۹) جب سبت کا دن گذر گیا مریم مگدلینی اور یعقوب کی ماں مریم اور سلومے نے خوشبودار چیزیں مول لیں تاکہ آن کر اُسپر ملیں اور ہفتے کے پہلے دن بہت سویرے سورج نکلتے ہوئے قبر پر آئیں (مرقس باب ۱۶- ورس ۱-۲)

(۹۰) اور اسا کی سلطنت کے پینتیسویں برس تک پھر جنگ نہ ہوئی (۲ تواریخ باب ۱۵- ورس ۱۹)

(۹۱) غرض بعشا اپنے باپ دادوں میں شامل ہو کے سویا اور ترضہ میں گاڑا گیا اور ایلاہ اس کا بیٹا اسکی جگہ بادشاہ ہوا۔

جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچکے تلوار خریدے

انہوں نے کہا کہ دیکھ اے خداوند یہاں دو تلوار ہیں اُس نے ان سے کہا بہت ہے (لوقا باب ۲۲- ورس ۳۶ اور ۳۸)

(۸۸) اور قاین نے اپنے بھائی ہابل سے باتیں کیں اور جب وے دونوں کھیت میں تھے تو یوں ہوا کہ قاین اپنے بھائی ہابل پر اُٹھا اور اُسے مار ڈالا۔

تب خداوند نے اُسے کہا نہیں بلکہ جو کوئی قاین کو مار ڈالیگا سات گنا بدلا اُس سے لیا جائیگا اور خداوند نے قاین پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اُسے پاوے مار نہ ڈالے (پیدائش باب ۴- ورس ۸ اور ۱۵)

(۸۹) ہفتہ کے پہلے دن مریم مگدلینی تڑکے ایسا کہ ہنوز اندھیرا تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ٹلا ہوا دیکھا (یوحنا باب ۲۰- ورس اوّل)

(۹۰) اور اسا اور شاہ اسرائیل بعشا کے درمیان اُنکی تمام عمر لڑائی ہو رہی (۱ سلاطین باب ۱۵- ورس ۳۲)

اسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس میں اسرائیل کا بادشاہ بعشا یہوداہ پر چڑھ آیا اور رامہ کو بنایا تاکہ یہوداہ کے بادشاہ اسا کے

اور شاہ یہوداہ آسا کی سلطنت کے چھبیسویں برس بعشا کا بیٹا ایلاہ ترضہ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا (۱ سلاطین باب ۱۶ - ورس ۶ اور ۸)

(۹۱) جا اور اُتر کی طرف پکار کے کہہ خداوند فرماتا ہے کہ اے برگشتہ اسرائیل پھر آ میں آگے کو تم پر نہ گھر کونگا کیونکہ خداوند فرماتا ہے میں رحیم ہوں میں سدا تک اپنا غضب نہ رکھ چھوڑوں گا -

(یرمیاہ باب ۳ - ورس ۱۲)

(۹۲) خداوند کی توریت کامل ہے کہ دل کی پھیرنے والی ہے خداوند کی شہادت سچی ہے کہ سادہ دلوں کو تعلیم دینے والی ہے

(زبور باب ۱۹ - ورس ۷)

(۹۳) پر وہ مرد موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ حلیم تھا

(گنتی باب ۱۲ - ورس ۳)

تبصرہ -
[illegible]

یہاں کوئی شخص آنے اور جانے نہ پاوے

(۲ - تواریخ باب ۱۶ - ورس اول)

نوٹ - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعشا نے اپنی موت سے دس سال بعد ایک شہر کو بنایا - عجیب!!! اُس کی موت آسا کی سلطنت کے چھبیسویں سال میں واقع ہوئی اور اس نے آسا کی سلطنت کے چھتیسویں سال میں ایک شہر کی بنیاد ڈالی ؟

(۹۱) اور تو از خود اُس میراث سے جو میں نے تجھے دی اپنے قصور کے باعث ہاتھ اٹھائیگا اور میں اُس زمین میں جسے تو نہیں جانتا تجھ سے تیرے دشمنوں کی خدمت کراؤنگا کیونکہ تم نے جو میرے قہر کی آگ بھڑکائی سو ہمیشہ تک جلتی رہے گی (یرمیاہ باب ۱۷ - ورس ۴)

(۹۲) اگر توریت کامل تھی تو یسوع مسیح نے پہاڑی وعظ میں توریت کے حکموں پر اور حکم بڑھانے کی کیوں کوشش کی ؟

(۹۳) اور موسیٰ لشکر کے رئیسوں پر اور اُنپر جو ہزاروں کے سردار تھے اور اُنپر جو سینکڑوں کے سردار تھے جو جنگ کرکے پھرے غصے ہوا اور اُن کو کہا کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا دیکھو یے بلعام کے کہنے سے فغور کی بابت خداوند کے آگے اسرائیل کے گنہگار ہونے کا باعث ہوئیں چنانچہ خداوند کی جماعت میں وبا آئی سو تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو

(گنتی باب ۳۱ - ورس ۱۴ تا ۱۸)

(۹۴) اور جس وقت ساؤل نے خداوند سے مشورت پوچھی خداوند نے اُسے کچھ جواب نہ دیا نہ تو خوابوں سے اور نہ اُریم سے اور نہ نبیوں کی معرفت سے (۱ سموائیل باب ۲۸ - ورس ۶)

(۹۴) اور اُس نے (ساؤل نے) خداوند سے سوال نہ کیا اسواسطے اُس نے اس کو مار ڈالا اور مملکت کے لوگوں کو یسّی کے بیٹے داؤد پر مائل کرایا (۱ تواریخ باب ۱۰ - ورس ۱۴)

(۹۵) جب مردوں کی قیامت نہیں تو مسیح بھی نہیں جی اُٹھا...... ایک دم میں ایک پل میں پچھلا نرسنگا پھونکتے وقت کہ نرسنگا تو پھونکا جائیگا اور مُردے اُٹھ کے غیر فانی ہونگے اور ہم بھی بدل جائیں گے

(۱ - قرنتیوں باب ۱۵ - ورس ۱۳ اور ۵۲)

اس سے تعجب نہ کرو کیونکہ وہ گھڑی آتی ہے کہ جسمیں وے سب جو قبروں میں ہیں اُس کی آواز سُنیں گے اور نکلیں گے جنہوں نے نیکی کی ہے زندگی کی قیامت کے واسطے اور جنہوں نے بدی کی ہے سزا کی قیامت کے لیئے

(یوحنا باب ۵ - ورس ۲۸ - ۲۹)

(۹۵) جس طرح بدلی جاتی رہتی اور غائب ہو جاتی ہے اسی طرح جو گور میں اُترا پھر اوپر نہ آوے گا - (ایوب ۷ - ورس ۹)

اسلیئے کہ زندے جانتے ہیں کہ ہم مرینگے پر مُردے کچھ بھی نہیں جانتے اور اُنکے لیئے اور کچھ اجر نہیں کیونکہ اُنکی یادگاری جاتی رہتی

(واعظ باب ۹ - ورس ۵)

(۹۶) اور جب یسوع کفرناحم میں داخل ہوا ایک صوبہ دار اُس پاس آیا اور اُس سے منت کرکے کہا کہ اے خداوند میرا چھوکرا جھولے کا مارا گھر میں پڑا اور نہایت دکھ میں ہے

(متی باب ۸ - ورس ۵ - ۶)

(۹۶) اور جب وہ (یسوع) لوگوں کو اپنی ساری باتیں سُنا چکا تو کفرناحم میں آیا اور ایک صوبہ دار کا غلام جو اُسکا بہت پیارا تھا بیماری سے مرنے پر تھا اُس نے یسوع کی خبر سُن کے یہودیوں کے کئی ایک بزرگوں کو اُس پاس بھیجکر اُسکی منت کی کہ آکر اُسکے غلام کو چنگا کرے

(لوقا باب ۷ - ورس اول تا ۳)

(۹۷) اسی طرح وے چور بھی جو اُس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے اُسے طعنہ مارتے تھے

(متی باب ۲۷۔ ورس ۴۴)

اور انہوں نے بھی جو اُسکے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے اُسے ملامت کی

(مرقس باب ۱۵۔ ورس ۳۲)

(۹۷) اور ایک اُن بدکاروں میں سے جو صلیب پر لٹکائے گئے تھے اُسے طعنہ مار کے کہتا تھا کہ اگر تو مسیح ہے تو آپ کو اور ہم کو بچا دوسرے نے اُسے ملامت کر کے جواب دیا کیا تو بھی خدا سے نہیں ڈرتا جس حال کہ اسی سزا میں گرفتار ہے

(لوقا باب ۲۳۔ ورس ۳۹-۴۰)

نوٹ۔ متی اور مرقس کہتے ہیں کہ دونوں چوروں نے مسیح کو طعنے مارے۔ لوقا کہتا ہے کہ دونوں نے طعنہ نہیں مارا صرف ایک نے مارا۔ بلکہ دوسرے نے بجائے طعنہ مارنیکے اپنے ساتھی کو جھڑکا کہ تو مسیح پر کیوں طعنہ مارتا ہے۔

(۹۸) تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آ کے کہا ہم کیوں اسکو نکال نہ سکے یسوع نے اُنہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمھیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اِس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمھاری ناممکن نہ ہوتی

(متی باب ۱۷۔ ورس ۱۹-۲۰)

(۹۸) اور جب وہ گھر میں آیا اُس کے شاگردوں نے خلوت میں اُس سے پوچھا کہ ہم اُسے کیوں نہ نکال سکے اُس نے انہیں کہا کہ یہ جنس سوا دُعا اور روزہ کے کسی اور طرح سے نکل نہیں سکتی

(مرقس باب ۹۔ ورس ۲۸-۲۹)

نوٹ:۔ ایک ہی واقعہ کے متعلق متی اور مرقس کا بیان مختلف ہے۔ ایک میں مسیح اپنے شاگردوں کو کہتا ہے کہ اگر انہیں رائی بھر بھی ایمان ہوتا تو اس دیو کو نکالنا تو کیا بات ہے اس سے بھی زیادہ مشکل کام کر سکتے۔ دوسری کتاب میں اسکی وجہ بے ایمانی بیان نہیں کی گئی بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ دیو خاص جنس کا تھا اسکے نکالنے کے لیئے دعا اور روزہ کی ضرورت تھی۔

(۹۹) تب پلاطوس نے اُس سے کہا کیا تو نہیں سُنتا کہ یے تجھ پر کتنی گواہیاں دیتے ہیں پر اُس نے اُسکی ایک بات کا بھی جواب نہ دیا

(متی باب ۲۷- ورس ۱۳-۱۴)

(۹۹) تب پلاطوس پھر دیوانخانہ میں داخل ہُوا اور یسوع کو بلاکے کہا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے یسوع نے اُسے جواب دیا تو یہ بات آپسے کہتا ہے یا کہ اوروں نے میرے حق میں تجھ سے کہا ہے

(یوحنا باب ۱۸- ورس ۳۳-۳۴)

(۱۰۰) اور اُس وقت سردار کاہن اور بزرگ اُس پر فریاد کر رہے تھے پر وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا

(متی باب ۲۷- ورس ۱۲)

(۱۰۰) تب سردار کاہن نے یسوع سے اُسکے شاگردوں اور اُسکی تعلیم کی بابت سوال کیا یسوع نے اُسے جواب دیا کہ مَینے آشکارا عالم سے باتیں کیں مَینے ہمیشہ عبادتخانوں اور ہیکل میں جہاں سب یہودی جمع ہوتے ہیں تعلیم دی اور پوشیدہ کچھ نہیں کہا

(یوحنا باب ۱۸- ورس ۱۹-۲۰)

(۱۰۱) تسپر بھی اے یہوداہ کے بادشاہ صدقیاہ خداوند کا کلام سُن خداوند نے تیری بابت یوں کہا ہے کہ تو تلوار سے نہ مرے گا تو امن کی حالت میں مریگا

(یرمیاہ باب ۳۴- ورس ۴-۵)

نوٹ- ناظرین غور فرماویں صدقیاہ کیا ہی عجیب امن کی حالت میں مرا-

(۱۰۱) اور بابل کے بادشاہ نے صدقیاہ کے بیٹوں کو اُسکی آنکھوں کے سامنے قتل کیا یہوداہ کے سارے سرداروں کو بھی ابلہ میں قتل کیا اور اُس نے صدقیاہ کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور بابل کے بادشاہ نے اُسکو پیتل کی زنجیروں سے جکڑا اور اُسے بابل لے گیا اور اُسکے مرنے کے دن تک اُسے قیدخانے میں رکھا

(یرمیاہ باب ۵۲- ورس ۱۰-۱۱)

(۱۰۲) اسلیئے یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم

(۱۰۲) اور یہویقیم اپنے باپ دادوں

کی بابت خداوند یوں کہتا ہے کہ اُس کی
نسل میں سے کوئی نہ رہیگا جو داؤد کے
تخت پر بیٹھے اور اُسکی لاش پھینکی جائیگی
کہ دن کو گرمی میں اور رات کو پالے میں
پڑی رہے۔ (یرمیاہ باب ۳۶-ورس ۳۰)

میں شامل ہو کے سو رہا اور یہویکیں
اسکا بیٹا اُسکی جگہ بادشاہ ہُوا۔
(۲ سلاطین باب ۲۴-ورس ۶)

نوٹ۔ یرمیاہ میں لکھا ہے کہ یہویقیم کی
لاش کھلی پھینک دی جائیگی۔ سلاطین میں
لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں میں مدفون ہُوا۔ پھر یرمیاہ میں لکھا ہے کہ اُس کی
نسل میں سے کوئی شخص اُسکا جانشین نہ ہو گا۔ سلاطین میں لکھا ہے کہ اُس کا بیٹا
اُس کا جانشین ہُوا۔

(۱۰۳) پس سب پُشتیں ابراہام سے
داؤد تک چودہ پُشتیں ہیں اور داؤد
سے بابل کو اُٹھ جانے تک چودہ پُشتیں
اور بابل کو اُٹھ جانے سے مسیح تک
چودہ پُشتیں ہیں
(متی باب اول-ورس ۱۷)

نوٹ - متی اپنی تردید آپ کرتا ہے۔
وہ لکھتا ہے کہ ابراہام سے داؤد تک
چودہ پُشتیں ہیں مگر شمار میں بجائے
۱۴ کے ۱۳ پُشتیں بیان کرتا ہے۔
ایک طرف وہ ابراہام سے بابل کو اُٹھ
جانے تک ۲۸ پُشتیں بیان کرتا ہے
مگر شمار کرتے وقت بجائے ۲۸ کے
۲۷ بیان کرتا ہے۔ پھر ایک طرف
کہتا ہے کہ بابل کو اُٹھ جانے سے

(۱۰۳) (۱) ابراہام سے اضحق پیدا ہُوا (۲) اضحاق
سے یعقوب پیدا ہُوا اور (۳) یعقوب سے یہوداہ
اور اُسکے بھائی پیدا ہوئے اور (۴) یہوداہ سے
پھارس اور زارح تمر کے پیٹ سے پیدا ہُوا اور
(۵) پھارس سے حصروم پیدا ہُوا اور (۶) حصروم
سے آرام پیدا ہُوا اور (۷) آرام سے عمیناداب
پیدا ہُوا اور (۸) عمیناداب سے نحسون پیدا ہُوا
اور (۹) نحسون سے سلمون پیدا ہُوا اور
(۱۰) سلمون سے بوعز راحب کے پیٹ سے
پیدا ہُوا اور (۱۱) بوعز سے عوبید روت کے
پیٹ سے پیدا ہُوا اور (۱۲) عوبید سے یسّی
پیدا ہُوا اور (۱۳) یسّی سے داؤد بادشاہ
پیدا ہُوا اور (۱۴) داؤد بادشاہ سے سلیمان
اُس سے جو اُوریاہ کی جورو تھی پیدا ہُوا اور
(۱۵) سلیمان سے رجعام پیدا ہُوا اور (۱۶)

مسیح تک چودہ پشتیں ہیں مگر شمار کرتے وقت پھر بھول جاتا ہے اور بجائے ۱۴ کے ۱۳ ہی بیان کرتا ہے۔ نیز ایک طرف لکھتا ہے کہ ابراہام سے مسیح تک ۴۲ پشتیں ہیں مگر شمار کرتے وقت وہ بھول جاتا ہے اور بجائے ۴۲ کے صرف ۴۰ کا نام لیتا ہے۔ پادری صاحبان فرمادیں کہ الہام الٰہی میں یہ غلطیاں کیوں واقع ہوئیں۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

رحعام سے ابیاہ پیدا ہوا اور (۱۷) ابیاہ سے اسا پیدا ہوا اور (۱۸) اسا سے یہوسفط پیدا ہوا اور (۱۹) یہوسفط سے یورام پیدا ہوا اور (۲۰) یورام سے عُزیاہ پیدا ہوا اور (۲۱) عُزیاہ سے یوتام پیدا ہوا اور (۲۲) یوتام سے آخز پیدا ہوا اور (۲۳) آخز سے حزقیاہ پیدا ہوا اور (۲۴) حزقیاہ سے منسّی پیدا ہوا اور (۲۵) منسّی سے امون پیدا ہوا اور (۲۶) امون سے یوسیاہ پیدا ہوا اور (۲۷) یوسیاہ سے یکونیاہ اور اُسکے بھائی جسوقت بابل کو اُٹھ جانے پڑا پیدا ہوئے اور بابل کو اُٹھ جانے کے بعد (۲۸) یکونیاہ سے سلتی ایل پیدا ہوا اور (۲۹) سالتی ایل سے زروبابل پیدا ہوا اور (۳۰) زروبابل سے ابیود پیدا ہوا اور (۳۱) ابیود سے الیاقیم پیدا ہوا اور (۳۲) الیاقیم سے عازور پیدا ہوا اور (۳۳) عازور سے صدوق پیدا ہوا اور (۳۴) صدوق سے اخیم پیدا ہوا اور (۳۵) اخیم سے الیود پیدا ہوا اور (۳۶) الیود سے الیعزر پیدا ہوا اور (۳۷) الیعزر سے متھان پیدا ہوا اور (۳۸) متھان سے یعقوب پیدا ہوا اور (۳۹) یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تھا مریم کا جس (۴۰) سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا (متی باب اول۔ ورس ۱ تا ۱۶)

مسیحی مذہب کی صداقت کا ایک نرالا ثبوت

کچھ عرصہ سے مسیحی صاحبان اپنے مذہب کی سچائی ظاہر کرنے کے لیئے ایک جدید دلیل پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک طرف مغربی دنیا کو جو مسیحی دنیا کہلاتی ہے دیکھا کہ وہ مادی امور اور مشینوں کی ایجاد اور دولت کے جمع کرنے میں بہت ترقی کر گئی ہے۔ دوسری طرف مشرقی دنیا پر جو مسیحی مذہب کے سوا دوسرے مذاہب کی پیرو ہے نظر کی اور دیکھا کہ وہ اِن امور میں مغربی دنیا سے بہت پیچھے ہے اور جسقدر جنگی بیڑوں۔ تار برقی۔ ہوائی جہازوں اور زمین کے خزانوں کا سامان آجکل مسیحی دنیا کے پاس ہے وہ مشرقی دنیا کے پاس نہیں ہے اس فرق کو دیکھکر مسیحی مشنریوں اور پادری مزاج مسیحیوں کو ایک نیا خیال سوجھا اور وہ نیا خیال یہ ہے کہ چونکہ مسیحی ممالک کے لوگ مذکورہ بالا امور میں جن کو مجموعی رنگ میں تہذیب یا سویلیزیشن کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے دوسرے ممالک سے بڑھے ہوئے ہیں اسلیئے یہ فرق مسیحی مذہب کی سچائی کا ایک ثبوت ہے یہ نیا خیال مسیحی صاحبان کو آجکل کچھ ایسا پسند آگیا ہے کہ جس رسالہ کو اُٹھا کر دیکھا جاوے اُس میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے جس پادری کی تحریر کو پڑھا جاوے اُس میں وہ اس بات کو بڑے فخر سے پیش کرتا ہے اور جس مسیحی لیکچرار کو مسیحی مذہب پر لیکچر دیتے ہوئے سُنا جاوے وہ اسی دلیل کو مسیحی مذہب کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دسمبر میں جولاہور میں امریکہ کے ایک سیاح پادری نے لیکچروں کا سلسلہ جاری کیا اُس نے بھی اہل ہند کو یہی سُنایا کہ چونکہ ہم لوگ تم سے زیادہ مہذب ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا مذہب تمہارے مذہب سے بہتر اور ایک سچا مذہب ہے اور مغربی دنیا کی ترقی مسیحی تعلیم کا ہی ایک نتیجہ ہے۔ چونکہ اس امر پر آجکل بہت زور دیا جاتا ہے اسلیئے مناسب ہے کہ اسپر غور کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ مسیحیوں کا یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے۔

(۱) اس دعویٰ کو جانچنے کیلیئے سب سے پہلے ہم مسیحیوں کی کتب مقدسہ کیطرف رجوع کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں

نہ کیا ان کتابوں کے رُو سے مسیحی اقوام کی مادی امور میں ترقی اور اُن کی دولت اُنکے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہوسکتا ہے اور کیا اُن کتابوں میں ایسی تہذیب کو جیسی مسیحی ممالک میں نظر آتی ہے سچے ایمانداروں کا خاصہ بیان کیا گیا ہے۔ پس اس غرض سے جب ہم نئے عہدنامہ کی کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسی تہذیب اور ایسی ترقی کو سچے ایمان کا نتیجہ بیان کیا ہُوا کہیں نہیں پاتے یعنی یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو سچے مذہب کے پیرو ہوں اور حقیقی معنوں میں ایماندار ہوں اُنکے لئے ضروری ہے کہ وہ بڑی بڑی ایجادیں کرسکیں اور بہت دولت جمع کرسکیں اور مادی امور میں بڑی ترقی کر جائیں۔ پس یہ معیار جو آجکل مسیحی صاحبان پیش کر رہے ہیں یہ اُن کا اپنا تجویز کردہ ہے۔ اُس کلام میں جسکو وہ خدا کا کلام کہتے ہیں ایسے معیار کا کہیں ذکر نہیں۔ اُن کا فرض ہے کہ پہلے یہ دکھائیں کہ جو آجکل مسیحی دنیا کی حالت ہے اُسکو اُن کی مقدس کتاب میں سچے ایمانداروں کا نشان قرار دیا گیا ہے۔ جب اس حالت کو سچے ایمانداروں اور سچے عقیدہ کا معیار قرار ہی نہیں دیا گیا تو وہ اسکو کس اختیار سے پیش کرتے ہیں؟

نہ کبھی مسیحؑ نے ایسی ترقی کو سچائی کا معیار قرار دیا اور نہ اُس کے حواریوں نے اس کو بطور امتیازی نشان کے پیش کیا بلکہ اُس نے کہا کہ میری سلطنت اس دنیا کی سلطنت نہیں۔ پھر اس دنیا کی سلطنتوں اور انکی مادی ترقی کو مسیح کے مذہب کی سچائی کا معیار قرار دینا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ اُس نے تو یہ کہا کہ مجھے زمین کی سلطنتوں سے کچھ سروکار نہیں اور یہ کہ میری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ مَیں آسمانی سلطنت اور خداوندی بادشاہت کی منادی کروں اور اپنے پیرؤں کو ایک دعا سکھلائی جس میں اُس نے کہا کہ تم ہر وقت خدائے تعالیٰ سے یہی مانگتے رہو کہ وہ آسمانی سلطنت جلد دنیا میں ظاہر ہو۔ سو وہ روحانی سلطنت جس کی بشارت حضرت مسیحؑ نے سنائی تھی وہ وہ سلطنت تھی جس کا بادشاہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی تھا پس اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے ایک ایسے دین کی بنیاد ڈالی جو ابد تک قائم رہنے والا ہے اور وہ دین وہی ہے جس کو آجکل مسیحی دین کہا جاتا ہے تو اُن کو اس دین

کی سچائی ثابت کرنے کے لیئے کسی روحانی سلطنت کا پتہ دینا چاہیئے زمینی سلطنتوں کا عروج مسیحی مذہب کی صداقت کا معیار ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔

(۲) مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں جو ایمانداری کے معیار درج ہیں اُنہیں یہ نہیں لکھا کہ سچّے ایماندار ایجادیں بہت کرینگے اور دولت بہت کمائیں گے اور ظاہری ''تہذیب'' میں اور مادی ترقی میں اور ملکی فتوحات میں دوسری قوموں سے آگے نکل جائیں گے بلکہ وہاں جو ایمانداری کے نشانات لکھے ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں ''وے جو ایمان لائیں گے اُن کے ساتھ یے علامتیں ہونگی کہ وے میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اُٹھا لینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پییں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے''۔

پھر حضرت مسیحؑ بعض اور علامتیں بھی مقرر کرتے ہیں متی کی کتاب میں لکھا ہے ''جب وے جماعت کے پاس پہنچے ایک شخص اُس (یسوع) کے پاس آیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کے کہا اے خداوند میرے بیٹے پر رحم کر کیونکہ وہ سڑی ہے اور بہت دُکھ اُٹھاتا ہے کہ اکثر آگ میں گرتا اور اکثر پانی میں۔ اور میں اُس کو تیرے شاگردوں کے پاس لایا تھا پر وے اُسے چنگا نہ کر سکے۔ یسوع نے جواب میں کہا اے بے اعتقاد اور ٹیڑھی قوم میں کب تک تمھارے ساتھ رہونگا کب تک تمہاری برداشت کرونگا۔ اُسے یہاں میرے پاس لا۔ تب یسوع نے دیو کو دھمکایا وہ اُس سے نکل گیا اور وہ چھوکرا اُسی گھڑی چنگا ہو گیا۔ تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا۔ ہم کیوں اسکو نکال نہ سکے۔ یسوع نے انہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی'' (متی باب ۱۷۔ درس ۱۴-۲۰)

پھر یسوع مسیح ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم یقین کرو اور شک نہ لاؤ تو نہ صرف یہی کروگے جو انجیر کے درخت پر ہوا بلکہ اگر اس پہاڑ سے کہوگے تو ٹلکر دریا میں جا گر تو ویسا ہی ہوگا (متی ۲۱ باب۔ درس ۲۱)

پھر یسوع مسیح فرماتے ہیں "اگر تم میں خردل کے دانہ کے برابر ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑھ سے اکھڑ کے دریا میں لگ جا تو تمھاری مانیگا"۔

(لوقا باب ۱۷۔ ورس ۶)

مرقس کی کتاب میں لکھا ہے "مَیں تم سے سچ کہتا ہوں جو کوئی اس پہاڑ کو کہے اُٹھ اور دریا میں گر پڑ اور اپنے دل میں شک نہ لاوے بلکہ یقین کرے کہ یہ باتیں جو وہ کہتا ہے ہو جائینگی تو جو کچھ وہ کہے گا سو ہوگا" (باب ۱۱۔ ورس ۲۳)

پولوس بھی یسوع مسیح کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ حقیقی معنوں میں پہاڑوں کو چلانا ایمان کامل کی علامت قرار دیتا ہے وہ قرنتیوں کی طرف اپنے پہلے خط میں لکھتا ہے "اگر مَیں نبوت کروں اور اگر مَیں غیب کی سب باتیں اور سارے علم جانوں اور میرا ایمان کامل ہو یہانتک کہ مَیں پہلاڑوں کو چلاؤں"

(۱۔ قرنتیوں باب ۱۳۔ ورس ۲)

متی لکھتا ہے "پطرس کشتی پر سے اُتر کے پانی پر چلنے لگا کہ یسوع کے پاس جائے پر جب دیکھا کہ ہوا تیز ہے تو ڈرا۔ اور جب ڈوبنے لگا چلاّ کے کہا اے خداوند مجھے بچا۔ وہیں یسوع نے ہاتھ بڑھا کے اُسے پکڑ لیا اور اُس سے کہا اے کم اعتقاد تو کیوں شک لایا؟"

ان سب مقامات سے یہ واضح ہے کہ مسیح نے اپنے سچے پیروؤں سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ وہ اُس پر ایمان لا کر بڑے موجد بن جائیں گے اور بڑے بڑے جنگی بیڑے بنائیں گے اور رنگ رنگ کی فنا کرنے والی توپیں ایجاد کرینگے اور بڑے تاجر ہونگے۔ بڑی بڑی سلطنتیں قائم کرینگے دنیا کے خزانے اکٹھے کریں گے بلکہ اُس نے اپنے پیروؤں کے لیئے مندرجہ ذیل امتیازی نشانات مقرر کیئے ہیں:۔

(۱) دیووں کو نکالنا۔ (۲) نئی زبانیں بغیر سیکھنے کے معجزانہ طور پر بولنا۔ (۳) سانپوں کو بغیر ضرر کے پکڑنا۔ (۴) زہر کو بغیر نقصان کے پی جانا (۵) بیماروں کو صرف چھو کر چنگا کرنا (۶) پہاڑوں کو چلانا اور دریاؤں میں پہاڑوں کو گرانا (۷) انجیر یا کی

اور سبز درخت کو اپنی لعنت کے ذریعہ خشک کر دینا۔ (۸) درختوں کو چلانا (۹) پانی پر چلنا (۱۰) جو بات مُنہ سے مانگیں خواہ وہ کیسی ہی ناممکن کیوں نہ ہو اس کا حاصل ہو جانا ؞

یہ ہیں وہ دس امتیازی نشان جو مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں درج ہیں اور خود یسوع مسیح نے ان نشانوں کو مقرر کیا پس اگر مسیحی صاحبان کا یہ ارادہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی ثابت کریں تو اُن کو چاہیئے کہ وہ ان معیاروں کے ذریعہ سے اُس کی صداقت کو ثابت کریں جو خود یسوع مسیح نے مقرر کیئے اور جن کی پولوس نے تصدیق کی۔ جن امور کو یسوع مسیح نے نشان مقرر نہیں کیا اُن کو پیش کرنا اور یسوع مسیح کے مقرر کردہ اور پولوس کے مصدقہ نشانات کو نظر انداز کرنا یہ وہ راہ نہیں جس سے مسیحیت کی صداقت اور دوسرے مذاہب پر اُس کی فوقیت ثابت ہو۔ اگر مسیحی لوگ وہم پرست ممالک میں جاکر دیووں اور بھوتوں کو نکالتے اور انسانوں سے نکالکر اُنکو بے زبان جانوروں میں داخل کرتے اور پھر وہ بے زبان جانور سمندروں اور دریاؤں میں کود کر اپنے تئیں ہلاک کرتے تب سمجھا جاتا کہ مسیحی مذہب ایک سچا مذہب ہے کیونکہ یہ وہ نشان ہے جو یسوع مسیح نے خود مقرر کیا مگر بجائے اسکے کہ دیووں اور بھوتوں کو نکالا جاوے آج مہذب دنیا جسپر مسیحی لوگ فخر کرتے ہیں دیووں کے وجود سے ہی انکار کر رہی ہے اور ان کہانیوں کو جو اناجیل میں درج ہیں لغو اور بیہودہ قرار دیتی ہے اور مشنری صاحبان بھی ان دیووں کا کہیں پتہ و نشان نہیں بتلا سکتے۔ پھر مسیحی صاحبان کو چاہیئے تھا کہ ہسپتال اور میڈیکل کالج قائم کرنے اور ڈاکٹری محکمہ کھولنے کی بجائے صرف اپنے دم اور پھونک سے یا ہاتھ سے چھوکر بیماروں کو اچھا کرتے۔ مگر مغربی دنیا جسکی تہذیب کو آج پادری صاحبان مسیحیت کی صداقت کے لیئے ایک ثبوت کے طور پر پیش کر رہے ہیں صرف ہاتھ لگا کر بیماروں کو اچھا نہیں کرتی بلکہ اُس نے باقاعدہ علاج کرنے کا طریق اختیار کیا ہوا ہے جو یسوع مسیح کی آمد سے پہلے یونان کے بُت پرستوں میں اور ایسا ہی دیگر ممالک میں بڑے زور سے جاری تھا۔ پس اگر مغربی دنیا نے علاج کے فن میں

ترقی کی ہے اور اس ترقی کے ذریعہ مہذب کا خطاب حاصل کیا ہے تو یہ پادریوں کے لئے کوئی فخر کی جگہ نہیں کیونکہ یہ وہ فن ہے جو دنیا میں یسوع مسیح کی آمد سے پہلے رائج تھا اور جس میں یونان کے بُت پرست بڑی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ اور مہذب دنیا نے یسوع کے طریق کو اختیار نہیں کیا بلکہ اُسکو ترک کر کے یونان و دیگر ممالک کے بُت پرستوں کے علم و عمل کو پسند کیا ہے۔ پس اس ترقی پر اگر بت پرست دنیا فخر کرے تو بجا ہے مگر یسوع مسیح کے پیروؤں کو کوئی حق نہیں کہ اس ترقی کو مسیحیت کی صداقت کا ایک ثبوت قرار دیں۔

اسی طرح اگر مغربی دنیا کے لوگ بجائے جہاز بنانے کے اس طرح سمندر پر چلتے جس طرح پترس نے کشتی سے اُتر کر چلنا چاہا اور قریب تھا کہ ڈوب جاتا اگر خود یسوع مسیح اسکی مدد کیلئے نہ پہنچتا تب یہ امر مسیحیت کی صداقت کا ایک ثبوت ٹھہرتا اور پادریوں کو اُس صورت میں ضرور یہ حق پہنچتا کہ وہ اس امر کو مسیحیت کا ایک امتیازی نشان قرار دیتے مگر مغربی دنیا نے پترس کے نمونہ پر چلکر مادی تہذیب میں ترقی نہیں کی بلکہ ان لوگوں نے اُس طریق کو اختیار کیا جو یسوع مسیح کی آمد سے پہلے بت پرست دنیا میں رائج تھا پس اگر مغربی دنیا نے جہاز رانی کے ذریعہ اپنی تجارت کو ترقی دی ہے اور ایک دنیا کو فتح کر لیا ہے تو یہ امر بھی مسیحیت کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا اور اسکو مسیحیت کے لئے ایک امتیازی نشان قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس میں مغربی دنیا نے مسیحیت کی تقلید نہیں کی بلکہ رومیوں اور دیگر بت پرست قوموں کی روش کو اختیار کیا ہے۔

اسی طرح اگر مغربی دنیا کے لوگ انجینئرنگ کے علم کی بجائے یسوع مسیح کے مقرر کردہ نشان کے مطابق پہاڑوں کو چلاتے اور اُن کے حکم سے پہاڑ اپنی جگہ سے خود بخود ہٹ کر سمندروں اور دریاؤں اور جھیلوں میں جا گرتے اور درخت بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے تب ہم اس بات کے ماننے کے لئے مجبور ہوتے کہ بے شک یہ مسیحی مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ اسکو خود یسوع مسیح نے اپنے پیروؤں کے لئے ایک امتیازی نشان قرار دیا۔ اسی طرح اگر مسیحی قومیں زہریں نگل جاتیں اور اُن کو کچھ نقصان نہ ہوتا تو ہم اسکو مسیح کے قول کے مطابق مسیحیت کی صداقت کا ایک نشان قرار دیتے مگر ایسا

نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی شفاخانوں میں ہر ایک زہر کی شیشی پر سرخی سے زہر کا لفظ لکھا ہُوا ہوتا ہے تا ایسا نہ ہو کہ کوئی اُسکو پی کر ہلاک ہو جاوے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیوں پر زہر ایسا ہی اثر کرتی ہے جیسا کہ دوسرے لوگوں پر۔

(۳) صرف یہی نہیں کہ جس بات کو مسیحی لوگ آجکل مسیحیت کی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہیں اُس کو خود یسوع مسیح نے صداقت کی دلیل نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ اسکو نہایت ہی نفرت اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ناظرین اُس کے مندرجہ ذیل اقوال پر غور فرماویں۔

(ا) مال اپنے واسطے زمین پر جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور مورچہ خراب کرتے ہیں اور جہاں چور سیندھ دیتے اور چراتے ہیں بلکہ مال اپنے لیئے آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا نہ مورچہ خراب کرتے اور نہ وہاں چور سیندھ دیتے نہ چراتے ہیں (متی باب ۶- ورس ۱۹ و ۲۰)

(ب) کوئی آدمی دو خاوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا اس لیئے کہ یا ایک سے دشمنی رکھے گا اور دوسرے سے دوستی- یا ایک کو مانیگا اور دوسرے کو ناچیز جانیگا۔ تم خدا اور ممّون دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ (متی باب ۶- ورس ۲۴)

(ج) غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے (متی باب ۱۱- ورس ۶)

(د) دیکھو جو مہین پوشاک پہنتے بادشاہوں کے محلوں میں ہیں (متی باب ۱۱- ورس ۸)

(ﮦ) اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیری تعریف کرتا ہوں کہ تُونے ان چیزوں کو داناؤں اور عقلمندوں سے چھپایا اور بچوں پر کھول دیا۔ متی ۱۲/۲۵

(و) کسان کی تمثیل میں یسوع مسیح کہتا ہے "جو (بیج) کانٹوں میں بویا گیا وہ ہے جو کلام کو سُنتا پر اس دنیا کی فکر اور دولت کا فریب کلام کو دبا دیتے اور وہ بے پھل ہوتا ہے۔ (متی باب ۱۳- ورس ۲۲)

(ز) یسوع نے کہا اگر تو کامل ہُوا چاہے تو جا کے سب کچھ جو تیرا ہے بیچ ڈال اور محتاجوں کو دے کہ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا - متی ۱۹/۲۱

(ح) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذر جانا اُس سے

آسان ہے کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ متی ۲۰ ۲۳ و ۲۴
مسیح کے مندرجہ بالا اقوال نہایت غور کے قابل ہیں ان سے یہ نتیجہ صریح طور پر نکلتا ہے کہ مغربی دنیا کی موجودہ حالت جس پر مسیحی پادری اسقدر فخر کرتے ہیں اور جس کو وہ مسیحیت کی برکت خیال کرتے ہیں وہ یسوع مسیح کے نزدیک آسمانی بادشاہت کی عین ضد اور بالکل مخالف اور یسوع مسیح کے منشاء کے بالکل اُلٹ اور اُسکی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اُس نے کہا کہ مَیں غریبوں کو خوشخبری سنانے کے لیئے آیا ہوں۔ دولتمند کے لیئے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذرنا محال ہے اور اُس کی تعلیم یہ تھی کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اُسکو بیچ ڈالو اور غریبوں کو دیدو اور اُس نے حکم دیا کہ زمین پر دولت جمع نہ کرو کیونکہ یہاں کیڑا اُسکو کھا جاتا ہے اور چور اُسکو چرا لیجاتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جو اچھے کپڑے پہنتے اور محلوں میں رہتے۔ نیز اُس نے کہا کہ جو لوگ دنیا کی فکر میں مصروف رہتے اور دولت کے دھندوں میں مبتلا رہتے وہ خدا کے کلام سے محروم رہتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ انسان کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ خدا سے بھی محبت کرے اور ممّون یعنی دولت کی خدمت کرے یعنی دولت کے فکر میں لگا رہے جو دولت سے محبت کرتا ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ پھر یسوع مسیح دنیا کے عقلمندوں یعنی فلاسفروں اور سائینس دانوں کو بھی نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اسکے نزدیک یہ لوگ بھی دولتمند کی طرح آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اور ان کی عقل آسمان کی باتوں کے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔
اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو آجکل مغربی تہذیب کہا جاتا ہے وہ آسمانی بادشاہت سے بالکل دُور ہے۔ یسوع مسیح کے نزدیک یہ لوگ اِسی قابل ہی نہیں کہ خداوند کی سلطنت میں داخل ہوں۔ کون اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ مغربی مہذب دنیا ہر دم ممّون یعنی دولت کی خدمت میں لگی ہوئی ہے مگر یسوع مسیح کہتا ہے کہ جو لوگ ممّون کے خادم ہیں وہ خداوند کے دشمن ہیں اور ایک شخص دو خاوندوں

کی خدمت نہیں کرسکتا۔ کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ آج مسیحی دنیا ہر وقت دنیا کی فکر میں مشغول ہے مگر یسوع مسیح کہتا ہے کہ جو لوگ دنیا کی فکر اور دولت کے فریب میں ہیں اُن کے دل میں میرا کلام اثر نہیں کرسکتا۔ کون اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ مسیحی دنیا کے پاس دولت ڈھیروں ڈھیر جمع ہے مگر مسیح کہتا ہے کہ ایسے لوگ آسمان کی بادشاہت کے وارث نہیں ٹھہر سکتے اس لئے تم اپنا مال زمین پر جمع نہ کرو۔ کون نہیں جانتا کہ آجکل مسیحی قومیں محلوں میں رہتی اور اچھے لباس پہنتی ہیں اور خود پادریوں کی کوٹھیاں نہایت عالیشان ہوتی ہیں۔ مگر یسوع مسیح ایسے لوگوں کی نسبت نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ مغربی مہذب دنیا کو آج بڑا فخر اپنے فلاسفروں اور سائینس دانوں پر ہے مگر یسوع مسیح کہتا ہے کہ میری باتیں ان لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ یسوع مسیح کہتا ہے کہ میں غریبوں کے لئے بشارت لایا ہوں نہ دولت والوں کے لئے مگر جس کو آج مہذب دنیا کہتے ہیں وہ غریبوں سے نہیں بلکہ امیروں سے بنی ہوئی ہے پھر میں تعجب کرتا ہوں کہ کیوں مغربی دنیا کی مادی ترقی اور جسمانی تہذیب اور ظاہری شان و شوکت کو مسیحیت کا ثمرہ بیان کیا جاتا ہے؟ جو کچھ ہمیں مغربی دنیا میں نظر آتا ہے یسوع مسیح ان سب چیزوں سے نفرت ظاہر کرتا ہے اور اسکی تعلیم بالکل ان حالات کے مخالف ہے۔ اور جو کچھ مغربی دنیا نے حاصل کیا وہ مسیح کی تعلیم پر عمل کرنے سے نہیں بلکہ اسکو ترک کرنے اور اُس کے مخالف راہ اختیار کرنے سے حاصل کیا ہے مگر معلوم نہیں پادریوں کی عقل کو کیا ہو گیا وہ مسیح کی تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی وہ مسیحیت کی بدولت حاصل کی۔ اگر انہوں نے ایسا کہنا تھا تو انکو چاہیئے تھا کہ پہلے اناجیل موجودہ میں سے مسیح کی تعلیم کو نکال دیتے اور اُس کی جگہ یہ لکھتے کہ آسمان کی بادشاہت دولتمندوں اور بڑے بڑے تاجروں کے لئے ہے جو دنیا کے خزانوں سے اپنی کوٹھیاں بھر دیتے ہیں اور مبارک وے جو ہر وقت دنیا کی فکر میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی لوگوں کے لئے ہے اور مبارک وے جو اس زمین پر اپنی دولت جمع کرتے

ہیں اور ایسے صندوقوں میں اپنا مال رکھتے ہیں جہاں نہ کیڑے کا ڈر ہے اور نہ چور کا خوف اور مبارک وے جو بڑی بڑی کوٹھیوں اور خوشنما باغوں میں رہتے ہیں کیونکہ بہشت ایسے لوگوں کے لیئے ہی بنایا گیا اور مبارک وے جو ممّون کی خدمت میں دن رات مصروف رہتے ہیں کیونکہ وہ خداوند کے بڑے پیارے ہیں اور مبارک وے جو بڑے فلاسفر اور سائنس دان ہیں کیونکہ خداوند نے آسمانی باتوں کو ان پر کھول دیا اور بچوں پر چھپایا ؛

(۴) مینے مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں بہت دیکھا کہیں پتہ نہیں چلتا کہ یسوع مسیح نے دنیا کی سلطنتوں اور اُن کی شان و شوکت کو جو آج مسیحیوں کو حاصل ہیں سچائی کا معیار ٹھہرایا ہو۔ ساری اناجیل اور کل خطوط اور دیگر مسیحی نوشتوں میں صرف ایک ہی مقام مجھے ایسا نظر آیا جس میں دنیا کی سلطنتوں اور اُنکی شان و شوکت کے وعدہ کا کچھ پتہ چلتا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ ایسا مقام ہے جس کو کوئی مسیحی پیش کرنا پسند نہیں کرے گا۔ مگر اگر اناجیل موجودہ اور دیگر مسیحی نوشتوں میں کوئی ایسا مقام ہے جہاں زمین کی بادشاہتوں اور اُن کی شان و شوکت کا وعدہ ہے تو وہ ایک ہی ہے مگر باوجود اسکے غالباً کوئی آجکل کا مسیحی اس مقام کو پیش کرنا پسند نہیں کرے گا کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ مسیحی مذہب وہ مذہب نہیں جسکی یسوع مسیح نے تعلیم دی ہے بلکہ یہ کچھ اور ہی ہے۔ مقام مذکور متی کی کتاب کے چوتھے باب میں ہے اور وہ اس طرح پر ہے " پھر شیطان اُسے ایک بڑے اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُن کی شان و شوکت اُسے دکھائیں اور اُس سے کہا کہ اگر تو گر کے مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا۔ تب یسوع نے اُسے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیلے کی بندگی کر۔ تب شیطان اُسے چھوڑ گیا"۔

اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے یسوع پر ظاہر ہو کر یہ کہا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں اس کے بدلہ میں دنیا کی تمام ساری سلطنتیں اور اُنکی شان و شوکت

تجھے دونگا مگر معلوم ہوتا ہے کہ یسوع شریعت کا پابند تھا اس لیئے اُس نے شیطان کو یہ جواب دیا کہ خداوند کے سوا کسی کے آگے سجدہ کرنا جائز نہیں اس لیئے شیطان ناکام ہو کر چلا گیا مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُس کے پیرؤوں نے شریعت کو ترک کر دیا اور ایسی راہ اختیار کی جو رحمان کی راہ نہیں بلکہ شیطان کی راہ ہے۔ اس لیئے شیطان نے بھی اپنے وعدہ کو پورا کیا اور دنیا کی سلطنتیں اور اُنکی شان و شوکت جس پر آج بعض مسیحی واعظ بہت فخر کرتے ہیں اُنکو دی۔ اسلیئے یہ ایک ایسا انعام ہے جو ہرگز انجیلی نقطہ خیال سے قابل فخر نہیں بلکہ اگر متی کی کتاب کا بیان درست ہے تو یہ دنیا کی سلطنتیں اور اُنکی شان و شوکت مسیحیوں کے لیئے مقام ننگ و عار ہونا چاہیئے اور بجائے اس کے کہ مسیحی پادری اسپر ناز کریں اور اسکو مسیح کی تعلیم کا ثمرہ قرار دیں اُنہیں چاہیئے کہ اس کا نام تک نہ لیں اور دیگر مذاہب کو مخاطب کرتے ہوئے ان دنیا کی سلطنتوں اور اُنکی شان و شوکت کی طرف جو آج اُنکو حاصل ہیں اشارہ کرنے سے بھی گریز کریں کیونکہ ان سے تو اُنکی انجیل کے بموجب یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیشوا کی شان کے برخلاف شیطان کے آگے سجدہ کیا اور اسکے عوض میں شیطانی وعدہ کے مطابق دنیا کی سلطنتوں اور اُنکی شان و شوکت کو حاصل کیا۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یسوع مسیح نے اپنی قوم کو دنیا کی فکر کرنے اور دنیا کا مال و متاع جمع کرنے سے بہت ڈرایا اور محلوں میں رہنے والوں کے متعلق بہت نفرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو سکتا ہے مگر دولتمند خداوند کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ باوجود یسوع مسیح کی اتنی تاکید کے آجکل مسیحیوں کے مقتدا اور رہنما خود بڑی شان و شوکت اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور دولت کو اپنے پاس جمع کرتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو بڑی بڑی دولت پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔

(۵) ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ یسوع مسیح کی تعلیم مسیحی ممالک کی موجودہ شان و شوکت و جاہ و حشمت اور مسیحی تہذیب کے بالکل اُلٹ پڑی ہوئی ہے مگر ہم ناظرین کو زیادہ

✤ یسوع کی آزمائش کا حال پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ یسوع نے شریعت کی پابندی کی بدولت شیطان سے نجات [illegible] جس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص شیطان کے پنجے سے رہائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ شریعت کی پابندی اختیار کرے پس اُن لوگوں کی نسبت جنہوں نے شریعت کا جوا

یقین دلانے کے لیئے پھر یہ دکھلاتے ہیں کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی ہے وہ مسیح کی تعلیم پر چلکر حاصل نہیں کی بلکہ انہوں نے یسوع مسیح کی تعلیم کو ترقی کے مانع دیکھ کر اُسکو ترک کر دیا اور اگر وہ یسوع مسیح کی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے تو ترقی کرنا تو کجا دنیا کا سارا انتظام درہم برہم ہوجاتا اور ایک دن کے لیئے مسیحی دنیا کے لیئے زندگی بسر کرنا محال ہوجاتا۔ دیکھو علاوہ اُس تعلیم کے جس کو میں اوپر بیان کرچکا ہوں یسوع مسیح کا ایک مقولہ یہ ہے:۔

(۱) ”میں تمھیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کرکے تیری قبا لے کُرتے کو بھی اُسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیجاوے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا“ (متی باب ۵۔ ورس ۳۹)

اب میں پادری صاحبان سے سوال کرتا ہوں کہ کیا مغربی دنیا کی ترقی کا راز یہی تعلیم ہے کیا یورپ اور امریکہ نے اسی تعلیم پر عمل کرکے ترقی حاصل کی۔ سچ کہو کیا یورپ اور امریکہ نے کبھی اس تعلیم پر عمل کیا یا کم از کم اس تعلیم پر عمل کرنا پسند کرتے ہیں۔ انگلینڈ کا جنگی بیڑا دنیا میں سب بیڑوں سے بڑا ہے کیا وہ بیڑا ظالم کا مقابلہ کرنیکے لیئے نہیں بنایا گیا۔ سچ بتاؤ مہذب دنیا جو آئے دن نئی توپیں ایجاد کرتی ہے اور نئے آلات نکالتی ہے کیا وہ اسی لیئے ایسا کرتی ہے؟ پھر کیا جب ہوائی جہاز تجویز ہوئے تو کیا پہلا کام جو مہذب دنیا نے اُن سے لیا وہ دشمن پر بمب پھینکنا نہ تھا۔ کیا مہذب دنیا ہوائی جہازوں کو جنگی اغراض کے لیئے نہیں بناتی ہے اور کیا اُن کے موجد ہر وقت اس فکر میں نہیں لگے رہتے کہ کونسا بہترین طریق ہے جس سے ہوائی جہاز جنگی اغراض کے لیئے کام میں لائے جاسکیں۔ غرض اس امر میں بھی مسیحی دنیا نے مسیح کی تعلیم کی پیروی نہیں کی بلکہ مسیح سے پہلے جو دنیا کا طریق تھا اُسی طریق پر چلکر اپنا قدم بڑھایا ہے

پھر میں یسوعی لوگوں سے سوال کرتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں کونسی وہ مہذب قوم ہے جو یسوع مسیح کے اس قول پر ایک لحظہ کے لیئے بھی عمل کرنے کیلئے تیار ہو

کہ "جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے"۔ دیکھو ہندوستان
میں ایک شریر گروہ ٹھیک ہے جو آئے دن کسی نہ کسی سرکاری افسر پر حملہ کیا کرتا
رہتا ہے چنانچہ گذشتہ دسمبر میں دہلی میں حضور وائسرائے اور لیڈی ہارڈنگ
پر اُس گروہ کے ایک ممبر نے بمب چلایا اور اب گورنمنٹ اور دیگر خیر خواہان ملک
کی طرف سے قاتل کے گرفتار کرنے کے لیئے ہزارہا روپیہ انعام مقرر کیا گیا ہے
اور گرفتار کرنے سے گورنمنٹ کی یہ غرض نہیں کہ اُس ظالم کو انعام دیا جاوے یا
اُسکے آگے دوسری گال بھی پھیر دی جاوے بلکہ گورنمنٹ کی غرض یہ ہے کہ
اُس ظالم کو عبرتناک سزا دیجاوے اور آئندہ ایسے جرائم کا انسداد ہو۔ اب اگر اس صورت
میں یسوع مسیح کے قول پر عمل کیا جاوے تو کیا یہ بے جا حرکت نہ ہوگی۔ کیا ایسی تعلیم پر
عمل کرنے سے دنیا کا کاروبار ایک دن میں تباہ ہو جائیگا۔ کیا مہذب دنیا اس
تعلیم پر عمل کرتی ہے۔ جب مہذب دنیا اس تعلیم سے کوسوں دُور بھاگتی ہے اور
اس طریق کو ہلاکت کا باعث اور تمام ترقیوں کا ستیاناس کرنے والا عملی طور پر یقین
کرتی ہے تو پھر پادری لوگ ہمیں یہ کیوں بار بار سناتے ہیں کہ مہذب دنیا نے جو
ترقی کی ہے وہ یسوع مسیح کی تعلیم کا پھل ہے اور مسیحیت کا ثمرہ ہے۔

پھر یسوع مسیح نے تو یہ تعلیم دی تھی کہ جو کوئی تیری قبا لینا چاہے تو اُسے
اپنا کُرتا بھی دیدے۔ کیا مسیحی دنیا اسپر عمل کرتی ہے۔ کیا اٹلی جس نے طرابلس کو
ترکوں سے چھین لیا مہذب دنیا میں شامل نہیں؟

(ب) پھر یسوع مسیح کہتا ہے "اپنے دشمنوں سے پیار کرو" متی ۵۔ کیا کوئی پادری
مہذب دنیا میں کسی ایسی قوم کا پتہ دے سکتا ہے جو دشمنوں سے پیار کرتی ہو بلکہ برخلاف
اسکے اُن میں تو بعض ایسی قومیں بھی ہیں جو بے گناہ ہزاروں مردوں۔ عورتوں اور
بچوں کو تہ تیغ کرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ اگر کسی پادری کو اس سے انکار ہے
تو وہ اٹلی والوں پر نظر کرے جنہوں نے خود مسیحی نامہ نگاروں کے بیان کے مطابق
چار دن کے قتل عام میں چالیس ہزار بے گناہ مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو نہایت

بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کیا اور ایسا ہی جنگ بلقان میں بلقانی ریاستوں کی طرف سے جو ظالمانہ کارروائیاں سرزد ہوئیں اُن کو دیکھ لے اور یہ سب قومیں نہ صرف مسیحی بلکہ مہذب بھی ہیں۔

(ج) پھر یسوع مسیح کہتا ہے "میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی کے لیئے فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پییں گے نہ اپنے بدن کے لیئے کہ کیا پہنیں گے.... ہوا کے پرندوں کو دیکھو وے نہ بوتے نہ لوتے نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمھارا آسمانی باپ اُن کو پالتا ہے۔ کیا تم اُن سے بہت بہتر نہیں ہو؟ تم میں کون ہے جو فکر کرکے اپنی عمر میں ایک گھڑی بڑھا سکتا ہے؟ اور پوشاک کی کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسنوں کو دیکھو کہ وے کس طرح بڑھتی ہیں۔ وے نہ محنت کرتی نہ کاتتی ہیں۔ پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ سلیمان بھی اپنی ساری شان و شوکت میں اُن میں سے ایک کی مانند پہنے نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جاتی یوں پہناتا ہے تو کیا تم کو اے کم اعتقادو زیادہ نہ پہنائیگا؟ اس لیئے یہ کہکے فکر مت کرو کہ ہم کیا کھائیں گے؟ یا کیا پییں گے؟ یا کیا پہنیں گے؟ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمھارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہوگے" متی ۶ - ۲۵ - ۳۲

دیکھو اس جگہ یسوع مسیح اپنے پیرؤوں کو یہ سکھاتا ہے کہ تم دنیا کی فکر بالکل نہ کرو۔ تمھیں چاہیئے کہ نہ اپنے کھانے کا فکر کرو۔ نہ پہننے کا اور نہ پینے کا تمھیں کوئی ضرورت نہیں کہ کوئیں کھودو یا نہریں نکالو یا دوسرے ملکوں سے اپنے ملک میں غلہ اور روئی وغیرہ لانے کے لیئے ریل گاڑیاں یا جہاز بناؤ۔ یا پانی پینے کے لیئے واٹر ورکس کا کوئی انتظام کرو یا گھی اور دودھ کے لیئے مویشیوں کی پرورش کرو یا رات کی روشنی کے لیئے گیس اور تیل کا کوئی فکر کرو غرض کسی قسم کا دنیا کا فکر تمھیں ہرگز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان سب باتوں کو بالکل خدا پر چھوڑ دو۔ اور اس طرح بے سرو سامانی کی زندگی بسر کرو جس طرح کہ چڑیاں اور کوے زندگی بسر کرتے ہیں اور اس طرح بے دست و پا ہوکر بیٹھ جاؤ جس طرح کہ جنگل کا گھاس

اپنی جگہ سے نہیں ملتا۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغربی دنیا نے مسیحیت کی برکت سے یہ ساری ترقی کی اُن سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا اُن کی ترقی کا یہی راز ہے جو اوپر بیان ہُوا کیا وہ یسوع کی تعلیم کے موافق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا آسان ہے کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی ہے وہ مسیحیت کی بدولت ہے مگر جب اس دعویٰ کو اچھی طرح پر کھا جاوے اور ایک طرف یسوع کی تعلیم کو کھولکر آگے رکھا جاوے اور دوسری طرف مہذب دنیا کے رات دن کے عمل کو دیکھا جاوے تو یہ دعویٰ بالکل غلط اور سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔ یسوع مسیح کچھ تعلیم دیتا ہے اور مہذب دنیا کا طرز عمل بالکل کچھ اور ہے۔ پادری صاحبان کو چاہیئے کہ آنکھیں بند کرکے دعویٰ نہ کردیا کریں بلکہ دعویٰ کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا کریں کہ جب اُن کے دعویٰ کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھا جاویگا اور واقعات کے معیار سے اُسکو جانچا جاوے گا تو کیا وہ اسوقت درست ثابت ہوگا یا نہیں۔ موجودہ صورت میں یسوع مسیح جو تعلیم دیتا ہے مہذب دنیا کا طریق عمل بالکل اُسکے مخالف پڑا ہُوا ہے مگر افسوس کہ پھر بھی پادری صاحبان یہی کہے جا رہے ہیں کہ مغربی قوموں کی ترقی مسیحیت کی بدولت ہے۔ اس لیئے مسیحی مذہب ایک سچا مذہب ہے مگر جب اُن کی اس دلیل کو غور سے دیکھا جاتا ہے تو یہ بالکل ایک دھوکہ ثابت ہوتا ہے ؀

(د) پھر یسوع مسیح کہتا ہے "کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کرلیگا۔ آج کا دُکھ آج ہی کے لیئے بس ہے" متی ۶/۳۴ یہ بھی یسوع مسیح کی بعینہ اُسی قسم کی تعلیم ہے جیسی کہ وہ تعلیم ہے جس کو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ خدا کے لیئے مجھے کوئی پادری صاحب سمجھاویں کہ ایسی تعلیم کس طرح مغربی دنیا کی موجودہ ترقی کا راز کہلا سکتی ہے۔ کیا مغربی دنیا اپنے مادی امور میں اسی لیئے ترقی کر رہی ہے کہ وہ کل کی بالکل فکر نہیں کرتی یا معاملہ بالکل دگرگوں ہے۔ اچھا پادری صاحبان مغربی دنیا کے دستور العمل کو نظر انداز کرکے مجھے یہی سمجھا دیں کہ اگر کوئی قوم یا کوئی

شخص اس وقت یسوع مسیح کی اس تعلیم پر عمل کرنا شروع کرے تو وہ ضرور ترقی کی
اعلیٰ چوٹی تک پہنچ جائیگا اور یہ کہ یہی تعلیم ترقی کا زینہ اور کمال حاصل کرنے کی سیڑھی
ہے۔ جب یسوع مسیح کی ساری تعلیم کو دیکھا جاتا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ اگر کوئی
قوم یسوع کی تعلیم پر عمل کرنا اختیار کرے تو فوراً اسے بھی پہلے ادبار اور ہلاکت کے
گہرے گڑھے میں جاگریگی چہ جائیکہ وہ کوئی قدم آگے بڑھائے۔ دیکھو ساری دنیا کا
بقا اسی پر ہے کہ کل کی فکر آج کیجائے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ولتنظر
نفس ما قدمت لغد اگر آج دنیا کل کی فکر آج کرنا چھوڑ دے اور یسوع کے مشورہ
کو اختیار کرے تو ایک دن میں کل دنیا ہلاک ہو جائے۔ خود پادری صاحبان ہی سچ سچ
بتلادیں کہ اگر کل کی فکر آج نہ کی جاوے جیسا کہ قرآن شریف حکم دیتا ہے تو کیا اس عالم کا
کاروبار چل سکتا ہے؟ مگر یسوع مسیح نے ہر پہلو سے اس بات پر زور دیا کہ کل کی فکر آج
نہ کرو بلکہ یہ سکھایا کہ آج کی فکر بھی نہ کرو اور چڑیوں اور سوسن کی مثالیں دے دیکر اپنے
پیروؤں کو ایسی راہ پر چلانا چاہا جس کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہ تھا حالانکہ چڑیوں
اور سوسن کی مثال انسان پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ معاش کے معاملہ میں انسانوں کے
حالات ان چیزوں کے حالات سے بالکل مختلف ہیں۔ مثالیں بھی اپنے ہی مطلب کی
چنی گئیں۔ چیونٹیوں کو نہ دیکھا کہ کس طرح وہ کوٹھیوں میں دانے جمع کرتی ہیں اور پھر شہد کی
مکھی اور بھڑ یعنی زنبور کو نہ دیکھا کہ وہ کیسی محنت سے شہد اور شکر اپنے لیئے تیار کرتی ہیں۔
اور کس طرح وہ کل کی فکر آج کرتی ہیں ؛

(۵) پھر یسوع مسیح نے صرف انکو یہ تعلیم ہی نہ دی کہ کل کی فکر آج نہ کرو بلکہ جو دعا سکھائی
اس میں بھی یہ سکھایا کہ "ہماری روزینہ کی روٹی آج ہمیں بخش" متی ۶/۱۱ یہ دعا بالکل یسوع
مسیح کی تعلیم کا نقشہ ہے۔ دعائیں دل کے خیالات کا آئینہ ہوتی ہیں اور یسوع مسیح
کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے دل میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ کھانے پینے۔ پہننے
اور مکان کا بالکل فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ کل کا فکر تو کجا آج کا فکر بھی آج نہیں کرنا
چاہیئے بلکہ بجائے اسکے کہ آج کی روٹی کی کوئی فکر اور تلاش کیجائے آج کی روٹی

کے لیئے بھی صرف دعا ہی کرنی چاہیئے اور روزانہ کھانا بھی خدا سے ہی مانگنا چاہیئے -- خود کوشش نہیں کرنی چاہیئے
طرفہ یہ ہے کہ کل کے لیئے کسی قسم کی فکر کرنے کا یسوع مسیح اسقدر مخالف تھا کہ کل کی روٹی کے لیئے آج دعا کرنا بھی پسند نہ کیا اور دعا میں بھی صرف آج کی ہی روٹی مانگی ہے۔ جب یسوع مسیح کی تعلیم یہ تھی کہ نہ کل کی فکر آج کرو اور نہ آج کی فکر آج کرو بلکہ آج کی روٹی بھی خدا سے ہی مانگو اور خود کسی قسم کا فکر اور سعی نہ کرو اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مہذب دنیا ایسے طریق کو سخت کراہت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اسکا رویہ بالکل اسکے اُلٹ ہے تو پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ مغربی دنیا کی تہذیب اور ترقی مسیحیت کی تعلیم کا پھل ہے۔ اگر کوئی شخص یسوع کی تعلیم پر عمل کرے تو سوائے اسکے کہ یسوع کے شاگردوں کی طرح دوسرے لوگوں کے کھیتوں کی بالیاں توڑ توڑ کر کھائے اور کس طرح گذارہ کر سکتا ہے۔ مگر اگر ساری دنیا یسوع کی تعلیم پر جسکو عالمگیر بیان کیا جاتا ہے عمل کرے تو توڑنے کے لیئے بالیاں کہاں سے ملیں۔ مگر یسوع کا منشاء یہ تھا کہ غیر قومیں کمائیں اور اُسکے پیرو صرف توکل پر زندگی بسر کریں کیونکہ وہ کہتا ہے "ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمھارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو" (اس لیئے تم کچھ فکر نہ کرو۔ خدا پر چھوڑ دو) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قومیں "ان سب چیزوں کی تلاش میں رہتی ہیں" وہ یسوع مسیح کی پیرو نہیں بلکہ یسوع مسیح کے نزدیک وہ غیر قوموں میں شامل ہیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ مغربی قومیں یسوع مسیح کے قول کے مطابق غیر قومیں ہیں مسیح کی پیرو نہیں پھر انکی ترقی کو یسوع مسیح کی تعلیم کا ثمرہ کیوں بیان کیا جاتا ہے۔

(۵) یسوع مسیح دنیا کی فکر کرنے کا ایسا مخالف تھا کہ اُس نے اپنے عزیز شاگردوں کو خصوصیت سے وصیت کی کہ "نہ سونا نہ روپا نہ تانبا اپنی کمر میں رکھو" سفر کے لیئے خصوصیت کے ساتھ انسان کو ضرورت ہوتی ہے کہ زاد راہ اور کپڑوں اور دیگر ضروریات سفر کو اپنے ساتھ رکھے مگر یسوع مسیح ہر ایک قسم کی پیشبندی اور کل کا فکر آج کرنیکو ایسا برا سمجھتا تھا کہ اُس نے اپنے پیارے شاگردوں کو سفر کے متعلق کہا کہ "راستے کے لیئے نہ جھولی نہ دو کرتے

نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو؛٭٭ یہ ایسی تعلیم ہے کہ باقی مسیحی دنیا تو الگ رہی خود پادری اور مشنری اس پر عمل نہیں کرتے اور اس طرح یسوع کی تعلیم کے ناقص ہونے کی اپنے عمل سے شہادت دیتے ہیں۔ پادریو! سچ بتاؤ کیا یہی تعلیم مغربی دنیا کی مادی ترقی کا راز ہے؟

(ز) مَیں بارہا کہہ چکا ہوں کہ اگر یسوع مسیح کی تعلیم پر دنیا عمل کرے تو آج ہی دنیا کا خاتمہ ہو جاوے یہ صرف اس لیئے نہیں کہ اُس نے کل کی فکر آج کرنے یا آج کی فکر سے بھی منع کیا اور ظالم کا مقابلہ کرنے سے روکا بلکہ کہا کہ جو کوئی قبا چھیننا چاہے اُسے کرتہ بھی اُتار دو اور جو کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے اُس کے آگے دوسری گال بھی پھیر دو بلکہ اس خطرناک تعلیم کے علاوہ اُس نے اور بھی ایسی باتیں سکھائیں کہ اگر نوع انسان اُن پر عمل کرنا چاہے تو بہت جلدی نسل انسان مفقود ہو جاوے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ "اگر تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلاوے اُسے کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینک دے کہ لنگڑا یا ٹنڈا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لیئے اُس سے بہتر ہے کہ دو ہاتھ یا دو پاؤں ہوتے ہمیشہ کی آگ میں ڈالا جاوے۔ اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلاوے اُسے نکال ڈال اور پھینک دے کیونکہ کانا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لیئے اُس سے بہتر ہے کہ تیری دو آنکھ ہوں اور تو جہنم کی آگ میں ڈالا جاوے"۔ متی ۱۸/۸ و ۹ ؛ ۵/۲۹ و ۳۰

(ح) ناظرین کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یسوع نے زندگی میں داخل ہونے کے لیئے صرف ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ وغیرہ عضووں کے کاٹنے ہی کی سفارش نہیں کی بلکہ اناجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اس سے بھی بڑھکر ایک امر کی سفارش کی ہے۔

وہ ایک موقعہ پر یہ تعلیم دے رہا تھا کہ "جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے٭٭٭ اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے"، جب اُس کے شاگردوں نے یہ تعلیم سُنی تو انہوں نے دیکھا کہ اس پر عمل کرنا بڑی بڑی دقتوں کا موجب ہوگا کیونکہ سوائے زنا کے کئی ایسی صورتیں ہوتی ہیں جب کہ مرد و عورت کا جدا ہونا ضروری ہوتا ہے مثلاً ایک عورت

٭٭ مرقس کے بیان کے مطابق یسوع مسیح نے رسولوں کو لاٹھی ساتھ لینی جائز رکھی ہے۔ دیکھو مرقس ۶/۸ ۔ مسیحی صاحبان بتلائیں کہ ہم کس بیان پر اعتبار کریں۔ منہ

٭٭٭ دوسرے بیان کے مطابق وہ کسی صورت میں بھی طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔ معلوم نہیں کہ کونسا بیان درست ہے۔ دیکھو مرقس ۱۰/۱۱

اپنے خاوند کے خون کی پیاسی ہوگئی ہے۔ اور یقین ہے کہ وہ کسی وقت موقعہ پاکر اپنے خاوند کو زہر دیکر یا کسی اور ذریعہ سے جان سے مارڈالے گی ایسی صورت میں اور ایسی ہی بہت سی اور صورتوں میں سوائے اسکے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ عورت کو خاوند سے جُدا کیا جائے چنانچہ ایسی ہی ضرورتوں سے مجبور ہوکر بہت سی مسیحی سلطنتوں نے جن کی تہذیب پر مسیحی پادری فخر کرتے ہیں اور اُسکو مسیحیت کی تعلیم کا ثمرہ بیان کرتے ہیں باوجود یسوع مسیح کی سخت ممانعت اور خطرناک فتوٰی کے اناجیل مروجہ کے قاعدہ کو عملی طور پر منسوخ کردیا ہے اور اُس کی جگہ قانونِ طلاق پاس کردیا ہے۔ یسوع مسیح کی اس تعلیم کی مشکلات کو دیکھکر اُسکے شاگرد خاموش نہ رہ سکے۔ اور اُنہوں نے اُس سے کہا " اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ یہ ہے تو جورو کرنا اچھا نہیں" اب جو جواب یسوع مسیح نے دیا اُسکو سُنکر بہت سے لوگ حیران ہونگے۔ قرآن شریف کے پڑھنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو جاننے والے تو شاید خیال کرینگے کہ یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کی اس رائے کو بہت ناپسند کیا ہوگا اور انہیں سمجھایا ہوگا کہ انسان کے تقوٰی کے لیئے نکاح نہایت لازمی چیز ہے بلکہ اگر تقوٰی تمھیں مجبور کرے تو تمھیں اجازت ہے کہ عدل کی پابندی کے ساتھ دو۔ تین یا چار بیبیوں سے بھی نکاح کرلو مثلاً اگر ایک بیوی دائم المریض ہے اور وہ تمھارے تقوٰی کے قائم رہنے کا ذریعہ نہیں ہوسکتی اور خوف ہے کہ اس صورت میں تمھارا دل پاکیزہ نہیں رہ سکے گا اور تمھاری آنکھ خیانت کریگی تو ایسی صورت میں یسوع مسیح کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تُو اپنی آنکھ نکال دے اور اُسے پرے پھینک دے بلکہ اُسکے لیئے یہ علاج سکھایا کہ اگر ایک بیوی بعض وجوہات سے تمھارے تقوٰی کے قائم رکھنے کا ذریعہ نہیں ہوسکتی تو تم دوسری بیوی بھی کرسکتے ہو اور یہ کہ تمھاری غرض نکاح سے تقوٰی کا حاصل کرنا ہونی چاہیئے اور چونکہ حالات مختلف ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ بعض صورتیں ایسی واقع ہوجاویں کہ دو بیویوں کا ہونا بھی تقوٰی کے حصول کی غرض کو

پورا نہ کرے اس لیئے خدائے تعالیٰ نے دو تک بھی حصر نہیں رکھا بلکہ اس سے بھی زیادہ کی اجازت دی ہے کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ تمام انسانی ضروریات کا سامان مہیا کرتا ہے اسلیئے اس نے خاص خاص صورتوں کے لیئے بھی علاج بتایا ہے اور یسوع مسیح کی طرح انسان پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا جسکی وہ برداشت نہیں کرسکتا اور اُس نے اناجیل مروجہ کی طرح یہ حکم نہیں دیا کہ اگر تمھاری آنکھ خیانت کرے تو اُسکو نکال دے اور اگر تمھارا ہاتھ تمھیں دکھ دے تو اُسے کاٹ دے بلکہ اُس نے وہ علاج بتائے ہیں جن سے آنکھ خیانت کرنے سے رُک جائے اور ہاتھ دکھ دینے سے باز رہے۔ یسوع مسیح کی مثال اُس ڈاکٹر کی طرح ہے جسکے پاس علاج کا سامان بہت ہی محدود ہے مگر ہاں اُس کے تھیلے میں ایک تیز چاقو ہے۔ جب ایک بیمار آنکھ اُس کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ اپنے محدود ذخیرہ میں کوئی ایسی دوا نہیں پاتا جس سے اُس بیمار آنکھ کا علاج کرے اس لیئے دیکھتے ہی یہ کہتا ہے کہ اس آنکھ کو نکال کر پھینک دینا چاہیئے یہ نہیں کہ وہ آنکھ ناقابل علاج ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر نہیں جانتا کہ کس علاج سے یہ آنکھ اچھی ہوسکتی ہے۔ اس لیئے وہ مریض کو یہی مشورہ دیتا ہے کہ اس آنکھ کو نکالکر پھینک دو کیونکہ تیرا کانا ہو جانا اس سے بہت بہتر ہے کہ تو ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار رہے۔ مگر قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک ایسے حاذق طبیب اور تجربہ کار ڈاکٹر کی ہے جس کے شفاخانہ میں ہر بیماری کے لیئے دوا اور ہر طرح کے پھوڑے اور تمام قسموں کے زخموں کے لیئے مرہم۔ پٹی کا پورا پورا سامان موجود ہے اور جب ایک بیمار کی آنکھ اُسکو دکھائی جاتی ہے تو بجائے اسکے کہ وہ اسکو اپنے تیز چاقو سے نکالکر باہر پھینک دے وہ مریض کو وہ دوا بتلاتا ہے جس سے اُس کی آنکھ کا دُکھ جاتا رہے۔ اس لیئے قرآن شریف یسوع مسیح کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اگر تیری آنکھ یا تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہوں تو انکو کاٹ کر دُور پھینک دے کیونکہ تیرا کانا یا ٹنڈا یا لنگڑا ہو جانا ہمیشہ کے دکھ سے بہتر ہے

بلکہ وہ بیمار کے لئے ایسے نسخے تجویز کرتا ہے جن کے استعمال سے آنکھ کان ہاتھ اور پاؤں صحت کی حالت حاصل کریں اور انسان اُن کے دُکھ سے محفوظ رہے۔

اور طرفہ یہ ہے کہ یسوع مسیح کی جو تعلیم اناجیل میں درج ہے وہ ایک ایسے طبیب کی ہدایات کی طرح ہے جو بیماریوں کا علاج کرنا تو کجا حفظان صحت کے قواعد سے بھی لوگوں کو آگاہ نہیں کرتا بلکہ ایسی ایسی ہدایتیں اُنکو دیتا ہے جن سے اُنکی صحت اور بھی بگڑ جائے۔ جب یسوع مسیح کے شاگردوں نے اُس سے کہا کہ جیسے قواعد آپ میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں بتلاتے ہیں وہ ایسے فوق الطاقت ہیں کہ اُنسے تو یہی بہتر ہے کہ انسان تجرد کی زندگی اختیار کرے تو اُس نے اُنکو جواب دیا "سب اس بات کو قبول نہیں کرتے مگر وے جنہیں دیا گیا" (متی ۱۹/۱۱)

اس جواب سے پایا جاتا ہے کہ یسوع مسیح تجرد کی زندگی کو بہت پسند فرماتے تھے مگر انہوں نے اس لئے تجرد کو اپنے پیروؤں کے لئے لازمی نہیں ٹھہرایا کہ سب لوگ اس حکم کو قبول نہیں کرینگے تاہم وہ کہتے ہیں کہ تجرد کی زندگی کو وہ لوگ قبول کرینگے جنکو آسمانی باتوں کا فہم عطا کیا گیا ہے۔ پس اُنکے نزدیک تجرد کی زندگی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی زندگی تھی اور انہوں نے اپنے پیروؤں کو یہ سنا کر شادی کرنا ادنیٰ درجہ کے لوگوں کا کام ہے اور اعلیٰ پایہ کے انسان جن کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم اور حکمت عطا کی گئی ہے تجرد کی زندگی کو پسند کرینگے مجرد رہنے اور شادی نہ کرنے کی ترغیب دی۔ اور خود اناجیل کے بیان کے مطابق مجرد رہ کر اپنے شاگردوں کے سامنے تجرد کا ہی عملی نمونہ پیش کیا پس اُنکے بیان اور نمونہ سے کھلے طور پر ہویدا ہوتا ہے کہ وہ مجردانہ زندگی کو بہت پسند کرتے تھے اور اُن کے نزدیک مجردانہ زندگی بسر کرنا انسانی کمال میں داخل تھا اس لئے جو شخص یہ چاہے کہ یسوع مسیح کی تعلیم اور عمل پر پورے طور پر کاربند ہو اُسکے لئے لازم ہے کہ وہ شادی نہ کرے اور ساری عمر مجردانہ زندگی کو اختیار کرے چنانچہ مسیحیوں میں ہزارہا انسانوں نے اس تعلیم اور نمونہ پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے اور جو بد نتائج اس سے پیدا ہوئے ہیں اُسکے لئے تاریخ کافی گواہ ہے۔ واقعات ثابت کرتے ہیں اور انسانی

فطرت شہادت دیتی ہے کہ جو تعلیم یسوع مسیح نے دی وہ انسان کے لئے نہایت ٹھوکر کا موجب ہے۔ اب ایک طرف یسوع مسیح روحانی تکمیل کیلئے وہ راہیں بتاتا ہے جو انسان کیلئے ٹھوکر اور ابتلا کا موجب ہیں اور دوسری طرف وہ یہ سکھاتا ہے کہ اگر تیری آنکھ تیرے لئے ٹھوکر کا موجب ہو تو اُسے نکال کر پھینک دے اور اگر تیرا ہاتھ تیرے لئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو اپنے ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دے اور اگر تیری ٹانگ تیرے لئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو اپنی ٹانگ کو کاٹ کر پھینک دے۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص یسوع مسیح کی تعلیم پر عمل کرنا چاہے اور جو راہیں کمال کی اُس نے بتائی ہیں اُن پر چلنے کی کوشش کرے تو اوّل تو اُسے چاہیئے کہ یسوع مسیح اور اُس کے بہت سے پیروؤں کی طرح عمر بھر شادی نہ کرے اور جب عمر بھر شادی نہ کریگا تو ضرور ہے کہ کسی نہ کسی وقت اُسکی آنکھ خیانت کرے یا اُس کا ہاتھ یا پاؤں بُری راہ کی طرف جھکنا چاہے پس ایسی صورت میں اگر وہ یسوع مسیح کی عملی ہدایات پر عمل کر کے بدی سے بچنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹ کر پھینک دے اور اپنی آنکھوں کو نکال دے کیونکہ یہی علاج ہے جو اُس نے بیان کیا ہے۔ نہیں نہیں مَیں بھول گیا۔ یسوع مسیح نے ایک اور راہ بھی بیان کی ہے جو خصوصاً اُن لوگوں کیلئے ہے جو عمر بھر کا تجرد اختیار کرنا چاہیں۔ اُسی موقعہ پر جب اُس نے اپنے شاگردوں کو کہا کہ مجردانہ زندگی بہت اعلیٰ درجہ کی زندگی ہے مگر ”سب اس بات کو قبول نہیں کرتے مگر وے جنہیں دیا گیا“ اُس نے ساتھ ہی اُس طریق کی طرف بھی اشارہ کر دیا جس پر چلکر انسان بڑی آسانی سے عمر بھر مجرد رہ سکتا ہے۔ وہ ساری عبارت مَیں بجنسہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

”بعضے خوجے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعضے خوجے ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا۔ اور بعضے خوجے ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لئے آپ کو خوجہ بنایا۔ جو اُسکو قبول کرسکتا ہے سو کرے۔“ متی ۱۹/۱۲

پہلے وہ اپنے شاگردوں کو کہتے ہیں کہ شادی نہ کرنا شادی کرنے کی نسبت بہت اچھا ہے مگر وہی لوگ اس امر کو قبول کرتے ہیں جنہیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم

وحکمت دیا گیا پھر وہ ایک عملی طریق بھی بتاتے ہیں جس کو اختیار کرنے سے شادی کی ضرورت ہی نہ پڑے وہ کہتے ہیں کہ بعض تو وہ لوگ ہیں جو پیدائیش سے ہی خوجے ہوتے ہیں اور بعض کو لوگ اپنے گھروں میں داخل کرنیکے لیئے خوجہ بنا دیتے ہیں مگر سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لیئے اپنے آپ کو خوجہ بنا دیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص اسکو قبول کرسکتا ہے سو کرے۔ یعنی مینے ایک طریق بتلا دیا ہے جو اسپر عمل کرسکتا ہے وہ عمل کرے اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہو۔ ناظرین غور فرماویں۔ یہاں کوئی استعارہ نہیں ہے بلکہ یسوع مسیح ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو واقعی طور پر خوجے ہوں اور اُن کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں اوّل وہ جو پیدائیش سے ہی خوجے ہوتے ہیں دوم وہ جن کو دنیا دار لوگ اپنے محلوں میں داخل کرنے کے لیئے خوجہ بنا دیتے ہیں اور سوم وہ جو آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لیئے خود اپنے تئیں خوجہ بنا دیتے ہیں اور اسطرح تمام قسم کی ٹھوکروں کا ایک قلم فیصلہ کر دیتے ہیں۔ ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ پہلے یسوع مسیح کہتا ہے کہ اگر تیری آنکھ تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو اپنے آنکھ کو نکال کر پھینک دے اور اگر تیرا ہاتھ یا پاؤں تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو ان عضووں کو بھی کاٹ کر پھینک دے کیونکہ کانا اور ٹنڈا اور لنگڑا ہو کر آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا تیرے لیئے اس سے اچھا ہے کہ تُو جہنّم میں جائے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہا کہ سب سے اچھا اور بہترین طریق تو یہ ہے کہ انسان آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لیئے اپنے تئیں خوجہ ہی بنا دے اور اسطرح عمر بھر تجرد کی زندگی اختیار کرے اور جو اس کو قبول کرسکتا ہے سو کرے چنانچہ اُس کے پیرؤں میں بعض ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اس تعلیم پر عمل کر کے دکھا بھی دیا ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو مسیحیوں کے مشہور و معروف مقدس بزرگ آریجن کا حال ہی پڑھ لے ؛

اب یسوع مسیح کی دوسری تعلیموں کی طرح یہ تعلیم بھی ایسی ہے کہ اسپر کاربند ہونے سے انسانی نسل کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے۔ اگر خوجے ہونے کی نصیحت پر عمل نہ بھی کیا جاوے صرف تجرد کی تعلیم کو اختیار کیا جاوے تب بھی ایک ہی نسل میں کل نوع انسان کا خاتمہ

ہو جاتا ہے۔ اب میں اُن لوگوں سے جو یسوع مسیح کی تعلیم کو مغربی دنیا کی ترقی کا راز بیان کرتے ہیں پوچھتا ہوں کہ کیا یہی تعلیم جسکا میں اوپر بیان کر چکا ہوں مسیحی دنیا کی ترقی کا باعث ہوئی اور کیا مہذب دنیا اس تعلیم پر عمل کرنا پسند کرتی ہے اور اگر وہ اس تعلیم کو اختیار کرے تو کیا وہ ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ یسوع مسیح تو ایسی تعلیم دے جس سے ترقی کرنا تو الگ رہا نسلِ انسان کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے مگر مسیحی صاحبان ہمیں یہ سناتے ہیں کہ مسیح کی تعلیم ہی ہے جس کی بدولت مغربی دنیا روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔

(۶) یہ کہنا کہ مغربی دنیا نے یسوع مسیح کی تعلیم پر چلکر مادی ترقی میں آگے قدم بڑھایا ہے بالکل ایک دھوکہ ہے۔ دنیا جب سے پیدا ہوئی اُسی وقت سے اُس نے ان امور میں ترقی کرنی شروع کی ہے اور جس چیز کا نام مسیحی صاحبان تہذیب رکھتے ہیں اُس میں دنیا قدیم سے ترقی کرتی چلی آئی ہے۔ بہت سے ممالک کی بہت پرانی تہذیب کا پتہ ملتا ہے۔ مصر اور بابل کی پرانی تاریخ کو دیکھو۔ ہندو لوگ اپنی نہایت قدیمی تہذیب پر فخر کرتے ہیں۔ یہی حال چین اور ایران کا ہے اور سب سے عمدہ مثال رومی سلطنت کی ہے جسکی تہذیب کا کل یورپ گواہ ہے اور مسیحی صاحبان جانتے ہیں کہ یہ سب قومیں بت پرست اور دیوتا پرست تھیں پس اگر مسیحی صاحبان کے نزدیک مغربی دنیا کی ترقی مسیحیت کی بدولت ہے تو پھر انہیں یہ بھی ماننا چاہیئے کہ پہلی قوموں نے جو ترقی کی وہ بت پرستی کا ثمرہ تھا اور یہ کہ بت پرستی اور دیوتا پرستی بھی مسیح پرستی کی طرح سچّا مذہب ہے۔

مسیحی صاحبان کو یہ بھی گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ مغربی دنیا کی ایجادیں بھی مسیحیت کا ہی پھل ہیں۔ کیونکہ ایجاد کا سلسلہ بھی اُسی وقت سے جاری ہے جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور مغربی دنیا کی ایجادوں سے پہلے جس قدر ایجادیں ہو چکی ہیں اُنکا شمار کرنا بھی محال ہے۔ اور وہ ایجادیں نہایت حیرت انگیز بھی ہیں۔ دیکھو کنوآں اور جس طریق اور جن مشینوں کے ذریعہ اُس سے پانی نکالا جاتا ہے کیا یہ ایک حیرت انگیز ایجاد

نہیں اور کیا جس شخص نے اس کو تجویز کیا وہ ایک اعلیٰ درجہ کا موجد نہ تھا۔ پھر یسوع مسیح سے پہلے لوگ کپڑا پہنتے تھے اور یہ بھی کئی حیرت انگیز ایجادوں کا نتیجہ تھا۔ اور ان مشینوں میں سے جن کے ذریعہ کپڑا تیار ہوتا تھا ایک چرخہ ہے۔ کیا اس کا تجویز کرنے والا ایک موجد نہ تھا۔ پھر کیا جلاہے کا سامان ایک عجیب ایجاد نہیں ہے۔ پھر چقماق میں سے آگ نکالنا کیا یہ ایک ایجاد نہیں ہے۔ غرض جب سے دنیا پیدا ہوئی ایجادوں کا سلسلہ برابر جاری ہے اور جب سے دنیا کا آغاز ہوا اُسوقت سے انسان نے تہذیب میں ترقی کرنی شروع کردی اور جو شخص اس زمانہ کی ایجادوں اور ترقی کو مسیحیت کا پھل بیان کرتا ہے وہ یا تو خود ایک دھوکہ میں ہے یا دوسروں کو عمداً دھوکہ دیتا ہے۔

(۷) ہاں یسوع مسیح ضرور تعریف کا مستحق ٹھہرتا اگر وہ اُس قوم کو جس میں وہ پیدا ہوا ترقی کے کسی اعلیٰ درجہ تک پہنچا کر دکھا دیتا۔ تب ہم کہتے کہ واقعی یسوع مسیح کی بدولت اُسکی قوم نے ترقی کرلی۔ اگر یسوع مسیح کے حواری اور شاگرد اور وہ لوگ جو اُن کے تابع ہوئے یسوع مسیح کی تعلیم پر چلکر کسی نمایاں ترقی کا نمونہ پیش کرتے تب ہم ضرور کہتے کہ یہ یسوع مسیح کی تعلیم کا نتیجہ اور برکت ہے۔ مگر اُنہوں نے کوئی ایسا نمونہ نہیں دکھایا۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے جو بالکل وحشی اور غیر مہذب تھے مگر آپ نے چند سال میں اُنکو بااخلاق اور باخدا انسان بنا کر دکھا دیا اور وحشت کے گڑھے سے نکالکر سچی تہذیب کے اعلیٰ مینار پر پہنچا دیا اور انکو تاریکی اور جہالت سے نکالکر نور اور علم کی روشنی میں داخل کیا اور آپ کی بدولت آپکی قوم نے ایک ایسا نور حاصل کیا جس سے نہ وہ صرف خود روشن ہوئے بلکہ ایک دنیا کو بھی روشن کردیا اور انہوں نے مسیحی یورپ میں بھی جو اُسوقت خود مسیحیوں کے بیان کے مطابق سخت جہالت اور تاریکی میں پڑا ہوا تھا ایک چراغ روشن کیا اُس چراغ کی بدولت یورپ کو معلوم ہوا کہ مسیحیت نے ہمیں سخت اندھیرے میں رکھا ہوا تھا اور جہالت کی تاریکی میں ڈالا ہوا تھا اور وحشت کے گڑھے میں پھینکا ہوا تھا اس لیئے اسلام کی بدولت یورپ بیدار ہوا اور علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوا اور جو ترقی اُس نے کی وہ اُس وقت سے شروع ہوئی جبکہ اُس نے اسلام

کی مشعل سے روشنی حاصل کی اور علم کی طرف توجہ کی اور کلیسیا کے جُوئے کو اپنی گردن سے اُتار کر پھینکدیا۔ اور مسلمان جب تک اُس راہ پر چلتے رہے جس راہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو چلایا تھا تو وہ ترقی کرتے گئے مگر جب اُنہوں نے اُن راہوں کو چھوڑ دیا اور آپکے احکام کی خلاف ورزی شروع کردی اور بجائے اتحاد کے تفرقہ اختیار کیا اور بجائے سعی کے کاہلی اور بجائے چستی کے سستی اور بجائے علم کے جہالت تو اسوقت سے اُن میں ادبار شروع ہوگیا ۔

(۸) اگر یورپ کی تاریخ پر نظر کیجاوے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیت بجائے اس کے کہ ترقی کا ذریعہ ٹھہری ہو وہ ہمیشہ ترقی کی مانع رہی ہے۔ اور بجائے اسکے کہ وہ یورپ کو علم اور تہذیب کی راہ پر چلائے اُس نے اُلٹا یورپ کو جہالت اور وحشت کے گڑھے میں پھینکدیا۔ اس کے ثبوت کے لیئے صرف یہی کافی ہے کہ یورپ کی تاریخ میں ایک زمانہ Dark ages ڈارک ایجز کے نام سے مشہور ہے اور وہ اُسوقت سے شروع ہوتا ہے جب رومی سلطنت تباہ ہوئی اور اُسوقت ختم ہوتا ہے جب کہ سپین کے مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں علم کا چرچا شروع ہُوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ یورپ میں مسیحیت کا دَور دَورہ تھا۔ اب اگر مسیحیت میں روشنی اور تہذیب کے اسباب موجود تھے تو چاہیئے تھا کہ اُس کے ساتھ ہی یورپ میں روشنی اور علم پھیلنا شروع ہوجاتا اور اگر پہلے کچھ وحشت موجود تھی تو وہ مسیحیت کی برکت سے فوراً دُور ہونی شروع ہوجاتی اور لوگ مہذب ہونے شروع ہوجاتے مگر مسیحیت کی برکت کا یہ نتیجہ ہُوا کہ یورپ میں ایک ظلمت اور وحشت کا دَور دَورہ شروع ہوگیا جو کئی صدیوں تک جاری رہا اور اُس کا خاتمہ اُسوقت ہُوا جب کہ مسلمانوں کی روشنی نے سپین سے نکلکر یورپ کو روشن کرنا شروع کیا۔ اور یورپ میں مسلمانوںکی بدولت علم کا چرچا شروع ہُوا۔ جو زمانہ ڈارک ایجز کے خاتمہ کے وقت شروع ہُوا اُسکو تاریخ میں یورپ نے سنس Renaissance کا زمانہ یعنی علم و ہنر کے تازہ ہونیکا زمانہ کہتے ہیں جو سنہ ۱۴۰۰ء میں شروع ہُوا اور اُسی وقت یورپ کی ترقی شروع ہے اور تاریخ اس

بات کی گواہی دیتی ہے کہ یہ علم و ہنر کا چرچا یورپ میں سپین کے مسلمانوں کی بدولت شروع ہوا۔ اگر مسیحیت میں ترقی کا کوئی راز تھا تو وہ ۱۴۰۰ سال تک کیوں مخفی رہا۔ اور کیا وجہ ہے کہ یورپ میں مسیحیت کے قدوم کے بعد جہالت اور وحشت کا دَور دَورہ شروع ہوگیا۔ اور مسیحیت بجائے اس کے کہ یورپ میں علم و تہذیب کی مشعل کو روشن کرتی جو تہذیب اور روشنی رومی سلطنت کے زمانہ میں موجود تھی اُسکو بھی قائم نہ رکھ سکی اور یورپ باوجود مسیحیت کے غلبہ کے اور باوجود کُل سلطنتوں کے مسیحی ہوجانے کے جہالت اور وحشت کے گہرے گڑھے میں جا پڑا اور مسیحیت بجائے اس کے کہ یورپ کو اس تاریکی سے نکالے خود اسکے پھیلانے اور قائم رکھنے میں مددگار ہوئی*

(۹) بے شک آجکل مغربی دنیا مادی امور میں بہت ترقی کر گئی ہے مگر ساتھ ہی اسکے یہ امر بھی درست اور صحیح ہے کہ جیسے مغربی دنیا علم و ہنر میں اور اپنے رنگ کی تہذیب میں ترقی کر رہی ہے ویسے ہی وہ یسوع مسیح اور مسیحیت کو ترک کر رہی ہے۔ پہلے کلیسیا کو حکومت میں بڑا دخل ہوتا تھا بلکہ کلیسیا کے عہدہ دار بادشاہوں پر حکومت کرتے تھے مگر اب یہانتک نوبت پُہنچ گئی ہے کہ بعض مہذب ملکوں میں جو سلطنت کی طرف سے گرجوں کو جائدادیں ملی ہوئی تھیں وہ بھی ضبط کی گئی ہیں اور کلیسیا کے عہدہ داروں کو جو تنخواہیں ریاست کی طرف سے ملتی تھیں وہ بھی بند کردی گئی ہیں یہانتک کہ گرجوں کا سامان کرسیوں وغیرہ تک ریاست نے ضبط کرلیا ہے اور جن کوٹھیوں میں کلیسیا کے بزرگ مع اپنے اہل و عیال بود و باش رکھتے تھے اُن کوٹھیوں سے بھی اُنکو نکالدیا ہے اور جن ملکوں میں گرجا کو کسی قدر امداد سلطنت کی طرف سے ملتی ہے اُن میں بھی ہزاروں لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو اس امر پر سخت اعتراض کررہے ہیں کہ کیوں ملک کا روپیہ گرجا پر خرچ کرکے ضائع کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ عام لوگ بائبل کے خدا کا کلام ہونے یا یسوع مسیح کی الوہیت اور کفارہ کے اعتقاد کو چھوڑ چکے ہیں اور کُھلے طور پر اپنے انکار کا اظہار کرتے ہیں اور مسیحیت پر اور بائبل پر ہزار ہزار اعتراض اپنے لیکچروں اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں۔ گرجوں میں

لوگوں نے جانا چھوڑ دیا ہے اور ہزاروں نئے فرقے پیدا ہو گئے ہیں اور خود مسیحیت کے اندر سیکڑوں فرقے نمودار ہو گئے ہیں اور اہل علم اور سائنس اور فلسفہ کے ماہر اکثر نہ صرف مسیحیت سے بیزار بلکہ خود اُس خدا سے منکر ہیں جس کو مسیحیت پیش کرتی ہے۔ غرض اس میں کچھ شک نہیں کہ مسیحیت مسیحی ممالک میں سخت کمزور ہو گئی ہے اور اُس کا زوال روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور وہ اس طرح گلتی جاتی ہے جس طرح کہ پانی میں نمک گل جاتا ہے اور خود پادری صاحبان اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ آجکل نہایت سخت حملے مسیحیت پر مسیحی ممالک میں ہو رہے ہیں اور اہل علم اور محققین نے بائیبل پر اسقدر اعتراضات کے تیر چلائے ہیں کہ اُس کو چھلنی کی طرح کر دیا ہے بلکہ اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ انسائیکلو پیڈیا ببلیکا کو دیکھ لے جس میں بڑے بڑے محققین کے مضامین درج ہیں۔ اناجیل کو تو ایسا ناقابل اعتبار کر دیا ہے کہ ایک گروہ ناول سے زیادہ انکی حیثیت نہیں سمجھتا اور اس لیئے بعض یسوع مسیح کے وجود سے ہی انکار کرنے لگ گئے ہیں۔ جب مہذب ممالک میں خود مسیحیت کا یہ حال ہے تو پھر اس صورت میں یہ کہنا کہ مغربی ممالک کی تہذیب مسیحیت کی پیروی کا نتیجہ ہے اگر مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور تو اور خود کلیسیا کے ممبروں میں ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو اپنے دل میں یسوع کے کفارہ اور اُس کی الوہیت اور بائیبل کے کلام الٰہی ہونے کے عقیدہ کو چھوڑ چکے ہیں اور ان اعتراضات کا یہ نتیجہ ہے کہ خود پادری لوگ مسیحیت کے پرانے اعتقادات میں مناسب ترمیمیں کر رہے ہیں اور آجکل کی مسیحیت وہ مسیحیت نہیں رہی جو ابتدائی زمانہ کی مسیحیت تھی۔ غرض جس ترقی کے ساتھ خود مسیحی مذہب زوال میں ترقی کر رہا ہے اُس ترقی کو کوئی عقلمند مسیحیت کا پھل نہیں کہہ سکتا۔ اگر مسیحیت کے عروج کے ساتھ مسیحی دنیا عروج کرتی اور مسیحیت کے زوال کے ساتھ اُس کو زوال پہنچتا تو اُس صورت میں یہ کہنا بجا تھا کہ یہ ترقی مسیحیت کی بدولت تھی مگر یہاں تو معاملہ بالکل دگرگون ہے۔ مسیحیت کے دَور دَورہ کے دنوں میں تو مسیحی قوم سخت تاریکی اور ظلمت اور تنزل کی حالت میں رہی اور صدہا سال تک ترقی کرنا تو کجا تنزل

میں ہی قوم ترقی کرتی گئی۔ اور جب قوم نے ترقی کرنی شروع کی تو اُسوقت مذہب میں تنزل شروع ہوگیا اور جوں جوں قوم اوپر چڑھتی جاتی ہے مسیحی مذہب نیچے گرتا جاتا ہے تو پھر اس صورت میں کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مغربی قوموں کی ترقی مسیحیت کی بدولت ہے۔ برخلاف اسکے تاریخ گواہ ہے اور جو لوگ واقعات سے آگاہ ہیں وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ مسیحیت ترقی کی راہ میں ایک سدِّ راہ رہی ہے۔ بلکہ اس نے ایک دفعہ اس ترقی کو تباہ کر دیا جو دنیا پہلے کر چکی تھی اور قوم کو ایک دفعہ تو جہالت اور وحشت کے تاریک گڑھے میں گرا کر دکھا دیا آخر یورپ کی خوش قسمتی سے ایک قوم جس نے عرب کے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتب میں تربیت حاصل کی تھی یورپ میں پہنچی اور اُس نے علم وہنر کا چراغ اُن دیار میں روشن کیا اُسوقت یورپ کی آنکھ کھلی اور وہ کلیسیا کے جُوئے کو اپنی گردن سے پھینک کر علم وہنر کی تحصیل کی طرف متوجہ ہُوا۔ مگر افسوس ہے کہ اُسوقت بھی مسیحیت نے یورپ کو اُس مشرقی نور سے پورے طور پر متمتع ہونے سے محروم ہی رکھا۔ اور جو تلوار مسیحیت نے پہلے یورپ میں چلائی تھی جس وجہ سے یورپ میں صرف مذہب کی خاطر خون کی ندیاں بہائی گئی تھیں افسوس کہ آخر اسلام بھی یورپ میں اُسی ظالم تلوار کا شکار ہُوا۔ اگر مسیحیت کی خونی تلوار نہ ہوتی (جو اُس وقت سے جب سے کہ وہ مسیحیوں کے ہاتھ میں آئی ہمیشہ صرف مذہبی اختلاف کی وجہ سے بے گناہ انسانوں کا خون بہاتی رہی) تو اسوقت یورپ دونوں قسم کی یعنی روحانی وجسمانی نعمتوں سے متمتع نظر آتا مگر یسوع مسیح کے پیروؤں نے اپنی تلوار کو سپین کے مسلمانوں پر بعد اس کے کہ سپین کے لاکھوں باشندے اسلام کا مذہب بطیب خاطر اختیار کر چکے تھے ایسا چلایا کہ ایک مسلمان متنفس بھی اُس ملک میں باقی نہ چھوڑا اور مسیحیوں نے مسلمانوں کے برخلاف اہل یورپ کے دلوں میں سخت نفرت اور عداوت اور بدظنی کی روح پھونک دی جسکے بُرے نتیجے اسوقت تک اسلام اور اہل اسلام بھگت رہے ہیں۔ خیر مسلمانوںکو تو جانے دو۔ مسیحیت نے جو تلوار خود یورپ کے لوگوں پر چلائی ہے اور جو آگ

اُنہوں نے یورُپ میں جلائی ہے کیا پادری صاحبان اُس سے آگاہ نہیں۔ جو تہذیب یورُپ اور امریکہ میں اب نظر آتی ہے پادری صاحبان بتلاویں کہ مسیحی تلوار اور آگ کہاں تک اس تہذیب کے پھیلانے میں معاون و مددگار رہی ہیں۔ کیا اسی تلوار اور اسی آگ کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ جو ترقی مغربی دنیا نے کی ہے وہ مسیحیت کا ہی ثمرہ ہے۔ ہاں اہل یورُپ میں جو عقلمند ہیں مثلاً مدبران سلطنت برطانیہ انہوں نے ضرور ایک فائدہ مسیحیت کی تلوار اور آگ سے حاصل کیا ہے اور وہ سبق یہ ہے کہ اُن ظلموں اور بے رحمیوں کو دیکھ کر جو مسیحیت کی تلوار اور آگ کی بدولت ظہور میں آئیں وہ مذہب کی خاطر خونریزی کرنے سے سخت متنفر ہو گئے ہیں اور اب انہوں نے مسیحیت کی خونریزی کی بجائے قرآن شریف کے بہت سے دیگر اصول کے علاوہ لا اکراہ فی الدین کی تعلیم کو اختیار کر لیا ہے اور اب وہ اس مبارک اصل پر کاربند ہو کر بہت نفع حاصل کر رہے ہیں۔ پس یہ ایک فائدہ ہے جو اہل یورپ میں سے بعض نے خصوصاً انگریزی قوم نے مسیحیت سے سیکھا ہے یعنی اب وہ مسیحیت کی خونریزیوں سے تھک کر ایسی خونریزیوں کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھنے لگ گئے ہیں اِس سبق پر اگر پادری صاحبان فخر کریں تو ان کو حق پہنچتا ہے کیونکہ نفرت جو بعض اہل یورُپ کے دل میں پیدا ہوئی ہے وہ اُسی تلوار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو مسیحیت نے چلائی تھی۔

(۱۰) اگر پادری صاحبان مادی ترقی کو اپنے مذہب کی سچائی کا معیار قرار دیں تو اُنکو بڑے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بعض اور ایسی قومیں بھی ہیں جو مسیحیت کی پیرو نہیں مگر وہ اس تہذیب میں جس پر پادری صاحبان فخر کر رہے ہیں مغربی دنیا سے بھی آگے بڑھ رہی ہیں۔ کیا پادری صاحبان کو علم نہیں کہ جاپان بھی آج مہذب قوموں میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ بھی دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں میں داخل ہے۔ کیا پادری صاحبان کو جنگ روس و جاپان بھول گئی ہے کیا اُس جنگ میں انہوں نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ وہ بھی ایک مہذب قوم ہے۔

کیا انہوں نے یورپ کی ایک زبردست مسیحی طاقت کو اپنی تہذیب کے زور سے قابل شرم شکست نہیں دی۔ پھر اگر پادری صاحبان کا اصل درست ہے تو انہیں اس بات کا اقرار کرنا چاہیئے کہ جو مذہب جاپان میں پایا جاتا ہے وہ مسیحیت کی نسبت زیادہ اچھا اور اُسپر غلبہ رکھتا ہے۔ اب پادری صاحبان کو چاہیئے کہ مسیحیت کو ترک کرکے جاپانیوں کا مذہب اختیار کرلیں کیونکہ اُن کی تہذیب نے مسیحی تہذیب کو شکست دیدی ہے۔ جاپانیوں نے جو ترقی کی ہے وہ مسیحیت کی بدولت نہیں کی کیونکہ وہ مسیحیت کے پیرو نہیں ہیں۔ پس جب ایک قوم بغیر مسیحی مذہب کی پیروی کے ایسی ہی ترقی کر سکتی ہے جیسی کہ مغربی دنیا نے کی ہے بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر تو پھر کس طرح یہ ثابت ہُوا کہ جو ترقی مغربی دنیا نے کی ہے وہ مسیحیت کی بدولت کی ہے۔ افسوس پادری صاحبان کے اصول پر۔ جب کوئی سچا معیار صداقت کا ہاتھ میں نہیں رہا تو اب ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح تنکوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ خیر انکے اس نئے معیار کو جاپان نے خوب توڑ کر دکھا دیا ہے اگر کچھ شرم ہو تو پھر اس معیار کو اپنے مذہب کی صداقت کے ثبوت میں کبھی پیش نہ کریں ۔

(۱۱) مذہب کا زیادہ اثر انسان کی اخلاقی اور روحانی حالت پر ہونا چاہیئے مذہب کا منشاء یہ ہے کہ انسان پاکیزہ زندگی اختیار کرے۔ پس اگر پادری صاحبان اپنے مذہب کی صداقت کو ثابت کرنا چاہتے تھے تو انہیں چاہیئے تھا کہ یہ دکھاتے کہ یورپ و امریکہ کے لوگ مشرقی ممالک کی نسبت زیادہ پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں مگر پادری صاحبان خوب جانتے ہیں کہ اس معیار سے اُنکا مطلب حاصل نہیں ہوگا کیونکہ جسقدر بدکاری۔ شراب خواری۔ زناکاری۔ قماربازی اور بے حیائی مغربی ممالک میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہے اسلامی ممالک میں اسقدر نہیں پائی جاتی ہے بلکہ اگر مغربی ممالک کے سامنے اسلامی ممالک کو رکھا جاوے تو ان امور میں اسلامی ممالک کو نسبتاً بالکل پاک کہا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پادری صاحبان اس معیار

کو کبھی پیش نہیں کرتے۔ مگر ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ اگر مادی ترقی مسیحیت کا ثمرہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ جو گندی زندگی کا نمونہ مسیحی ممالک میں پایا جاتا ہے اسکو مسیحیت کا ہی ثمرہ نہ قرار دیا جاوے خصوصاً جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی عقائد اور مسیحی تعلیم میں بہت سے ایسے اسباب موجود ہیں جنکا یہ ضروری نتیجہ ہونا چاہئیے تھا کہ مسیحی ممالک میں ناپاکی اور بدکاری کی اشاعت ہو۔ اس مضمون میں یہ گنجائش نہیں کہ میں اُن سب اسباب کو بہ تفصیل بیان کروں جن کی وجہ سے یہ نتیجہ پیدا ہُوا مگر میں یہاں صرف چند امور پیش کرتا ہوں۔ اوّل یسوع مسیح کا وہ نمونہ جو اناجیل پیش کرتی ہیں۔ ....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے سامنے دو پیالے پیش کیے گئے ایک دودھ کا پیالہ اور دوسرا شراب کا پیالہ مگر مَیں نے دودھ کا پیالہ پیا اور شراب کے پیالہ کو ردّ کر دیا۔ اُسوقت مجھے کہا گیا کہ اگر تُو اسوقت شراب کے پیالہ کو لیتا تو تیری اُمّت میں شراب خوری پھیل جاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک فطرت نے تو شراب کو ردّ کیا مگر اناجیل مروجہ ہمیں بتلاتی ہیں کہ یسوع شراب پیا کرتے تھے اور سب سے پہلا معجزہ جو انہوں نے دکھایا وہ شراب بنانے کا ہی تھا وہ ایک مجلس میں حاضر تھے جہاں شراب اس کثرت سے پیا گیا کہ جو شراب مالک خانہ نے اُس موقعہ کے لیئے مہیّا کیا تھا وہ ختم ہو گیا اور لوگ شراب پی پی کر مست ہو گئے۔ اُسوقت یسوع مسیح نے اپنی والدہ کی سفارش پر معجزانہ طور پر اور شراب بنائی جو نہایت پسند کی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یسوع مسیح نے اعشاء ربّانی میں شراب کا گھونٹ اپنے پیرؤں کے لیئے لازم کر دیا چنانچہ اگرچہ پروٹسٹنٹ قوم نے کیتھولک مسیحیوں کے بہت سے اعمال کو ترک کر دیا مگر انہوں نے بھی اعشاء ربّانی کے موقعہ پر شراب کے پینے کو اب تک لازم ٹھہرایا ہُوا ہے کیونکہ خود خداوند نے اسکی بنا ڈالی تھی اب ان دو متضاد نمونوں کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اسلامی ممالک کو خدائے تعالیٰ نے عام طور پر شراب خوری سے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی حرام کر دیا تھا اور جسے آپ نے جماع الاثم (تمام گناہوں کا جامع) قرار دیا تھا پاک رکھا مگر مسیحی ممالک میں شراب کی نہریں چل رہی ہیں اور دوسرے ممالک میں بھی جہاں جہاں مسیحی صاحبان تشریف لیجاتے ہیں شراب

کی بوتل کو اپنے ساتھ لیجاتے ہیں ہائے یورپ کی بدقسمتی کہ وہ اب تک اسلام جیسی دولت سے مسیحیت کی تلوار اور آگ کی بدولت محروم رہا ورنہ جو مصیبت اسوقت یورپ اور دیگر مسیحی ممالک شراب کی وجہ سے واقع ہے اور جو طرح طرح کی بدکاریاں اسکے سبب سے مسیحی ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں اُن سے وہ بچ جاتا۔ اب بھی اگر مغربی ممالک ان بدکاریوں اور اس شراب خوری کی لعنت سے نجات پائینگے تو اسلام کی ہی بدولت پائینگے۔ مسیحیت ان بدیوں کے علاج سے عاجز ہے اور کیوں عاجز نہو کیونکہ جس مصیبت میں اسوقت مغربی ممالک گرفتار ہیں یہ سب مسیحیت ہی کی طفیل ہے مسیحیت کو اسلام سے کیا نسبت اور یسوع کے نمونہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ سے کیا تعلق۔ اوّل الذکر نے شراب پی۔ خود شراب بنائی اور اپنے پیروؤں کے لیئے ایک مقدس رسم میں اُس کا پینا لازم کر دیا۔ مگر آخرالذکرؐ کی پاک فطرت اس ناپاک چیز سے ایسی متنفر تھی کہ آپنے عالم کشف میں بھی شراب سے نفرت کی۔ اس کو قطعی طور پر حرام کیا اور اسکو سب بدیوں کی جڑھ قرار دیا۔ اوّل الذکر کے سامنے شراب کے مٹکے کے مٹکے پیئے جاتے مگر جب آخرالذکرؐ کے مُنہ سے یہ نکلا کہ شراب حرام ہے تو ان لفظوں کا نکلنا ہی تھا کہ شراب کے مٹکے اور تمام پیالے اور گلاس جن میں شراب پیا جاتا تھا اُسی وقت توڑ دیئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح بہنے لگا جس طرح کہ یورپ کے شہروں میں مسیحی تلوار کے ساتھ بے گناہ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ اور اسکے بعد آپکے شاگردوں نے شراب کو کبھی اپنے ہونٹوں سے نہ لگایا۔ بھلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یسوع کا عمل کیا حقیقت رکھتا ہے+ اوّل الذکر کے ملک میں دن رات میں پانچ وقت شراب خوری کے لیئے مخصوص تھے۔ آپنے اُسکی جگہ اُن پانچ وقتوں میں نماز کا پڑھنا اپنے پیروؤں کیلیئے فرض کر دیا۔ مگر یسوع مسیح نے جو عبادت اپنے پیروؤں کے لیئے مقرر کی اُسمیں شراب کو ایک ضروری جزو مقرر کر دیا۔ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔ دوسرا باعث مسیحی ممالک میں بدکاری کے عام طور پر پھیل جانیکا ہمارے نزدیک کفارہ کا مسئلہ ہے۔ مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے گناہوں کے عوض یسوع مسیح کفارہ ہو چکا ہے اسلیئے ہمیں گناہوں کی سزا نہیں ملیگی۔ اس عقیدہ نے ہماری رائے میں مسیحیوں کو گناہ کرنے پر دلیر کر دیا ہے۔ تیسرا باعث کثرت ازدواج کی ممانعت۔ یہ ممانعت یسوع مسیح کی طرف سے نہیں ہے۔ کثرت ازدواج پر یسوع مسیح سے پہلے انبیائے بنی اسرائیل نے بھی عمل کیا اور اس کی بنی اسرائیل میں اجازت تھی

اور یسوع مسیح نے کہیں اسکو منسوخ نہیں کیا۔ مسیحیوں نے خود اپنی طرف سے ایک مسئلہ گھڑ لیا ہے اور اسکو ناجائز قرار دیدیا ہے۔ تعجب ہے کہ جو باتیں موسوی شریعت میں حرام تھیں اُن کو تو خود بخود جائز قرار دیدیا ہے مثلاً سؤر کا کھانا اور جو باتیں جائز تھیں انکو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے۔ مگر من گھڑت مسئلے ضرور بُرے نتائج پیدا کرتے ہیں ایک طرف متی کے رو سے سوائے زنا کے طلاق دینا حرام ہے اور لوقا اور مرقس کے رو سے کسی صورت میں بھی طلاق دینا جائز نہیں دوسری طرف دوسرا نکاح کرنے کی خود بخود ممانعت تجویز کر لی ہے اس کا یہ نتیجہ ہُوا کہ بدکاری بڑھ گئی دوسری بیوی سے نکاح تو قانوناً حرام ہے اس لیئے بجائے نکاح کے بدکاری کے ذریعہ اپنی خواہشات کو پورا کر دیا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ بدی بڑھتی گئی یہانتک کہ اسکو معمولی کام سمجھ لیا گیا اور بے حیائی بڑھ گئی۔ بے شک مسیحی قوم میں شرفا بھی بہت ہونگے جو ایسی بدیوں سے پاک ہونگے مگر ہم اسوقت عام حالت پر بحث کرتے ہیں۔ چوتھا باعث پردہ کا نہ ہونا ہے۔ یسوع مسیح نے صرف شہوت کی نظر سے دیکھنے کو منع فرمایا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا قطعاً روک دیا خواہ شہوت کی نظر سے یا غیر شہوت کی نظر سے یعنی آپ نے بدی کی جڑھ کو ہی کاٹ دیا ہے مگر یسوع مسیح نے جڑھ کو قائم رکھا ہے جب جڑھ قائم رہی تو جڑھ اپنا بُرا پھل بھی لاتی ہے جب دیکھیگا تو ضرور ہے کہ انسان لالچ میں گرفتار ہو اور پھر بدی میں ترقی کرے۔ اسلام نے امتحان کی راہ سے ہی بچانا چاہا ہے مگر یسوع مسیح نے امتحان میں ڈالکر پھر کہا ہے کہ اپنے آپ کو پاک رکھو اور یہ ناممکن ہے۔ غرض بے پردگی اور مردوں اور عورتوں کا بلا تکلف میل جول جسکی مسیحیت اجازت دیتی ہے اُس بدکاری کی ایک بڑی بھاری جڑھ ہے جو آج مسیحی ممالک میں نظر آتی ہے؛

پس مَیں پادری صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ اگر تہذیب مسیحیت کی تعلیم کا پھل ہے تو کیوں اُس بدکاری۔ شراب خواری اور طرح طرح کی بدیوں کو بھی مسیحیت کا ہی ثمرہ قرار نہ دیا جاوے جب کہ یسوع مسیح کی تعلیم اور مسیحیت کے عقائد میں ان سب بدیوں کا سامان مہیا پایا جاتا ہے۔

(۱۲) بالآخر مَیں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ ایک طرف تو ان سلطنتوں اور انکی شان و شوکت کو ص

ع۔ مسیحیت کی برکت شمار کیا جاتا ہے دوسری طرف یہ خود مسیحیوں میں وہ علماء و فضلاء بھی پائے جاتے ہیں جو نہ صرف اس اعتقاد کی بنا پر کہ یہ سلطنتیں مسیحیت کی طفیل نہیں رکھتیں بلکہ مسیحیت کی دشمن ہیں اور شیطان کی حکومت کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہیں اور مسیح کی دوبارہ آمد کے وقت دجال ظہور پذیر ہوگا اور مسیح کا مقابلہ کریگا اور فساد و مذہب ... سلطنت فنا ہو جائیگی اگر مسیحی علماء کا یہ عقیدہ ہے تو ان سلطنتوں اور انکی شان و شوکت کو ہم کس طرح مسیحیت کا ثمرہ قرار دیں ؛ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین -

بقایا صیغہ جات یکم جنوری سنہ ۱۹۱۳ء

تعلیم	۶۹۳۱-۱۵-۸
تعمیر	۴۴۱۵-۶-۳
اشاعت	۴۸۷۳-۳-۹
بورڈران احمدیہ	۴۷-۴-۶
مقبرہ بہشتی	۳۴۴۰-۹-۱
زکوٰۃ	۲۷۵۴-۲-۳
مساکین	۲۲۰۲-۱۱-۸
یتامے	۳۹۷-۵-۹
امانت	۳۹۷۵-۱۲-۹
بیت المال	۳۷-۶-۴
مستقل فنڈ	۳۹۱۲-۲-۶
میزان	۳۲۹۸۷-۱۴-۶
منہا کردہ فاضل	۴۶۷۱-۱۵-۹
باقی	۲۸۳۱۵-۱۴-۹
پیشگی	۲۰۳۶۰-۹-۰
باقی نزد امین	۷۹۵۵-۵-۹
تفصیل فاضل بورڈران ہائی	۲۰۱-۷-۰
متفرقات	۴۲۳۷-۱-۵
مدرسہ احمدیہ	۲۳۳-۷-۴
میزان فاضل	۴۶۷۱-۱۵-۹

تفصیل پیشگی	
تعمیر	۱۷۱۳۷-۹-۰
اشاعت	۳۰۰-۰-۰
بیت المال	۸۰۰-۰-۰
مقبرہ بہشتی	۳۱۰-۰-۰
متفرقات	۲۷۰-۰-۰
تعلیم	۱۲۴۳-۰-۰
مدرسہ احمدیہ	۳۰۰-۰-۰
میزان	۲۰۳۶۰-۹-۰

خلیفہ رشید الدین
محاسب

[illegible]

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء

صیغہ تعلیم: - اس ماہ اس صیغہ کی آمد ۱۸۸۷-۷-۳ اور خرچ ۱۰۱۸-۶-۹ ہوا - خرچ میں ہائی سکول - بورڈنگ شاخہائے بیرونی اور گرلز سکول کا خرچ شامل ہے - تعداد طلباء ہائی سکول ۳۵۹ - بورڈران ۱۶۳ اور طلبائی شاخہائی گرلز سکول ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے - سرکاری وظیفہ خوار ۸ طلبا رہیں - آمد مندرجہ بالا صرف ۲۰ یوم کی ہے - اسکے بعد کی آمد کی اطلاع بسبب جلسہ سالانہ نہیں پہنچ سکی - ہر دو مدارس کے بورڈنگ میں دیگر کالجوں سکولوں کی طرح اس جگہ بھی خرچ خوراک کی تعیین کیگئی ہے - تا عملہ بورڈنگ بجائے حساب کتاب کی طرف زیادہ توجہ کرنیکے انتظام کی طرف توجہ کرے - آیندہ ماہ مفصل ذکر ہوگا ؛

مدرسہ احمدیہ: - تعداد طلباء ۸۷ ہے یعنی دو خارج کیئے گئے اور ایک نیا آیا - اور کوئی امر قابل اندراج رپورٹ نہیں ؛

اشاعت اسلام: - ریویو انگریزی میں تین کی اردو میں اُنتیس کی کمی اور تفسیر میں چار کی بیشی ہوئی کمی کی وجہ یہ ہے کہ سال کے آخر بعض خریدار رسالہ بند کرا دیتے ہیں - آگرہ میڈیکل سکول کلب میں جہاں پر نسپل صاحب نے ایکدفعہ بعض خاص وجوہات پر تمام مذہبی پرچوں کے پڑھنے کی طلباء کو ممانعت کر دی تھی انگریزی ریویو قیمتاً منگایا جاتا ہے - رسالہ اسلام انگریزی کی ایک ہزار کاپی ورلڈز مشنری کانفرنس کلکتہ میں مفت تقسیم کرنی منظور ہوئی ہے - اس کام میں بابو محمد بخش صاحب لدھیانہ نے ۹۶ عطا فرما کر مدد کی ہے جزاہم اللہ خیرا - اگر اور صاحب بھی اشاعت اسلام کے اس کام میں مدد لیں تو اچھا ہے اور بقیہ رقم پوری ہو سکتی ہے مجلس معتمدین نے منظور کیا ہے کہ قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر ایک ہزار کاپی قرآن مجید کی عمدہ خوشخط چھاپی جاوے جو بچوں کو سارا قرآن مجید پڑھنے میں سہولت ہو نیز ریویو انگریزی کے بعض ضروری مضامین جیسے پردہ - غلامی تعدد ازدواج اور طلاق وغیرہ رسالہ کی صورت میں چھاپنے کی تجویز منظور ہوئی ہے ؛

مقبرہ بہشتی: - اس ماہ تین موصیہ فوت ہوگئی ہیں ایک مقبرہ میں دفن ہو چکی ہے اور دو باہر دفن ہیں وصیت کا روپیہ وصول ہونے پر انکے کتبے مقبرہ میں نصب کیئے جاویں گے - چودھری غلام احمد صاحب مرحوم بی - اے انسپکٹر ڈاکخانہ جات جو باہر امانت کے طور پر دفن تھے - ایام جلسہ سالانہ میں انکا صندوق یہاں لاکر مقبرہ میں دفن کیا گیا - بیس وصایا اس ماہ نئی آئیں - علاقہ پشاور دھری پور ہزارہ کے لیئے میر مدثر شاہ صاحب واعظ مقرر کیئے گئے ہیں - اور انکو جہاں جائیں انجمنیں قائم کرنیکا اور وصولی چندہ کا اختیار رہے - احباب انکی انکے

کام میں مدد فرماویں - اس ماہ مندرجہ ذیل رقوم بحساب وصیت وصول ہوئی ہیں :-

مستری احمد دین صاحب بھیروی لـہ - ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب بحساب وصیت والدمرحوم سے ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب وصیت خود سے - شیخ رحیم بخش صاحب دوکاندار جموں صہ - غلام احمد خانصاحب نمبردار کریام ۱۳ - ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب بذریعہ سکرٹری انجمن احمدیہ سیالکوٹ - سے - میاں نورالدین صاحب از کنجاہ ضلع گجرات عہ - بابو عبدالرحمن صاحب از شملہ عہ - مرزا خانصاحب از دبرہ سندہ - سیالکوٹ بحساب وصیت مرحومہ اہلیہ خود عہ - حافظ تصور حسین صاحب بحساب وصیت حکیم غلام محی الدین صاحب مرحوم عہ - منشی محمد عبداللہ صاحب از پیراں کلی علاقہ سوات - عہ مہر محمد یوسف صاحب کمبوہ از سلے ونڈ تحصیل زیرہ مار - سکرٹری انجمن احمدیہ سیالکوٹ بحساب وصیت محمد دین مرحوم اپیل نویس صہ - شیخ فضل کریم صاحب اکوٹنٹ ملٹری ورکس صہ - چودھری غلام محمد صاحب بحساب وصیت والدہ از پوہلہ تحصیل رعیہ عہ - مولوی سید انعام رسول صاحب کٹکی عہ مسمات بڈھی مرحومہ زوجہ کریم بخش متوفی بذریعہ محمد بخش صاحب از دھرم کوٹ بگہ - عہ - محمد دین صاحب ولد گوہر از لگرالی صہ - محمد یوسف صاحب زرگر از پنڈی چیری - عہ - عبداللہ صاحب بحساب وصیت مہر سائیں مرحوم ساکن سیکھواں عہ - صوفی کرم الٰہی صاحب بذریعہ سکرٹری محمد حسین صاحب قریشی از لاہور عہ

تعمیر :- عمارت مدرسہ کا کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے - ۱۳ کمرے چھت تک پہنچ چکے ہیں ضروری مصالح وغیرہ پہنچ گیا ہے - اس طرح بھٹہ کا کام بھی بڑی تیزی سے چل رہا ہے - اور ہر قسم کی اینٹ تیار ہو رہی ہے - امید ہے کہ انشاء اللہ برسات سے پہلے پہلے عمارت تیار ہو جاویگی بورڈنگ ہوس کی عمارت کا کل کام امید ہے کہ آئندہ ماہ میں مکمل ہو جاویگا مسجد نور کا صحن وسیع کیا گیا ہے - اسکے فرش کے اخراجات میں لکھا گیا تھا کہ کوئی اور صاحب بھی مدد دیں قریب ایک سو روپے کی کمی ہے - علاوہ ازیں ایک صاحب نے مسجد نور پر لگانے کیلئے ایک سو روپیہ دیا ہے - اور وسیع کردہ صحن میں پختہ فرش کیلئے قریباً پانچسو روپیہ بکار ہے - امید ہے کہ کوئی صاحب ہمت اس خرچ کو پورا کر دیں گے - اس ماہ چندہ تعمیر ۹ - ۱۴ - ۴۶۲۳ ہوا مندرجہ ذیل انجمنوں نے چندہ تعمیر حسب ذیل بھیجا :- قادیان ۱۵ - سٹروعہ ۴ - لاہور ۸ - ہوشیارپور ۸ بھاگل پور ۱۴ - بمبئی (شرق پور) ۸ - اجمیر (ہوشیارپور) عہ - سامانہ عہ - لدھیانہ لہ ونجواں (گورداسپور) ۱۴ - گجرات ۱۳ - بھیرہ ماعہ - پشاور لعہ - شملہ ماعہ - بنگلور ۸

حصار صمہ - امرتسر سے - فیروز پور ماعہ - سیالکوٹ الیسر - کریام لوعہ - دادپورگرد بیٹھ عہ
چندوسی صمہ - ادرحمہ عہ - ڈیرہ غازیخاں لعہ - جھانسی عا - بنگہ عہ - دہلی عہ - ایبٹ آباد عہ
بنارس عہ - مردان عہ - کلکتہ لعہ - زدمبا عہ - چک ۹۹ شمالی عہ - سنی پور عہ - راولپنڈی للعہ
انبالہ عہ - ہری پور عہ - ڈنگہ عا - سہانپور عہ - ملتان عہ - وزیرآباد صماعہ - مانگٹ اونچے
لائل پور عہ - اوچ (بہاول پور) لعہ - چک (حیدرآباد سندھ) لے - مردان پور (پٹیالہ) عہ
اہرانہ (ہوشیارپور) عہ - پٹیالہ عہ - محلانوالہ (امرتسر) عا - شاہجہانپور لعہ - ڈیرہ اسمٰعیل خاں ماعہ
شیخ پور (گجرات) عہ - داتہ صمہ - میرٹھ لعہ - مالیرکوٹلہ عہ - لنگڑوعہ عہ - کاٹھ گڈھ للعہ
منار عہ - گولیکے صمہ -

اور مندرجہ ذیل احباب نے دس روپے یا اس سے زائد رقم چندہ تعمیر میں بھیجی جو رقوم اس سے کم پہنچی ہیں وہ اس رپورٹ میں نہیں دکھائی گئیں :- خواجہ بشیر الدین صاحب پوسٹماسٹر آرموڑا عہ منشی محمد عبداللہ صاحب گرداور حلقہ کھائی ضلع لاہور عہ - میاں تاج الدین صاحب ساکن اودھووالی (گوجرانوالہ) عہ - بابو احمد دین صاحب سٹیشن ماسٹر پکھووال عہ - سید عظیم الدین صاحب وکیل عثمان آباد عہ منشی محمد اسد اللہ صاحب مدرس سنام عہ - محمد بخش صاحب پٹواری بھولیکے عہ - سید عابد حسین صاحب تحصیلدار بکسوا ڈاکخانہ گلگنج براہ چھتر پور عہ ؛

یتامیٰ :- ایک یتیم اس ماہ بھی اخراجات ماہوار پر لیا گیا - خارج کوئی نہیں ہوا - آمد تھوڑی ہے - احباب کی توجہ درکار ہے ؛

زکوٰۃ :- آمد صماللعہ اور خرچ ۱۵ عہ ہے - آمد بوجہ جلسہ سالانہ زیادہ ہوئی - اور وظائف میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ؛

شفاخانہ :- نئے مریض علاج کرانے کیلئے ۶۸۹ آئے - مائینر اپریشن پندرہ ہوئے میجر اپریشن ۵ ہوئے یعنی ایک کی پتھری نکالی گئی - تین موتیا بند والے بنائے گئے اور ایک ہڈی کی بیماری والے کا اپریشن کیا گیا - چھ سو روپیہ ادویہ و اوزاروں کیلئے منظور کیا گیا ہے سلسلہ کے ڈاکٹر صاحبان شفاخانہ کے لیے چندہ بھیجنے کی طرف خاص توجہ فرماویں آیندہ ہر ماہ ایسی فہرست شائع ہوتی رہے گی ؛

دفتر محاسب :- کل آمد اس ماہ ۸ - ۷ - ۱۶۳۵۵ اور خرچ ۱ - ۱۵ - ۱۰۵۵۳ ہوا - آمد میں جلسہ سالانہ کی وجہ سے ترقی ہوئی ؛

دفتر سکرٹری :- جلسہ سالانہ کے متعلق مفصل حالات اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں - اس جگہ انکے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے - صرف اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ اس دفعہ جلسہ سالانہ پر

آنے والوں کی تعداد اُنیس سو کے قریب تھی۔ جن میں اُناسی عورتیں اور پچیس بچے ہیں۔ باقی سب مرد ہیں۔ جو تعداد شمار میں آئی وہ اٹھارہ سو تنتالیس ہے۔ اور جو لوگ کسی دوست یا رشتہ دار کے گھر میں اُترے وہ شمار میں نہیں آسکے ایسا ہی بعض جماعتیں بھی جہاں امیر و معاون کا انتظام نہ تھا۔ نہیں شمار ہوسکیں جیسے منصوری۔ کوٹلہ اور علیگڈھ کے لوگ۔ گذشتہ سال جلسہ پر آنے والوں کی تعداد پندرہ سو باون تھی۔ آمد جلسہ سالانہ ۰-۶-۱۸۷۲ ہوئی گو خرچ کا اسوقت تک پورا حساب نہیں ہوسکا مگر اڑھائی ہزار سے کم نہیں ہوگا۔ مہماناں و کارکناں وغیرہ سمیت جلسہ پر کھانا کھانے والوں کی تعداد سوا دو ہزار سمجھنی چاہیئے۔ اور ۲۳۔ دسمبر ۱۹۱۲ء سے انتظام شروع ہو کر ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۲ء تک کم و بیش رہا۔

جلسہ سالانہ پر مخدوم و مکرم منشی غلام رسول صاحب انسپکٹر پولیس جو عرصہ تک ضلع فیروزپور میں متعین رہے اور اب سرگودہ میں ہیں اور جنہیں سلسلہ اور اسکے کاموں سے بڑا اخلاص اور محبت ہے۔ ہر سال گھی خرید کر اور اس میں اپنی طرف سے بھی خاصہ حصہ لے کر بھیجا کرتے تھے۔ اس دفعہ بوجہ بُعد گھی انسے نہ منگایا گیا۔ تاہم آپ نے جلسہ پر ایک ٹین گھی کا اپنی طرف سے روانہ فرمایا۔ جو انکے اخلاص کو بتا رہا ہے۔ ایسا ہی منشی ہاشم علی صاحب گرداور علاقہ ریاست پٹیالہ نے جلسہ کے نمک کا کُل خرچ ادا کیا اور ہر سال جلسہ پر کسی نہ کسی چیز کا خرچ اپنے ذمہ لیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مخلصوں کو سلامت رکھے۔ آمین۔ آمد بالمقابل خرچ کم ہوئی ہے۔ اگر احباب یا جماعتیں مزید توجہ فرماویں تو کمی پوری ہوسکتی ہے۔ خصوصاً وہ انجمنیں جہاں احباب زیادہ آئے اور چندہ کم۔

ذیل میں ہر ضلع سے جلسہ پر آنے والوں کی تعداد دی جاتی ہے:-

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
(۱) گورداسپور	۴۲۲	(۴) امرتسر	۱۴۷
(۲) سیالکوٹ	۲۸۶	(۵) گجرات	۱۰۰
(۳) لاہور	۱۹۶	(۶) جہلم	۶۶

(۷) جالندھر	۴۷	(۲۱) پشاور	۴۴
(۸) سرگودہ	۲	(۲۲) پٹیالہ	۳۸
(۹) ہزارہ	۲۶	(۲۳) لدھیانہ	۳۴
(۱۰) نابھہ	۳	(۲۴) فیروز پور	۲۹
(۱۱) بلوچستان	۲	(۲۵) منٹگمری	۸
(۱۲) کرنال	۱	(۲۶) حیدر آباد سندھ	۵
(۱۳) گوجرانوالہ	۹۰	(۲۷) شاہ پور	۳۰
(۱۴) ہوشیار پور	۶۶	(۲۸) شملہ	۹
(۱۵) ہندوستان	۴۳	(۲۹) میانوالی	۴
(۱۶) جموں کشمیر	۲۷	(۳۰) راولپنڈی	۱۲
(۱۷) کلکتہ	۱	(۳۱) ملتان	۸
(۱۸) حصار	۶	(۳۲) ڈیرہ غازیخاں	۹
(۱۹) لائل پور	۷۷	(۳۳) بہاولپور	۴
(۲۰) کامل پور	۱		

رپورٹ سالانہ اور روئداد جلسہ جسمیں تمام تقریریں ہوں گی رسالہ کی صورت میں انشاء اللہ علیحدہ چھپیں گی۔ رپورٹ مفت شائع ہوگی اور روئداد تھوڑی سی قیمت پر۔ اس کے لیئے احباب درخواستیں بھیجدیں مگر یہ ضروری ہے کہ سکرٹری صاحبان فنڈ ضروریات مقامی سے حسب گنجایش کافی تعداد روئداد کی منگا کر اپنے شہر میں مناسب جگہ مفت شائع کریں۔ اور احباب اپنے لیئے علیحدہ کاپیاں منگائیں۔

چودھری حاکم علی صاحب چک پنیار ضلع شاہ پور نے زمیندار جیننگ کمپنی بھلوال ضلع شاہ پور میں پانچ سو روپے کے کچھ حصے رکھے ہوئے ہیں۔ جنپر انشاء اللہ منافع بھی ہوتا ہے۔ چودھری صاحب نے یہ حصے اپنی وصیت کے حساب میں

بنام صدر انجمن احمدیہ منتقل کر دیئے ہیں مگر مجلس معتمدین اسے فروخت کرنا چاہتی ہے۔ اگر کوئی صاحب خریدار ہوں تو سکرٹری صدر انجمن سے خط و کتابت کریں۔

باہر سے جو نئے لڑکے آتے ہیں وہ عموماً عربی و دینیات میں کمزور ہوتے ہیں اور جماعت کے ساتھ مدرسہ میں چلنا انکو مشکل ہوتا ہے۔ اسلیئے پہلے استاد کے علاوہ ایک اور مدرس رکھنے کی تجویز منظور ہوگئی ہے۔ جو ایسے طلباء کو علیحدہ پڑھائے اور وہ جماعت کے ساتھ چل سکیں لہٰذا احباب اپنے بچے بھیجنے کی طرف توجہ فرماویں۔

یہ معلوم کرکے کہ بعض انجمنیں ضروریات مقامی کو صدر مقام کی ضروریات پر جو دراصل ضروریات سلسلہ ہیں مقدم کر رہی ہیں۔ مجلس معتمدین نے اپنے رزولیوشن ۵۸۵ مورخہ ۲۴۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء میں فیصلہ کیا ہے کہ جملہ انجمنوں کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ مقامی ضروریات پر سلسلہ کے چندوں کو مقدم کیا جاوے۔ اور صدر انجمن کے لیئے جسقدر چندہ ہوا کرے اس کے آٹھویں حصہ سے زیادہ مقامی ضروریات پر خرچ نہ کیا جاوے۔ مگر جیسے کہ پہلے اطلاع دی گئی ہے۔ یہ یاد رہنا چاہیئے کہ مقامی ضروریات پر صدر انجمن کے چندوں سے کچھ نہ خرچ کیا جاوے وہ رقم پوری کی پوری ہر ماہ یہاں پہنچنی چاہیئے۔ بلکہ مقامی ضروریات کے لیئے علیحدہ چندہ کیا جاوے جن میں سے سوائے کسی خاص ضرورت کے پیش آجانے کے عموماً اوپر کی نسبت سے زیادہ خرچ نہ کیا جاوے ؛ والسلام

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

Reg No L 303

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی دوائیں مفید اثر

۲۸ برس سے ہندوستان میں جاری ہیں آزمایش کیجیئے

دانت درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے۔ کیسا ہی درد کیوں نہ ہو اس کے لگاتے ہی درد دور ہوتی ہے قیمت ۴ر شیشی خرچ ۴ شیشی تک ۵ر

دمہ کی دوا

دم چاہے جسقدر زور سے پھولتا ہو اس دوا کی دو ایک خوراک کے استعمال سے دب جاتا ہے ابتدائے عارضہ سے اگر یہ دوا استعمال کرائی جاوے تو دمہ ایک دم چلا جاتا ہے پرانے دمہ کے مریض یا جنکا دمہ دم کا ساتھی ہو گیا ہے وہ بھی اس دوا سے صحت پاتے ہیں قیمت عہ٭ر شیشی خرچ ۲ شیشی تک ۵ر

پین ہیلر

درد دور کرنے والی دوا

اندرونی درد پیچش پیٹ مڑور اور بیرونی درد موچ اور چوٹ یا گٹھیا کے سبب جو ورم نہیں درد ہو اس کے استعمال سے فوراً دور ہوتی ہے قیمت ۱۲ر شیشی خرچ ۵ر

سیمنی لائن

خون بند کرنیکی اکسیر دوا خونی بواسیر کیلیئے نہایت مفید ہے۔ ناک مسوڑے اور خون جہاں سے گرتا ہو اسکو فوراً بند کرتی ہے قیمت ۴ر شیشی خرچ ۵ر

ای اوڈائڈ سالسہ پیلا خون صاف کرنے کی اکسیر دوا

اس سالسہ کو صاف کرکے اسمیں پوٹاس ای اوڈائڈ وغیرہ کئی ایک آزمائی ہوئی دوا ملاکر یہ سالسہ بنا ہے اسلیئے عام سالسوں سے زیادہ مفید اثر ہے۔ گرمی آتشک اور کسی سبب سے خون بگڑ گیا ہو تو اسکا استعمال جلد کرنا چاہیئے قیمت ۴۳ خوراک کی شیشی عا ر خرچ ۶ر

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر سے ریم آتا ہو پرانا یا نیا ہو دو تین مراتب کے استعمال سے بہنا بند ہوتا ہے قیمت ۴ر پچکاری کان صاف کرنیکی ۴ر خرچ ہر دو چیز کا ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ناصر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

فہرست مضامین رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ اُردو بابت ۱۹۱۲ء

...... لاہور - ۸۰ - صحیح بخاری کا درس - ایک حق طلب کی فریاد ۱۷۴ - مسیح مذہب کا نوٹ - احمدی خاتون ۱۰۰ -

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز
یعنے
دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۳ء
ربیع الاول سنہ ۱۳۳۱ھ

چندہ سالانہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ فروری سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب۔ (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے قیمت ۵ر

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب نہ سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا۔ اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کے نیچے نہیں آتا۔ اسلئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو باترجمہ پڑھ لے اور حفظ کرے۔ اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳ر

قصائد احمدیہ من الامام حجۃ الاسلام

حضرت اقدسؑ کی اُردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر اب تک آپکے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کئے گئے ہیں یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں اور حمد الٰہی اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزائن اور حضرت اقدسؑ کے دلائل سے پُر ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں یہ کتاب ۱۵۸ صفحہ پر ختم ہوتی ہے۔ قیمت صرف ۶ر ان ہر سہ کیلئے درخواستیں دفتر میگزین قادیان میں آنی چاہیئں

رسالہ اسلام بزبان انگریزی

مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی خوبی اور تعریف کے لیئے صرف مولوی صاحب کا نام ہی کافی دلیل ہے۔ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱؎ محصولڈاک

درخواستیں بنام مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہیئں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یسوع۔ الوہیت اور انسانیت کا ایک نمونہ

(لا الٰہ الا اللہ)

(از خواجہ کمال الدین صاحب۔ بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ (لنڈن)*

"میرے حضور تیرے لیئے دوسرا خدا نہ ہووے" (خروج ۲/۳) یہ ارشاد خدائے اسرائیل نے موسیٰ کو فرمایا۔ اور جبقدر حکم ربی تاکیدی تھا۔ اس کی تعظیم اس کی تعمیل کی بجائے اس کی خلاف ورزی میں کی گئی۔ خدائے تعالیٰ کی طرف سے بت پرستی کے خلاف بار بار تہدید ہوتی رہی۔ لیکن اسرائیل کے گھرانے نے" بیگانے الٰہوں کا پیچھا کیا اور اُن کی بندگی کی اور سجدہ کیا" وہ "غیور خدا" کے قہر و غضب کی تو برداشت رکھتے تھے۔ لیکن "تراشی ہوئی مورت" کا چھوڑنا۔ اُنکے لیئے دشوار تھا۔ مگر اسرائیل ہی بنی نوع میں کا بدترین نہ تھا۔ دنیا کے مختلف حصص میں جہاں کہیں انسان تھے۔ اُنہیں اپنی آتماگتی اور اپنی روحانی ترقی۔ اپنے ہاتھ کی بنائی مورتوں کے آگے سر جھکانے میں ہی نظر آئی۔ ہندی۔ مصری۔ ایرانی سریانی۔ رومی یونانی۔ ان سبنے نوبت بہ نوبت مختلف علوم و فنون میں ترقی کی۔ لیکن خدائے واحد کی پرستش کی حقیقت جو چار ہزار برس ہوئے کوہ سینا پر تلقین کی گئی تھی اور جس کی گونج پھر کوہ زیتون پر سنائی دی گئی۔ اُن کے فہم سے بالا ہی رہی۔ مسیحی کلیسیا بھی مدت تک

* حضرت خلیفۃ المسیح نے اس مضمون کو پڑھکر یہ تحریر فرمایا "میںنے اسے غور سے پڑھا۔ پسند کیا۔ خواجہ کے لیئے دعا کی والسلام"

ابتدا میں اپنے گلہ کو قدیم عادت بُت پرستی سے بچا نہ سکا۔ رومی یونانی افسانے کلیسیا میں آگھسے۔ اور پُرانے دیوی دیوتاؤں نے رومن کیتھلک طریق تقدیس کے ذریعہ بہ تبدیلی نام و مقام کلیسیا میں مقدس جگہ حاصل کر لی۔ شرک بہر حال ایک نہ ایک رنگ میں انسانی طبائع پر غالب رہا۔ حتیٰ کہ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے۔ جن کے ہاتھ سے عرب میں شرک نے ہمیشہ کی موت دیکھی۔ ماسوا اللہ کی پرستش ایسی مری کہ پھر نہ اُٹھی۔ اور خدا کے آخری کلام نے توحید کو اس طرح کھول کھول کر بیان کیا کہ آج مشرکانہ فطرت والے بھی توحید کے آگے مجبوراً سر جھکاتے ہیں ہاں اسکی خلاف ورزی میں جو اُن سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اُس کے لیئے انہیں ہر وقت ایک نہ ایک توجیہ کی ضرورت رہتی ہے۔

مضمون زیر قلم کے دائرہ سے ہمنے اس سوال کو باہر رکھا ہے کہ قدیم زمانہ میں الوہیت مسیح کا کیا مفہوم تھا اور پھر زمانہ کے ساتھ ساتھ کس طرح وہ مفہوم بدلتا گیا۔ یہاں اسی قدر کہدینا کافی ہے کہ موجودہ طبائع نے مسیحی دنیا میں پُرانے مسائل سب ترک کر رکھے ہیں اور آجکل کے دل و دماغ ایک سے زیادہ خدا ماننے سے اب بہت ارفع ہیں۔ بلکہ فی زماننا عیسائیوں کے متعلق یہ کہدینا کہ وہ قدیمی عیسائیوں کی طرح تین خدا مانتے ہیں۔ خود ایک قسم کی ناواقفیت اُس عقیدہ سے ظاہر کرتی ہے جو انہوں نے موجودہ علم الہیات مغربی کے ماتحت قائم کر رکھا ہے وہ تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایک خدا اور صرف ایک ہی خدا کے قائل ہیں ہاں خداوند مسیح اُسی خدا واحد کے مظہر ہیں۔

بیشک یہ امر تو محالات سے ہے کہ محدود احساس کا انسان۔ لا محدود ذات کو سمجھ سکے۔ انسان کی اپنی کوشش کا انتہا تو یہی ہے کہ وہ ایک طاقت کا قائل ہو اور یہ سمجھ لے کہ ایک لامحدود ابدی طاقت ان تمام اشیائے عالم کا ماخذ ہے اور اس امر سے نہ تو سائنس کو اور نہ کسی متشکک طبع کو کبھی انکار ہوا ہے خود حکیم ہربرٹ سپنسر کا قول ہے کہ "ہم اسباب وعلل کی تلاش میں جب تک مسئلہ علت اولیٰ کے قائل نہوں ہم کسی نکتہ پر قائم نہیں ہو سکتے۔ اور فی الحقیقت علت اولیٰ کے ماننے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ اور ہم کو مجبوراً

اُسے لامحدود اور ابدی ماننا پڑتا ہے۔" لیکن کیا اِس علّت اولیٰ کا علم ہونا۔ محالات سے ہے؟ کیا اُس کے تمام کام میں حکمت علم اور ترتیب نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا اِس علت اولیٰ کے لیئے یہ امر غیر اغلب ہے کہ وہ اپنے بعض صفات و حالات کا علم اپنی مخلوقات کو دے۔ جو علم وہ مخلوق از خود حاصل نہیں کر سکتی۔ اور کیا ایسا ہونا محال ہے۔ "اسکے برعکس قیاس کرنا" جیسے کہ ایک عیسائی مصنف لکھتا ہے۔ "نہ صرف حکمت سے ہی دُور ہے بلکہ بیہودہ بھی ہے" وہ کہتا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ ٹھنڈے اور تعصب سے پاک دل کے ساتھ اُن تمام تاریخی واقعات کا امتحان کرے اور ایسا ہی عیسائیت کے اُن تمام تاریخی واقعات کا امتحان کرے اور ایسا ہی عیسائیت کے اُن تمام اندرونی اطوار کو دیکھے کہ جن پر عیسائیوں کے اِس عقیدہ کا مدار ہے کہ اُس عظیم علت العلل اور باعث اولیٰ نے۔ یسوع مسیح میں اپنے اخلاق کا اظہار کیا۔ اور اُس کے ذریعہ وہ بنی نوع کے ساتھ ہمکلام ہُوا۔ اگر انسان صرف مادہ کا مادی مجموعہ نہیں بلکہ اس میں ذہنی اور اخلاقی قوٰی بھی ہیں اور اگر انسانی اخلاق اُسی خدا کے اخلاق ہیں کہ جس کی وہ تصویر ہے تو کیا یہ دل پسند امر نہیں کہ انسان کی پیروی اور تقلید کے لیئے بطور نمونہ خدا خود انسان میں ظاہر ہو۔ جس کی اتباع میں ہمارے کُل اخلاقی قوٰی مکمل نشو و نما پالیں۔

جب مسیح کی ذاتِ یکتا کو دیکھا جاوے۔ اُس کی معصوم اور گناہ سے پاک زندگی پر نگاہ ڈالی جاوے۔ اُس کا موت کے بعد جی اُٹھنا۔ اُس کے معجزات۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ امور بقول عیسائی صاحبان ایسی صفات آلٰہیہ ہیں۔ جو مقدس کنواری کے مبارک فرزند میں ظاہر ہوئے ہیں۔

یہ چند باتیں۔ عیسائی صاحبان آجکل اُلوہیت مسیح کی توجیہ میں بیان کیا کرتے ہیں۔ نہ تو مَیں ان مذکورہ بالا مقدمات کی صحت پر کچھ کہنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ اور نہ اُن صحائف کی اصلیت کے متعلق کوئی جرح کرنی ضروری ہے کہ جو امور بالا کے ماخذ ہیں۔ مَیں اِن تمام موجبات کو جس طرح پر پیش کیئے گئے ہیں سردست تسلیم کر لیتا ہوں۔ لیکن کیا اِن مسلمات سے وہ نتائج اخذ ہو سکتے ہیں جو نکالے گئے ہیں۔ یہ

ایک سوال ہے۔ کہ جس کا جواب اثبات میں دینے کے لیئے مجھے تامل ہے اور میں طیار نہیں پیغمبر ناصری کے معجزات یا اُس کی تعلیم یا اُس کی معصوم زندگی۔ یا اُس کے اپنے مُنہ بولے جلالی مقتدرانہ الفاظ۔ جو بناء اُلوہیت سمجھے گئے ہیں۔ ان باتوں کے متعلق مَیں بعد میں اپنی رائے ظاہر کروں گا۔ علاوہ ازیں ان وجوہ کی بُنیاد پر مسیح بے عدیل اور یکتا نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی تاریخ نے بہتیرے عظیم الشان انسان دیکھ چھوڑے ہیں۔ جو ان وجوہ پر اگر یہ کافی ہوں۔ تو مسیح کے ساتھ ساتھ مدعی اُلوہیت ہو سکتے ہیں۔ مَیں سر دست سب سے پہلی دلیل پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اور دلائل کے مقابل یہ دلیل مجھے زیادہ دل پسند ہے اور مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ بظاہر دیکھنے کو یہ یقین دلاتی نظر بھی آتی ہے۔

کیا مسیح صفاتِ الٰہیہ کا مظہر ہے؟ اگر اپنے صفات کاملہ اور اپنے جلال کے ظہور کے لیئے خدا کو یہی پسند ہو کہ وہ انسانی پیدائش لے۔ اور اس قدر نیچے بھی اُتر آئے کہ اور انسانوں کی طرح کھائے اور پیئے اور پھر اس اکل و نوش کے نتائج بھی بھگتے تو پھر یہ امر بھی قابل توجیہ ہو سکتا ہے کہ اُس میں معمولی انسانوں کی سی معمولی نقص اور کمزوریاں بھی ہوں اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ مجھے بھی اس قدر تو غیر معقول پسند نہ ہونا چاہیئے کہ مَیں عورت کے رحم سے نکلے ہوئے، خدا سے اُن صفات بے ہمتا اور اُن فوق الانسان دراء الورا اوصاف مثلاً۔ علم کل۔ قدرت تامہ۔ صفت حاضر ناظر وغیرہ وغیرہ کی توقع رکھوں۔ جو دنیا کے ہر حصہ میں ہر وقت درست طور پر خدا کے متعلق از قسم لازمات سمجھی گئی ہیں۔ بقول عیسائی صاحبان یہ بات تو ہمیں ہمیشہ ہی نصب العین رکھنی چاہیئے۔ کہ ابن آدم اگر خدا تھا تو انسانی جامہ میں تھا اور اگر خداوند کے جلال اور اُس کی صفات نے ظہور پایا تھا تو احاطہ انسانیت کے اندر اندر ظہور پایا تھا۔ اور ساتھ ہی زمان و مکان کے اُن بے رحمانہ اور پر از ظلم قیود کے ماتحت رہکر۔ جن کا شکار انسان جیسا بیچارا اور بیکس مخلوق ازل سے ہو چکا ہے لہٰذا اُن حالات کے ماتحت۔ یہ امر کوئی حیرت بخش امر نہیں کہ خدا کو

جامہ مظہریت میں بہت سی باتوں کا علم نہ تھا مثلاً خداوند نے اعتراف کیا ہے کہ وہ آخری گھڑی سے بالکل ناواقف ہے۔ اُس گھڑی کا علم خدا کو بہ حیثیت باپ تو ہے لیکن جب وہ بیٹا بنا۔ تو نہ صرف اُسکو وہ گھڑی معلوم ہی نہ رہی بلکہ اُس آخری وقت کا علم اُس کے امکان سے بھی باہر ہوگیا۔ خدا کی اِن دو فطرتوں کی حقیقت سمجھنے کے لیئے شائد اُس کا واقعہ درخت انجیر بہترین تشریح ہے (مرقس ۱۱/۱۲)۔ خداوند کو بھوک لگی ایک انجیر کا درخت پاس تھا اُسپر پتّے بھی تھے۔ خداوند اُس کے پاس اِس خیال سے گیا کہ شائد اُسے کھانے کو کچھ ملجاوے اور جب وہ درخت کے نزدیک گیا تو اس میں پتّوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند صرف علم کل سے ہی بے بہرہ نہ تھا بلکہ معمولی مشاہدہ انسانی سے بھی معرّا تھا۔ کیونکہ وہ وقت انجیر کے پھل دینے کا نہ تھا۔ لیکن خداوند تو انسان بھی تھا۔ اور اس لیئے اُس سے وہی صادر ہُوا جو کسی ہم جنس انسان سے بھوک سے تنگ آکر صادر ہُوا کرتا ہے۔ یہ کوئی عجیب بات ہے؟ ہم بھی بعض وقت کسی جذبہ یا خواہش سے مغلوب ہو کر معمولی عقل سے گری ہوئی باتیں کر دیا کرتے ہیں۔ ہُوا کیا اگر خداوند نے درخت جیسی بیجان چیز پر اپنی ناراضگی اسلیئے ظاہر کی کہ وہ اُس کی اشتہا کے دفعیہ کا سامان مہیا نہ کر سکا۔ یہ تو وہی بات ہے جو ہم سے بھی جب ہم اپنی امید یا توقع میں ناکام ہوتے ہیں بیجان چیزوں کے برخلاف صادر ہُوا کرتی ہے۔ لیکن یہ ساری باتیں عیسائی نکتہ خیال سے خداوندی جلال کے ظہور کے ضروری مقدمات تھے۔ جس نے خداوند کے اِس کلام میں ظہور پایا کہ آج سے بعد کوئی انسان تجھ سے پھل نہ کھا سکے گا۔ اور وہ درخت ہمیشہ کے لیئے مُرجھا گیا ہم یہ تو جانتے ہیں کہ عہد جدید میں یسوع کے متعلق بہت سی ایسی باتیں لکھی موجود ہیں جو کل دنیا کے مفہوم اُلوہیت کے قطعاً قطعاً منافی ہیں۔ لیکن الوہیت مسیح کی تو شان ہی اور ہے۔ وہ تو اس لیئے اپنے باپ کے ساتھ ہم جلیس ہے کہ اُسکی

۔۔۔۔ ذات میں خدا کے بعض اخلاق نے ظہور اور نشوونما پایا۔ واللہ اُن علو شان فوق الانسان صفات کو جو قادر مطلق خدا کی شان کے شایاں ہیں یسوع کو کوئی بھی تعلق نہیں۔

جب خدا میں شخصیت ہے۔ اور انسان اُس کی تصویر پر ہے۔ تو ربانی تصویر کے اخلاق و اوصاف کا ظہور بھی تو صرف اُسی خدا میں ہو سکتا ہے جو انسان بھی ہو اور خدا بھی ہو۔ لیکن کیا یسوع ان ربانی اخلاق کا مظہر تام تھا ایسا ہی اگر انسان کا اصل جس پر اُس کی ساخت ہے۔ خود خدا ہے۔ تو پھر جو اخلاق اور اوصاف انسان میں پائے جاتے ہیں وہ بالضرور اخلاق آلیہ ہیں۔ اور اگر انسان کے اخلاق۔ بذات خود ایک حقیقت ہیں۔ جو باقاعدہ اصلاح پاکر کُل دنیا کے حکمران ہو جاتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا وہ تمام کے تمام انسانی اخلاق۔ یسوع کے اندر۔ تہذیب اور نمو حقیقی حاصل کر گئے۔ صبر۔ تحمل۔ حلم محبت۔ لاریب۔ انسان کے اعلیٰ اخلاق ہیں اور اپنے اندر ربانی فطرت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن کیا یہ نرم بردبارانہ خلق کل کے کل انسانی اخلاق کی لمبی چوڑی فہرست پر حاوی ہیں۔ کیا انسانیت کے لوازمات میں بعض اور عاملانہ گرم اور تیز اخلاق شامل نہیں۔ مثلاً شجاعت۔ عدالت۔ سخاوت۔ امانت۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور کیا یسوع کو وہ مواقع نصیب ہوئے کہ جو اِن اخلاق کے ظہور کے لیئے لازمات سے ہیں۔ کیونکہ جب تک کسی اخلاقی جوہر کے عمل میں لانے کا موقعہ کسی کو میسر نہو۔ کسی میں کسی استعداد کا امکان اُس کی حقیقت کا کوئی ثبوت نہیں۔ خدا نہ کرے میں یسوع کی شان میں یہ کہوں کہ اُس سے وہ باتیں صادر ہوئیں جو صفات بالا کے خلاف ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ کسی میں منفی خلق کا ہونا یعنی اُس کا کسی خاص خلق کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ خصوصاً جب نہ معلم اخلاق بھی ہو۔ کوئی حقیقی خلق نہیں۔ ایسے منفی خُلق کے رکھنے میں کسی کا خرچ یا حرج ہی کیا ہوتا ہے اور علاوہ ازیں یہ اُس شخص کے لیئے کیا سبق ہو سکتا ہے جو عملی نمونہ کا محتاج ہے۔

کسی بزرگ کی زندگی کے اخلاقی پہلو پر محاکمہ کرتے ہوئے لوگوں سے عموماً ایک غلطی
ہو جاتی ہے اور یہ غلطی کچھ اس قسم کی خطرناک غلطی ہے کہ نامعلوم طریق پر یہ غلطی اُن لوگوں
کے محاکمہ پر بھی اثر ڈال دیتی ہے جو اور طرح اپنے بے تعصبانہ طریق تنقید کے لیئے
مشہور معروف ہیں بعض وقت بعض معلم اپنے خطبات اور وعظوں میں اپنی سامعین
کو بعض محاسن کی تاکید کرتے ہیں اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ اُن معلمین میں وہ محاسن
بھی تھے۔ لیکن یہ غلطی ہے اور بڑی فاش غلطی ہے۔ اور یوں تو کسی قوم کی ادبی
کتابیں اخلاق کے سبق سے خالی نہیں۔ اِن کتابوں میں اخلاق کے بعض ایسے
زرین اصول ہوتے ہیں کہ جو کسی پیغمبر یا خود خدا بجامہ انسان کے شایاں ہو سکتے
ہیں۔ ان کتابوں میں جو لکھا ہوتا ہے۔ اگر اِن کے مصنفین کے اخلاق کی شہادت سمجھ
لیجاوے تو پھر مجھے ڈر لگتا ہے کہ ہمیں لارڈ بیکن کے اخلاق کے متعلق اپنے موجودہ محاکمہ
کو بدلنا پڑے گا۔ کسی معلمِ اخلاق کو خواہ اُسکے دعاوی کیسے ہی الوہیت کے رنگ میں
ڈوبے ہوئے ہیں اُن اخلاق کو رکھنے کی عزت نہیں دینی چاہیئے۔ جو وہ اوروں کو
تعلیم و تلقین کرتا ہے جب تک کہ وہ خود اپنی مثال میں اپنے مواعظ کو عمل کا لباس
نہ پہنا دے۔ اس صداقت کو شاید مصنف انوار سہیلی کی طرح نہ کسی نے کم سمجھا ہوگا اور نہ عملی
رنگ میں دنیا پر ظاہر کیا ہوگا انوار سہیلی فارسی علم ادب میں ایک اخلاق پر مشہور کتاب
ہے۔ اِس کتاب میں مصنف نے جو اخلاق ناظرین کتاب کو تعلیم کرنے چاہے ہیں
اُنکو پرندوں اور جانوروں کے مُنہ میں ڈال دیا ہے۔ اور بات بھی سچ ہے اگر
کوئی معلم اپنی تعلیم کو خود عمل میں نہیں لا سکتا تو پند بر دیوار یا پند بر لب میں کیا فرق
ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اخلاق تو عمل کے ذریعہ ہی عمدہ طور پر سکھائے جا سکتے
ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ضرب المثل کے طور پر مثال کو وعظ پر ترجیح دی گئی ہے۔

اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ ہر ایک انسان کی کوئی استعداد بعض
حالات کے پیدا ہونے پر ہی حقیقت ہو سکتی ہے۔ ایک انسان بڑا اخلاق کے
سبق دے اور یہ بھی ممکن ہو کہ اُس میں اُن تعلیم دادہ اخلاق کی استعداد بھی ہو لیکن

وہ اُن اخلاق کا مدعی اسی وقت تک ہو سکتا ہے کہ جب اُسکی زندگی میں کسی خاص خُلق کے مناسب حال خاص حالات پیدا ہو گئے ہوں اور وہ خُلق عملاً اُس سے ظاہر ہوں۔ مثلاً یسوع کا ایک شاندار حلم کے ساتھ اسرائیلی ٹھٹھوں اور مذاقوں کو برداشت کرنا۔ اُس کا ایک حیرت بخش صبر کے ساتھ زندگی کے صعب ناک مصائب و ابتلا کو بطور ایک شہید صداقت اُٹھانا۔ یہ واقعات ہیں جن سے یسوع صبر۔ علم اور تحمل کا قابل رشک مالک سمجھا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ واقعات اُس کی زندگی میں پیدا نہ ہوتے تو وہ اِن نرم اخلاق کا ایک قصّہ گو سمجھا جاتا۔ واقعی یہ ایک بڑی بھاری بدقسمتی ہے اور اسپر جسقدر رنج کیا جاوے تھوڑا ہے کہ بعض حالات نے جن پر افسوس ہے کہ خداوند کو بھی قابو نہ تھا۔ خداوند کے ایام بعثت کو مختصر کر دیا۔ اور دنیا کے ہاتھ سے ایک شاندار موقعہ جاتا رہا ممکن ہے بہت سے اخلاق الٰہیہ جو ممکن ہے کہ یسوع میں تھے۔ عملاً ظہور پا لیتے۔ اور تو اور وہ خاص صفت عفو۔ جس کا اس قدر چرچا۔ عیسائی علم ادب میں کیا جاتا ہے وہ بھی یسوع کے ہاتھ سے کامل نمونہ کو نہ پہنچ سکا۔ بات یہ ہے کہ خُلق عفو کا ظہور بھی اور خُلقوں کی طرح خاص حالات کی موجودگی چاہتا ہے اور جب تک وہ حالات کسی میں موجود نہ ہوں۔ انصاف اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو اِس خُلق کا مالک ظاہر کیا جاوے۔ اس شریف خلق کے حاصل کرنے کے لئے تین شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل تو تمھارے بعض دشمن ہوں جنھوں نے بے رحمی اور ظلم سے تمھارے ساتھ سلوک کیا ہو۔ دوسرا یہ کہ حالات کے بدلنے پر تمھارے دشمن تو مغلوب ہو جاویں اور وہ دشمن تمھارے قابو میں آ جاویں۔ اور سب سے آخر گو عظمت میں سب سے اوّل یہ کہ تمکو اپنے دشمن کو سزا دینے کی طاقت تو حاصل ہو لیکن تمھاری شریف فطرت تمھیں اُن کو معاف کر دینے پر طیار کر دے۔ صفت عفو کی طرح صفت رحم کا ظہور بھی اُسی سے ہو سکتا ہے اور وہی اِس خُلق کا بھی مالک ہے جس کے آگے کوئی رحم کا ملتجی ہو کر آوے۔ اور جب تک کسی کو یہ

مقدرت اور حیثیت حاصل نہو جس کا جی چاہے رحم کے خطبے اور وعظ سنا لے۔ یہ
خالی الفاظ ہی ہیں جو بے حقیقت ہیں۔ علاوہ ازیں یہ تو ہمارا روزانہ تجربہ ہے کہ
جب کوئی شخص صاحب طاقت ہو اور اُسکا ظلم رسیدہ حالت مظلومیت اور ساتھ
ہی بیچارگی میں ظاہر کردے کہ مینے اپنے ظلم رساں کو معاف کیا تو یہ اظہار معافی
صاحبِ طاقت اپنے لیئے مہربانی نہیں بلکہ بےعزتی سمجھا کرتا ہے۔ ایسا عفو تو ہمیشہ
حقارت سے دیکھا گیا ہے اور اِس کی کبھی بھی قدر نہیں کی گئی۔

اس میں شک نہیں کہ یسوع نے عین صلیب پر اپنے تکلیف دینے والوں کے
لیئے عفو کی دعا مانگی اور اس سے یہ بھی ظاہر تو ہوتا ہے کہ اُسوقت اُس کے
دل میں یہ کیفیت بھی تھی۔ لیکن جو خیالات اور کلمات یسوع کے مُنہ سے اپنے دشمنوں
کے حق میں حالت صلیب میں نکلے وہی خیالات اور اُس قسم کے کلمات دنیا کے
دیگر مشاہیر نے بھی ہمچو قسم مصائب کے ماتحت کہے اور ظاہر کیئے۔ اور اس معاملہ
میں یسوع میں کوئی خاص یکتائی نہیں۔ بہرحال صفت عفو کا ظہور یسوع کی زندگی
میں حقیقت کو نہ پہنچ سکا۔ اس خُلق کے تین شرائط مذکورہ بالا میں صرف پہلی یسوع
کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ لیکن باقی دو شرائط موجود نہیں۔ یہ صفت اور
چھ سو برس تک پردہ کتم میں رہی جب اس خُلق نے اپنے ظہور کا حقیقی موقعہ اور
محل نبی عرب صلعم کے زمانہ میں پایا۔ جبکہ خداوند دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ
بیت عتیق کے دروازوں پر محمّد کی شکل میں پہنچا۔ قدیمی نوشتے پورے
ہوئے اور مکّہ فتح ہوا جسکے فتح کرنے میں ایک قطرہ خون سے بھی زمین مکّہ
ملوث نہ ہوئی اور یہ ایک واقعہ ہے جو کل دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہی
ہے۔ مکّہ میں دشمنان پیغمبر۔ اُسے اور اُس کے متبعین کو برابر تیرہ برس تک اُس
قسم کے وسیع سلسلہ مظالم کا زیر مشق کرتے رہے کہ جو اپنی کیفیت اور کمیت میں
دوسروں کی زندگی کے صعب ناک ابتلا سے بھی بڑھ گئے آخر کار دشمنان پیغمبر
نے نیچا دیکھا۔ اور وہ سب کے سب اُسی کے رحم پر چھوڑے گئے جو مدتوں انکی

مظالم کا شکار رہا تھا یہ ظالم ہر ایک ایسی سزا کے بھی مستحق تھے جو انسانی وہم یا دماغ تصور میں لا سکتا ہو اور اُنکو اس قسم کی سزا دینا عین معدلت گستری اور نصفت شعاری تھی آنحضرت محمد بھی اگر اپنے دشمنوں کو۔ رامچندر یا کرشن یا یوشع کی طرح سزا دیتا جیسے ان بزرگوں نے اپنے دشمنوں پر غلبہ پا کر دی تو بالکل حق بجانب ہوتا۔ لیکن وہ خلق عفو جس کو ابن اللہ بھی اپنی وجود میں ظاہر کر سکا (کیونکہ خدا وند کا قابو بعض خاص حالات پر نہ رہا جنہوں نے خداوند کے مشن کو جلد ختم کر دیا) اپنا ظہور چاہتا تھا اور اگر محمد صلعم کے ہاتھ سے اُس کا ظہور نہ ہوتا تو ممکن ہے کہ ہمیشہ کے لیئے وہ پردہ کتمان میں رہتا خدا کی طرف سے مختلف اوقات میں مختلف انبیاءؑ آئے اور اُسکے بعض اخلاق اُن انبیا کے ذریعہ ظہور میں آتے رہے۔ محمد۔ **خاتم النبیین** تھے اور ضرور تھا کہ وہ تمام اخلاق الٰہیہ جنہوں نے انسان میں نشو و نما نہ پایا تھا اور جن کے ظہور کے مناسب اور ضروری مواقع انبیاء سابقہ میں پیدا نہ ہوئے تھے۔ وہ آپ کی زندگی میں اپنا کامل ظہور دیکھیں اُن اخلاق میں ایک خُلق۔ خلق عفو تھا۔ اس کا خاص موقعہ و محل تھا وہ خاص محل و موقعہ یسوع کی زندگی میں تو پیدا نہ ہوا۔ اور اگر بعض اکابرین کی زندگی میں پیدا ہوا تو اُنہوں نے اِس موقعہ و محل کو استعمال نہ کیا اور خلق عفو ظہور کے بغیر رہا۔ ہاں آنحضرت صلعم کی زندگی میں وہ کمیاب موقعہ پیدا ہو گیا۔ اور آپ نے اُسے بوجہ احسن استعمال کیا۔ آپ کے دشمن جو بالکل مغلوب و خوار ہو چکے تھے آپ سے اُس سلوک کے ملتجی ہوئے جو کریم النفس انسان اپنے دشمنوں سے کیا کرتے ہیں۔ یہ اپیل کچھ ایسی برمحل تھی اور اس کا مخاطب بھی وہی تھا جسکے یہ شایاں تھی کہ فوراً ہی منظور ہو گئی۔

یہاں تک تو مینے اُن نرم اور ملائم اخلاق کے متعلق کچھ کہا ہے جسکے متعلق ادعا کیا جاتا ہے کہ یسوع میں موجود تھے۔ لیکن ان کے علاوہ اور تیز اور مضبوط اخلاق بھی تو ہیں جو الٰہی اخلاق کا رنگ بھی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے مریم بتول کے بچّہ میں اپنا

ظہور نہ دیکھا۔ یہی وہ گرم اخلاق ہیں کہ جو مہذب حالت میں انسانی سوسائٹی کی راحت کے
لیئے ازبس ضروری ہیں مثلاً غضب۔ نفرت۔ اور ان دو پر میں خلق انتقام بھی ایزاد کرتا
ہوں۔ یہ سب کے سب جان اور مال کی حفاظت اور امن کے لیئے ضروری ہیں انکو
حیوانی یا ادنیٰ جذبات کے نام سے موسوم کرنا غلطی ہے انکے صحیح استعمال کا بھی محل
وموقع ہے ہاں انکو بُرے طور سے جب استعمال کیا جاوے تو پھر یہ ادنیٰ جذبات
ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ اخلاق۔ اِس گنگ زبان صحیفۂ قدرت میں نظر نہیں آتے اور
میرے نزدیک تو اخلاق آلہیہ کی بہترین فہرست یہ صحیفۂ قدرت ہے۔ ان مذکورہ بالا
اخلاق کا بطور اخلاق آلہیہ ذکر خود بائبل میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں اِن جذبات کو
خود خدا نے انسان میں پیدا کر رکھا ہے۔ کیا غضب اور نفرت۔ امور حقیقی نہیں۔ کیا
اِن دو جذبات کا اثر گہرا۔ انسانی معاملات وکاروبار پر نہیں پڑ رہا۔ اور اگر انسان خدا
کی تصویر پر پیدا کیا گیا ہے تو ہم کو یہ قیاس کر لینے کا حق ہے کہ جو اخلاق اور جذبات
ہم انسان میں پاتے ہیں یہ خدائے تعالیٰ کے اپنے اخلاق وجذبات ہیں لہٰذا یہ
گرم اور تیز جذبات واخلاق بالضرور اخلاق آلہیہ ہیں اور ایسے نہیں کہ ہم انکو
نظر انداز کریں۔ لاریب اِن جذبات کی تعدیل اور تہذیب ضروری ہے اور ہم جو
اُن اکابرین کی زندگی کی طرف جن میں کہا جاتا ہے کہ خدا ظاہر ہُوا۔ نگاہ اُٹھاتے
ہیں اور اُنہیں اُسوہ بنانا چاہتے ہیں تو صرف اس لیئے کہ ہم دیکھ لیں کہ اُن اکابرین نے
ان جذبات کو کس طرح اور کس محل وموقعہ پر استعمال کیا۔ اگر اُن اخلاق کو جن کا
ہمیں خطبۂ کوہ زیتون میں سبق دیا گیا ہے اختیار کر لیا جاوے تو کیا وہ اِن تیز اور
گرم جذبات کی ہلاکت کے لیئے کافی نہیں حالانکہ یہ وہ جذبات ہیں کہ جنکو میں
ربانی جذبات کہتا ہوں اور وہ فی الواقعہ اخلاق آلہیہ میں سے ہیں خطبہ مذکور پر
چلنا گویا جان اور مال کو غیر مامون کرنا ہے۔ مجھے کچھ تامل سا ہے کہ شائد یہ
تعلیم خطبہ کچھ ایسی علوشان اپنے اندر رکھتی ہے کہ اسکو عمل میں لانا اب محالات سے
ہے اور مَیں تو یقین کرتا ہوں کہ قیامت کے دن تک یہ تعلیم ایسی ہی ناقابل عمل

رہیگی۔ لیکن کیا ان حالات کے ماتحت پھر بھی معلم خطبہ مذکور۔ ایک کامل اسوہ انسان
اور مکمل مظہر اخلاق الٰہیہ ہونے کا مُدعی ہو سکتا ہے اور اگر کوئی اُسے مدعی سمجھتا
ہے تو کیا اُس کا یہ دعویٰ۔ دعویٰ جائز ہے۔ مَیں نے تو ارادۃً یہاں اسلیئے اِن دو جذبات
مذکورہ بالا کا ذکر کیا ہے کہ خطبۂ پیار کی تعلیم پر چلنے سے اِن جذبات کا تو عدم وجود
برابر ہو جاتا ہے اگرچہ اس خطبہ کا معلم خود بھی بعض مواقع پر اِن دو جذبات کو
استعمال کرنے سے رُک نہیں سکا۔ واِلّا اِن دو اخلاق کے علاوہ اور بے تعداد
انسانی اور ربانی اخلاق ہیں۔ جنکے متعلق اگر مَیں نہایت ہی نرم اور رعایت کا
پہلو اختیار کروں۔ تو یہ کہوں گا کہ یہ اخلاق پیغمبر ناصری کی زندگی میں اندر کے اندر
ہی رہے اور اپنا ظہور نہ پا سکے۔ لہٰذا اِن حالات کے ماتحت۔ مَیں۔ الفاظ ذیل
کی تائید میں حکیم رینان کا ہم آواز ہونے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ مذہب نے
اِس انسان (یسوع) کو انسانیت کا کامل مظہر اور رہنما اگر چاہے تو کوئی بُرا
انتخاب نہیں کیا۔ حکیم رینان اپنی تمام معقول پسند اور آزاد طبیعت و تعلیم کے
ساتھ اپنی ابتدائی خو کردہ عصبیت و میلان کا در اصل مقابلہ نہ کر سکا۔ واِلّا یہ جو اُس
نے کہا یہ کسی خوض و فکر کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتا۔ اُسے یہ تو سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ کہ
انسانی سوسائٹی کی ساخت اور اسکے ڈھانچ کو مضبوط کرنے کے لیئے انسانی
زندگی کی بہت سی ضروری شاخیں اور بھی ہیں اور یسوع اُن شاخوں میں کسی کا
رہنما نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک بادشاہ جو تخت پر ہے ایک جج جو کرسی عدالت پر بیٹھا
ہُوا ہے۔ ایک مدبّر سلطنت جو امور ملک میں منہمک ہے۔ ایک جرنیل جو میدان
جنگ میں موجود ہے کیا جس طرح انسانی سوسائٹی کے لئے ایک معلم اخلاق کی ضرورت
ہے ویسے ہی اِن چار وجودوں کی ضرورت نہیں اور خدا نے بھی آخر کوئی نادانی
کا اور غیر ضروری فعل تو نہیں کیا اگر اسرائیل کے خاندان میں۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔
یوسفؑ اور یوشعؑ جیسے نبی پیدا کیئے۔ کیونکہ یہ بزرگ فرداً فرداً بادشاہ۔ جج۔ مدبر سلطنت
اور فوجی جرنیل تھے۔ لیکن یہ تو آخر انسان تھے۔ اور بقول عیسائیاں اُنسے صرف غلطیاں ہی نہیں بلکہ بعض

.... گناہ بھی سرزد ہوئے۔ لیکن اگر خدائے تعالیٰ کو ضرورت ہی تھی کہ انسان کی شکل میں "انسانیت کا کامل مظہر و رہنما" ہوکر آوے تو وہ شاید انسانی سوسائٹی کے لیئے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوتا اگر وہ بادشاہ یا مدبر سلطنت ہوکر آتا۔ اور نہیں تو کم از کم یورپ کے عیسائی بادشاہوں اور عیسائی مدبران سلطنت کی ہدایت کے لیئے عملاً بعض قواعد ہی چھوڑ جاتا اور دنیا شاید جلدی ربانی سلطنت کے دن دیکھ لیتی کیونکہ دنیا کو یورپ کی اس آز و حرص اور اپنے اقتدار کے لیئے دوسروں کو تباہ کر دینے کی عادت سے نجات ہو جاتی بشپ معظم پوپ روما کو اور ایسا ہی شاہ عمانوئیل کو تو "شہزادہ سلامتی" کی بجائے کسی ایسے خدا کی ضرورت تھی۔ جو کسی جرنیل کے وجود میں آتا۔ تاکہ ان بے ضرورت مہمات طرابلس میں وہ اُن کی رہنمائی کرتا۔ اُنکو وہ جنگ کے اخلاق سکھلاتا شاید اُس کا اپنا عملی نمونہ اور اسکے حربی وصایا اٹلی کی ظالمانہ بے رحمیوں کے لیئے جو طرابلس میں ظہور پذیر ہوئی ہیں زیادہ تر روک کا باعث ہوتے کیونکہ ہیگ کی کانفرنس کے اصول تو آخر کوئی روک کا موجب نہ ہو سکے۔ ہم کو بالمقابل بتلایا جاتا ہے کہ خداوند آخری ایّام میں بادشاہ کے وجود میں ظاہر ہوگا جب مظلوم اپنا انصاف پاویں گے اور تمام ظلم دُور کیئے جاویں گے۔ لیکن اگر اُس کی آمد ثانی دنیا کے خاتمہ کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر "انسانیت کے کامل رہنما و مظہر" کی ضرورت بھی تو اُسوقت ختم ہو رہے گی۔ بے شک یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی سلطنت دنیا کی سلطنت نہیں۔ اور نہ اس نے اپنے نوکروں کو اجازت دی کہ یہودیوں سے لڑیں اور اُن کو اُسے گرفتار نہ کرنے دیں (یوحنا $\frac{18}{36}$) لیکن اگر دنیا کا تمدن اور اُس کی مدنی مصالح کسی نہ کسی قسم کی سلطنت کے متقاضی ہیں اگر انسانوں کے فیمابین ذمہ واریوں اور حقوق کا نفاذ جو بہبودی عامہ کی جڑھ ہے حکومت کی کوئی نہ کوئی شکل چاہتا ہے اور اگر انسان جونہی ابتدا سے ابتدائی نیچر کی حالت سے نکلتے ہی۔ ذاتی جائداد کے خیال کا احساس

اپنے سینہ میں موجزن پاتا ہے۔ اور ساتھ اسکے اپنی جان اور جائداد کی حفاظت کے
لیئے ایک نہ ایک پولٹیکل ناظمانہ وجود کی ضرورت محسوس کرتا ہے خواہ وہ کیسی ہی ابتدائی
شکل میں ہو۔ اور اگر انگلستان کے تمدن کے لیئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ قدیمی
وٹن ایجو موٹ کو موجودہ پارلیمنٹ کی صورت دیجاوے تو پھر ہم جیسے کہ رینان
کہتا ہے انسانیت، کے کامل رہنما اور مظہر کے لیئے کوہ زیتون کی طرف دیکھیں
یا کوہ فاران کی طرف نگاہ کریں جہاں ہمیں پیغمبر کے وجود میں ایک ہی وقت بادشاہ
مدبر سلطنت۔ مقنن۔ جج اور فوج کا جرنیل نظر آتا ہے۔

اگر ان واقعات پر جو ان صفحات میں ذکر کیئے گئے ہیں۔ حکیم رینان کی تصنیف
پڑھنے والا۔ ٹھنڈے اور تعصب سے معرّا دل کے ساتھ غور کرے تو مجھے یقین ہے
کہ وہ یہ مان لیگا کہ حکیم موصوف کا زیر بحث ریمارک وسعت نظر پر مبنی نہ تھا۔ یسوع
اپنے اقرار کے مطابق انسانی زندگی کے اعلیٰ طبقات کے لیئے نمونہ بنکر ہرگز نہیں آیا۔
لیکن کیا وہ معمولی طبقات زندگی کے رویہ میں ہماری مدد کر سکتا ہے؟ ۔ اگر ہم
اپنی زندگی کے اشغال کی تقسیم کریں تو کیا معاملات خانہ داری زندگی کا بھاری اور
ضروری حصہ نہیں۔ کیا ان ایام میں ہمارے بہت سے گھر بدمزگی۔ مصیبت۔ پریشانی
اور اختلاف کا منظر نہیں۔ اور کیا یہ قابل افسوس حالت اُن شیریں تعلقات [ص] کے باعث
عقد زوجیت ایک بہشتی گرہ ہو جاتی ہے۔ کیا لفظ 'گھر'۔ پیاری سے پیاری۔ اور
خوش کن سے خوش کن۔ یاد آوریوں کا خزانہ نہیں جو بدقسمتی سے ہمارے ایام میں
مفقود ہوتی جاتی ہیں۔ کیا عورت۔ مرد کی معین و مددگار نہیں بنائی گئی۔ کیا مرد اور
عورت۔ زن و شوہر بننے کے لیئے پیدا نہیں ہوئے۔ اور کیا انکے باہمی تعلقات کے
اچھے یا بُرے ہونے پر ایک گھر بہشت یا دوزخ نہیں بنجاتا۔ اب اگر یہ امور کچھ حقیقت
رکھتے ہیں۔ اور یہی بہت حد تک ہماری خوشحالی یا تکلیف کے ذمہ دار ہیں۔ تو کیا ہم کو
ایسے رہنما کی ضرورت نہیں جو ہمیں روزانہ معاملات خانہ داری میں رہنمائی کرے۔ واقعی
یہ ایک بھاری بدقسمتی ہے کہ یسوع کے عنصر الوہیت نے اُسے اس قابل نہ چھوڑا کہ

ص کے نہ ہونے کے باعث نہیں جو عورت و مرد میں ہونا چاہیئے اور جن شیریں تعلقات

وہ اس دنیا میں کسی عورت کے ساتھ بطور زن و شوہر ارضی تعلق قائم کر لیتا۔ اور ہم پھر مجبور ہو کر کسی اور سمت ہی نگاہ اُٹھاتے ہیں جہاں ہمیں ان معاملات کے لیئے کوئی "انسانیت کا کامل رہنما" ملے۔ بیشک یسوع کی ایک والدہ تو تھی لیکن پھر ماں بیٹے کے تعلقات میں وہی عنصر اُلوہیت مصیبت ڈالتا ہے۔ اور ایک عیسائی گھر میں ایک بیٹے کو گھر میں کے اخلاق سیکھنے کے لیئے یسوع سے کچھ میسر نہیں آتا۔ مقدس کنواری تو اپنے ربانی بیٹے کو دیکھکر کہ وہ جب اُسے مخاطب کرتا ہے تو 'عورت' کہکر ہی خطاب کرتا ہے شاید اسلیئے اطمینان قلب حاصل کر لیتی ہو گی۔ کہ وہ اپنے میں اور بیٹے میں فرق پاتی ہو گی۔ لیکن ایک معمولی انگلستان کی عورت تو شاید اپنے بیٹے کے لیئے یہ پسند نہ کرے اور یہی چاہے کہ اُس کا بیٹا کسی اور طریق پر اُسے خطاب کیا کرے۔

الغرض جسقدر اس سوال پر غور کیا جاوے۔ اُسی قدر ریتان کا مقولہ زیر بحث مجھے صحیح نظر نہیں آتا۔ جس اخلاق کی تعلیم مسیح نے پہاڑی خطبہ میں کی اُس پر چلنا تو اُس کے پہلے شاگردوں نے بھی نہ چاہا۔ اور اب بھی جہاں تک الفاظ کے اندر اندر اخلاق کی تعلیم ہو سکتی ہے وہ تعلیم لفظاً تو ایک بہترین نمونہ ہیں۔ لیکن دنیا دو ہزار برس اور بوڑھی ہو گئی مگر آجتک اس تعلیم کو عمل میں لانے کا راستہ دنیا کو نظر نہ آیا۔ اس وقت بھی کلیسیا کے سرگرم سے سرگرم ممبر اور دنیا کو عیسائی بنانے کی مہم کے زبردست اراکین اپنے آپ کو ان اخلاق پر چلانے کے ناقابل پاتے ہیں اور صرف اُس وقت کو دیکھ رہے ہیں جب آمد ثانی پر خداوند کی سلطنت قائم ہو جاوے گی۔ جب محبت امن۔ اور آشتی پھیل جاوے گی۔ اور انسان اس تمام مضبوط اور تیز مگر مردانہ اوصاف سے اختہ ہو کر خود ہی اس قابل ہو جاویگا کہ اس تعلیم پر عمل کرے۔ مگر جب تک وہ وقت نہ آئے یہ تعلیم ایک مُردہ قانون ہے اگر اسے عالمگیر قانون بنایا جاوے اور خصوصاً عیسائی ممالک میں۔ شاید ہمالہ کی برفانی چٹانوں میں۔ کوئی قدیمی رشی اس تعلیم کا قدردان ملجاوے تو مل جاوے۔ لیکن مغرب میں تو ممکن نہیں کہ ایسا کوئی میسر آوے۔

اور دقت یہ ہے کہ یسوع کی اصلی مشن کو لوگوں نے سمجھا ہی نہیں اور نہ کوئی

اُس مدعا پر غور کرتا ہے جس کے لیئے اُسے اخلاق کے یہ سخت اصول سکھانے پڑے۔ میرے نزدیک اگر یسوع کو اُس کی اصلی حیثیت میں دیکھا جاوے۔ اور یہ وہ حیثیت ہے کہ جس کا وہ خود معترف اور مدعی ہے اور اُس کی ذات کو کلیسیائی عقاید کے جھلملاتے ہوئے پولوسی لباسوں سے معرّا کر دیا جاوے تو یسوع صاحب خود اپنی اِس بے معنی متناقض حیثیت سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور اُنکی تعلیم کی ناممکن التعمیل حقیقت خود بخود عیاں ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اپنی اصلی حالت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

مسیح ایک نبی تھے جو اسرائیلی گھرانے کی اصلاح کے لیئے آئے تھے۔ اُس گھر کی بکھری ہوئی بھیڑوں کو ایک جا جمع کرنا اُنکا اصلی منصب تھا۔ اسرائیلیوں کی تہذیب نفس۔ اور اُن فریسی علما کے علم کی پردہ دری کرنا اُنکا مقصد تھا۔ جو موسوی شریعت کے سمجھنے اور بیان کرنیوالے ہمہ دان اپنے آپ کو ظاہر کرتے تھے۔ موسوی شریعت ایک قسم کی شریعت انتقام تھی جس کو انہوں نے بُری طرح استعمال کر رکھا تھا۔ اور جناب مسیح اُس شریعت کا مغز بتلانے کے لیئے تشریف لائے تھے۔ آپ نے یہودیوں کو شریعت انتقام کا محل و موقعہ بتلایا اور اِس طرح شریعت کو توڑا نہیں۔ بلکہ پورا کیا۔

پیغمبر مسیح کی حقیقی چہرہ نمائی کے لیئے مجھے شاید زیادہ وضاحت کی ضرورت ہے اور اور اِس وضاحت کے لیئے مجھے اُن حالات کا بھی ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو شریعت موسوی کو وجود میں لانے کا باعث ہوئے۔ غلامی کے بچے (بنی اسرائیل) نہ صرف جسمانی بلکہ اخلاقی نجات کی بھی ضرورت رکھتے تھے۔ پُشتہا پُشت کی غلامی نے اُنکے تمام اخلاق ہلاک کر چھوڑے تھے۔ وہ بالکل کینہ صفت۔ مایوسی کا پُتلا اور بزدلی کی تصویر تھے۔ بحیرۂ قلزم (یا رود نیل) کے عبور کرنے نے انہیں مصری فرعونوں کی غلامی سے تو آزاد کر دیا۔ لیکن اُن کا یہ فعل اُنہیں غلامانہ عادات کی غلامی سے آزاد نہیں کر سکتا تھا۔ اُن کی اِس نجات کے لیئے قانون انتقام کی ضرورت تھی۔ "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" ہی ایک طریق زندگی تھا۔ جو مردہ اور مرجھائی ہوئے جوش کے روح کی نجات کا موجب ہو سکتا تھا۔ چنانچہ یہ قانون اُنہیں تعلیم کیا گیا۔ اور

مفید ثابت ہوا۔ اس قانون کی طفیل ۔ غلامی کے فرزند ۔ ہی چند نسلوں میں ۔ فاتح اور حکمران بن گئے ۔ پھر ایک وقت آیا اور اِس قانون کی بداستعمالی شروع ہوگئی ۔ وہ لوگ حقیقت شریعت سے الگ ہو کر الفاظ پرست بن گئے ۔ انہوں نے مغز چھوڑ کر پوست پر زور دیا ۔ وہ قانون انتقام کی لفظی پابندی پر اسقدر مُصر ہوئے کہ ایک مدّت کے بعد وہ خود انتقام کا مجسمہ بن گئے ۔ ایک وقت اُن میں غلامانہ حلم تھا ۔ اور اب وہ مجسم غضب ہوگئے جب اُنکی نفرت مشتعل ہوتی ۔ تو پھر اُس کا کوئی اندازہ اور پیمانہ نہ رہتا تھا ۔ اس طرح وہ اخلاقاً گر گئے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے دنیوی زوال بھی دیکھ لیا ۔ اُنپر غیر اقوام حاکم ہوگئیں وہ پھر روئے اور دست بدعا ہوئے اور غیروں کی حکومت سے نجات کے خواستگار ہوئے ۔ اُن کو پھر ایک نجات دہندہ کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ یہوواہ کی جناب میں وہ اپنے انبیائ کے ذریعہ ملتجی ہوئے اور ایک منجی کا انہیں وعدہ ملا مسیح موعود آگیا ۔ اور اُن کی نجات کی کلید بھی لایا ۔ لیکن انہوں نے اُس کے مشن کی حقیقت نہ سمجھی اُنکی گذشتہ تاریخ اُن کے لیئے ایک عمدہ سبق تھی ۔ لیکن وہ خود غرضی اور نفس پرستی میں کچھ ایسے منہمک تھے کہ وہ گذشتہ حالات سے سبق آموز نہ ہوئے ۔ انکو سمجھنا چاہیئے تھا کہ اگر اُنکی نجات اولی شریعت کی اطاعت پر ہی منحصر تھی تو اُن کی نجات ثانی بھی شریعت کی پابندی پر ہی مبنی تھی اگر انکو غلامانہ عادت سے نکالنے کے لیئے شریعت انتقام کی ضرورت تھی ۔ اور یہ حالت اُنکے فاتح اور حکمران ہونیکے لیئے بطور مقدمہ تھی ۔ تو اب وہ چونکہ غضب و نفرت کی غلامی میں تھے تو اِس حالت سے نجات دینے کے لیئے اُنہیں شریعت رحم کی ازبس حاجت تھی اور یہ امر بھی ضروری تھا پیش ازیں کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی حیثیت کو پھر حاصل کرلیں ۔ اسرائیلی گھرانے کے منجی نے نہ صرف اُنکی نبض شناسی ہی کی بلکہ اُنکی مرض کے لیئے اس نے صحیح دوائی بھی تجویز کی جب اُس نے کہا ۔ تم نے تو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت ۔ لیکن مَیں تم کو کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو ۔ اور جو تمھاری داہنی گال پر طمانچہ مارے ۔ اُس کے آگے بائیں گال بھی پھیر دو ۔ اور اگر کوئی آدمی تمھیں عدالت میں کھینچے ۔ اور تمھارا کوٹ لیجاوے تو

تم اپنا چغہ بھی اُس کو دیدو - اور جو تمھیں ایک میل لیجانا چاہے اُسکے ہمراہ دو میل چلے جاؤ۔ یہ تعلیم دنیا نے بے شک ناممکن التعمیل سمجھی - دنیا کا تمدن اور اُس کی عامہ بہبودی خواہ اس تعلیم کے مناسب حال نہ ہو - لیکن یہی نئی انجیل تھی اور اسی میں اُنکی نجات تھی جو نفرت اور غضب کے غلام تھے - یہی شریعت رحم جو کوہ زیتون سے آئی - نئی بشارت اور نیا عہد تھا اور نہ کہ وہ مفروضہ عقائد جو پولوس نے بعد میں تلقین کیئے اس شریعت پر کامل ایمان اور اس پر عمل پراگندہ گھرانے کی نجات کا موجب ہو جاتا - نہ کہ اسکے معلم کا خون جو اس تعلیم کے لیئے شہادت تک پہنچا - لیکن - "اپنے دشمنوں سے نفرت کرو" جنکا شعار ہو - اُنکو جو یہ تعلیم دے - کہ "اپنے دشمنوں سے پیار کرو - اُنکے لیئے برکت ڈھونڈھو - انپر لعنت نہ کرو - اُنسے نیکی کرو جو تم سے نفرت کرتے ہیں" اُسے وہ کب قبول کرتے کہ وہ تخت داؤد کا وارث ہو گیا اُنکی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس لادے گا -

افسوس تو یہ ہے کہ یسوع - دوست دشمن دونوں کی طرف سے بدقسمت رہا - کسی نے بھی اُس عہد کو نہ سمجھا جس کی تجدید اُس نے کی - دونوں ہی سلطنت کے خواہاں رہے - آخر الذکر جب مایوس ہوگئے تو اُس کے جانی دشمن بنگئے اور انہوں نے اُسکا پیچھا اسی وقت چھوڑا - جب اُسے صلیب پر دیکھا - اول الذکر کسی قدر زیادہ امیدیں رکھتے تھے - وہ آخری دم تک اُس وقت کو دیکھتے رہے جب اُنکے بیٹے خداوند کے ساتھ تخت سلطنت پر بیٹھینگے لیکن نہ دوست نہ دشمن کسی نے اُس کی تعلیم کو نہ سمجھا - یسوع خود شریعت اور عمل شریعت پر مضبوط ایمان رکھتا تھا - وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ دنیا اور دنیا کی سلطنت اُنکے پیچھے جایا کرتی ہے جو اعلٰی اخلاق رکھتے اور جذبات پر قابو پانا جانتے ہیں - وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کوئی قوم جو دوسری قوم پر غالب آخر کار آجاتی ہے تو حربی تعلیم اور حربی آلات کے رکھنے سے نہیں بلکہ خاص قسم کے اخلاق پیدا کرنے اور اُنکی تربیت سے یہ امر حاصل ہو جایا کرتا ہے - اور وہ خوب سمجھتا تھا - کہ مطلوبہ اخلاق و کردار خاص شرائع پر ایمان رکھنے اور اسپر عمل کرنے سے پیدا ہوا کرتے ہیں - بالمقابل جن اسرائیلیوں کے ابھارنے کے لیئے وہ آیا تھا اُنکی کمزوریوں اور نقصوں سے وہ آگاہ تھا - اور جو شریعت الٰہیٰ اغراض کے لیئے اوس پر نازل ہوئی وہ وہ تھی جسکا انکشاف

اُسکے خطبہ کوہ زیتون میں ہوا۔یہی وہ نئی انجیل تھی۔اور یہی وہ نیا عہد نامہ تھا۔جس میں کھوئے ہوئے گھرانے کی نجات تھی۔اور جس کے قائم کرنے کے لیئے وہ صلیب تک پہنچا۔ نہ کہ اُسکے شہید ہونے پر۔ جیسے کہ بعد میں یقین کیا گیا۔ اس تجدید ادہ شریعت پر اُس قوم کی نجات تھی۔لیکن قوم نے قبول نہ کیا۔اور ایسی گری کہ ہمیشہ کے لیئے پھر اُبھر نہ سکی۔

بدقسمتی سے یسوع کی اصلی حیثیت اور اس کی تعلیم کی حقیقت جو ایک ایسے دل کے لیئے جو ابتدائی تعصبات سے معرا ہے۔تو بالکل صاف ہے۔لیکن اس کے پیروؤں کے لیئے ہمیشہ ایک راز سربستہ رہی ہے۔یسوع کو اگر آپ بطور ایک نبی یا معلم یا خدا کا مقدس رسول تسلیم کرلیں۔جو پراگندہ بھیڑوں کو جمع کرنے آیا۔ اور اُس گھرانے کو اُس کی کھوئی ہوئی عظمت واپس دلانے کے لیئے آیا جو مغضوب الٰہی تھا۔اور اس غرض کے لیئے اُس نے انہیں وہ اخلاق تعلیم کیئے جو مکان و زمان کی موجودہ ضروریات کے مناسب حال تھے۔تو یہ سارے کا سارا راز سربستہ کُھل جاتا ہے۔اور ہر ایک کے دلمیں اُس کی وہ عزت و عظمت پیدا ہو جاتی ہے جو دنیا کے ایک عظیم الشان معلم اور صداقت کے شہید کی ہونی چاہیئے۔ لیکن اُسے اگر خدا سمجھکر دیکھا جاوے تو پھر لاینحل مشکلات کا سامنا ہے۔اُسکی تعلیم کو آپ اُن واقعات کی روشنی میں پڑھیں جو مینے اوپر بیان کیئے ہیں تو وہ جو محال اور ناممکن التعمیل امر نظر آتا ہے۔ وہ ممکن اور ضرورت حقہ اور زمانی مکانی اور مخاطب قوم کی ضروریات کے مناسب حال امر ہو جاتا ہے۔لیکن یہ خیال کرنا کہ چونکہ یہ تعلیم عامۃ الناس کے لیئے ناممکن التعمیل ہے اور آجکل کے دل و دماغ اِسے قابل توجہ نہیں سمجھتے اس لیئے ضرور ہے کہ اُلوہیت کے عنصر یہ اپنے اندر رکھتی ہوگی۔ ایسا خیال کرلینا توصرف تمدن و وضع قوانین کے اصول انکی ترقی اور اُنکی ارتقائی حقیقت سے عدم واقفیت کا اظہار ہے۔

یسوع کے اخلاق کے دو پہلوؤں یعنی ربانی اور انسانی پہلوؤں میں سے انسانی پہلو پر ضروری حدود کے متقاضی۔ مینے بحث کردی ہے۔ لیکن دوسرے عنوان پر ابھی مجھے بہت کچھ کہنا باقی ہے۔ مسیح کی آمد سے پہلے بھی خدا اور خدا کی صفات کے مفہوم سے دنیا خالی نہ تھی

اور یہ مفہوم دو طریق پر دنیا کو حاصل ہو چکا تھا۔ بذریعہ الہام الٰہی۔ اور بذریعہ صحیفہ قدرت۔ اور ان ہر دو شہادتوں سے دنیا نے قادر مطلق خدا کو کل طاقتوں اور قدرتوں کا مالک خدا سمجھا ہُوا تھا۔ دنیا کا ایمان تھا کہ خدا مغلوب یا مفتوح نہیں بلکہ فاتح اور غالب ہُوا کرتا ہے وہ اپنے دشمنوں سے ہلاک نہیں ہوتا بلکہ انکا ہلاک کرنیوالا ہوتا ہے۔ لیکن مشکل تو یہ پڑی ہے کہ ہمیں جو کچھ مریم کے بیٹے میں نظر آتا ہے اُس سے ہمارے مدتوں سے دلوں میں جاگزین علوم تربیت والے اُس خیال کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ جو ہم نے خدا کی حیثیت کا قائم کر رکھا ہے خدا خود انسان کی شکل میں آوے۔ اور یہودی اُسے گرفتار کریں اور باندھیں۔ کُل کائنات کا مالک خدا۔ اور یہودیوں سے چھپتا پھرے اور جب کبھی اپنی جان کے برخلاف یہودی منصوبہ سے واقف ہو۔ خائف اور ہراساں ہو جاوے۔ حالانکہ یہ وہ جان ہے جسکو وہ بخوشی خود قربان کرنے کے لیئے آیا تھا۔ اُسکو دھپڑ پڑیں اور گالیاں دیجاویں۔ غلیظ مذاق۔ اور دل خراش ٹھٹھوں کا زیر مشق بنایا جاوے اور گو اُسے انکار ہی ہو لیکن منشا کے خلاف موت کا پیالہ پینے پر مجبور کیا جاوے کیا وہ یہودی منصوبہ سے واقف ہو کر جان چھپاتا نہ تھا۔ ہاں بیشک یسوع میں انسانی جوہر تھا شاید یہ خوف اسلیئے ہوگا۔ لیکن جب وہ پھر جی اُٹھا تھا۔ اور جس موت کا خطرہ تھا اُسپر وہ غالب آچکا تھا اور آسمانی زندگی پا چکا تھا۔ تو پھر کیا وجہ رہی تھی کہ وہ جان چھپاتا پھرا اور ڈرتا رہا۔ یہ چند ایک باتیں ہیں جو ایک مشرقی دل و دماغ کو خدا کے متعلق نہیں سمجھ آسکتیں پر تاہم ان امور کی ایک توجیہ تو ہو سکتی ہے۔ خدا کے اخلاق میں سے ایک خلق صبر بھی ہے۔ اس کا اظہار ہونا ضروری تھا۔ اور خداوند میں اس خلق صبر نے کامل طور پر ظہور پایا۔ میں اس بات کو تو مانتا ہوں کہ خدا ضرور صبور ہے۔ ہمیں دنیا میں الٰہی حلم ضرور نظر آتا ہے جب بعض وقت شرارت غلبہ پاتی نظر آتی ہے۔ گناہ مستولی ہو جاتا ہے۔ اور بدی حکومت کرنے لگ جاتی ہے۔ لیکن ہمیں ساتھ ہی خدا کا ہاتھ بھی نظر آجاتا ہے جب آخر کار بدی اور شرارت کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ یہ تو اس آخری غلبہ الٰہیہ کی بنا پر ہے کہ جس سے پہلے گناہ اور بدی کے مقابل ماسبق خاموشی ایک مدبرانہ صبر نظر آتی ہے اور ربانی روشنی کے ساتھ چمک اُٹھتی ہے۔ وإلا اگر آخر پر غلبہ الٰہی نہ ہو تو پھر تو ہر ایک بیچارہ و بے کس مخلوق کو

مصائب سہنے کے وقت خدا کا ہی مظہر ماننا پڑیگا۔ یہی وہ بات ہے جو ہمیں ہر قوم کے مقدس لٹریچر میں نظر آتی ہے۔ یہی وہ بات ہے جو بعض وقت ہمیں بت پرستوں اور یہاں کے قدیمی مذہب ڈروڈازم میں بھی نظر آتی ہے۔ اور تو اور یہ بے زبان کائنات بھی اسی صداقت پر مُہر شہادت لگاتی ہے۔ بعض وقت مضر صحت مواد کثرت کے ساتھ اس لیئے جمع ہوجاتا ہے کہ آخرکار سب پر غالب آنیوالی قوت نامیہ اُس مواد کو قطعاً ہلاک کردے۔ یہ تو مانا کہ یسوع میں خدا نے اپنے صبر اور تحمل کو دکھلایا۔ لیکن اُس کی اوصاف میں جو نہ ہلاک ہونا موجود ہے اُسکی قدرت میں جو دوسروں کو ہلاک کرنا موجود ہے کیا یہ صفات بھی یسوع میں موجود ہیں۔ یسوع کے ماسوا بھی دنیا میں بہت سے صداقت کے جاں نثار پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے سچائی کے لیئے مسیح کی طرح مصائب دیکھے اور مصائب کے وقت مسیح کی طرح صبر دکھلایا۔ کیا یہ سب کے سب خدا کا مظہر تھے بہرحال کوئی مابہ الامتیاز انسان بشکل انسان اور خدا بشکل انسان میں ہونا چاہیئے۔ خدا کا جلال تو خدا کے دشمنوں کی ہلاکت میں زیادہ ظاہر ہوسکتا ہے نہ کہ خود ہلاکت کے دیکھنے سے اور وہ ہلاکت بھی بد قماش دشمنوں نے جلدی پیدا کردی۔ اگر یسوع کے دشمن یسوع کے ہاتھ سے ہلاکت تک پہنچ جاتے تو خدا کا جلال بھی نجات پاجاتا۔ اور اگر مان لیا جاوے کہ اُسکے دشمن بعد میں ہلاک ہوئے تو اس سے تو کچھ نہیں ثابت ہوتا۔ یسوع کے علاوہ کونسا شہید صداقت ہوا۔ جس کے دشمن ہلاک نہیں ہوئے۔ کسی صادق کے دشمن کبھی بھی مدتوں تک نہ رہے۔ اور آخرکار اُنکی ذلت ہوئی اور صداقت ہر حالت میں غلبہ پاگئی۔ مغربی فاضل الٰہیات کے مقابل غالباً ہندو حکما کا مفہوم الوہیت شاید بہت بلند وارفع تھا۔ اگر خداوند نے چرنی دکھ لی) میں ایک دفعہ پیدائش لی تو نصف درجن سے زیادہ دفعہ خداوند برہمنوں کی سرزمین میں پیدا ہوا۔ لیکن وہاں اُس کی پیدائش اُن علوم مرتبت والے حالات کے ماتحت تھی جو خدا ذوالجلال کی شان کے شایاں تھی۔ یہ تو درست ہے کہ دونوں جگہ غلبہ محبت کے باعث خدا نے پیدائش لی۔ لیکن وہ ہندوستان میں تو شریروں اور ناراستبازوں کو ہلاک کرنے اور

اُنکو ہلاک کرکے اپنی سلطنت کو قائم کرنے آیا - اور گلیل کے کوچوں میں وہ اُنکے مقابل ایک عاجز شکار بنکر آیا - فطرۃً اُس کی پہلی حالت زیادہ تر قابل ترجیح - اور اُس کی عزت وجلال کے مناسب شان ہے لیکن اس سے بھی چشم پوشی نہیں ہوسکتی کہ خدا میں نرم اخلاق بھی موجود ہیں۔ میرے نزدیک تو اُسکے دونوں ظہور کیا ہندوستان میں اور کیا بیت اللحم میں - ہر دو جگہ ناقص اور نامکمل ہیں - اُس کا کامل ظہور تو اُس وقت ہوگا جب اُسکے سارے اخلاق جمع ہوجاویں - مثلاً اُس کا ظہور ایسے وقت ہو جب معصیت اور گناہ بدرجہ اتم پہنچا ہو - وہ ایسے وقت مسیح کی طرح نہایت ہی عاجز اور مسکین حالت میں ظاہر ہو - وہ صداقت کی حمایت میں کرشن کی طرح جنگ کرے اور رامچندر کی طرح آخر کار مظفر و منصور ہو - اور اگر خدا نے انسان میں ظہور کرنا ہی ہو تو یہ وہ حالات ہیں جو اُس کے شامل حال ہونے چاہییں - اور اگر یہ امر احاطہ امکان میں آسکتا ہے کہ خدا انسان میں ظاہر ہو تو پھر یہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہے اور نہ کوئی اور معزز رکن انبیاءؑ کی شریف اور مبارک جماعت کا جو ان تمام ضروریات کو اپنے ساتھ پورا کردیتا ہے ؏ (باقی آیندہ انشاءاللہ تعالےٰ)

آریہ سماج کی موجودہ حالت کا فوٹو
ایک دل جلے آریہ کی قلم سے

(منقول از بھارت - مطبوعہ ۲۴ - جنوری سنہ ۱۹۱۳ء)

ع - کلیجے تھام لو - اب دل جلے فریاد کرتے ہیں ؏

جو نظارہ آجکل آریہ سرکل میں دکھائی دیتا ہے - وہ اس خیال کو یاد دلاتا ہے - کہ یا تو ہم آریہ لوگوں پر ویدک سنسکاروں کا اثر نہیں ہوسکتا یا ویدپوتر کا ہی اثر زایل ہوچکا ہے* - کہ وید وید کہتے ہوئے بھی دھوکے کی ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلا جا رہا ہے - ...... اب آریہ سماج کا کیا حال ہے - پارٹیاں بنی ہوئی ہیں - دو چار اِدھر دو چار اُدھر جمع ہوکر لوگ آریہ سماج کی موت پیدا کر رہے ہیں - استیہ کی بندوقیں کسی ہوئی ہیں - ایک دوسرے پر وار شروع کردیئے گئے ہیں ..... واہ رے دھرم اور واہ رے ہمارے چوٹی کے پرچارکو ان باتوں سے خوب ویدوں کا پرچار ہوگا - آریہ سماج مکہ میں قائم ہوگا اوم کا جھنڈا مدینہ میں لہرائیگا

* دوسری بات ہماری رائے میں درست معلوم ہوتی ہے - ایڈیٹر

اور تم دہلی کی شاہی مسجد میں اور روما کے عیسائی چرچ میں اپنا ہون کنڈ بناؤ گے اور سب کے سب ملکر وہاں ہون کرو گے ... میں کہونگا اور زور سے کہونگا کہ اسوقت آریہ سماج کے برخلاف لوگوں کے دلوں میں ایک سخت نفرت کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ لوگ آریہ سماج کو برملا بچوں کا کھیل کہتے ہیں۔ اور ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور میں سچ کہتا ہوں کہ لیڈروں کی یہ سردمہری جسکا اظہار اسوقت ہو رہا ہے۔ ہمارے دلوں سے انکی عزت کو کم کر رہی ہے آریہ سماج کو بڑی سے بڑی مخالفت نے بھی جو نقصان نہیں پہنچایا تھا وہ اب آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈروں کی سردمہری پہنچا رہی ہے۔ کہا تو یہ جاتا تھا کہ وید بھگوان کی تعلیم متبرک بنانیوالی ہے قرآن شریف✝ وغیرہ ان پستکوں کی تعلیم جہادی ہے۔ غضب ہے کہ وید بھگوان کو ماننے والے لوگ اور سچے دل سے ماننے والے جہادی سپرٹ کا اپنے کرتویہ سے اظہار کریں۔ میں بڑے غور کے ساتھ آجکل آریہ سماج اور اسکے جھگڑے کو مطالعہ کر رہا ہوں افسوس کہ آریوں کی عالی حوصلگی اُن کا سادھرم ویدک سچائی ان سب سے عنقا ہوگئی ہے یہ سب کر پا ہمارے مانے ہوئے چوٹی کے بزرگوں کی ہے۔ یہ جنگ اُنکے درمیان ہے۔ جنھوں نے ہمارے سامنے ویدک معیار رکھنا ہے۔ اپنے چلن سے ویدک سچائی کو گرہن کروانا ہے۔ اسحالت میں اگر کوئی غیر آریہ سماج میں آوے تو کیونکر اور کیا دیکھ کر آوے کیا ہماری یہ خانہ جنگی اسکی کشش کا باعث ہوسکتی ہے؟ ہمارے سامنے جو آورش رکھا جا رہا ہے وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے؟ نہیں نہیں اور ہرگز نہیں۔ اسلیئے میں آریہ پرشوں سے کہونگا کہ کرپا کر کے عام دعوت کو اسوقت تک بند رکھو۔ جبتک آپ خود آپس ہی نہیں نپٹ لیتے .... وید منتر پڑھ پڑھ کر ہمیں دھوکے میں نہ ڈالو پہلے اپنے آتما کو تو دیکھو۔ اے آریہ خیالات کا دم بھرنیوالو۔ اور ہماری رہبری کے خواہش مندو۔ دیکھو کسقدر میل تمھارے اپنے ہردہ میں موجود ہے۔ کپٹ اور چھل نے تمھاری آنکھیں بند کر دی ہیں اور آپ سچ کہنے سے خوف کھاتے ہیں۔ اے بزرگو اور آریہ نوجوانو کب تک یہ نظارہ دیکھتے رہو گے۔ اس جنگ کا تو خاتمہ مشکل ہے.... کیا آپ اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر آریہ سماج کا خون ہوتا دیکھو گے اور کچھ نہ کہو گے؟ آریہ ویرو اگر سچ مچ آپکا خون اسقدر سرد ہوگیا ہے تو آریہ سماج پر کرپا کرو اسے اسکے حال پر چھوڑ دو اور اپنی شرارتوں سے اسے موت کے کنارہ تک نہ پہنچاؤ.... آریہ پرشو! ذرا سوچو تو سہی کیا ہمارا موجودہ کام قابل تسلی ہے.... نہیں اور ہرگز نہیں۔ اگر ہم نے ¼ شانتی پھیلائی ہے تو ¾ اشانتی کے

✝ ہم یہ دیکھکر نہایت خوش ہوئے کہ بھارت کے آریہ نامہ نگار نے ہماری کتاب کا نام ادب سے لیا ہے۔ ایڈیٹر

بھی ہم ذمہ وار ہیں۔ جمع اور تفریق کے طالب علم یہ جان سکتے ہیں۔ کہ ہمارا پرچار صرف اشانتی ہی اشانتی باقی رہ جاتا ہے۔ اگر ہم آج سے دس پندرہ سال پیچھے جاویں۔ تو وہاں بھی ہم کو یہی نظارہ چھلانگیں مارتا ہوا دکھائی دیگا۔ کہ فلاں پردھان فلاں دھرماتما اور فلاں لیڈر جو ویدک دھرم کے خیالات کا دم بھرتے ہیں۔ آپسمیں الجھے پڑے ہیں۔ شوک ہمیں دھوکا دیا جا رہا ہے کہ ویدک دھرم کو پھیلنے کے لیئے راستہ صاف ہو رہا ہے۔ مگر ذاتی رنجشوں کے سوا ہوا اور کچھ بھی نہیں.... ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہمارا دھن وید پرچار میں صرف ہوگا لیکن یہ خرچ کیا جا رہا ہے فضول لڑائی جھگڑوں میں افسوس۔ اعلیٰ کیریکٹر کا دم بھرنیوالے صرف اعلیٰ خیالات ہی خیالات کو دکھلا سکتے ہیں۔ مگر کرتویہ کا انکے پاس نام و نشان بھی نہیں۔ آریہ سماج کا خون ہو رہا ہے۔ اور کسی کے دل میں خیال بھی پیدا نہیں ہوتا اگر آریہ بزرگ اس موجودہ جنگ کو برا سمجھتے تو کئی دن پہلے سے اس کا خاتمہ ہوگیا ہوتا۔ اور ایسا ہوتا کہ پھر کبھی کوئی پبلک روپیہ کو اس بیدردی کے ساتھ ضائع نہ کرسکتا۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ ہم ایک ایسی بات کے لیئے لڑتے ہیں۔ جسکے لیئے خاموش رہنا ہمارا کرتویہ ہے.... پراچین آریہ لوگوں میں دھرم کے لیئے پالیسی بنی تھی۔ مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ چالوں سے ایک دوسرے کو زک پہنچانے کی کوشش کیجارہی ہے.... اے آریہ سماج کے پرچار کا بیڑا اٹھانیوالو میں آپسے نویدن کرتا ہوں کہ آریہ لوگوں کے ہاتھ میں گندا لٹریچر نہ دو۔ انکے خیالات کو پراگندہ نہ کرو... اے بزرگو اور پرجوش آریہ نوجوانو.... ثابت کردو دنیا کے لوگوں پر کہ تم ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے نہیں ہو کہ جو دھرم کا نام لے کر ادھرم کرتے ہیں۔ اور دھرم کا ناش کرتے ہیں۔ آریہ نوجوانو... تمھاری آنکھوں کے سامنے آریہ دھرم! ویدک دھرم کا خون کیا جا رہا ہے.... اگر آپ اپنے کندھوں میں اسقدر طاقت نہیں سمجھتے کہ جو آریہ سماج کے پوتر اور مہان کام کو سہار سکیں تو اسے آہستہ سے زمین پر رکھدو۔ اپنی شیخی میں آکر اسے اس طرح نہ اٹھاؤ کہ ایک دفعہ زمین پر مارکر چکنا چور کردو ؁

نوٹ: اس بیان میں ایک صاف گو آریہ مندرجہ ذیل امور کی صدق دل سے شہادت دیتا ہے:
(۱) آریہ سماجیوں نے اسوقت تک بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ پہنچایا ہے (۲)

آریہ سماج کے لیڈروں کا چلن اُنکے قول کے مطابق نہیں۔ آریہ سماج میں سخت تفرقہ اور پھوٹ ہے پارٹیاں بنی ہوئی ہیں دو چار اُدھر دو چار اِدھر سینو نہیں کپٹ اور چالبازی ہے۔ دلوں میں میل ہے دھرم کے نام پر ادھرم کرتے ہیں۔ صرف خیالات ہی خیالات لوگوں کو دکھلا سکتے ہیں عمل کا نام و نشان نہیں۔ (۳) آریہ سماج کی خانہ جنگی آج سے نہیں بلکہ عرصہ دراز سے چلی آتی ہے۔ (۴) آریہ سماجیوں میں جہادی سپرٹ موجزن ہے۔ (۵) آریہ سماج کے بعض ممبر اپنی شرارتوں سے آریہ سماج کو موت کے کنارہ تک پہنچا رہے ہیں۔ (۶) لوگ آریہ سماج کو اب نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہیں اور اسکو بازیچہ اطفال سمجھنے لگ گئے ہیں۔ (۷) لیڈروں کی عزت دلوں میں سے نکلتی جاتی ہے۔ (۸) آریہ سماج کو پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اُسکے بعد دوسروں کو شُدھ کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ (۹) گند لٹریچر پھیلایا جاتا ہے (۱۰) افسوس ہے کہ وید منتر پڑھ پڑھ کر ہمیں دھوکہ دیا جاتا رہا ؛

ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اول۔ دیانند اپنی قوم پر کوئی نیک اخلاقی اثر ڈال نہیں سکا۔ دوم۔ ان حالات کے ماتحت آریہ سماج کی موت قریب ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ؛

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء

صیغہ تعلیم:۔ اس ماہ کے اخیر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہاکی۔ فٹ بال اور رسہ کشی کی ٹیم ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ پر گورداسپور بھیجی گئی جو خدا کے فضل سے اس ضلع کی جملہ ٹیموں پر کامیابی حاصل کرکے اوّل نمبر پر رہی۔ الحمد للّٰہ ؛ چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے مدرسہ میں کام کررہے ہیں۔ عملہ میں پہلے سے ترقی ہے۔ تعداد طلباء ہائی سکول ۳۵۹۔ بورڈران ۶۲ طلباء گرلز سکول ۷۵ شاخ تاونڈی ۶۹ اور تعداد سرکاری وظیفہ خواران ۸ ہے۔ گرلز سکول میں بیس روپے ماہوار کی دوسری اُستانی رکھی گئی ہے ؛

اشاعت اسلام:۔ ریویو انگریزی میں ۱۲ کی ریویو اُردو میں ۲۶ کی کمی ہوئی۔ وجہ یہ ہے کہ تمام خریداران کے نام رسالہ وی پی کیا گیا تھا۔ جن میں سے بعض نے پرچہ واپس کرکے

بند کرا دیا ؛

صیغہ مقبرہ بہشتی :- اس ماہ میں مندرجہ ذیل موصی دفن مقبرہ ہوئے۔ مسمات کنیز فاطمہ ہمشیرہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ میاں محمد الدین صاحب ساکن چک علی ضلع گجرات۔ نو نئی وصایا اس ماہ آئیں۔ اور مندرجہ ذیل بڑی رقوم بحساب وصیت پہنچی ہیں۔ مہر گجن صاحب ساکن ڈوگری ضلع سیالکوٹ صہ - میاں نجم الدین صاحب قادیان للعہ/۲ - میاں نور دین صاحب کنجاہ ضلع گجرات ہے/۸ - بابو عبدالرحمن صاحب شملہ لعہ - بابا عبداللہ ہرسیا نوالہ عہ -

شفاخانہ :- اس ماہ مریض ۱۴۰۶ آئے۔ انہیں نئے مریض ۵۶۰ تھے بائیز اپریشن پندرہ ہوئے۔

دفتر محاسب :- آمد ماہ جنوری ۱۹۱۳ء ۱۹۶۱۰-۴-۷ اور خرچ ۱۸۹۵۲-۰-۶ ہوا۔ آمد میں پندرہ ہزار کی رقم سرکاری گرانٹ کی ہے۔ جو گورنمنٹ سے عمارت مدرسہ کی امداد کے لیئے موصول ہوئی۔ والّا چندوں وغیرہ کی آمد اس ماہ بہت کم ہوئی ہے۔ اور خرچ زیادہ ہے علی الخصوص چندہ عمارت کی آمد بہت کم ہے اور بالمقابل صرف تعمیر مدرسہ کے کام کے لیئے گیارہ ہزار چار سو روپیہ خزانہ سے دیا گیا ہے۔ لنگر خانہ پھر مقروض ہو گیا ہے۔ اور یتامیٰ کی مد میں بھی بہت کم آمد ہوئی ہے اسلیئے احباب کی توجہ اس طرف مبذول کیجاتی ہے کہ وصولی چندہ کی طرف خاص کوشش سے کام لیں چونکہ تعمیر مدرسہ کا کام بڑے زور سے جاری ہے چھتوں پر گرڈر پڑ چکے ہیں۔ اسلیئے چندہ تعمیر کیلیئے جو وعدے کیئے گئے ہیں انکا ایفا فرما دیں۔ اور روپیہ وصول کرکے بھجوائیں تا ساٹھ ہزار کے خرچ کا سرٹیفکیٹ پیش کرکے بقیہ پندرہ ہزار کی رقم ۳۱- مارچ سے پہلے پہلے گورنمنٹ سے لیجا سکے۔

ایام جلسہ میں شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر وزیر آباد نے اپنی جیب خاص سے مبلغ پانسو روپیہ چندہ تعمیر میں عطا فرمایا۔ جزاہُ اللہ خیراً -

دفتر سکرٹری :- فرش مسجد نور و مسجد اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ میں وضو کرنے کیلیئے حوض تیار ہونے والے ہیں اس صدقہ جاریہ میں حصہ لینے والے احباب سبقت لے جائیں۔

رپورٹ سالانہ و روئداد جلسہ سالانہ علیحدہ علیحدہ چھپنی تجویز ہوئی ہے رپورٹ حسب معمول مفت شائع ہو گی۔ روئداد تھوڑی سی قیمت پر احباب درخواستیں بھیجدیں خصوصاً انجمنوں کے سکرٹری صاحبان مقامی ضروریات کے فنڈ سے حسب ضرورت کاپیاں منگا کر مفت تقسیم کریں۔

نومسلموں وغیرہ کی تعلیم کے لیئے ایک مدرس رکھا گیا ہے۔ اور اپریل سنہ ۱۹۱۳ع سے درزیخانہ
کی صنعتی شاخ کھولی جاوے گی۔ جہاں یتامیٰ مساکین کو یا اور جو کوئی چاہے کام سکھایا جاویگا۔

چونکہ چندہ تعمیر کی وصولی کی رفتار بہت دھیمی تھی اور مارچ سے پہلے پہلے پندرہ ہزار روپیہ
گورنمنٹ عالیہ سے لینے کے لیئے ضروری تھا کہ ساٹھ ہزار روپے کا خرچ دکھایا جاوے اس لیئے
ذیل کا سرکلر بخدمت سکرٹری صاحبان بھیجا گیا ہے۔ بغرض اطلاع خاص و عام رسالہ ریویو میں
بھی شائع کیا جاتا ہے کہ مہربانی فرماکر بہت جلد توجہ فرماویں۔

سالانہ جلسہ میں جو ہیئت عمارت مدرسہ کی آپ دیکھ چکے ہیں وہی آپ کو اسکی تکمیل کیطرف
توجہ دلانے کے لیئے کافی ہے۔ عظیم الشان کام ہمیشہ قوموں کے غیر معمولی عزم و ہمت سے ہوا
کرتے ہیں۔ ہماری چھوٹی سی قوم کے لیئے ایک لاکھ روپے کی عمارت کا ایک سال کے اندر بنا دینا کسقدر
قربانی کو چاہتا ہے۔ اسکا اندازہ اسبات سے ہو سکتا ہے۔ کہ ہماری جماعت میں عملی طور پر جو اپنے
عہد کے مطابق دینی ضرورتوں کو دنیوی ضرورتوں پر مقدم کر کے ہر ضرورت کے وقت چندوں میں
شامل ہوتے ہیں چند ہزار سے زیادہ نہیں ہیں انہی پر ہر قسم کا بوجھ پڑتا ہے۔ گو گنتی میں لاکھوں
کہلاتے ہوں۔ اب اسوقت جسقدر حصہ عمارت کا شروع ہے جسکی تکمیل برسات سے پہلے نہ ہو جانے
میں نہ صرف نقصان کا خطرہ ہے بلکہ ہماری قومی ہمت پر یہ ایک سخت دھبہ ہوگا۔ گورنمنٹ کے تیس ہزار
۲۴۱۵۰-۱۳-۶
کی امداد کے علاوہ قریباً ساٹھ ہزار کی رقم بکار ہے۔ جسمیں سے اخیر دسمبر تک صرف للعہ روپیہ وصول
۱۳-۰
ہوا تھا۔ اور جنوری کا مہینہ اس وجہ سے کہ سالانہ جلسہ پر اکثر احباب چندہ دے گئے تھے قریباً قریباً
خالی گذرا ہے اب بقیہ پینتیس ہزار کی رقم برسات سے پہلے کام کرنیکے لیئے مئی تک وصول ہونی
چاہیئے۔ جس تکلیف کے ساتھ گذشتہ ماہ میں ہم نے کام چلایا ہے۔ اسکی اطلاع دیکر میں آپکے
فکر کو بڑھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ صرف اسقدر التماس ہے کہ آٹھ نو ہزار روپے ماہوار کی
رقم چندہ تعمیر میں آنے کے لیئے کارکن احباب کے لیئے دقت کی اور سب احباب کے لیئے مال کی عظیم الشان
قربانی بکار ہے۔ اپنے دوستوں کو دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد یاد دلائیں یہ وقت ہے کہ ہم سب
اپنی دنیوی ضرورتوں کو ایک وقت کے لیئے پیچھے ڈالکر زیادہ نہیں تو اسقدر فکر اس عمارت کی
تکمیل کے لیئے کریں جسقدر اپنا گھر بنانے کے لیئے کسی کو ہوتا ہے جسے وہ شروع کر چکا ہو۔ جو

جوش اسوقت دل میں ہوتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو جائے اس کام کو پورا کرکے چھوڑونگا- اور وہ پورا بھی ہو جاتا ہے وہی جوش جبتک اسوقت قوم کے سب افراد میں پیدا نہ ہو- مجھے ڈر ہے کہ کہیے نقصان مایہ ودیگر شماتت ہمسایہ کا مقولہ ہم پر صادق نہ آوے گذشتہ مئی سے لیکر اخیر جنوری تک صرف ۶-۵-۲۴۵۵۲ روپے کا چندہ تعمیر بحساب اوسط ۲۷۲۸ ماہنہ ماہوار رقم ہے اب اس کو تگنا یا چوگنا کرنے کے لیئے جماعت کو اپنی ہمت بھی گذشتہ کے مقابلہ میں اسی نسبت سے بڑھانی چاہیئے ہمارے ہندوستان کے احباب نے بالخصوص ابتک کافی توجہ نہیں کی بلکہ بعض جگہ تو مطلقاً نہیں کی خدا کے لیئے وہ غور کریں کہ اگر ضرورت کے وقت انکے مال کام نہیں آئینگے تو پھر وہ کس غرض کے لیئے سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں ایسی شمولیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے حقیقت ہے وہ عملی شمولیت کو چاہتا ہے-

کانفرنس انجمنہائے احمدیہ منعقدہ ۲۶- دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء کی کارروائی منظور کردہ مجلس معتمدین در اجلاس ۱ مورخہ ۱۲- جنوری سنہ ۱۹۱۳ء ذیل میں درج کیجاتی ہے- جو امور قابل تعمیل ہیں ہر احمدی اور پھر خصوصاً ہر انجمن کے پریذیڈنٹ و سکرٹری صاحبان اپنی انجمنوں میں اسے پیش کرکے عملدرآمد کرائیں اور جو کارروائی ہو اس سے دفتر ہذا میں اطلاع فرماویں نمبر ایک کے متعلق کارروائی کی اشاعت سے قبل ہی تعمیل میں سبقت لیجانے والی انجمن احمدیہ سیالکوٹ ہے- جس نے دفتر سکرٹری کو اطلاع دی ہے کہ مدرسہ احمدیہ میں کسی مستحق طالب علم کو [illegible] ماہوار کا باقاعدہ وظیفہ دینا منظور کیا گیا ہے اور یہ وظیفہ ایک طالب علم کے نام جو ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا اور مستحق امداد ہے جاری کر دیا گیا کی رپورٹ مجلس معتمدین میں کیگئی ہے- دیگر وظائف کے متعلق بھی یہ امر ملحوظ رکھا جاویگا کہ اس ضلع کے مستحقین کو دیئے جاویں-

رپورٹ سکرٹری کہ کارروائی کانفرنس انجمنہائے بیرونی منعقدہ ۲۶- دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء بغرض منظوری و اطلاع پیش کیجاتی ہے (۱) بجٹ سنہ ۱۲و۱۳ء پیش ہو کر فیصلہ ہوا کہ (ا) سب انجمنیں اپنے اپنے مقامی چندوں میں سے ایک رقم مدرسہ احمدیہ کے وظائف کیلیئے دیں بہ تجویز سکرٹری صدر انجمن و بتائید میر حامد شاہ صاحب و باتفاق رائے ممبران کانفرنس- (ب) جملہ انجمنہائے احمدیہ کوشش کریں کہ مدرسہ احمدیہ میں اپنے خرچ پر تعلیم پانیوالے لڑکے بھجوائے جاویں- بہ تجویز سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

وبتائید منشی فرزند علی صاحب اتفاق رائے ممبران کانفرنس۔ (ج) جملہ انجمنہائے احمدیہ کو دو پیسے فی روپیہ والی تجویز چندہ پر عملدرآمد کرنے کیلئے از سر نو توجہ دلائی جائے بہ تجویز منشی فرزند علی صاحب وبتائید سکرٹری صدر انجمن احمدیہ و اتفاق رائے ممبران کانفرنس۔ (۲) تجویز میر حامد شاہ صاحب کہ بڑی بڑی انجمنوں میں حساب کے باقاعدہ رکھنے کیلئے کچھ الاؤنس دینا منظور کیا جاوے مع ریزولیوشن مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کہ جن انجمنوں کی سالانہ آمد چندوں کی تین سو روپے سے زیادہ ہو وہاں اڑھائی فیصدی مقدار چندہ تک اس غرض کے لیئے الاؤنس دینے کی اجازت دینا مناسب معلوم ہوتا ہے پیش ہو کر کسیقدر اختلاف رائے کے بعد فیصلہ ہوا کہ اگر کوئی انجمن تحصیل چندہ یا حساب کتاب درست رکھنے کیلئے یہ ضرورت محسوس کرے کہ الاؤنس یا تنخواہ پر کام لے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت دیجانی مناسب ہے۔ بشرطیکہ تین سو روپے سے کم چندہ سالانہ اس انجمن کا نہ ہو اور اڑھائی فی صدی چندہ وصول شدہ سے زیادہ ایسا الاؤنس نہ دیا جاوے نیز یہ بھی فیصلہ ہوا کہ ایسا الاؤنس مقامی چندہ سے دیا جاوے۔ پیش ہو کر قرار پایا کہ اطلاع ہوئی ان ریزولیوشنوں کے مطابق عملدرآمد کیا جاوے۔ امید ہے کہ جملہ احباب علی الخصوص سکرٹری صاحبان جو یہاں کانفرنس میں وعدہ فرما گئے تھے۔ اسکے مطابق کارروائی کرکے جلد اطلاع دینگے۔

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

خطبات نور حصہ دوم یعنی مجموعہ خطبات از حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ ربہ اید۔ خطبہ اس سے قبل شائع ہو چکا ہے۔ اب دوسرے حصہ کو شیخ عبد الحمید صاحب ڈیٹر راجپورہ بھٹنڈہ ریلوے لاہور نے بڑے اہتمام سے باجازت حضرت خلیفۃ المسیح شائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو اس اخلاص کے واسطے جزائے خیر دے اور انکے کام کو بابرکت کرے۔ یہ خطبات میری کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ یہ واقعی اسم بامسمی ہیں۔ اگر ہر روز ایک خطبہ پڑھ لیا جایا کرے تو خدائے تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ پڑھنے والے کو بہت سی بدیوں سے بچنے اور اعمال صالحہ کی توفیق ملے گی۔ قیمت حصہ اول ۸ر حجم ۱۱۲ صفحہ۔ قیمت حصہ دوم ۱۰ر حجم ۲۶۰ صفحہ۔ ہر دو حصوں کی قیمت عہ محمد یامین تاجر کتب قادیان سے مل سکتی ہے۔

احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے یعنی وہ تقریر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو فرمائی۔ اس رسالہ کو حضرت خلیفۃ المسیح نے بہت پسند فرمایا ہے اور علم و عمل کے لیئے اس کے پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ فخر الدین و احمد اللہ باریان قادیان سے بقیمت ار فی کاپی مل سکتا ہے۔

جواب شبہات:۔ یہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک رسالہ کا جواب ہے جسکا نام الخطاب المسیح فی تحقیق المہدی والمسیح اور جو مولوی صاحب موصوف کے خرافات کا مجموعہ ہے۔ یہ جواب حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم میں سے یکر الگ عام اشاعت کے لیئے محمد یمین تاجر کتب قادیان نے شائع کیا ہے ۴۴ صفحے۔ قیمت ۱۰ر چھپوائی اور کاغذ بہت عمدہ ہے۔ عہ ر کے خریدار کو ۱۶ نسخے ملیں گے۔

مجمع الاخوان لاہور:۔ چونکہ عام لوگ ضخیم کتابوں کو کم پڑھتے ہیں اسلیئے لاہور کے احمدی نوجوانوں نے ماہوار ایک ٹریکٹ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے اور یہ ٹریکٹ سلسلہ احمدیہ کی خصوصیات پر خصوصاً اور عام اسلامی مسائل پر عموماً مشتمل ہوا کرینگے چنانچہ اسوقت تک چار نمبر شائع ہو چکے ہیں (۱) معیار الصادق ۱ (۲) معیار الصادق ۲ یہ دونوں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کے دو زبردست خطبات سے اخذ کیئے گئے ہیں۔ (۳) کیا مسیح زندہ ہیں۔ قرآن شریف سے وفات مسیح کا ثبوت از قاضی ظہور الدین اکمل۔ (۴) مریم مرگیا حق کی قسم۔ احادیث اور علمائے سلف کے اقوال سے وفات مسیح کا ثبوت۔ یہ نوجوان تمام احمدیوں کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان ٹریکٹوں کو اصل لاگت پر (۸ر فی سینکڑہ) خرید کر مفت شائع کر کے اس کار خیر میں انکی مدد کریں اور ہندوستان میں ان ٹریکٹوں کو شائع کر کے اُن کے افادہ کو وسیع کریں۔ اس قسم کی اشاعت حضرت خلیفۃ المسیح کا عین منشاء اور آپ کی خوشی کا موجب ہے۔ صاحبان ان نوجوانوں کی اپیل پر توجہ فرمادیں اور مستقل خریدار بن کر اپنے شہروں میں مستقل تبلیغ کی بنیاد ڈالیں۔

بقایا جیبغہ جات یکم فروری ۱۹۱۳ء

تعلیم ۰ — ۲ — ۶۵۷۹

اشاعت ۶ — ۶ — ۵۳۶۲

یتامیٰ ۶ — ۹ — ۲۰۶

تعمیر ۵ — ۱۳ — ۷۹۹۰

مساکین ۵ — ۱۰ — ۱۴۳۸

زکوٰۃ ۹ — ۶ — ۲۹۴۶

مقبرہ ۷ — ۱۲ — ۲۵۵

بورڈران احمدیہ ۹ — ۰ — ۱۱۰

امانت ۹ — ۱۲ — ۳۹۷۵

مستقل فنڈ ۶ — ۲ — ۳۹۱۲

میزان ۲ — ۱۳ — ۳۲۷۷۷

منہاکردہ فاضل ۴ — ۱۰ — ۳۸۰۳

باقی ۱۰ — ۲ — ۲۸۹۷۴

منہاکردہ پیشگی ۰ — ۶ — ۲۰۶۷۸

باقی نزد امین ۱۰ — ۱۲ — ۸۲۹۵

تفصیل فاضل

متفرقات ۱۰ — ۱۰ — ۱۶۰۹

مدرسہ احمدیہ ۱۰ — ۴ — ۶۳۶

بیت المال ۸ — ۱۱ — ۱۱۹۵

بورڈران ہائی ۰ — ۱۵ — ۳۶۱

---

۴ — ۱۰ — ۳۸۰۳

تفصیل پیشگی

تعمیر ۰ — ۶ — ۱۵۹۶۱

اشاعت ۰ — ۰ — ۱۲۰۰

بیت المال ۰ — ۰ — ۸۰۰

مقبرہ ۰ — ۰ — ۲۶۵

تعلیم ۰ — ۰ — ۱۲۸۶

مدرسہ احمدیہ ۰ — ۰ — ۳۰۰

متفرقات ۰ — ۰ — ۸۶۶

---

۰ — ۶ — ۲۰۶۷۸

ناظر
محمد اشرف

محاسب
خلیفہ رشید الدین

اِطلاع:۔ خریداران ریویو کیخدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرما دیں ؛

Reg No L 303

اطلاع - ڈاکٹر ایس - کے برمن کی خوبصورت تصویردار کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۳ع کی متفرق جگہ کے دو دل شریف اور پڑھے لکھے آدمیوں کا نام اور پورا پتہ لکھنے پر بلا قیمت و محصول بھیجی جاتی ہے۔

روغن پیپر منٹ اصلی

پیٹ کا درد - بدہضمی - اور ریاح میں یہ بہت مشہور دوا ہے۔ یہ امریکہ سے منگوایا جاتا ہے ولائیتی پیپرمنٹ سے کہیں بہتر اور مفید ہے قیمت فی شیشی آدھ اونس دس آنہ (۱۰/) محصولڈاک وغیرہ ایک سے چار شیشی تک پانچ آنہ (۵/)

عرق پودینہ اصلی

ہر ایک بچہ دار کو یہ گھر میں رکھنا چاہیے یہ عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے بنایا گیا ہے اس کا رنگ بھی مثل پتی کے ہے اور خوشبو بھی دیتا ہے ڈاکٹر برمن کے صلاح سے دلا یتی نامی دوا فروش نے بنایا ہے پیٹ پھولنا ڈکار آنا۔ بدہضمی۔ پیٹ درد متلی۔ ریاح یہ سب کی علامت دور کرتی ہے قیمت ۸/ خرچ ۵/

ارے دوڑو جلدی دوڑو

جیسے بنے ڈاکٹر برمن کا عرق کافور لے آؤ

جب کسی کو ہیضہ ہوتا ہے اُس کے گھر میں ایسی ہی پکار پڑ جاتی ہے اور گھبرا کر یہی کہتے ہیں۔ اگر پہلے ہی سوچو تو یہ تکلیف کیوں اٹھانا پڑے کیوں نہیں ایک شیشی عرق کافور کی بیکر گھر میں ڈالے رکھتے ہو۔ یہ اصلی کافور ۲۹ برس سے مشہور اور تجربہ کی ہوئی ہیضہ کی انمول دوا ہے گرمی کے دست پیٹ کا درد۔ مروڑ اور متلی کے لیئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے قیمت فی شیشی ۴/ محصولڈاک ایک شیشی سے ۴ تک ۵/

جلاب کی گولیاں

رات کو سوتے وقت دو گولی کھا لینے سے صبح اجابت صاف ہوگا پیٹ میں درد مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے کھانے پینے میں کوئی ممانعت نہیں ہے یہ گولیاں کل بنتی ہیں۔ وزن میں سب برابر ہیں۔ قیمت ۱۶ گولی ڈبیہ ۵/ خرچ ایک سے چھ تک ۵/

درد سر اور ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے اور یہ دوا لحظہ میں درد کو دور کر دیتا ہے درد ریاح جیسے ٹیس چمک ٹیک گوں میں لہر ٹیس کنکنی سی جو کہیں ہو اس سے دور ہوتی ہے اور نیم سر درد کو بھی دور کرتی ہے قیمت ۲ آنکیوں کی شیشی ۶/ محصولڈاک ایک سے ۶ شیشی تک - ۵/

ڈاکٹر ایس - کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر ۔ بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء ۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۱ ہجری

چندہ سالانہ ۔ عام طلباء سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے: تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے قیمت ۵ر

پارہ عم مترجم چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب نہ سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا۔ اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ کے نیچے نہیں آتا۔ اسلیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو با ترجمہ پڑھے اور حفظ کرے۔ اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳ر

قصائد احمدیہ من الامام حجۃ الاسلام حضرت اقدسؑ کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر ابتک آپکے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کرکے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیئے گئے ہیں: قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں اور حمد الٰہی اور نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت اقدسؑ کے دلائل سے پُر ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں یہ کتاب ۱۵۸ صفحہ پر ختم ہوتی ہے قیمت صرف ۶ر: ان ہر سہ کے لیئے درخواستیں دفتر میگزین قادیان میں آنی چاہییں:

رسالہ اسلام بزبان انگریزی مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈیٹر ریویو آف ریلجز۔ اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت احسن پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اسکی خوبی اور تعریف کے لیئے صرف مولوی صاحب کا نام ہی کافی دلیل ہے ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے قیمت ۱ر محصول ڈاک

درخواستیں بنام مینجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہییں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

اختلافاتِ بائبل

(سلسلے کے لیئے دیکھو جلد ۱۲ نمبر ۱)

(۱۰۴) جب اُنہوں نے نگاہ کی تو اُس پتھر کو اُنہوں نے ڈھلکایا ہوا دیکھا.... اور قبر میں جاکر اُنہوں نے ایک جوان کو سفید پوشاک پہنے دہنی طرف بیٹھے ہوئے دیکھا۔ (مرقس ۱۶/۵)

(۱۰۴) اور اُنہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکایا ہوا پایا اور اندر جاکے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی.... اور دیکھو دو شخص چمچماتی پوشاک پہنے اُن کے پاس کھڑے تھے (لوقا ۲۴/۴)

(نوٹ) مسیحی صاحبان فیصلہ کریں کہ ایک شخص تھا یا دو تھے اور بیٹھا تھا یا کھڑے تھے؟

(۱۰۵) پس اے بھائیو یہ تمہیں معلوم ہو جاوے کہ اُسی کے (یسوع) وسیلے تم کو گناہوں کی معافی کی خبر دیجاتی ہے

(اعمال باب ۱۳ ورس ۳۸)

نوٹ. اعمال میں لکھا ہے کہ یسوع کی قربانی سے کل گناہ معاف ہوگئے۔ مگر عملی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ پیدائش میں جس گناہ کا ذکر ہے اُس کی سزا سے ابتک مسیحی قوم کو نجات

(۱۰۵) لیکن وہ جو روح قدس کے حق میں کفر بکے اسکی معافی ہرگز نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ کے عذاب کا سزاوار ہو چکا

(مرقس باب ۳ ورس ۲۹)

اُس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا اور درد سے تو لڑکے جنے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ

حاصل نہیں ہوئی اور نیز مرقس بھی ایک قسم کا گناہ بیان کرتا ہے جو یسوع کی زبانی سے معاف نہیں ہو سکتا۔

تجھ پر حکومت کرے گا۔

(پیدائش باب ۳- ورس ۱۶)

(۱۰۶) وے سب کے سب جو یعقوب کے ساتھ مصر میں آئے اور اُسکے صُلب سے پیدا ہوئے انکے سوا جو یعقوب کے بیٹوں کی جوروان تھیں چھیاسٹھ شخص تھے اور یوسف کے دو بیٹے تھے جو زمین مصر میں پیدا ہوئے سو وے سب جو یعقوب کے گھرانے کے تھے اور مصر میں آئے ستر جانیں تھیں

(پیدائش باب ۴۶- ورس ۲۶-۲۷)

(۱۰۶) تب یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور اُس کے سارے کنبے کو جو پچھتر شخص تھے بلا بھیجا۔

(اعمال ۷- ورس ۱۴)

اور ساری جانیں جو یعقوب کی صُلب سے پیدا ہوئیں ستر تھیں اور یوسف مصر میں تھا

(خروج باب ۱- ورس ۵)

نوٹ۔ یہ عجیب گڑبڑ ہے۔ کیا کوئی مسیحی اس گڑبڑ کو دُور کر کے مختلف بیانوں میں تطابق دکھا سکتا ہے۔

(۱۰۷) سو ساؤل نے ہرکاروں سے یسّی کو کہلا بھیجا کہ اپنے بیٹے داؤد کو جو بھیڑ بکریوں پر مقرر ہے مجھ پاس بھیج

اور داؤد ساؤل پاس آیا اور اُسکے حضور کھڑا ہوا اور اُس نے اُسے بہت پیار کیا سو وہ اُس کا سلح بردار ہوا اور ساؤل نے یسّی کو کہلا بھیجا کہ داؤد کو میرے حضور رہنے دیجئے کہ وہ میرا منظور نظر ہوا ہے

(۱ سموائیل باب ۱۶- ورس ۱۹ اور ۲۱-۲۲)

(۱۰۷) اور ساؤل نے جس وقت داؤد کو فلسطی کے سامنے جاتے دیکھا تو اُس نے لشکر کے سردار ابنیر سے پوچھا اے ابنیر یہ جوان کس کا بیٹا ہے ابنیر بولا اے بادشاہ تیری جان کی قسم مَیں نہیں جانتا تب بادشاہ نے کہا تو تحقیق کر کہ یہ جوان کس کا فرزند ہے۔

(۱ سموائیل باب ۱۷- ورس ۵۵-۵۶)

(١٠٨) جھوٹی گواہی نہ دے

(مرقس باب ١٠- ورس ١٩)

نوٹ۔ اگر مسیح کے شاگردوں سے کوئی شخص پوچھتا کہ یہ شخص کون ہے تو اسوقت مسیح کے شاگرد کیا جواب دیتے؟

(١٠٨) تب اُس نے اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ مَیں یسوع مسیح ہوں

(متی باب ١٦- ورس ٢٠)

(١٠٩) اپنے ماں باپ کی عزت کر

(مرقس باب ١٠- ورس ١٩)

نوٹ۔ غالباً اس کے جواب میں مسیحی صاحبان یہ عذر کرینگے کہ یہ اختلاف تاریخی واقعات یا تعلیم میں نہیں ہے بلکہ یہ مسیح کے قول و فعل میں اختلاف ہے۔ مگر یہ توجیہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح جو تعلیم دوسروں کو دیتا تھا خود اسپر عمل نہیں کرتا تھا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

اتأمرون الناس بالبر و تنسون انفسکم

(١٠٩) جب وہ (یسوع) جماعتوں سے یہ کہہ رہا تھا دیکھو اُس کی (یسوع کی) ماں اور اُس کے بھائی باہر کھڑے اُس سے بات کیا چاہتے تھے تب کسی نے اُس سے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھ سے بات کیا چاہتے ہیں پر اُس نے جواب میں خبر دینے والے سے کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی

(متی باب ١٢- ورس ٤٦ تا ٤٨)

(١١٠) مَیں (یسوع) تم سے سچ کہتا ہوں کہ مَیں انگور کا رس جس دن تک خدا کی بادشاہت میں اُسے نیا نہ پیوں پھر نہ پیونگا۔

(مرقس باب ١٤- ورس ٢٥)

(١١٠) بھلا یہ ہے کہ تو گوشت نہ کھاوے مَے نہ پیوے۔ (رومیوں باب ١٤- ورس ٢١)

نوٹ۔ اس کا جواب شائد مسیحی صاحبان یہ دیں کہ مَے نہ پیوے کا حکم یسوع مسیح کا نہیں بلکہ پولوس کا ہے جو مسیح کی صحبت سے بہرہ مند نہ ہوا تھا اور یسوع کے نزدیک شراب حرام نہ تھا کیونکہ یسوع کا پہلا معجزہ شراب کے بنانے کا تھا اور یہ شراب اُسوقت لوگوں کو پلائی گئی جبکہ وہ پہلے

(۱۱۱) پر اُس نے (یسوع نے) پھر کے پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو تُو میرے لیئے ٹھوکر کا باعث ہے

(متی باب ۱۶- ورس ۲۳.)

(۱۱۱) پطرس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا رسول ہے۔

(۱- پطرس باب. ورس ۱)

(۱۱۲) تب تُو فرعون کو یوں کہیو کہ خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے

(خروج باب ۴- ورس ۲۲)

نوٹ۔ مسیحی صاحبان فیصلہ فرماویں کہ پلوٹھا کون ہے اسرائیل یا افرائیم یا داؤد یا یسوع مسیح؟

(۱۱۲) کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پلوٹھا ہے کیا افرائیم میرا پیارا بیٹا ہے

(یرمیاہ باب ۳۱- ورس ۹- اور ۲۰)

مَیں اُسے (داؤد کو) اپنا پلوٹھا بھی ٹھہراؤں گا

(زبور ۸۹- ورس ۲۷)

(۱۱۳) کیونکہ یہ میرا لہو ہے یعنی نئے عہد کا لہو جو بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لیئے بہایا جاتا

(متی باب ۲۶- ورس ۲۸)

نوٹ- ملاحظہ ہو اختلاف ۱۰۵

(۱۱۳) اُس نے (خدا نے) عورت سے کہا کہ مَیں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا اور درد سے تُو لڑکے جنیگی

(پیدائیش باب ۳- ورس ۱۶)

(۱۱۴) اور مَیں (یسوع) تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے (متی باب ۱۹ ورس ۹)

(۱۱۴) اُس (یسوع) نے اُنہیں کہا جو کوئی جورو کو چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے تو اُس کی نسبت زنا کرتا ہے

(مرقس ۱۰- ورس ۱۱)

نوٹ- متی کہتا ہے کہ زنا کی صورت میں عورت کو طلاق دینا جائز ہے مگر مرقس کہتا ہے کہ جورو کو کسی صورت میں طلاق نہیں دینی چاہیئے- پھر متی کہتا ہے کہ یسوع نے یہ کہا تھا کہ جو شخص طلاق شدہ عورت سے نکاح کرتا ہے وہ زنا کرتا ہے اور مرقس کہتا ہے کہ یسوع نے اسوقت صرف یہ کہا تھا کہ جو طلاق دینے والا مرد کسی دوسری عورت سے نکاح کرتا ہے وہ زنا کرتا ہے۔

(۱۱۵) اور جب تارہ ستر برس کا تھا اُس سے ابرام نحور اور حاراں پیدا ہوئے ..... اور تارہ کی عمر دو سو پانچ برس کی ہوئی تب تارہ حران میں مرگیا۔

(پیدائش باب ۱۱- ورس ۲۶ و ۳۲)

(۱۱۵) اور ابرام جب حران سے روانہ ہوا پچھتر برس کا تھا (پیدائش ۱۲- ورس ۴) تب کھلدیوں کے ملک سے باہر جاکے حاران میں جا رہا وہاں سے اسکے باپ کے مرنیکے بعد اسکو اس ملک میں جس میں تم اب رہتے ہو پہنچایا۔ (اعمال ۷ ورس ۴)

نوٹ۔ پیدائش بابِ ۱۱ ورس ۲۶ و ۳۲ کے رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اپنے باپ تارہ کی وفات کے وقت ۱۳۵ برس کی تھی اور پیدائش ۱۲ ورس ۴ اور اعمال ۷ ورس ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت انکی عمر ۷۵ برس کی تھی گویا ۱۳۵ برس کی عمر میں ابراہیمؑ ابھی صرف ۷۵ برس کے تھے۔

(۱۱۶) اور زمین مصر سے بنی اسرائیل کے نکلنے کے بعد چار سو اسی برس گذرے تھے کہ سلیمان کی سلطنت جو اسرائیل پر تھی اُس کے چوتھے سال زیو کے مہینے جو دوسرا مہینہ سال کا ہے ایسا ہوا کہ اُس نے خداوند کا گھر بنانا شروع کیا۔

(۱ سلاطین ۶ ورس ۱)

(۱۱۶) اور برس چالیس ایک وہ بیابان میں انکو دائی کی طرح لئے پھرا ..... اور بعد اُس کے ساڑھے چار سو برس کے قریب سموئیل نبی تک ان میں قاضی مقرر کیئے اسوقت سے اُنہوں نے بادشاہ چاہا تب خدا نے ایک مرد بنیامین کے گھرسے قیس کے بیٹے ساؤل کو چالیس برس تک انپر مقرر کیا پھر اسے اتار کے داؤد کو کھڑا کیا کہ انکا بادشاہ ہو۔ (اعمال ۱۳- ورس ۱۸-۲۲)

نوٹ:۔ کتاب سلاطین کے رو سے خداوند کا گھر خروج کے چار سو اسی برس بعد بننا شروع ہوا لیکن اعمال کی کتاب کے حساب کے بموجب اس کی تعمیر پانسو پچانوے برس بعد شروع ہوئی کیونکہ ۴۰+۴۵۰ یعنی ۴۹۰ میں ۲۱ سال عہد سموئل ۴۰ سال عہد ساؤل اور ۴۰ برس عہد داؤد یعنی ۱۰۱ برس اور جمع کیئے جائیں تو ۵۹۱ سال ہوتے ہیں اگر انہیں سلیمان کے ۴ سال اور ملائیں تو کل مجموعہ ۵۹۵ ہوا۔

(۱۱۷) پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آکر خدا کی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کی۔

(مرقس باب ۱۔ ورس ۱۴)

(۱۱۷) بعد ان باتوں کے یسوع اور اس کے شاگرد یہودیہ کی سرزمین میں آئے اور وہ وہاں اُنکے ساتھ رہا کرتا اور بپتسما دیتا تھا اور یوحنا بھی بپتسما دیتا تھا کیونکہ یوحنا ہنوز قید خانہ میں ڈالا نہ گیا تھا (یوحنا باب ۳۔ ورس ۲۲ و ۲۴)

نوٹ۔ اسکے بعد شمعون (پطرس) اور اندریاس کے ایمان لانے کا ذکر ہے (مرقس باب ۱۔ ورس ۱۶ و ۱۷ و ۱۸) شمعون اندریاس پہلے بھی ایمان لا چکے تھے دیکھو یوحنا باب ۱۔ ورس ۴۰ و ۴۲۔

(۱۱۸) یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسما پایا۔ اور جونہی وہ پانی سے باہر آیا اس نے آسمان کو کھلا اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اُترتے دیکھا۔ اور روح اسی فی الفور بیابان میں لے گئی اور وہ وہاں بیابان میں چالیس دن تک رہ کر شیطان سے آزمایا گیا (مرقس باب ۱۔ ورس ۹-۱۳)

(۱۱۸) اور تیسرے دن (یعنی مسیح کے بپتسما لینے اور روح القدس کے کبوتر کی شکل میں اُترنے کے بعد) قانائے جلیل میں کسی کا بیاہ ہُوا۔ اور یسوع اور اُس کے شاگردوں کی بھی اس بیاہ میں دعوت تھی۔

(یوحنا باب ۲۔ ورس ۱ و ۲)

نوٹ۔ مرقس کہتا ہے کہ بپتسمہ پانے کے بعد فی الفور روح بیابان میں لے گئی اور مسیح چالیس دن بیابان میں رہا مگر یوحنا لکھتا ہے کہ نہیں بپتسمہ سے تیسرے دن مسیح ایک دعوت میں شریک تھا۔

(۱۱۹) اور ابراہام نے اس مقام کا نام یہواہ یری رکھا چنانچہ یہ آج تک کہا جاتا ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر دیکھا جاوے گا۔

(پیدائش باب ۲۲۔ ورس ۱۴)

(۱۱۹) پھر خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ میں نے ابراہام اور اسحٰق اور یعقوب پر خدائے قادر مطلق کے نام سے اپنے تئیں ظاہر کیا اور یہوواہ کے نام سے ان پر ظاہر نہیں ہُوا (خروج باب ۶۔ ورس ۲ و ۳)

نوٹ۔ کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہوواہ نام معلوم تھا مگر کتاب خروج میں لکھا ہے کہ یہوداہ کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم نہ تھا یہ نام سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا گیا۔

(۱۲۰) یہورام (بن اخی اب) شاہ یہوداہ یہورام بن یہوسفط کی سلطنت کے دوسرے سال اسکی جگہ بادشاہ ہوا

(۲۔ سلاطین باب۔ ورس ۱۷)

(۱۲۰) اور شاہ اسرائیل یورام (یہورام) بن اخی اب کی سلطنت کے پانچویں سال جس وقت یہوسفط شاہ یہوداہ تھا یہورام یہوسفط کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور سلطنت کرنے لگا۔

(۲ سلاطین باب ۸۔ ورس ۱۶)

نوٹ۔ ۲ سلاطین باب کے رو سے یہورام بن یہوسفط۔ یہورام بن اخی اب سے ۲ سال پہلے حکومت کر چکا تھا مگر اسی کتاب کے باب میں لکھا ہے کہ یہورام بن اخی اب ۵ سال پہلے تخت پر بیٹھا۔

(۱۲۱) اور رجبعام ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو اپنی ساری جورون اور حرموں سے زیادہ پیار کرتا تھا.... اور رجبعام نے ابیاہ بن معکہ کو رئیس کیا کہ اپنے بھائیوں میں سردار ہوتا۔

(۲۔ سلاطین باب ۱۱۔ ورس ۲۱-۲۲)

(۱۲۱) یربعام بادشاہ کی سلطنت کے اٹھارھویں برس میں ابیاہ یہوداہ میں تخت پر بیٹھا اس نے یروشلم میں تین برس بادشاہت کی اسکی ماں کا نام میکایاہ تھا جو اوری ایل جبیعی کی بیٹی تھی

(۲ تواریخ باب ۱۳۔ ورس ۱-۲)

نوٹ۔ ۲۔ سلاطین کے رو سے ابیاہ کی ماں معکہ ابی سلوم کی بیٹی تھی مگر ۲۔ تواریخ کے رو سے ابیاہ کی ماں اوری ایل جبیعی کی بیٹی تھی۔ (شمس الدین مجاہد) از علیگڑھ

یسوع مسیح کا شجرہ نسب

اختلافات بائبل میں سے تھوڑا سا حصہ ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ اور ہمارا ارادہ تھا کہ ہم ان

اختلافات کو مشتے نمونہ خرواری سمجھکر انہی پر بس کر دیتے - مگر ضلع گجرات (پنجاب)
کے ایک قصبہ کا ایک مسیحی مدرس اس بات کا محرک ہوا ہے کہ ہم بائیبل کی حقیقت کو کسی قدر
زیادہ وضاحت سے کھولدیں مغربی ممالک میں تو بائیبل کی قلعی خوب اچھی طرح کھولدی
گئی ہے مگر مشرق میں لوگ عام طور پر اُن اعتراضات کی بوچھاڑ سے پوری پوری واقفیت
نہیں رکھتے جو مغرب میں بائیبل پر اسقدر اعتراضات کے تیر برسائے گئے ہیں کہ اُس کی
حالت ایسی ہوگئی ہے جیسی چھلنی کی بلکہ اس سے بھی بدتر - غرض یورپ و امریکہ میں
تو بائیبل کی دھجیاں اُڑادی گئی ہیں - مگر ہندوستان کے مسیحی نادان لوگوں کو ابھی
تک یہی سنا رہے ہیں کہ بائیبل کی ساری کتابیں اور ہر دو عہد ناموں کا سارا مجموعہ بالکل
خدا کا کلام ہے - مسلمان لوگ حقیقی اور لفظی معنوں میں قرآن شریف کو خدائے تعالیٰ کا
کلام یقین کرتے ہیں اور جب مسیحی لوگ مسلمانوں کو سناتے ہیں کہ ہماری بغل میں جو کتابوں
کا مجموعہ ہے یہ خدا کا کلام ہے تو مسلمان بچارے بھولے بھالے یہ سمجھتے ہیں کہ جیسا ہم
قرآن شریف کو خدائے تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں ایسا ہی مسیحی لوگ اُن ۶۸ کتابوں کے
مجموعہ کو جس کا نام وہ بائیبل رکھتے ہیں خدا کا کلام سمجھتے ہیں - یہ ایک دھوکہ ہے جو
ہندوستان کے لوگوں کو دیا جارہا ہے - ہاں بے شک ایک زمانہ تھا جب کہ
کل مسیحی دنیا اِن سب کتابوں کے ہر ایک لفظ کو خدائے تعالیٰ کا کلام سمجھتی تھی اور
اُنکا عقیدہ تھا کہ بائیبل کا ایک ایک لفظ خداوند کے مُنہ سے نکلا ہوا ہے مگر اب وہ زمانہ جاتا
رہا - اب محققین نے بائیبل پر ایسی روشنی ڈالی ہے کہ اس روشنی کے سامنے کوئی عقلمند
بائیبل کے مجموعہ کو بتمامہ خدا کا کلام نہیں کہہ سکتا اسلیئے جب یورپ و امریکہ کے پادریوں
نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے بائیبل کے لفظ لفظ الہامی ہونے کے عقیدہ کو ترک
کردیا ہے اور اسکو انسانوں کا کلام تسلیم کرنے لگ گئے ہیں اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ
اُنکے کلام میں کچھ روح القدس کا اثر تھا مگر یہ کلام انسانوں کا کلام ہونے کی وجہ سے
غلطیوں سے پاک نہیں ہے - یہ نیا عقیدہ نئی تحقیق کی زبردست طاقت کے
نیچے دب کر مغربی مسیحی دنیا نے اختیار کیا ہے اور اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کردیا ہے -

ہو چکے ہیں اور اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ خود مسیحی ممالک میں بائیبل پر

ہاں مغرب میں بھی بعض اندھے لوگ ایسے موجود ہیں جنکو باوجود نئی تحقیق کی روشنی کے اپنے
دیرینہ عقائد کی غلطی نظر نہیں آئی اور وہ اب تک پرانے خیال پر جمے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارا یہ
خیال نہیں کہ ہندوستان میں جو پادری صاحبان وعظ کے لیئے تشریف لاتے ہیں
وہ بالکل نادان ہیں وہ یقیناً اُس نئی تحقیقات سے آگاہی رکھتے ہیں جو یورپ میں بائبل
کے متعلق ہوئی ہے اور اُنکو اس بات کا بھی علم ہے کہ اب عام طور پر مسیحی علماء بائبل کو
اُن معنوں میں خدا کا کلام نہیں سمجھتے جن معنوں میں کچھ عرصہ پہلے سمجھا جاتا تھا بلکہ وہ
اسکو انسانوں کا کلام سمجھتے ہیں اور اُن میں غلطیوں اور اختلافات کا ہونا تسلیم کرتے
ہیں کیونکہ صریح غلطیوں کے موجود ہوتے ہوئے اُن سے انکار کرنا اپنے تئیں ہنسی کا
نشانہ بنانا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے یوروپین پریچر نیٹو کرسٹانوں
کو اُن تغیرات سے آگاہ نہیں کرتے جو یورپ میں بائبل کے بارہ میں واقع ہو رہے ہیں۔ وہ
اس میں شائد یہ مصلحت سمجھتے ہیں کہ اگر یہاں یہ ظاہر کیا گیا کہ اب مسیحی علماء بائبل کے
ہر ایک لفظ کو خدا کا کلام نہیں مانتے تو پھر ہندوستان کے لوگ ایسی کتاب کو تسلیم
نہیں کرینگے اسلیئے یہی بہتر ہے کہ پہلے کی طرح بائبل کو خدا کا کلام ہی کہتے جائیں جب
تک یہ لوگ تاریکی میں رہیں اتنا ہی غنیمت ہے مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی
اور ہندوستان کے عوام کو اور دیسی پادریوں کو دھوکہ میں رکھا جائیگا کب تک کوشش کیجائیگی
نہاں کے ماند آں رازیکہ زو سازند محفلہا۔ جب یورپ کے اخباروں۔ رسالوں
کتابوں اور جلسوں میں یہی چرچا ہو رہا ہے کہ بائبل کے مجموعے کا الہامی ہونا ایک غلط
عقیدہ ہے اور جو پردہ اس کتاب پر ڈالا گیا تھا وہ اب اُسپر سے اُتار دیا گیا ہے تو
ہندوستان کے لوگ کب تک اس کتاب پر پردہ ڈالے رکھیں گے جس مسیحی
مدرس کا ذکر ہم نے اُوپر کیا ہے وہ بھی معلوم ہوتا ہے اُسی بدقسمت گروہ میں سے
ہے جو زمانہ کی رفتار سے آگاہ نہیں اور جو ابھی تک پرانا راگ ہی گائے جا رہے ہیں
یہ صاحب ریویو میں اختلافات بائبل کی ایک فہرست دیکھکر بہت تلملائے ہیں۔
انہوں نے سمجھا کہ بائبل کی بڑی ہتک کی گئی ہے۔ خدا کا کلام کہاں اور ایسی

فاش غلطیاں کہاں۔ اس بچارے کو معلوم نہیں کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور خود مسیحی مالک ہیں بائیبل کے الہامی ہونے سے انکار کیا جارہا ہے۔ اُسے چاہیئے تھا کہ پہلے کسی بزرگ مسیحی سے دریافت کرتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اُمید تھی کہ اُسکو یہی مشورہ دیا جاتا کہ اسکے متعلق خاموشی ہی بہتر ہے کیونکہ اگر اس معاملہ کو چھیڑا گیا تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور جو بائیبل پر پردہ پڑا ہوا ہے وہ بالکل اُتر جائے گا۔ چنانچہ مسیحی مذکور کی خط و کتابت کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ہم نے جو پہلے ارادہ کیا تھا کہ انہی اختلافات پر بس کیجائیگی جو علیگڈھ کے ایک نامہ نگار نے تیار کرکے ہمارے پاس بھیجے تھے اب اس ارادہ کو ہم نے ترک کر دیا ہے اور ہمارا ارادہ ہے کہ مسیحی مذکور کی خاطرداری کے لیئے بائیبل کی حقیقت کو کسی قدر اور کھولا جاوے تا اُس کی آنکھ کھل جائے اور اُسکو معلوم ہو جاوے کہ اُسکا خدا کا کلام بہت سی غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے اس ارادہ کو پورا کرنیوالا خدا ہے اور ہم اُسی سے توفیق مانگتے ہیں اور اُس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہماری مدد کرے۔ سچ ظاہر ہو اور جھوٹ کا پردہ فاش ہو ربنا ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا۔ رب تمم ما اردت واجعل برکۃ فی ما قصدت و اتنی ما فقدت۔ انت ولیّ فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصّٰلحین یا ارحم الراحمین آمین۔ پہلے ہم مسیحیوں کی اُن پیاری کتابوں کو لیتے ہیں جن کا نام وہ چار انجیلیں رکھتے ہیں اور سب سے پہلے یسوع مسیح کے شجرہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ کس حد تک الہامی شجرہ کہلا سکتا ہے وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم ؛

مسیحیوں کی مروجہ اناجیل میں یسوع مسیح کے دو شجرے دیئے گئے ہیں ایک متی کی انجیل میں۔ دوسرا لوقا کی انجیل میں۔ یہ دونوں شجرے اس بات کا قوی ثبوت ہیں کہ یہ کتابیں نہ خدا کا کلام ہیں اور نہ روح القدس کی تائید سے لکھی گئیں۔ کیونکہ نہ صرف یہ دونوں شجرے ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک اُن نسب ناموں سے بھی مختلف ہے جو پرانے عہد نامہ کے مختلف مقاموں میں

لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ پہلے میں ان دو شجروں میں سے ہر ایک کو الگ الگ لیکر پرانے عہدناموں کے شجروں سے ان کا اختلاف انشاء اللہ تعالیٰ دکھاؤں گا اور پھر انکا باہمی تعارض بتوفیق ایزدی پیش کردوں گا:

متی اپنے شجرہ کو لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کا خلاصہ نکالتا ہے "پس سب پشتیں ابراہام سے داؤد تک چودہ۱۴ پشتیں ہیں اور داؤد سے بابل کو اٹھ جانے تک چودہ پشتیں اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ۱۴ پشتیں ہیں"۔ آؤ ہم اس خلاصہ کا شجرہ مرتبہ متی کے ساتھ مقابلہ کریں۔ مگر مقابلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھنا مناسب ہے کہ جب متی یہ کہتا ہے کہ ابراہیمؑ سے داؤدؑ تک چودہ پشتیں ہیں تو آیا وہ اس چودہ کے عدد میں داؤدؑ کو بھی شامل کرتا ہے یا داؤدؑ کو باہر رکھتا ہے۔ اس امر کے متعلق ہمیں کوئی فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ متی نے خود ہی اس کا فیصلہ کردیا ہے کیونکہ جب وہ ان پشتوں کے دوسرے ٹکڑے کو لیتا ہے تو اسکو داؤدؑ سے شروع کرتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ داؤدؑ کو پہلے شمار میں داخل نہیں کرتا۔ کیونکہ داؤدؑ شمار میں ایک طرف ہی آسکتے ہیں جب وہ دوسرے شمار میں شامل کیئے گئے تو ضرور ہے کہ وہ پہلے شمار میں شامل نہ کیئے جاویں۔ جیسے پہلا شمار حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوتا ہے ایسا ہی دوسرا داؤدؑ سے شروع ہونا چاہیئے۔ پس جب یہ فیصلہ ہوگیا کہ حضرت داؤدؑ دوسرے شمار میں داخل ہیں پہلے شمار میں داخل نہیں تو اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا واقعی یہ شمار متی کے اپنے شجرہ کے رو سے صحیح اور درست ہے۔ شجرہ کے پہلے ٹکڑے میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اور متی کے طریق شمار کے موافق داؤدؑ کے باپ یسّی پر ختم ہونا چاہیئے مندرجہ ذیل پشتیں متی کی کتاب کے رو سے شامل ہیں۔ (۱) ابراہیمؑ (۲) اضحاقؑ (۳) یعقوبؑ (۴) یہوداہ (۵) پھارس (۶) حصرم (۷) آرام (۸) عمینداب (۹) نحسون (۱۰) سلمون (۱۱) بوعز (۱۲) عوبید (۱۳) یسّی۔ یسّی داؤدؑ کے باپ کا نام ہے اور ناظرین نے دیکھ لیا ہے کہ یہ ۱۳ پشتیں ہیں چودہ۱۴ نہیں۔ اگر یہ کتاب خدا کا کلام ہے تو اس میں یہ غلطی کیوں

واقع ہوئی اگر کہا جاوے کہ ان چودہ پشتوں میں داؤد کو شامل کرنا چاہیئے اور داؤدؑ کو ملا کر ۱۴ ہی پشتیں بنتی ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ پھر دوسرے ٹکڑے کو داؤدؑ سے شروع نہیں کرنا چاہیئے تھا ... ... بلکہ سلیمانؑ سے شروع کرنا چاہیئے تھا۔ خیر ہم مان لیتے ہیں کہ خدا کے کلام میں یہ غلطی ہو گئی اور سہواً داؤدؑ کو دونوں طرف ملا لیا گیا مگر اس کو مانتے ہوئے بھی متی کی کتاب غلطی سے پاک نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ اس صورت میں پشتوں کے سلسلہ کے تیسرے ٹکڑے میں غلطی ثابت ہوتی ہے۔ اگر پہلے ٹکڑے کو حضرت داؤد علیہ السلام پر ختم کیا جاوے تو ۱۴ پشتیں بنتی ہیں۔ دوسرا ٹکڑا حضرت سلیمان سے شروع ہو کر یکونیاہ پر ختم ہوتا ہے جس کے بعد بابل کی طرف بنی اسرائیل جلاوطن کیئے گئے اور یہ بھی ۱۴ ہی پشتیں بنتی ہیں مگر تیسرا ٹکڑا ناقص رہ جاتا ہے یہ ٹکڑا یکونیاہ کے بیٹے سلتی ایل سے شروع ہوتا ہے اور اگر خود یسوع مسیح کو بھی ان پشتوں میں داخل کیا جاوے تو پھر بھی ۱۳ ہی پشتیں بنتی ہیں جو حسب ذیل ہیں ۱۔ سلتی ایل۔ ۲۔ زروبابل ۳۔ ابیود ۴۔ الیاقیم ۵۔ عازور۔ ۶۔ صدوق ۷۔ اخیم ۸۔ الیئود۔ ۹۔ العزر۔ ۱۰۔ متھان۔ ۱۱۔ یعقوب ۱۲۔ یوسف۔ ۱۳۔ یسوع مسیح۔ اس غلطی کو ڈھانپنے کے لیئے متی کی کتاب کو خدا کا کلام کہنے والے کہتے ہیں کہ یکونیاہ کو دو مرتبہ شمار کرنا چاہیئے تو اس طرح تیسرے ٹکڑے میں ۱۴ پشتیں بنتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک بیہودہ چال ہے۔ اگر یکونیاہ ایک آدمی کا نام ہے تو اسکو ایک مرتبہ ہی شمار کرنا چاہیئے۔ اگر یکونیاہ نام کے دو آدمی تھے۔ ایک باپ اور ایک بیٹا تو پھر تمہارا اختیار ہے کہ اسکو دو مرتبہ گن لو۔ مگر کوئی مسیحی یہ نہیں کہتا کہ یکونیا دو آدمی کا نام تھا جن میں سے ایک باپ تھا اور دوسرا بیٹا اور نہ شجرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ یکونیاہ کو دو مرتبہ شمار کیا جاوے۔ اور اگر دو مرتبہ شمار کرنے کے اصول کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو یہی قاعدہ داؤدؑ پر لگانا چاہیئے اور اُنکو بھی دو مرتبہ ہی شمار کرنا چاہیئے لیکن اگر یہ قاعدہ جیسا یکونیاہ پر لگایا جاتا ہے ایسا ہی داؤدؑ پر لگایا جاوے تو پھر دوسرے ٹکڑے کی پشتیں بجائے ۱۴ کے ۱۵ ٹھہرتی ہیں جنکے

نام یہ ہیں ۱- داؤدؑ- ۲- سلیمانؑ- ۳- رجعام- ۴- ابیاہ- ۵- اسا- ۶- یہوسفط
۷- یورام- ۸- عزیاہ- ۹- یوتام- ۱۰- آخز- ۱۱- حزقیاہ- ۱۲- منسی- ۱۳- امون
۱۴- یوسیاہ- ۱۵- یکونیا-

غرض متی کی کتاب کے شجرہ میں یہ ایک لاینحل معمہ ہے اور ایک ایسی بجھارت ہے جس کا حل کرنا محال ہے۔ کیا پادری صاحبان کے زمرہ میں کوئی ایسا ریاضی دان ہے جو اس چیستان کو حل کر سکے۔ اس چیستان کا حل سوائے اسکے اور کوئی نہیں کہ اس خدا کے کلام میں جو ابتداء سے محفوظ و مصون چلا آتا ہے شمار میں غلطی واقع ہو گئی مگر سوال یہ ہے کہ کیا خدا گنتی میں غلطی کر سکتا ہے۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا پہلا اعتراض ہے ؀

اب ہم متی کے شجرہ نسب کو اُن نسب ناموں سے ملا کر دیکھتے ہیں جن کا پتہ پرانے عہدنامہ کی کتابوں سے ملتا ہے۔ ابراہیمؑ سے لیکر زروبابل اور اسکے بیٹیوں تک یعنی متی کی ۳۱ پشتوں کا پرانے عہدنامہ سے مقابلہ ہو سکتا ہے کیونکہ پرانے عہدنامہ کے مختلف مقامات سے زروبابل کی اولاد تک جو پشتیں متی کی کتاب میں درج ہیں انکا پتہ چل سکتا ہے۔ اس سے نیچے کی پشتوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ پشتیں پرانے عہدنامہ کی کسی کتاب میں درج نہیں ہیں۔ شائد براہ راست متی کو خدائے تعالیٰ سے بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہونگی۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زروبابل کی اولاد تک جو نسب نامہ متی کی کتاب میں درج ہے اُسکا مقابلہ پہلی کتابوں کے نسب نامہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ سے یہوداہ - پھارس اور حصرون (حصرم) تک جو نسب نامہ ہے اُس کا پتہ کتاب پیدائش سے لگ سکتا ہے مثلاً دیکھو پیدائش باب ۴۶ درس ۱۲- پھارس سے داؤدؑ تک کا شجرۂ کتاب روت کے خاتمہ میں درج ہے۔ ایسا ہی ا تواریخ کے باب ۲ میں بھی یہی شجرہ موجود ہے۔ داؤد سے زروبابل تک جو پشتیں ہیں اُنکا ذکر ا تواریخ باب ۳ میں ہے۔ علاوہ اسکے بعض اور مقامات بھی ہیں جن میں ان پشتوں کے بعض حصوں کا ذکر موجود ہے۔

جب متی کے نسب نامہ کا پہلی کتابوں کے نسب ناموں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہم پہلی ۱۴ پشتیں باہم مطابق پاتے ہیں گویا ایک دوسرے کی صحیح نقل ہے مگر ان میں بھی ایک سخت مشکل سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور وہ مشکل ایک عورت کے نام میں ہے۔ متی پہلے باب کی پانچویں ورس میں کہتا ہے "سلمون سے بوعز راحب کے پیٹ سے پیدا ہوا"۔ اس طرح راحب حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ یسّی کی پڑدادی ٹھہرتی ہے۔ راحب ایک مشہور عورت کا نام ہے اور یشوع کی کتاب کا دوسرا باب اسی کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ یہ ایک زانیہ عورت تھی جس نے دو اسرائیلی جاسوسوں کی جان بچائی تھی اور قرمزی رسی سے اپنی دوکان کے دریچہ کی راہ سے اسرائیلی جاسوسوں کو اُتار دیا تھا۔ بنی اسرائیل میں یہ عورت بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور پولوس اور یعقوب دونوں اپنے خطوں میں اسکو راستبازوں میں اور نجات یافتوں میں شمار کرتے ہیں دیکھو عبرانیوں کا خط باب ۱۱ ورس ۳۱ اور یعقوب کا خط عام باب ۲ ورس ۲۵ چونکہ یہ عورت بنی اسرائیل میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اس لیئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکو یسوع مسیح کی دادیوں میں داخل کرنا مناسب سمجھا گیا اور خصوصیت سے اس نامی عورت کا نام درج کیا گیا اگرچہ نسب نامہ میں یہ ضروری نہ تھا کہ عورت کا نام لکھا جاوے مگر چونکہ یہ عورت ایک خصوصیت رکھتی تھی اور بڑی عزت اور عظمت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی چنانچہ پولوس اور یعقوب حواری ہر دو نے اس کی راستبازی کو بطور مثال اور نمونہ کے پیش کیا ہے اس لیئے متی نے یا جو کوئی اس کتاب کا بنانے والا ہے اُس نے نسب نامہ لکھتے وقت خصوصیت کے ساتھ جتلا دیا کہ وہ نامی گرامی عورت جو بنی اسرائیل میں اسقدر شہرت رکھتی ہے اور جو اپنے کارنامہ کے بموجب نہ صرف بنی اسرائیل کی قوم میں بڑی عظمت سے دیکھی جاتی ہے بلکہ مسیحیوں میں بھی راستبازوں میں شمار کی جاتی ہے وہ نامی گرامی عورت بھی یسوع مسیح کی دادیوں میں شامل ہے۔ لیکن مسیحیوں سے اگر کوئی ثبوت اس امر کا طلب کیا جاوے کہ واقعی راحب کے پیٹ سے ہی بوعز پیدا ہوا تھا تو اُن کے پاس کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہے پُرانے عہد نامہ سے

کہیں اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی کہ بوعز کی ماں راحب تھی - اور یہ کہ بوعز کے باپ نے
راحب سے شادی کی تھی - متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا دوسرا اعتراض ہے ۔

علاوہ اس کے

یہاں ایک اور سخت اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ راحب اور حضرت
داؤد کے درمیاں چار سو سال کا فاصلہ ہے حضرت داؤد کا زمانہ ۱۰۵۰ سال قبل یسوع
مسیح ہے اور راحب کا زمانہ قریباً ۱۴۵۰ سال قبل یسوع مسیح - اب اس چار سو سال کے
عرصہ میں صرف چار پشتیں بیان کی گئی ہیں - اول - بوعز - دوم عوبید - سوم - یسی - چہارم
داؤد - اور یہ امر صریح طور پر باطل ہے کہ چار سو سال کے لمبے عرصہ میں صرف چار ہی
پشتیں ہوں - سلمون کا باپ نحسون بیان کیا گیا ہے اور گنتی کی کتاب کے پہلے باب اور
ساتویں ورس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص موسیٰ کے ساتھ اُسوقت تھا جب کہ بنی اسرائیل
مصر کی زمین سے نکلے اور بیابان میں خیمے لگا کر رہتے تھے اور یہ اُسوقت اپنے خاندان کا سردار
تھا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیلی شجرہ کے تجویز کرنے والے نے یہ مناسب سمجھا کہ
نحسون کے بیٹے کو راحب کا خاوند قرار دے اور اس طرح راحب جیسی گرانقدر عورت بھی
یسوع مسیح کے شجرہ میں داخل ہو کر بنی اسرائیل کی نظر میں نسب نامہ کی قدر و منزلت کے
بڑھنے کا موجب ہو یہ اعتراض کہ اسقدر لمبے عرصہ میں صرف چار پشتوں کا ہونا بالکل ناکافی ہے
نہ صرف متی کی کتاب پر پڑتا ہے بلکہ روت کی کتاب پر بھی پڑتا ہے کیونکہ اُس نے بھی متی
کی کتاب کی طرح سلمون کو نحسون کا بیٹا لکھکر سلمون کے زمانہ کو راحب کے زمانہ تک پہنچا دیا
ہے اسلیئے چار سو سال کے عرصہ میں صرف چار پشتوں کے ہونے کا اعتراض جیسا
متی کی کتاب پر پڑتا ہے ایسا ہی پرانے عہدنامہ پر بھی پڑتا ہے اور یہ امر دونوں شجروں کے
غلط ہونے کے لیئے ایک بیّن دلیل ہے - متی کے نسب نامہ پر ہمارا یہ تیسرا اعتراض ہے

اب ہم متی کے نسب نامہ

کے دوسرے ٹکڑے کی طرف آتے ہیں - جو حضرت داؤد سے شروع ہو کر یکونیاہ پر ختم ہوتا ہے
اس ٹکڑے پر ہمارا بڑا اعتراض یہ ہے کہ ورس ۸ میں لکھا ہے کہ یورام سے عزیاہ پیدا ہوا

حالانکہ جب ہم ۱۔ تواریخ باب۳ ورس ۱۱ و ۱۲ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ
غزیاہ۔ یورام کا بیٹا نہیں تھا بلکہ اُس کے پوتے کا پوتا تھا۔ متی تین پشتوں کو اکٹھا ہضم
کر گیا ہے۔ ۱۔ تواریخ باب۳ ورس ۱۱ و ۱۲ میں یہ پشتیں اسطرح پر درج ہیں۔ یورام کا بیٹا اخزیاہ۔
اُس کا بیٹا یوآس۔ اُس کا بیٹا امصیاہ اُسکا بیٹا عزریاہ (جسکو متی میں بجائے عزریاہ کے
غزیاہ لکھا ہے) پس متی کے نسب نامہ میں ۳ نام چھوڑ دیئے گئے ہیں ۱۔ اخزیاہ ۲۔ یوآس۔
۳۔ امصیاہ۔ متی کے نسب نامہ پر ہمارا یہ چوتھا اعتراض ہے ؁

پھر متی ورس ۱۱ میں لکھتا ہے

یوسیاہ سے یکونیاہ اور اُسکے بھائی جسوقت بابل کو اُٹھ جانا پڑا پیدا ہوئے مگر جب ہم ۱۔ تواریخ
باب۳ ورس ۱۶ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یکونیاہ یوسیاہ کا بیٹا نہیں تھا بلکہ
اُسکا پوتا تھا یوسیاہ کا بیٹا یہویقیم تھا اور یہویقیم کا بیٹا یکونیا تھا۔ متی ایک پشت یعنی
یہویقیم کو حذف کر گیا ہے۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا پانچواں اعتراض ہے ؁

متی یکونیاہ کے بھائیوں کا
ذکر کرتا ہے مگر پرانے عہد نامہ میں یکونیاہ کے بھائیوں کا ذکر نہیں ہاں اُسکے باپ یہویقیم کے
بھائیوں کے نام درج ہیں اور غلطی سے متی نے یا پہلی انجیل کے نامعلوم مصنف نے یہویقیم
کے بھائیوں کو اُسکے بیٹے یکونیاہ کی طرف منسوب کر دیا۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا
چھٹا اعتراض ہے ؁

اب ہم متی (متی سے ہماری
مراد پہلی انجیل کا نامعلوم مصنف ہے جسکو ہم فرضی طور پر متی کے نام سے پکارتے ہیں)
کے نسب نامہ کے تیسرے ٹکڑہ کی طرف آتے ہیں۔ ورس ۱۲ میں لکھا ہے "سلت ایل
سے زروبابل پیدا ہوا" اب جب ہم ۱۔ تواریخ باب ۳۔ ورس ۱۹ کی طرف رجوع کرتے
ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زروبابل۔ سلت ایل کا بیٹا نہیں تھا بلکہ فدایاہ کا بیٹا
تھا۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا ساتواں اعتراض ہے ؁ معلوم ہوتا ہے
کہ متی نے اپنے نسب نامہ کا یہ ٹکڑا عزرا باب۵ ورس ۲ اور حجی باب ورس ۱۔ سے نقل
کیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب تواریخ کی کتاب بھی ایسی ہی الہامی ہے جیسی عزرا اور حجی کی کتابیں

تو پھر کیا وجہ ہے کہ متی کے الہام نے تواریخ کے الہام کو رد کر دیا اور عزرا اور حجی کے الہام کو پسند کر لیا اور نیز کیا وجہ ہے کہ ان الہاموں میں یہ اختلاف ہے۔

پھر متی کے نسب نامہ میں لکھا ہے کہ زروبابل سے ابیود پیدا ہوا مگر ا۔ تواریخ باب ۳ ورس ۱۹ و ۲۰ میں زروبابل کی اولاد کی فہرست موجود ہے اس میں ابیود کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ متی کے نسب نامہ پر یہ ہمارا آٹھواں اعتراض ہے؛

باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ

اورنگ زیب پر مہاراجہ بیکانیر کا حملہ

گذشتہ ماہ نومبر میں عالیجناب نواب وائسرائے بہادر ریاست بیکانیر کے ہاں مہمان تھے اور مہاراجہ صاحب بیکانیر نے حضور ممدوح کے ہاتھ سے ایک پبلک پارک کا افتتاح کرایا تھا۔ اس تقریب پر ریاست مذکور کے عالی مقام فرمانروا نے جو تقریر فرمائی تھی وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے کیونکہ اس کے مطالعہ سے ہر ایک مسلمان کو سخت رنج پہنچتا ہے۔ مہاراجہ صاحب نے اگر تقریر میں سہواً کوئی معمولی الفاظ فرما دیئے ہوتے تو ہمیں شکوہ نہ تھا۔ لیکن افسوس کہ سہواً نہیں بلکہ عمداً اور عام نہیں بلکہ خاص تقریر میں ایسا کیا گیا ہے۔ پھر تقریر بھی وہ جو بحیثیت والیٔ ملک حضور ملک معظم کے نائب یعنی وائسرائے و گورنر جنرل ہند کی موجودگی میں کی گئی تھی۔ ہز ہائی نس نے اس تقریر میں نہ صرف اپنے خاندان کے محسن و مہربان بادشاہ یعنی حضرت عالمگیر اورنگ زیب کی ذات پر حملہ کیا ہے بلکہ مذہب اسلام پر بھی ایک بے جا چوٹ کی ہے اور افسوس ہے کہ ایسا کرنے میں مہاراجہ صاحب نے خود اپنی اور اپنے آقا یعنی قیصر ہند کی مسلمان رعایا کے احساس کا شمہ بھر پاس نہیں کیا؛

اس تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ تعصب کی ہوا جو مدت سے دیسی سوسائٹی کے ادنیٰ طبقہ میں چل رہی ہے جس کے تیز جھونکوں کا اثر انکے افراد پر اس حد تک ہو گیا

ہے کہ ڈراموں اور ناولوں تک میں شاہ عالمگیر اور اُسکے متعلقین پر رکیک اور عامیانہ حملے کرتے ہوئے اُنہیں مطلق شرم نہیں آتی۔ اُنکا اثر اب اعلیٰ طبقہ تک بھی پہنچ گیا ہے۔ اور جس طرح ادنیٰ طبقہ کے آدمی فضول اور لایعنی باتوں کو جلدی سے قبول کر لیتے ہیں اسی طرح بڑے عظیم الشان آدمی بھی بعض اوقات اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب بیکانیر بھی بعینہٖ ایسی ہی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ آپنے اہل اسلام کے ایک قابل عزت بادشاہ پر ایسے الفاظ میں ایک بے بنیاد الزام لگایا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت نہایت حقارت آمیز اور نفرت انگیز وسائل سے کی گئی ہے اور یہ کہ جن لوگوں کو اسلامی زہد و پرہیزگاری کا نمونہ سمجھا جاتا ہے وہ نعوذ باللہ اپنے مذہب کی اشاعت کے لیئے ہر قسم کی شرارت اور کمینگی سے کام لے لیا کرتے ہیں ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مہاراجہ صاحب نے خود وائسرائے کے سامنے ایسی تقریر کرنے میں کیا مصلحت دیکھی تھی۔ اور ہم متعجب ہیں کہ آپ نے کیوں شاہ عالمگیر کے خلاف ایسا الزام لگایا جس کا پایہ ثبوت کو پہنچانا اُنکے لیئے مشکل ہے۔ پھر اس سے بھی زیادہ قابل حیرت اور استعجاب یہ امر ہے کہ مہاراجہ صاحب اپنی تقریر کے ایک حصہ میں تو شاہ اورنگ زیب کو فریب دہی کا ملزم ٹھہراتے ہیں۔ لیکن آپکی تقریر کے دوسرے حصے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ ممدوح کے ریاست بیکانیر پر بہت احسان ہیں اور یہ کہ ان احسانات کو محسوس کر کے مہاراجہ صاحب کے بزرگوں نے وفاداری سے شاہ دہلی کی بہت سی خدمات انجام دی تھیں۔

ہز ہائی نس کی اس تقریر کے دونوں حصوں کا مطالعہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس اورنگ زیب کو متعصب بیان کیا گیا ہے وہ نکتہ چینوں کے اپنے ہی اقوال کے مطابق نہایت ہی فراخدل اور وسیع النظر حکمران ثابت ہوتا ہے۔ جس پارک کے افتتاح کی خاطر لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کو بیکانیر میں مدعو کیا گیا تھا اُسکے متعلق مہاراجہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو علاقہ اب ریاست نظام حیدر آباد کے نام سے موسوم ہے اسمیں بادشاہ اورنگ زیب نے مہاراجہ بیکانیر کے جد امجد راجہ کرن سنگھ جی کو ایک جاگیر

عطا فرمائی تھی۔ یہ جاگیر سنہ ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ ہند کو تفویض کر دی گئی اور اسکے بدلے میں گورنمنٹ کی طرف سے مہاراجہ بیکانیر کو مالی معاوضہ کے علاوہ ریاست بیکانیر کی سرحد پر دو گاؤں مرحمت کیئے گئے۔ اور چونکہ علاقہ نظام کی جاگیر اس امر کی یادگار تھی کہ راجہ کرن سنگھ جی نے شاہ اورنگ زیب کے عہد میں بھاری خدمات انجام دی تھیں اور یہ کہ بادشاہ کی آنکھ میں راجہ جی کی خاص وقعت تھی۔ اور چونکہ اب اصل جاگیر کا وجود نہیں رہا لہٰذا یہ تجویز کیا گیا کہ سابقہ جاگیر کی جگہ اس پارک کو از سر نو یادگار کے رنگ میں رکھا جائے۔

اگر پارک کی اصل کہانی کو اپنے ہی رنگ پر چھوڑ دیا جاتا تو صاف ظاہر تھا کہ شاہ عالمگیر دربار بیکانیر پر بڑے مہربان تھے اور یہ کہ مہاراجہ صاحب کے بزرگ مراحم خسروانہ کے مورد رہے تھے لیکن ریاست بیکانیر کے موجودہ حکمران بجائے اس کے کہ اپنے خاندان کے محسن کو اصل رنگ میں ظاہر کریں ہز ہائی نس نے بے موقعہ اور بے محل ایک بے ہنگم بے بنیاد روایت کا اپنی تقریر میں اضافہ فرمادیا۔ حیف ہے کہ جس بادشاہ کی شاہانہ فیاضی کے ثمرات سے بیکانیر کا خاندان اب تک بہرہ ور ہو رہا ہے اور جسکے بھاری احسانات کا مجسم اور زندہ ثبوت حق پر یجات (کیونکہ شہنشاہ اورنگ زیب کی عطا کردہ جاگیر واقعہ ریاست نظام حیدرآباد اس نام سے موسوم تھی) اور پارک ہیں۔ ایسے قدردان حق شناس اور محسن بادشاہ کی عنایات اور عطایات پر بے ثبوت روایات کی وجہ سے پانی پھیر دیا جاوے۔ ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بیکانیر نے اپنی تقریر میں اس بات کا بھی اعتراف فرمایا کہ مہاراجہ کا موروثی خطاب بھی ریاست بیکانیر کے فرمانرواؤں کو اعلیٰ حضرت شاہ اورنگ زیب کی بارگاہ سے عنایت ہوا تھا۔ باایں ہمہ ہز ہائی نس نے ۲۶۔ نومبر کو پارک کی افتتاح کے وقت حضور وائسرائے کی موجودگی میں فرمایا "اب میں مختصراً آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس پارک کا خیال مجھ کس طرح پیدا ہوا۔ اور اسکی توضیح کے لیئے میں آپ کو بادشاہ اورنگ زیب کے زمانہ تک واپس لے جاتا ہوں۔ ایک دفعہ اورنگ زیب نے ایک سازش کر کے راجپوتانہ

کے حکمرانوں کو دین محمدی اختیار کرنے پر مجبور کرنا چاہا ... ...
... اور تمام ریاستوں کے نام احکام جاری کر دیئے کہ چونکہ شاہی فوج ایک مہم پر جارہی ہے لہٰذا تمام ریاستیں اپنی اپنی فوج لیکر اٹک دریائے سندھ شاہی فوج کے ہمراہ چلیں - ان احکام سے غرض یہ تھی کہ جب راجا اور اُنکی فوجیں دریا کے پار چلے جائینگے تو وہاں وہ لاچار اور بے بس ہونگے اور ایسی حالت میں اُنکو حکم دیدیا جائیگا کہ یا تو مذہب اسلام اختیار کرلیں یا مرنے کے لیئے تیار ہو جائیں جو لوگ راجپوتوں کی تاریخ سے آشنا ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس سازش کا نتیجہ کیا ہوتا - لیکن جب راجپوت فوجیں دریا کی طرف کوچ کر رہی تھیں تو راستہ ہی میں اس سازش کا راز طشت از بام ہوگیا - اور راجپوت رؤسا نے خفیہ طور پر تخت ڈپز کرکے اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کا انتظام کرلیا - اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگئے چنانچہ جب شاہی افواج دریا کو عبور کر چکیں اور راجپوت فوجوں کو لینے کے لیئے کشتیاں واپس آئیں تو راجپوتوں نے ان کشتیوں کو گرفتار کرکے غرق کردیا - لکھا ہے کہ اس حملہ میں میرے جد بزرگوار راجہ کرن سنگھ جی نے ابتدا کی اور اُن کے ہمراہی راجاؤں نے سابقہ قرارداد کے مطابق 'جے جنگل دھر بادشاہ' کا نعرہ لگاکر اُنکے اس فعل کو مستحسن قرار دیا - یہ الفاظ جنکے معنی ہیں 'جنگل کے بادشاہ کو فتح ہو' ابتک ہمارے ہاں کا طغرائے ریاست اور نشانات پر منقوش ہوتے ہیں - اور جن لوگوں نے اس سازش کی مخبری کی تھی اُنکی اولاد و احفاد تا ایں زمانہ بیکانیر میں آباد اور اُن مراعات سے مستفیض ہیں جو اس خدمت کے صلہ میں اُس وقت اُنکو عطا ہوئی تھیں اس واقعہ سے بادشاہ سخت ناراض ہوئے اور بیکانیر پر حملہ کرنے کے لیئے ایک فوج بھیجدی لیکن اس فوج کو فوراً ہی واپس کرلیا کیونکہ دکن میں شورش ہو رہی تھی اور بادشاہ اورنگ زیب کو باوجود تعصب مذہبی بہادر اور دلیر آدمیوں کی اشد ضرورت تھی اور علاوہ ازیں لاریب بادشاہ کو وہ قابل قدر خدمات بھی یاد آگئی ہونگی جو ساموگڑھ ضلع آگرہ کی فیصلہ کن لڑائی میں

دارا شکوہ کے مقابل راجہ کرن سنگھ جی اور اُنکے جنگ آزما بیٹوں یعنی راجکمار پدم سنگھ جی اور راجکمار کیسری سنگھ جی نے سر انجام دی تھیں اور جن خدمات کے اعتراف میں مذکورہ بالا جنگ سے گرد آلود واپس آنے پر بادشاہ نے خود اپنے رومال کے ساتھ اُنکے چہروں پر سے گرد صاف کی تھی۔ لہٰذا ان وجوہات سے بادشاہ نے ان کو بلا شرط و شروط معاف کر دیا۔ اور شاہی فوج کے ساتھ دکن کی طرف روانہ فرما دیا۔ اسکے چار سال بعد راجہ کرن سنگھ جی کا تو اورنگ آباد میں جہاں وہ کار سرکار پر مامور تھے انتقال ہوگیا اور اسی طرح جب راجکمار پدم سنگھ جی دریائے تاپٹی کے قریب جادو رائے اور ساون رائے کے ساتھ مصروف پیکار تھے تو نہایت بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھا اور اپنے ہر دو حریفوں کو تلوار کے گھاٹ اوتار کر خود بھی بادشاہ کے لیئے دشمن کی کثیر التعداد فوج کے ساتھ آخر دم تک لڑتے لڑتے کام آئے۔ ان قابل قدر خدمات کے باعث بادشاہ نے ریاست نظام کے عین مرکز میں اورنگ آباد کے قریب میرے جد بزرگوار راجہ کرن سنگھ جی کو وسیع قطعات زمین عطا فرمائے اور راجہ صاحب نے اس زمین میں تین گاؤں آباد کئے اور بیکانیر کے تین سورماؤں کے نام پر انکو کیسری سنگھ پورہ۔ پدم پورہ اور کرن پورہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ یہ جاگیر ۲۳۹ برس تک مہاراجگان بیکانیر کے زیر تصرف رہی۔ شاہ اورنگ زیب کی جو خدمات میرے بزرگوں نے کی ہیں اُسکے سلسلہ میں میں ایک واقعہ کا اضافہ کرتا ہوں وہ یہ کہ راجہ کرن سنگھ جی کے سب سے بڑے بیٹے راجکمار پدم سنگھ جی کے حقیقی بھائی مہاراجہ انوپ سنگھ جی نے گولکنڈہ کی تسخیر میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اسکے اور نیز دوسری خدمات کے صلہ میں بادشاہ سے ہمارے خاندان کا موروثی خطاب مہاراجہ حاصل کیا تھا"

اسکے بعد مہاراجہ صاحب نے وہ تمام قصہ سنایا جسکے مطابق ریاست بیکانیر سنہ ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ ہند سے مالی معاوضہ اور سرحد بیکانیر پر دو گاؤں لیکر "حق پر بجات" کے قبضہ سے دست بردار ہوئی تھی۔

مہاراجہ صاحب کی تقریر کا مذکورہ بالا اقتباس بجائے خود اُس الزام کی تردید ہے جو کہ مہاراجہ صاحب نے شاہ اورنگ زیب پر حضور وائسرائے کی موجودگی میں لگایا ہے۔ اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ شاہ اورنگ زیب ہرگز متعصب نہ تھا۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ کیونکر خاندان بیکانیر کے ساتھ ایسی فراخدلی سے سلوک کر سکتا تھا۔ دوئم یہ کہ راجپوتوں کو جبراً مسلمان کرنے کی کمینہ سازش افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ مہاراجہ بیکانیر کے بہادر اور غیور بزرگ کیونکر اس امر کو گوارا کر سکتے تھے کہ جو شخص اُنکے دین و دھرم پر کمینگی سے حملہ کرے وہ اُس سے معافی کے خواستگار ہوں اور پھر اُسکے لیئے نہایت وفاداری اور پامردی سے اُسکے ہندو دشمنوں سے لڑ کر جان تک نثار کر دیں۔ جو شخص راجپوتوں کی تاریخ سے واقف ہو وہ خوب جانتا ہے کہ اگر اورنگ زیب راجپوتوں کے مذہب اور قوم کو خفیہ سازشوں کے ذریعہ پامال و نابود کرنے کا منصوبہ کرتا تو کیا ممکن ہو سکتا تھا کہ جنگجو اور بہادر راجپوت ایسے بادشاہ کے سامنے گردن جھکاتے اور اپنی وفاداری کو ثابت کرنے کے لیئے اپنا خون بہاتے۔ مہاراجہ صاحب نے گو اپنے بزرگوں کی بہت تعریف کی ہے لیکن اس تعریف کے ساتھ بادشاہ پر بے بنیاد الزام لگا کر انہوں نے بیکانیر کے بہادر مہاراجوں کی ہتک کی ہے۔ وہ لاریب بہادر اور غیور تھے اور ان بہادر و غیرتمند راجپوتوں کا اپنے بادشاہ کے ساتھ وفاداری اور جاں نثاری سے پیش آنا ہی اس امر کی بیّن اور زبردست شہادت ہے کہ ان لوگوں نے اورنگ زیب کے وجود میں ایسے آقا کے اوصاف پائے تھے جو اپنی شرافت اور دریا دلی سے راجپوتوں کی سی بہادر قوم کو اپنا خادم بنا سکتا تھا۔ واضح رہے کہ بہادر راجپوتوں سے خدمت اور طاعت کا خراج لینا صرف اُسی صورت میں ممکن تھا جبکہ انکا مخدوم شرافت اور عالی حوصلگی کے زیور سے آراستہ ہوتا۔ مہاراجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ بادشاہ نے اپنے راجپوت جرنیلوں کے گرد آلود چہروں کو اپنے رومال سے صاف کیا تھا۔ اب اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی ایک بات صاف ظاہر کرتی ہے کہ شاہ اورنگ زیب اپنی راجپوت

جرنیلوں کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کے راجپوت جرنیل اپنے بادشاہ
سے کامل اخلاص رکھتے تھے۔ ہمیں تعجب آتا ہے کہ خادم و مخدوم تو خوش ہیں اور
اگر خادم سے غلطی ہوئی ہے تو دوسرا معاف کرتا ہے۔ اور اگر خادم اپنی غلطی کی تلافی
کے لیئے اپنی وفاداری پر خون سے مہر ثبت کرتا ہے تو مخدوم اپنی خسروانہ مراعات
وعنایات سے اپنے با اخلاص سپہ سالاروں کو مرہون منت بناتا اور اُنکی آئندہ نسلوں کو زیر بار
احسان کرتا ہے لیکن بادشاہ کے مخلص وغیور اور بہادر و وفادار جرنیلوں کے جانشین
یعنی موجودہ مہاراجہ صاحب بیکانیر بادشاہ کو تعصب اور کینہ چالبازیوں کا ملزم ٹھہراتے
ہیں۔ مہاراجہ صاحب نے جہاں اپنے قابل ستائش بزرگوں کی بہادری و جانبازی
کی بار بار تعریف فرمائی ہے وہاں اُنکے مخدوم و آقا شاہ عالمگیر کی ذات ستودہ صفات
پر بدنما دھبا لگانے کی کوشش کی ہے۔ اور افسوس ہے کہ اس طرح اُنہوں نے
خود اپنے بزرگوں کے روشن نام پر بھی داغ لگایا ہے۔ اگر مہاراجہ صاحب کا خیال
اورنگ زیب کی نسبت درست ہے تو گویا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سابق والیان
بیکانیر غیرت سے معرا تھے کیونکہ وہ ایسے شخص کی خدمات کو حصول عزت کا ذریعہ سمجھی
جو کینہ چالوں سے اُنکے مذہب اور قومیت کو مٹانا چاہتا تھا۔ اور حالانکہ وہ جانتے
تھے کہ بادشاہ اپنی حملہ آور فوج کو بیکانیر سے صرف اسلیئے واپس کرتا ہے کہ اُسکو دکن
کے لیئے راجپوت سرداروں کی امداد درکار ہے۔ مگر اسپر بھی وہ جاگیر اور خطاب حاصل
کرنے کے لیئے اورنگ زیب کی لڑائیاں اور لڑائیاں بھی ہندوؤں سے لڑتے رہے۔
لیکن ہم کامل یقین اور پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ الزامات محض بے بنیاد اور
قوت متخیلہ کے ناجائز نتیجے ہیں۔ جن وجوہات کی بنا پر ہم ان الزامات کو ناقابل پذیرائی
سمجھتے ہیں اُن میں سے ایک مہاراجہ صاحب کے بزرگوں کا اپنا فعل ہے۔ اور سب
مہاراجہ بیکانیر کے بزرگ اصحاب شرافت و غیرت تھے اور اگر آج وہ زندہ ہوتے
تو وہ اپنے اقوال سے بھی اپنے موجودہ جانشین کی ویسے ہی تردید کرتے جس طرح
سنیں ماضیہ میں وہ اپنے افعال سے کر چکے ہیں +

راجہ کرن سنگھ جی اور اُنکے بہادر بیٹوں کا شاہ دہلی کی خاطر اپنی جانوں تک قربان کر دینا ایک ایسا امر ہے جو نہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ سابق والیان بیکانیر کو تخت دہلی سے کیسا اخلاص تھا بلکہ اس سے صریحاً یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ وہ لوگ اپنے موجودہ جانشین کی رائے سے متفق نہ تھے اور اُن کے واہمہ میں بھی اُن الزامات کا گذر نہیں ہوا تھا جو آج کئی سو برس بعد اُنکے بادشاہ کی نسبت بیان کئے گئے ہیں اور ریاست بیکانیر کا موجودہ فرمانروا اُنکو قیصر ہند کے عالی مقام نائب کی موجودگی میں فخراً بیان کرتا ہے۔

ہم کو رہ رہ کر تعجب اور بار بار افسوس آتا ہے کہ مہاراجہ صاحب نے کیوں شاہ عالمگیر پہ نامناسب اور بے محل حملہ کیا اور اس حملہ کا یہ کونسا موقعہ تھا اسوقت تو اُمید تھی کہ مہاراجہ صاحب اورنگ زیب کے احسانات کا ذکر کرینگے اور اُس محسن بادشاہ کی تعریف میں کچھ کلمات کہیں گے۔ مہاراجہ صاحب کی تقریر سے صاف پایا جاتا ہے کہ شاہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ اور اُنکے ہمعصر راجپوت شہزادوں کے باہمی تعلقات نہایت دوستانہ تھے اور موخر الذکر کی خاصی تعداد شاہی فوج میں ملازم تھی۔ شاہ دہلی کو اپنے راجپوت جرنیلوں پہ بھروسہ تھا اور راجپوت شہزادوں نے اپنے وفادارانہ طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ اُنپر بادشاہ کا بھروسہ کرنا بے جا نہ تھا۔ جس پبلک پارک کے افتتاح کی غرض سے حضور وائسرائے کو مدعو کیا گیا تھا وہ جہاں راجہ کرن سنگھ کی بہادری کی یادگار ہے وہاں اورنگ زیب کی فیاضی کا بھی ایک بیّن نشان ہے۔ کیونکہ حیدرآباد کی جاگیر جسکی یہ حق پہ بجارت اسی فیاض بادشاہ کا عطیہ تھی۔ مہاراجہ صاحب نے جیسا کہ اُنکی تقریر سے ظاہر ہے یہ بھی فرمایا کہ مہاراجہ کا موروثی خطاب بھی اُنکے مورث اعلیٰ کو شاہ اورنگ زیب کی طرف سے عطا ہوا تھا ان خسروانہ عطیات اور نوازشات پر خاندان بیکانیر کو شاہ اورنگ زیب کا شکرگذار ہونا چاہیئے تھا اور اس فراخدل اور قدردان فرمانروا کو حضور وائسرائے کے سامنے اپنے اصلی رنگ یعنی خاندان بیکانیر کے مخدوم و محسن کی حیثیت میں

ظاہر کرنا مناسب تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ محبت کا جذبہ یا احسان کا احساس جو مہاراجہ صاحب کے بزرگوں کو شاہ عالمگیر کے متعلق تھا اُس کا کچھ بقیہ موجودہ والیئے بیکانیر کے قلب میں نہیں ہے۔ آپ نے اپنی تمام تقریر میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں کہا جس سے اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی شکرگزاری مترشح ہو یا یہ ظاہر ہو کہ مہاراجہ صاحب کو شاہ عالمگیر کے احسانات کا احساس ہے۔ اور وہ اپنے بزرگوں کے محسن کو وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ گو مہاراجہ صاحب کو اپنے بزرگوں کی بہادری اور وفاداری کے ساتھ ہی اُنکے آقا کی شاہانہ عنایات کا بھی ذکر کرنا پڑا ہے لیکن شاہ اورنگ زیب کی خادم نوازی فراخدلی اور قدردانی پر پانی پھیرنے کے لیئے اسکے ساتھ ہی "باوجود تعصب مذہبی" کا فقرہ ایزاد کر دیا ہے۔ اس فقرہ کے اضافہ سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ گو ظاہراً اورنگ زیب راجپوت شہزادوں پر مہربان تھا لیکن درپردہ وہ اُن سے نفرت رکھتا تھا۔ چنانچہ اسی الزام کی تقویت کے لیئے راجپوتانہ کو مسلمان بنانے کی 'سازش' کا افسانہ ایزاد کیا گیا ہے۔

ہم محو حیرت ہیں کہ مہاراجہ صاحب نے کیونکر سازش کے افسانہ کو حقیقت کا جامہ پہنا لیا حالانکہ ادنیٰ سی توجہ اسکی اصلیت کا اظہار کر سکتی تھی۔ جو حکمت عملی اس سازش کو عمل میں لانے کے لیئے اورنگ زیب کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ خصوصیت سے قابل غور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجپوت فوجوں کو سندھ پار لیجا کر اسلام کی دعوت دینی تھی اور اگر وہ نہ مانتے تو اُنکو موت کیلیئے تیار ہونا تھا۔ اس تجویز کی بیہودگی محتاج ثبوت نہیں اور نہ ہی پرلے درجے کے احمق اور بیوقوف کے سوا کوئی شخص ایسی تجویز پر عمل کر سکتا ہے جائے غور ہے کہ جنگجو بہادر راجپوتوں کی فوج کو۔ جنکے افسروں کے گردآلود چہروں کو خود بادشاہ نے اپنے رومال کے ساتھ صاف کیا ہو۔ دریائے سندھ پار صرف اس غرض سے بھیجا جائے کہ وہ اسلام اختیار کریں یا موت کے لیئے تیار ہوں اور لطف یہ کہ دکن میں اُنکی خدمات کی اشد ضرورت بھی موجود تھی۔ ایسی تجاویز کسی عقلمند کے دماغ کا نتیجہ نہیں ہو سکتیں

اور نہ ہی یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ اورنگ زیب اسقدر عقل و فہم سے بے بہرہ تھا۔ ہاں مہاراجہ صاحب نے یہاں پر یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص راجپوتوں کی تاریخ سے واقف ہے وہ جان سکتا ہے کہ اس تجویز کا کیا نتیجہ ہوتا"۔ اس جملہ سے مہاراجہ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ راجپوت جبراً اسلام اختیار کرنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتے یہ درست ہے بے شک راجپوت ایسا ہی کرتے لیکن کیا اورنگ زیب کو راجپوتوں کی حالت کا علم نہ تھا۔ یا کیا وہ راجپوتوں کے عادات و رسومات سے ناواقف تھا۔ وہ تو دوسروں کی نسبت راجپوتوں کو زیادہ سمجھتا تھا کیونکہ اُسکی رگوں میں بھی تو آخر راجپوتی خون تھا۔ الغرض حضرت اورنگ زیب خوب جانتے ہونگے کہ آیا آں رُوئے دریائے سندھ لیجا کر راجپوتوں کی قوم کو جبراً مسلمان کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس قصہ پر یقین کرنیوالوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر سندھ کے اس طرف شاہ عالمگیر کمزور اور ناتواں تھے تو سندھ کے پار وہ کیونکر طاقتور اور زبردست ہو سکتے تھے؟ اُنکا پایۂ تخت اور طاقت کا مرکز تو سندھ کے اس پار ہی تھا اور کیا راجپوت افواج کے لیئے سندھ پار جانا کوئی غیر معمولی بات تھی؟ کیا تاریخ کے پڑھنے والے یہ نہیں جانتے کہ سلاطین مغلیہ کابل میں راجپوت افواج کو بطور قلعہ گیر لشکر کے متعین رکھتے تھے؟ پھر یہ کونسی نئی اور انوکھی بات تھی کہ بادشاہ اورنگ زیب نے ایک مہم کے لیئے راجپوت افواج کو سندھ پار جانے کا حکم دیا۔ اس بے بنیاد الزام کے مصنفوں کو عقل سلیم سے کام لیکر سوچنا چاہیئے تھا کہ اگر سندھ پار جا کر راجپوتوں کو جبراً مسلمان بھی کر لیا جاتا تو کیا وہ سندھ کے اس طرف آ کر پھر ہندو نہیں ہو سکتے تھے؟ اور کیا جس خوف کی وجہ سے اورنگ زیب نے اُن راجپوتوں کو سندھ سے اسطرف مسلمان بنانا پسند نہیں کیا تھا وہی خوف پھر راجپوتوں کے واپس آنے پر قائم نہیں رہتا تھا؟ اور کیا اورنگ زیب جیسا مدبّر بادشاہ فہم سلیم سے ایسا مبرّا تھا کہ یہ موٹی باتیں بھی اسکی سمجھ میں نہ آئیں؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ شاہ اورنگ زیب پر ایسا کریہ الزام محض بے ہودہ اور قلت تدبر

کا نتیجہ ہے جس سے افسوس ہے کہ عالی مرتبہ اور روشن خیال اُمراء بھی متاثر ہو رہے ہیں۔
مہاراجہ صاحب بیکانیر کی تقریر کو صحت کے قریب لانے اور قابل پذیرائی بنانے کیلئے
اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ نے کسی مہم پر شاہی افواج کو آنزدی دریائے سندھ کوچ
کر جانے کا حکم دیا اور حسب دستور سابق راجپوت رؤسا کی امدادی افواج کو بھی شاہی
فوج کی اعانت پر پہنچنے کے فرامین صادر کیئے راجپوت فوجیں روانہ تو ہو گئیں لیکن
دوران کوچ میں کسی توہم پرست ہندو کو اس مفروضہ سازش کا وہم ہوا اور اُس نے
خفیہ خفیہ اس جال کو اسقدر بڑھا کر پھیلایا کہ تمام لشکر اور خود راجپوت شہزادے بھی
دام تزویر میں اسیر ہو گئے اور غدر ۵۷ء کی طرح ایک بے بنیاد افواہ پر اپنی محسن
گورنمنٹ سے سرکشی کا ارتکاب کر بیٹھے۔ بادشاہ نے اس نافرمانی اور شوخی کی سزا
کے لیئے بیکانیر پر فوج کشی کا حکمدیا۔ لیکن اس مدت میں راجہ کرن سنگھ جی کو اپنی غلطی
کا علم ہو چکا تھا انہوں نے اپنے بادشاہ سے معافی کی درخواست کی اور بادشاہ نے
اپنے پرانے جان نثار سردار کو فراخدلی سے معاف فرما دیا۔ اسکے بعد راجہ جی نے اپنی
فروگذاشت کی تلافی اور بادشاہ کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کے لیئے نہایت
جانبازی سے جوہر مردانگی دکھائے اور بادشاہ سے جاگیر حاصل کی پھر ایک مخلص
ملازم کی طرح اپنے آقائے نامدار پر اپنی جان عزیز قربان کر کے ثابت کر دیا کہ شریف اگر
غلطی بھی کریں تو اس طرح اسکی تلافی کیا کرتے ہیں اور احسان کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔
پس اگر اس واقعہ کی کوئی اصلیت ہے تو اس سے زیادہ نہیں اور یہی قرین قیاس
اور قابل تسلیم ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ سازش کے افسانے کو ذرا وضاحت سے بیان کر دیں اور اپنے
ناظرین کو یہ جتلا دیں کہ جس قوم کے افراد اس روشنی کے زمانہ میں بھی توہمات کا شکار
ہوں اور جن کے نزدیک آریہ ورت سے باہر قدم رکھنا گویا ہندو دھرم کو بگاڑنا ہے۔
کیا ان سے یہ بعید تھا کہ سندھ پار جانے کے فعل کو ہی دھرم کا بگاڑ سمجھ لیتے۔
.... پھر ۱۸۵۷ء کا خطرناک خونی منظر ابھی بہت پرانا نہیں ہوا کیا اس وقت

اسی توہم پرستی نے ملک میں خون کی ندیاں نہیں بہا دی تھیں ؟ کیا بے بنیاد اور بے ہودہ الزامات کی گورنمنٹ عالیہ کے خلاف ایسے رنگ میں اشاعت نہیں کی گئی تھی ؟ کہ گویا وہ صحیح ہیں پھر کیا ان لغو مگر زہر آلود الزامات سے بڑے بڑے لوگ متاثر نہیں ہوئے ؟ کیا ایک برہمن کی آواز پوربی سپاہیوں سے گذر رانی جھانسی اور ناناد ھندو پنتھ تک کے کانوں میں نہیں پہنچی ؟ پھر کیا یہ بڑے بڑے لوگ اس کے اثر سے محفوظ رہے ؟ - اب ہم کہتے ہیں کہ اگر انیسویں صدی میں جبکہ توہم پرستی اُڑنی شروع ہو گئی تھی - یہ ممکن ہو گیا کہ ایک لغو افواہ نے بڑھتے بڑھتے اصلیت کا جامہ پہن لیا اور کشت و خون کا بازار گرم کرا دیا - تو کیا بدرجہ اولی یہ ممکن نہیں کہ ۱۸۵۷ء سے ڈیڑھ دو سو سال پیشتر توہمات نے اسی رنگ میں اپنا اثر کیا ہو - فرق صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ایک صورت میں تو سندھ پار لیجا کر راجپوتوں کو جبراً مسلمان بنانے کا افسانہ وضع کیا گیا اور دوسری طرف چربی والے کارتوسوں کے ذریعہ ہندو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی من گھڑت کہانی مشہور کی گئی -

الغرض مہاراجہ صاحب نے جو الزامات شاہ اورنگ زیب پر لگائے ہیں وہ دراصل اُس نوعیت کے ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ پر ۱۸۵۷ء میں لگائے گئے اور جس طرح موخر الذکر الزامات کا ماخذ ایک توہم پرست دماغ تھا اسی طرح یقیناً اول الذکر کی حالت میں بھی انہی توہمات کا گہرا اثر ہوا ہوگا - ہز ہائی نس نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ کہ اورنگ زیب نے خفا ہو کر "بیکانیر پر حملہ کرنیکے لیئے ایک فوج بھیجی لیکن بعدازاں راجپوت شہزادوں کو معاف فرما دیا" ہم کہتے ہیں کہ اگر بادشاہ نے کوئی سازش کی تھی اور اس سازش کا علم بروقت راجپوت شہزادوں کو ہو گیا تھا تو اورنگ زیب کو اپنی حرکت پر شرمندہ ہونا چاہیئے تھا نہ کہ اُلٹی خفگی کرتا - اور معاف کرنیکے کیا معنے اُسے تو خود اپنے راجپوت جرنیلوں سے معافی مانگنی چاہیئے تھی تاکہ اُنکا جائز غصہ کم ہو جاتا اور اُنکو یقین ہوتا کہ بادشاہ آئندہ کبھی اُنکے دھرم بگاڑنے کی کوشش نہ کرے گا -
لیکن مہاراجہ صاحب کی تقریر سے تو صاف پایا جاتا ہے کہ نہ تو راجپوتوں کی طرف سے

کوئی شرائط پیش ہوئیں اور نہ ہی بادشاہ نے کسی شرط پر معاف کیا جسکے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ راجپوت شہزادوں کو جب اپنی غلطی کا علم ہوا تو اُنھوں نے بغاوت کے سیاہ داغ کو جو اُنکی وفاداری کے سفید لباس پر بہ منزلہ ایک بدنما دھبے کے تھا معافی کے صاف پانی سے دھوڈالنے کا عزم کرلیا اور قبل اسکے کہ شاہ عالمگیر کی آتش غضب ہر ایک چیز کو خاک سیاہ کرتی اُنھوں نے اپنی فروگذاشت کا اظہار اور سابقہ خدمات کا واسطہ دیکر اپنے جرم پر قلم عفو کھینچے جانے کی درخواست کی ہوگی جو بادشاہ کی پیشگاہ عالی سے منظور ہوئی۔

المختصر اگر اس واقعہ کی کوئی حقیقت اور مہاراجہ صاحب کی تقریر میں کوئی اصلیت ہے تو وہ اسی قدر ہے جو ہم نے وضاحت سے اوپر بیان کردی۔ ہمیں یہانتک تو مہاراجہ صاحب سے اتفاق ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ بادشاہ پر سازش کا الزام لگایا گیا ہو اور یہ کہ راجپوتوں نے دریائے سندھ کے کنارہ پر پہنچکر بغاوت کردی ہو لیکن محض ایک الزام کی بنا پر یہ کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی سندھ پار لیجاکر راجپوتوں کو جبراً مسلمان بنانے کی سازش کی گئی تھی۔ ہم نے اس فرضی سازش کو ۱۸۵۷ء کی مفروضہ سازش سے تشبیہ دی ہے اور یہ مشابہت بالکل صحیح ہے۔ اگر خدانخواستہ اس زمانہ میں انگریزی سلطنت کی بجائے کوئی اور حکومت ہوتی اور اس حکومت کا حاکم اعلیٰ ریاست جھانسی وغیرہ میں مدعو کیا جاتا اور ریاست کا فرمانروا اُس نائب السلطنت کے سامنے تقریر کرتے وقت کہتا کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے کارتوسوں میں سوٴر اور گائے کی چربی لگاکر ہندوستانیوں کے مذہب کو بگاڑنے اور اُنکو عیسائی بنانے کی کوشش کی تھی لیکن اس سازش کا بروقت علم ہوگیا اور ہمارے بزرگوں نے یہ کیا وہ کیا وغیرہ وغیرہ۔

اب ہز ہائی نس خدارا یہ فرمائیں کہ ان دونوں سازشوں میں فرق کیا ہے؟ صرف اتنا کہ ایک میں گورنمنٹ مغلیہ اور دوسری میں گورنمنٹ انگلشیہ ہے ورنہ واقعات یکساں توہمات یکساں اور انکی اشاعت یکساں ہے۔ پھر کیا کوئی سلیم الفطرت

انسان غدر ۱۸۵۷ء کی مفروضہ سازش کو صحیح سمجھ سکتا ہے؟ اور اگر ایک کو صحت سے معرّا سمجھا جائے تو کیوں دوسری کو یہی پایہ نہیں دیا جاتا؟

یہ بے محل نہ ہوگا اگر ہم یہاں پر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب الموسومہ بہ دعوت اسلام سے ایک واقعہ نقل کردیں اور دکھائیں کہ شاہ عالمگیر کے غیر مسلم لوگوں خصوصاً راجپوتوں کے متعلق کیا خیالات تھے اور یہ کہ مذہب اسلام کا پابند اورنگ زیب کس طرح قرآن پاک کے احکام پر عمل کرکے کسی کے مذہب میں دخل دینا ممنوع سمجھتا تھا۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ان سطور کا مطالعہ طالب حق پر مہاراجہ صاحب کی بیان کردہ مفروضہ سازش کا اصل راز افشا کردے گا۔ مسٹر آرنلڈ فرماتے ہیں "ایک دفعہ کوشش کی گئی کہ دو غیر مسلم ملازمین سرکار کو اس بنا پر علیحدہ کرا دیا جائے کہ وہ پارسی (آتش پرست) ہیں اور انکی جگہ مسلمانوں کا تقرر عمل میں آئے۔ شاہ اورنگ زیب نے جواباً فرمایا 'عام دنیوی تعلقات میں کسی کے مذہب سے کیا سروکار ہے اور ایسے معاملات میں تعصب مذہبی کو ہرگز راہ نہیں دینی چاہیئے'۔ اپنے اس جواب کو تقویت دینے کے لیئے بادشاہ نے قرآن کریم کی یہ آیت سنداً پڑھی لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ یعنی تمھارے لیئے تمھارا مذہب اور میرے لیئے میرا مذہب۔ اور اسکے بعد فرمایا "اگر ہم اس نصیحت پر عمل پیرا ہوتے تو چاہیئے تھا کہ تمام راجاؤں اور ان کی رعایا کو تباہ کر دیتے"۔ یہ ہیں اس بادشاہ کے خیالات اور معتقدات جس پر کمال بے رحمی سے ایک کمینہ سازش کا الزام لگایا جاتا ہے واضح رہے کہ اورنگ زیب ایک پابند مذہب بادشاہ تھا اور وہ اپنی ہر رائے کو قرآن کے ماتحت رکھتا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے۔ لہٰذا ایسے بادشاہ پر کمینہ سازشوں اور جبراً مسلمان کرنے کا الزام ایسا ہی غلط اور بیہودہ ہے جیسا کہ اسلام کی تعلیم پر جبراً اشاعت مذہب کی اجازت دینے کا لغو الزام پایۂ صداقت سے گرا ہوا ہے۔

بالآخر ہم مکرّر اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بیکانیر نے

شاہ اورنگ زیب پر بے جا اور بے بنیاد الزام لگاکر مسلمانوں کے قلوب کو سخت صدمہ پہنچایا ہے مناسب تو یہ تھا کہ جاگیر بریجات کے عطا کنندہ اور راجگان بیکانیر کو مہاراجہ کا خطاب دینے والے بادشاہ کی شکرگذاری کا موجودہ نائب السلطنت کی موجودگی میں اظہار کیا جاتا اور بتایا جاتا کہ ایشیا کی ایک بہادر قوم صدیاں گذر جانے پر بھی احسان کو فراموش نہیں کرتی - چونکہ مہاراجہ صاحب نے بادشاہ اورنگ زیب پر ایک سنگین اور دل دکھانے والا الزام لگایا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس بات کے مطالبہ کا حق حاصل ہے کہ مہاراجہ صاحب اس دعویٰ کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں اور معتبر تاریخ سے اس بے ہودہ سازش کے الزام کو صحیح اور واقعی ثابت کریں - مہاراجہ صاحب نے راجپوت افواج اور راجہ کرن سنگھ جی کے مقابلہ کو "بیکانیر کی تاریخ کا ایک سنہری باب" کہکر پکارا ہے کیونکہ انکے خیال میں کارروائی اپنے دھرم کی حفاظت کے لئے تھی۔ لیکن ہم مہاراجہ صاحب یا انکے ہر ایک ہم خیال سے دریافت کرتے ہیں کہ آپکے پاس اس بات کے باور کرنیکی کیا وجوہات ہیں کہ یہ سنہری باب توہم یا بناوٹ کے ہاتھ کا رقم زدہ نہیں ؟

اس مضمون کے خاتمہ پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک غلط تعبیر کا ازالہ کردیں وہ یہ کہ مبادا ہمارے الفاظ سے کسی کو شبہ ہو کہ ہم تمام ہندو قوم کو اس غلطی کا شکار سمجھتے ہیں جسکے جال میں مہاراجہ صاحب بیکانیر پھنس گئے ہیں۔ نہیں نہیں ہمارا ہرگز ایسا خیال نہیں - ہندو قوم میں اورنگ زیب کے احسان کے قدرداں اور حقیقت سے آشنا لوگ موجود ہیں - چنانچہ ہم کو یاد ہے کہ مسلم یونیورسٹی کی ابتدائی تحریک کے زمانہ میں راجہ برج نارائن صاحب نے یونیورسٹی کے چندہ میں ایک سو روپیہ ارسال کیا تھا اور اسکے ساتھ ہی تحریر فرمایا تھا کہ ہمارا خاندان شاہ عالمگیر کا شکرگذار اور ہماری ریاست اُس تاجدار کی یادگار ہے - پھر بہت دیر نہیں گذری کہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے بنگالی سکرٹری نے بنارس سے شاہ اورنگ زیب کا ایک حکمنامہ نکالکر اپنے غلطی خوردہ بھائیوں کو سنایا تھا کہ

جب بادشاہ کو محاصل بنارس کے تشدد و سختی اور ہندوؤں کے مذہبی امور میں دست اندازی کا علم ہوا تو آپ نے محاصل مذکور کو یہ حکم لکھا کہ ہم نے سنا ہے تم ہندوؤں کے مذہبی امور میں مداخلت کرتے اور ان پر تشدد روا رکھتے اور مندر گرواتے ہو یہ امور ہمارے مذہب کی تعلیم کے خلاف ہیں اگر آئندہ شکایت ہوئی تو قرار واقعی سزا دیجائے گی وغیرہ وغیرہ۔

اے کاش مہاراجہ صاحب بیکانیر نے جہاں ایک فرضی اور بناوٹی سازش کی کہانی سنی تھی وہاں وہ علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ اور دوسرے اخبارات میں راجہ برج نارائن اور فاضل سکرٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے خیالات کا بھی مطالعہ فرما لیتے اور بے وجہ ایک دل دکھانے والی کہانی حضور وائسرائے ہند کو سنانے کی تکلیف گوارا نہ کرتے۔

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہ

احباب و اہل اسلام اس چٹھی پر غور فرماویں ایک دردمند دل کی تحریر ہے۔ دردمند دل سے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ پوری توجہ کریں۔ تین ہزار ایک پرچہ کے لیئے۔ زیادہ نہیں۔ چاہو خریدار بنو۔ چاہو۔ امدادی رنگ میں دو۔ جس طرح ہو خواجہ صاحب کی ہمت بڑھاؤ۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ۔ والسلام

نور الدین عفی اللہ عنہ ۲۶- فروری ۱۳ء

میرے مرشد و آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے کئی سال ہوئے جب یہ آواز دی اور خدائے تعالیٰ نے اس آواز پر ایک جماعت انصار کی انہیں عطا کی۔ جنہوں نے وہ نمایاں اسلامی خدمت آجتک کی کہ جس کا اہل ہند نے اعتراف کیا۔ آج میں کئی ہزار میل پر بیٹھا ہوا انصار کی سرزمین سے پھر یہ آواز دیتا ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ میری یہ صدا خالی نہ جاوے گی دراصل تو میری سب امیدوں اور آرزوؤں کو پورا کرنیوالا اور میرے مقاصد کو بر لانے والا۔ وہی سبحانہٗ تعالیٰ ہے جس نے مجھے اس سرزمین میں آناً فاناً بھیجکر میرے سامنے اعلائے کلمۃ اللہ کا

ایک وسیع میدان کھولدیا لیکن حالت اضطرار میں - من انصاری الی اللہ بھی پکار نا مجھے اُسی نے سکھلایا - یوں تو کوئی ہفتہ نہیں گذرتا کہ ابناء الدجال المسیح کے غلام سے ذلیل وخوار نہیں ہوتے - اور پرائیویٹ طور پر سلسلہ گفتگو بھی مفید پیمانہ پر جاری ہے - لیکن دیرپا تاثیرات پیدا کرنے کے لیئے کسی ایک مستقل کوشش کی ضرورت ہے - بلاد غربیہ میں مسئلہ اشاعت اسلام پر جو مجھے سمجھ آیا - مینے اُس چٹھی میں اُسے لکھ بھیجا جو سالانہ جلسہ میں سنائی گئی - جسکی غرض یہ تھی کہ یہاں سے کوئی رسالہ جاری ہو - یا ریویو آف ریلیجز کو اس طرف منتقل کیا جاوے - مجھے بعد میں معلوم ہوًا - کہ قومی مصالح اور دیگر اخراجات کثیر - اُس پندرہ بیس ہزار کے متحمل نہیں ہوسکتے جو ریویو آف ریلیجنز کا یہاں لایا جانا چاہتا تھا لہذا بعد از دعا استخارہ بمشورہ - مینے ارادہ کیا ہے کہ میں ایک ماہواری میگزین یہاں سے نکالوں :

میری مختصر رہائش نے مجھ پر یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ دنیا مذہب سے کچھ ایسی بیزار ہے کہ کسی امر میں جس کو کچھ مذہب سے تعلق ہو - انکو اُس سے کوئی دلچسپی نہیں - خالص مذھبی رسالہ کا خریدنا تو درکنار شاید مفت بھی اس کو پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے - اس لیئے یہ پسند کیا گیا ہے کہ اس کا تھوڑا سا حصہ دیگر امور پر بھی مشتمل ہو - اخلاق - اقتصاد - تعلیم - امور سیاسی و مجلسی دراصل دنیا نے انکو مذہب سے الگ کر رکھا ہے - لیکن اسلام میں تو یہ سارے امور آجاتے ہیں - اسلیئے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس پرچہ کی اصل غرض وغائت تو مذہب ہی ہے - ہاں بعض طبائع کو پڑھنے کی تحریک دینے کے لیئے اس قسم کے اور امور بھی لکھ دیئے جاویں گے - لیکن انکو بھی اسلامی جھلک سے رنگین کردیا جاوے گا - علاوہ ازیں میرے ایک خاص دوست ہیں وہ رسالہ میں اس قسم کے مضامین کے اندراج ہونے پر ایک خاص تعداد اس رسالہ کی اپنے خرچ پر مفت تقسیم کرادیں گے - اُن کا ایک مقصد ہے خدائے تعالیٰ اُن کو انکے مقصد میں کامیاب کرے :

اس رسالہ کے اخراجات میں بحیثیت ایڈیٹر اپنی محنت اور بحیثیت مینیجر اخویم ڈاکٹر عباد اللہ صاحب کی محنت میں شامل نہیں کرتا - خدائے تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو اجر عظیم اپنی جناب سے دے - صرف چھپائی - اشاعت - کاغذ - محصولڈاک اور دیگر امور ضروری کے لحاظ سے اور اُس امداد کو الگ کر کے جو میرے دوست نے دینی ہے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے بھائی دو ہزار کاپی کی خریداری

سردست کریں۔ اس میں ایک ہزار میں یہاں امریکہ۔ افریقہ اور یورپ میں مفت تقسیم کرونگا۔ اور یہ بالکل تھوڑا ہے یہاں تو کئی ہزار کاپی مفت تقسیم ہو تو پھر کوئی صورت پیدا ہو گی۔ اور متواتر اور مستقل کوشش سے ہی کوئی نتیجہ مترتب ہوگا۔ میں چاہتا ہوں میرے بھائی خواہ وہ انگریزی داں ہیں یا غیر انگریزی داں اسکے خریدار بنیں۔ اُردو داں اصحاب کی خدمت میں اس کا اردو ترجمہ پُہنچا کر یگا۔ میں نے قیمت اسکی پانچروپے سالانہ رکھی ہے اور حالات بالا کے لحاظ سے یہ بہت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ بعض بھائی قیمت کا لحاظ نہ کریں بلکہ عنداللہ جو کچھ اُن سے بن پڑے اسوقت میری مدد میں ایثار کر دیں۔ خدا کے فضل سے مینے آجتک ہندوستان میں مختلف کتابیں اس اصول پر شائع کیں۔ اور گذشتہ تین چار سال متواتر سلسلۂ الٰہیہ کی خدمت میں کوشاں رہا۔ بھائیوں کی امداد سے خدا نے میری محنت کو ضائع نہ کیا۔ ہندوستان میں راستہ صاف ہُوا۔ اب مصلحت ربی مجھے یہاں لائی۔ میرے ہاتھ میں کُتی اور کند سے پر ربانی کندھالی ہے۔ لیکن یہاں تو بہت کھردرے میدان۔ سنگلاخ پہاڑ۔ خاروار جھاڑیاں اور ویرانے ہیں۔ خدا ہی ہے جو میرے ہاتھ کو مضبوط اور میرے پاؤں کو طاقتور بنا دے ؀

مینے اپنے ایجنٹ منشی نور احمد صاحب کو مقرر کیا کہ وہ مختلف شہروں میں آپ صاحبان کیخدمت میں آویں۔ اور میری طرف سے گدائی کریں اللہ تعالیٰ آپکے دلوں میں الہام کرے اور اگر یہ کام محض اُسی کی مشیت اور منشاء کے ماتحت ہے تو آپ کے سینوں کو میری مدد کے لیئے اور آپ کے ہاتھوں کو ایثار کے لیئے کھولدے۔ آمین۔ والسلام۔ پتہ نیشنل بنک آف انڈیا ۲۶ بشپ گیٹ کمال الدین

فٹ نوٹ :۔ ضروری نہیں کہ ہمارے بھائی شیخ نور احمد صاحب کی انتظار کریں بلکہ براہ راست بذریعہ پوسٹل آرڈر امدادی رقم مجھے بھیجدیں۔ یا لاہور میں شیخ رحمت اللہ صاحب کیخدمت میں بھیجدیں؀

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ فروری ۱۹۱۳ء

صیغہ زکوٰۃ :- آمد ۰-۰-۵۹۱ اور خرچ ۴-۹-۱۷۴ ہوا۔ آمد میں پانچ سو کی رقم صرف جناب ابوبکر یوسف جمال صاحب نے جدہ سے روانہ فرمائی ہے۔ باقی [illegible] روپے مختلف احباب کی طرف سے۔ یعنی جماعت احمدیہ شملہ نے [illegible]۔ چودھری حاکم علی صاحب چک پنیار ڈاکخانہ بھلوال نے [illegible] جماعت منصوری نے [illegible] اور جماعت بنگہ نے ایک روپیہ بھیجا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

یتامیٰ :- آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا۔ آمد میں صرف ایک ہی رقم قابل ذکر ہے۔ جو بھائی ابوبکر یوسف جمال صاحب نے جدہ سے بیس روپے کی بھیجی۔ احباب یتامیٰ کی پرورش کی طرف خیال رکھیں۔

تعلیم :- خدا کا شکر ہے کہ جیسے کہ گذشتہ رپورٹ میں اطلاع کی گئی تھی کہ طلباء تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ میں تمام کھیلوں میں ضلع گورداسپور میں اول رہے ہیں۔ ڈویژنل ٹورنمنٹ لاہور میں فٹ بال ہاکی میں اول نمبر پر رہے۔ جو ایک چاندی کا شیلڈ اور ہر ایک لڑکے کو ایک ایک تمغہ ملا۔ تعداد طلباء سکول ۳۵۷۔ سات سرکاری وظیفہ خواران ہیں ؀

صیغہ مقبرہ بہشتی :- دو موصیہ اس ماہ فوت ہوئیں۔ ایک قادیان میں ایک باہر۔ اول الذکر دفن مقبرہ بہشتی ہوئی۔ موخر الذکر کا کتبہ نصب کیا جاویگا۔ بارہ نئی وصایا آئیں۔ مد وصایا میں ذیل کے احباب کی طرف سے روپیہ آیا۔ مسمات کنیز فاطمہ مرحومہ ہمشیرہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مدخلہ مولوی محمد علی صاحب [illegible]۔ مولا داد صاحب سب انسپکٹر ریلوی پولیس گورداسپور [illegible] میاں نبی بخش صاحب رفوگر وسوداگر پشمینہ امرتسر [illegible]۔ بابو عبد الرحمٰن صاحب شملہ [illegible] ڈاکٹر بشارت احمد صاحب راولپنڈی [illegible]۔ حاجی عمر ڈار صاحب کشمیر [illegible] شیخ فضل کریم صاحب اسسٹنٹ اکونٹنٹ دہلی [illegible]۔ بابو عبد الحی خانصاحب پوسٹماسٹر بحساب صاحب جان زوجہ خود [illegible]۔ دوست خان محرر پولیٹکل سیونگ [illegible] ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب بذریعہ جماعت گوئی [illegible]۔ صاجو زوجہ سندی شاہ بنگہ ضلع جالندھر [illegible]

جھنڈو زوجہ عبداللہ بنگہ ضلع جالندھر عہ - جانوں مرحومہ زوجہ مولا بخش صاحب بنگہ ضلع جالندھر عہ - شیخ محمد حسین صاحب بحساب اُنثہ مرحومہ لائل پور دعہ
مولوی رحیم بخش صاحب تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور عہ -
بعض احباب مسودہ وصیت نامہ غلط لکھتے تھے جسکے درست کرانے پر بہت عرصہ خط و کتابت میں صرف ہو جاتا تھا اسلیئے بمشورہ مشیر قانونی صاحب احباب کی سہولت کیلئے وصیت کرنیکے لیئے مسودہ چھپوایا گیا ہے - لہٰذا دفتر مقبرہ سے منگوا کر اسکے مطابق وصیت کیجاوے انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کچھ فارم منگا کر اپنے پاس رکھ لیں تو بوقت ضرورت سہولت ہو سکتی ہے ؛

اشاعت اسلام:- خریداران ریویو انگریزی میں ۲۲ کی اور اُردو میں ایک سو کی کمی واقع ہوئی جسکی وجہ یہ ہے کہ دسمبر جنوری گذشتہ میں جملہ خریداران کے نام دی-پی کیا گیا تھا - جسکا انکاری ہو کر آیا اسکے نام رسالہ بند کر دیا گیا اس کمی کا زیادہ اثر ماہ فروری میں واقع ہوا کیونکہ رسالہ اس ماہ واپس آیا افسوس کا مقام ہے کہ جب احباب سے قیمت طلب نہ کیجاوے تو خریدار بڑھتے جاویں اور جب کبھی وصولی قیمت کا سوال اُٹھے تو خریدار کم ہونے لگیں - احباب غور فرماویں کہ ایسے خریدار بننے سے کیا فائدہ جبکہ دفتر کو اُلٹا نقصان پہنچے - اور کیا حضرت کے ارشاد کی تعمیل کرنیکے کہ ہر احمدی کو رسالہ کا خریدار ہونا چاہیئے - یہی معنے ہیں - نہیں ہرگز نہیں - اور میں زور سے کہتا ہوں کہ ایسے احباب بجائے فائدہ کے فنڈ کو زیر بار کرتے ہیں - جو رسالہ جاری کرا کر کچھ عرصہ وصول کرتے رہتے ہیں لیکن جب دی-پی بھیجا تو انکار کر کے واپس کر دیا - اس لیئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ حتی الوسع پیشگی قیمت لیکر رسالہ جاری کیا جاوے اور اس صورت میں تھوڑے خریدار جو پیشگی قیمت دینے والے ہوں قیمت نہ دینے والے بہت خریداران سے بہتر ہیں ؛

دفتر تعمیر:- عمارت بورڈنگ ہوس کا کام بجز روغن کے مکمل ہوا - عمارت مدرسہ کے نیچے کی منزل کی قریباً کل کمروں کی چھت پڑ چکی ہے - اندرونی پلستر اور برآمدہ کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے - کام کی رفتار بہت تیز ہے - بھٹہ کا کام زور سے چل رہا ہے -

اس ماہ ۱۶۵۹-۵-۹ آمد اور ۲۰۸۳-۱۳-۹ خرچ ہوا۔ جنمیں سے ذیل کی قوم
چندہ تعمیر میں وصول ہوئیں۔ قادیان ۱۱۱۸ؔ۔ شملہ لعہ۔ حیدرآباد دکن لعمار
مونگیر ۸ؔ۔ لاہور للعہ۸ؔ۔ پشاور ہ۱ؔ۔ منٹگمری عہ۔ پٹیالہ عا ر
میرٹھ سے ر۔ بنگہ عا ر۔ لائل پور سے۔ سڑدعہ للعہ۸ؔ۔ علیگڈھ عہ
ڈیرہ غازیخان لعہ۔ منصوری للعہ ر گلگت صہ۔ غوث گڈھ عہ۔ انبالہ ۱۴ؔ
بنگلور صہ ر از مختلف احباب ماللعہ۹ؔ

گذشتہ دنوں جو اپیل چندہ تعمیر کی وصولی کے لیئے کی گئی تھی۔ اسپر جناب شیخ تیمور صاحب ایم۔اے۔ پروفیسر و اسسٹنٹ ٹیوٹر علیگڈھ کالج نے جو کارروائی کالج کے چند ایک احمدی طلباء میں جو اکثر انہیں سے غریب تھی کی وہ قابل رشک ہے۔ خصوصاً اس لحاظ سے بھی کہ طلباء خواہ امیر ہوں یا غریب انکی جیب اس قسم کے اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اسلیئے میں دیگر احباب کی اطلاع کے لیئے وہ چیٹھی جو وہاں سے موصول ہوئی درج کرتا ہوں۔ تا احباب کو اللہ تعالیٰ کا شکریہ کرنیکا موقع ملے کہ ہر طبقہ میں اسکے فضل سے کیسے کیسے مخلص احباب موجود ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب والا کی دردمند اپیل سکول کی عمارت کے باری میں جناب شیخ صاحب کے پاس پہنچی۔ انہوں نے جمعہ گذشتہ میں بڑے زور سے تحریک فرمائی۔ اور احمدی طلبا کے ذہن نشین کیا۔ کہ جسطرح دنیا میں کھانا پینا اور دیگر ضروری چیزیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح قومی کام ایسی ہی اہمیت رکھتی ہیں۔ آپ سب کو چاہیئے کہ عمارت کے فنڈ میں پیٹ کاٹکر بھی چندہ دیں۔ انہوں نے چندہ کے ضروری مقاصد و اغراض کی طرف توجہ دلائی انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ قومی سکول کے لیئے آپسے چندہ مانگا جاتا ہے۔ وہ قومی سکول جس میں ہمارے بچے تعلیم پا رہے ہیں۔ جسمیں آیندہ تعلیم حاصل کرینگے وہ نامکمل ہے۔ آپنے بڑے زور سے اس بات کی طرف توجہ کرائی۔ کہ ہر ایک صاحب کو چاہیئے کہ اتنا چندہ دے۔ کہ اسکو دینے میں بھی تکلیف محسوس ہو۔ الغرض جناب شیخ صاحب کی تقریر اور جناب والا کی اپیل نے بڑا اثر کیا۔ چنانچہ شیخ صاحب نے مبلغ ۱۰۰ روپیہ جو بائیسکل کے لیئے رکھا ہوا تھا۔ کیونکہ انکو شہر سے کالج پیدل آتے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ عمارت فنڈ میں دے دیا۔ اور کہا۔ کہ خدا تعالیٰ نے دو ٹانگیں دی ہوئی ہیں۔ وہ کافی ہیں۔ بائیسکل کی بابت پھر دیکھا جائیگا۔ چنانچہ ایک کمیٹی

چندہ کی بنائی گئی - چندہ فراہم کیا گیا - احمدی طلباء نے بھی ایثار کا پورا ثبوت دیا - اور بعض غریب
طلباء نے اپنی حیثیت سے بہت ہی زیادہ چندہ دے دیا - بعض نے اپنا ناشتہ کم دیا - اور روپیہ
عمارت فنڈ میں دیدیا - یہاں کُل احمدی طلبا سترہ ہیں - اور بعض ہم سے بہت ہی غریب ہیں تاہم
کل چندہ بمع شیخ صاحب کے چندہ کے ۸ آنہ ۱۸۸ روپے کا وعدہ ہوا - امید ہے - کہ مبلغ ۲۰۰ روپیہ تک
اسکی تعداد پہنچ جائیگی - جسمیں مبلغ ۲۶ روپیہ اسوقت فراہم ہوگیا جو آج کی ڈاک میں محاسب
دفتر کی خدمتمیں بھیجا جاتا ہے - امید ہے - کہ باقی روپیہ یا تو مارچ کے شروع میں یا اسکے وسط میں
بھیجدیا جائیگا - یعنی باقی روپیہ یا تو ایک قسط میں بھیجدیا جائیگا ورنہ دو میں - ہماری علیگڑھ
کالج کی ایک چھوٹی سی انجمن ہے - لیکن یہاں کام بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہے - دعا فرماویں
کہ خدائے تعالیٰ ہمیں اپنے کاموں میں استقلال دے - آمین - ثم آمین ؛

خاکسار تابعدار غلام مصطفیٰ اسٹوڈنٹ بی - اے کلاس - سکرٹری انجمن احمدیہ علیگڑھ

مدرسہ احمدیہ :- اس ماہ ایک لڑکا نیا داخل ہوا تین خارج ہوئے - فروری کے اخیر تعداد طلباء
۸۹ تھی - امتحان مدرسہ شروع ہونے والے ہیں ؛

دفتر سکرٹری :- خدا کا شکر ہے کہ رسالہ "مسلم انڈیا" کا پہلا نمبر جو جناب خواجہ کمال الدین
صاحب نے ولایت میں ماہواری نکالنا شروع کیا ہے - آج ۱۶ - مارچ کے دن بفضلِ خدا پہنچ
گیا ہے - خواجہ صاحب کا منشاء اسے اُردو میں بھی شائع کرنیکا ہے - اللہ تعالیٰ انکا حامی ہو
اور اسمیں برکت ڈالے - آمین - یہ وقت ہے کہ احباب مال سے اور دعا سے اُنکی مدد فرماویں
اسوقت تک جن احباب کی طرف سے اس رسالہ کی امداد میں دفتر سکرٹری میں روپیہ موصول
ہوا ہے اُنکے نام نامی حسب ذیل ہیں :- ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب مونہ ریمونٹ ضلع شاہپور صہ
منشی غلام علی صاحب مدرس حاصلانوالہ ضلع گجرات عـہ - نامعلوم الاسم ۶ روپے - نامعلوم الاسم
معرفت مولوی محمد علی صاحب قیمت زیور ۱۳ عـہ - مولوی محمد الدین صاحب مقیم مسجد جامع
میاں صاحب شادیوال خورد ضلع گجرات ۱ روپے - بابو فیروز علی صاحب اسسٹنٹ سٹیشن
ماسٹر مسہ کسوال عا - آئندہ ایسی رقوم اس جگہ درج ہوتی رہیں گی حضرت خلیفۃ المسیح ایک
روز درس میں فرماتے تھے کہ اسوقت میری تین بڑی خواہشیں ہیں ایک (۱) یہ کہ قرآن مجید

کے درس کیلئے وسیع کمرہ ہوا پر گیارہ ہزار کے قریب خرچ ہوتا ہے۔ (۲) ترجمہ قرآن مجید انگریزی میں چھپوانا ہے (جو مولوی محمد علی صاحب نے تیار کیا ہے) اسکے لئے پچیس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ (۳) رسالہ "مسلم انڈیا" کی اشاعت کے لئے تین ہزار روپیہ چاہیئے جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے ولایت میں نکالنا ہے۔ اور یہ جھوٹ ہے کہ وہ اپنے کسی کام و لایت گئے ہیں۔ یا در پردہ انجمن سے روپیہ لے گئے ہیں یا کسی تاجر نے پریوی کونسل میں کسی مقدمہ کیلئے بھیجا ہے مجھے سب حال اور اصل حال معلوم ہے۔ وہ محض دین کی خاطر وہاں ٹھہرا ہوا ہے سوائے اسکے اسکا وہاں کوئی کام نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے یہاں ہیں۔ انکے اخراجات کثیر میں ہوی ہے نہیں۔ پس میں جملہ احباب کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اشاعت اسلام کے کام میں خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹاؤ۔ آپ لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ اسلامی جھنڈا ولائت میں کھڑا کیا جاوے۔ خدا نے محض اپنے فضل سے یہ دن دکھایا۔ بلا صرف کثیر کے محض تھوڑی سی کوشش پر مفت میں اجر عظیم ملتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور لاپروائی سے کام نہ لو۔

انجمن احمدیہ سیالکوٹ نے جس لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں سات روپے ماہوار کا وظیفہ دینا منظور کیا تھا اس کے متعلق یہ اطلاع دی ہے کہ سال بھر کا وظیفہ پیشگی جمع کرانے کی تجویز منظور ہوئی ہے۔ ذیل میں احباب کی توجہ کے لیئے ایک سرکل کی نقل دیجاتی ہے۔ جو ہر انجمن میں علیحدہ بھی بھیجا گیا ہے۔ اور التماس ہے کہ جلد اسکے متعلق کارروائی کر کے مطلع فرماویں۔

(۱) مجلس معتمدین نے (یہ معلوم کر کے کہ بعض انجمنیں ضروریات مقامی کو صدر مقام کی ضروریات پر جو در اصل ضروریات سلسلہ ہیں۔ مقدم کر رہی ہیں)۔ اپنے رزولیوشن ۵۸۵ء مورخہ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۱۲ء میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ جملہ انجمنوں کو ہدایت کیجاوے کہ مقامی ضروریات پر سلسلہ کے چندوں کو مقدم کیا جاوے۔ اور صدر انجمن کیلئے جسقدر چندہ ہوا کرے۔ اسکے آٹھویں حصہ سے زیادہ مقامی ضروریات پر خرچ نہ کیا جاوے۔ مگر جیسے کہ پہلے اطلاع دیگئی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مقامی ضروریات پر

صدر انجمن کے چندوں سے کچھ نہ خرچ کیا جاوے۔ وہ رقم پوری کی پوری ہر ماہ یہاں پہنچنی چاہیئے
اور مقامی ضروریات کیلیئے علیحدہ چندہ کیا جاوے۔ جنہیں سے سوائے کسی خاص صورت کے
پیش آجانے کے عموماً اوپر کی نسبت سے زیادہ خرچ نہ کیا جاوے ۔

(۲) مندرجہ ذیل امور کانفرنس انجمن ہائے احمدیہ کے اجلاس منعقدہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۱۲ء
میں پیش ہوئے تھے۔ جنپر اکثر احباب نے بڑے زور سے تائید کی تھی۔ اور باتفاق رائے فیصلہ
ہُوا تھا۔ کہ سکرٹری و پریذیڈنٹ صاحبان اپنی اپنی انجمن میں واپس جاکر ان امور کو پیش
کرکے فیصلہ سے اطلاع دیں۔ مگر سوائے اسکے کہ امر الف کے متعلق انجمن احمدیہ سیالکوٹ
نے اطلاع دی ہے۔ کہ کانفرنس کی تجویز کے مطابق سات روپے ماہوار کا وظیفہ جاری
کرکے سال بھر کا وظیفہ مبلغ للعہ پیشگی خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کرنا منظور
کرلیا ہے۔ اور کسی جگہ سے ابتک کوئی آواز نہیں اُٹھی۔ مَیں علی الخصوص ان احباب کو
اسوقت مخاطب کرتا ہوں۔ جو بحیثیت ریپریزنٹیٹو اپنی انجمن کی طرف سے کانفرنس میں
ہی کل فیصلہ کرتے تھے۔ کہ ہماری انجمن کی طرف سے اسقدر ماہوار وظیفہ لکھ لیا جاوے۔
مگر اسوقت بہ نظر احتیاط و باتفاق رائے یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ مشورہ کرکے اطلاع دینی
ممکن ہے۔ کہ مشورہ میں زیادہ رقم مقرر ہو اب مجھے امید ہے کہ ہر جگہ توجہ کرکے بعد کارروائی
اطلاع دیجاوے گی ۔

الف ۔ سب انجمنیں اپنے مقامی چندوں میں ایک رقم مدرسہ احمدیہ کے وظائف کے لیئے دیں۔

ب ۔ جملہ انجمنہائے احمدیہ کوشش کریں کہ مدرسہ احمدیہ میں اپنے خرچ پر تعلیم پانیوالے
لڑکے بھجوائے جاویں۔

ج ۔ جملہ انجمنوں کو دو پیسے فی روپیہ والی تجویز چندہ پر عملدرآمد کرنیکے لیئے از سرِ نو
کوشش کرنی چاہیئے۔

د ۔ تجویز میر حامد شاہ صاحب کہ بڑی بڑی انجمنوں میں حساب کتاب باقاعدہ رکھنے
کے لیئے کچھ الاؤنس دیا جانا منظور کیا جاوے۔ پیش ہو کر قرار پایا کہ اگر کوئی انجمن تحصیل چندہ
یا حساب و کتاب کے درست رکھنے کے لیئے یہ ضرورت محسوس کرے۔ کہ الاؤنس یا تنخواہ پر

کام لے - تو اسے ایسا کرنے کی اجازت دیجاتی مناسب ہے۔ بشرطیکہ تین سو روپے سے کم چندہ سالانہ اس انجمن کا نہ ہو - اور اڑھائی فیصدی چندہ وصول شدہ سے زیادہ ایسا الاؤنس یا تنخواہ نہ دیجاوے - نیز یہ بھی فیصلہ ہؤا - کہ ایسا الاؤنس مقامی چندہ سے دیا جاوے -

(۳) چونکہ یہ ضروری ہے کہ جملہ انجمنوں میں ایک طرز پر حساب و کتاب رکھا جاوے - اسلیئے ہر انجمن میں روزنامچہ آمد و خرچ - کھاتہ ممبران - رسید بک یہ تین رجسٹر ضرور ہونے چاہییں - اس سے زیادہ حسب ضرورت رکھے جاسکتے ہیں - لہٰذا اسکے متعلق یہ ضروری ہدایت جاری کیجاتی ہے - کہ جہاں یہ رجسٹر نہیں ہیں وہاں منگوا کر رکھے جاویں - اور انہی پر حساب کھولا جاوے - قیمت روزنامچہ ۳ مر دستہ کھاتہ ممبران ۶ مر دستہ رسید بک علاوہ محصول ڈاک ۸ مر سو فارم اگر اپنی جگہ پر چھپوانا چاہیں - تو نمونہ کے فارم منگوالیں - مگر خرچ زیادہ ہوگا - بہرحال رجسٹر ضرور کھولے جاویں - اور یہاں سے مطبوعہ جملہ رجسٹر منگوائیے جاویں - تو بہتر ہے - جملہ امور کے متعلق مناسب کارروائی کرکے جلد مطلع فرماویں ؛

دفتر محاسب :- کل آمد ۳-۳-۷۴۴۹ اور خرچ ۰-۱۰-۱۸۳۶۴ یعنی اڑھائی گنا کے قریب زیادہ ہؤا - جسکی وجہ عمارت کا کام زور سے چلانا ہے - کیونکہ اس سال یعنی مارچ کے اندر اندر بقیہ پندرہ ہزار کی رقم گورنمنٹ سے ساٹھ ہزار کا خرچ دکھا کر حاصل کرنی تھی اور جب تک اسقدر رقم کا خرچ نہ دکھایا جاتا رقم نہ ملتی تھی اسلیئے بھی کام کو اعلیٰ پیمانہ پر رکھا گیا - چنانچہ خدا کے فضل سے سرٹیفیکٹ حاصل کرکے بھیجا گیا - اور پندرہ ہزار کا بل موصول ہوگیا ہے - اور چند روز تک انشاء اللہ روپیہ پہنچ جانے کی امید ہے - میں ساری جماعت کی طرف سے گورنمنٹ عالیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے چھبیس ہزار دو سو کی رقم عمارت بورڈنگ کے لیئے اور بیس ہزار کی رقم عمارت مدرسہ کے لیئے عطا فرما کر بڑی بھاری امداد کی اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے آمین - اب میں اپنے دوستوں کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ اپنی ہمتوں کو بلند کرو - اور اس عمارت کو مکمل کرنے کی فکر کرو - جنہوں نے وعدے کیئے ہیں وہ ایفا کریں - اور جنہوں نے اب تک نہیں کیئے

وہ بھی مہربانی فرماکر عمارت کے لیئے چندہ دیکر ثواب حاصل کریں۔

جناب مولوی محمد سعید صاحب اول مدرس حیدرآباد نے گرد و نواح میں دورہ کرکے چندہ عمارت کے لیئے نو سو روپیہ جمع کرکے ارسال فرمایا ہے۔ اور ابھی اور بھیجنے کی اُمید دلائی ہے۔ اگر اور احباب بھی مولوی صاحب کی تقلید کریں اور ہمت بلند کرکے سفر کی تکلیف گوارہ فرماویں تو انشاءاللہ تعالیٰ کام جلد مکمل ہو سکتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے ؛

شفاخانہ :۔ اس ماہ کل مریض ۱۱۰۶ آئے۔ جن میں سے نئے مریض ۴۱۷ تھے مائینر اپریشن ۴ ہوئے ؛

بیت المال :۔ روزانہ کھانا کھانے والوں کی تعداد قریباً ۴۶۴ ہے۔ لنگرخانہ کا قرضہ دن بدن بڑھ رہا ہے اسوقت قریباً اڑھائی ہزار سے زیادہ ہے۔ اسلیئے احباب سے التماس ہے کہ یکمشت چندہ سے لنگرخانہ کی امداد فرماویں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں بھی مقروض ہو جایا کرتا تھا تو آپ کے محب اسی طرح اسے اُتارنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر بھی قریباً ہمیشہ ایسا قرضہ بے باق کرنیکے لیئے یکمشت چندہ کیا جاتا رہا ہے جو اس سال نہیں کیا گیا یہ بھی قرضہ بڑھنے کی ایک وجہ ہے پس اگر وہی رقم اب بھیجدیں تو بوجھ ہلکا ہو سکتا ہے ؛

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

ریویو

مزارات اولیائے کرام دہلی حصہ اوّل ۔ مؤلفہ جناب مولوی محمد عالم شاہ صاحب فریدی دہلوی مولوی صاحب موصوف نے بہت سی تاریخ کی کتابوں اور اولیاء اللہ کے حالات سے اور دیگر ذرائع سے جسقدر حالات جمع ہو سکتے تھے انکو نہایت صحت اور سعی کیساتھ ایک جگہ جمع کیا ہے اور مزارات کا صحیح صحیح پتہ و نشان دیا ہے اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں جو شائع ہو چکا ہے مزارات دہلی کہنہ مع مضافات درج ہیں۔ اس میں ۱۰۶ بزرگوں کے مختصر حالات ہیں ۱۰۴ صفحہ کی کتاب قیمت ۶ر۔ دوسرے حصہ میں جو ابھی طبع نہیں ہوا مزارات دہلی شاہجہان آباد

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا -

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے | لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۲ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۳ء | مطابق جمادی الاوّل سنہ ۱۳۳۱ ہجری | نمبر

چندہ سالانہ — عام عا طلباء سے عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھواکر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔ (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۵ر اس کتاب کا انگریزی ترجمہ

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ انّ الصّلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر کے نیچے نہیں آتا۔ اس لیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو با ترجمہ پڑھ لے اور حفظ کرے۔ اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳ر

قصائد احمدیہ من الامام حجۃ الاسلام

حضرت اقدسؑ کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر اب تک آپ کے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کرکے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیئے گئے ہیں یہ قصائد نہ صرف معارف واسرار سے لبریز ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں یہ کتاب ۱۵۸ صفحہ پر ختم ہوتی ہے قیمت صرف ۶ر ؛

اِن ہرسہ کے لیئے درخواستیں دفتر میگزین قادیان میں آنی چاہئیں ؛

رسالہ اسلام بزبان انگریزی

مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اسکی خوبی اور تعریف کیلیئے صرف مولوی صاحب کا نام ہی کافی دلیل ہے۔ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱ر محصولڈاک ۰ر

درخواستیں بنام منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کونسا مذہب متضاد خیالات کا جامع ہے۔ اسلام یا مسیحیت؟

ناظرین کو معلوم ہے کہ یہ رسالہ ایک پودا ہے جس کو حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور کئی مرتبہ اپنی قلم سے اسکی آبپاشی فرمائی۔ اب ہمارے لیئے اور ہمارے ناظرین کے لیئے نہایت خوشی کا مقام ہے کہ آپ کے صاحبزادہ حضرت مرزا حاجی بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ وایدہ نے بھی اپنے مقدس باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت پر عمل کرکے اس رسالہ کے لیئے ایک مضمون لکھا ہے جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ناظرین اسکو پڑھیں اور اس سے حظ اُٹھائیں اور اس نوجوان کے لیئے دعا کریں کہ خدائے تعالیٰ اس کو با اقبال اور باکمال اور اسکے وجود کو دنیا کے لیئے ہادی اور نمونہ بنائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

مسیحی پادریوں کا اپنے عیبوں کو مسلمانوں کے سر پر تھونپنا

مسلم ورلڈ کے جنوری کے نمبر میں ایک مضمون اس عنوان کے نیچے شائع ہوا ہے کہ "مسلمانوں کے درمیان رہنے سے ایک پادری پر کیا کیا اثر ہوتے ہیں" اور اس میں مضمون نگار ڈبلیو اے شیڈ نے بڑے زور سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں رہنے کی وجہ سے چند خطرناک بدنتائج سے متاثر ہوئے بغیر پادری نہیں رہ سکتے اسلیئے انکے دُور کرنے کی تدابیر استعمال میں لانی چاہیئیں۔ ہمیں اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ پادری کن کن گناہوں میں مبتلاء ہیں اور کس قسم کے گندے اور ناقابل بیان طریقوں سے مسیحیت کے پھیلانے میں کوشاں ہیں کیونکہ یہ انکا ذاتی معاملہ ہے اور اس سے ہمیں کچھ تعلق نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ پادری ڈبلیو اے شیڈ

نے اپنے گندوں اور عیبوں کو ناکردہ گنہ مسلمانوں پر تھوپنا چاہا ہے اور کوشش کی ہے کہ جو عیب اسوقت پادریوں میں پائے جاتے ہیں یا کم سے کم اسوقت تک جو طشت از بام ہوئے ہیں انہیں پادریوں کے سر سے اُٹھا کر غریب مسلمانوں کے سر تھوپ دے۔

اشاعت مسیحیت کیلئے ناجائز ذرائع کا استعمال

بات یہ ہے کہ ایک مدت تک یورپ مسیحی مشنوں کی کارروائیوں سے جو وہ مشرقی ممالک میں کر رہے تھے بے خبر تھا اور ان کی رپورٹوں پر اعتماد کر لیتا تھا کہ جسطرح وہ تحریر کرتے ہیں اسی طرح ایشیا میں مسیحیت کو کامیابی ہو رہی ہے اور خدا کا کلام سنکر لوگ جوق در جوق مسیحیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن اسے کچھ خیال نہ تھا کہ اول تو مسیحیت کو ایشیا میں کچھ کامیابی نہیں ہوئی اور جتنی ہوئی ہے وہ انجیل کی سچائی ثابت کرنے سے نہیں بلکہ مختلف ناجائز وسائل کے ذریعہ سے ہوئی ہے کہیں روپیہ کے زور سے کہیں تعلیم کے لالچ سے کہیں خوبصورت عورتوں کے ذریعہ سے کہیں زبردستی سے اور کہیں نادان اور جاہل لوگوں کو یہ بتانے سے کہ حقیقت میں ان کے فرسودہ اور فراموش شدہ مذاہب مسیحیت ہی کی شاخیں ہیں چنانچہ بعض جگہ ہندوستان کی سب سے رذیل جماعت خاکروباں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انکا اوتار لال بیگ بھی مسیح ہی کا ایک اوتار تھا۔ کہیں ہندوؤں کو بہلانے کیلئے یہ تدبیر اختیار کی گئی ہے کہ انکے ہاں جو برہما۔ شو اور وشنو تین بڑے دیوتا ہیں تو یہ اصل میں باپ بیٹا روح القدس کے دوسرے نام ہیں۔ مگر جب رفتہ رفتہ یورپ کی آنکھوں سے یہ پٹی اتری تو مشرقی مشنوں نے اس خوف سے کہ انکی کروڑوں روپیہ سالانہ کی امداد بند ہی نہ ہو جائے یہ رویّہ اختیار کیا کہ ایک حد تک اپنی ان کارروائیوں کا اقرار تو کیا لیکن یہ عذر لنگ تیار کیا کہ یہ عیب ہم میں ان ممالک میں رہنے کی وجہ سے پیدا ہوگئے ہیں اور چونکہ رات دن یہاں کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اسلیئے ان سے اسقدر متاثر ہونا کچھ بعید امر نہیں۔ چنانچہ جہانتک میں خیال کرتا ہوں اسی قسم کی ایک کوشش ہے جو اس مضمون میں کیگئی ہے اور اسکی غرض سوائے اسکے کچھ نہیں کہ یورپ کی ناامیدی کے غضب کی آگ کو کسی طرح ٹھنڈا کیا جائے۔

مسلم ورلڈ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ اسلام ایک جامع الاضداد مذہب ہے اور اسکے بانی کے

آنحضرت صلعم پر ایک مسیحی کا حملہ

سوانح کی پیچیدگی نتیجہ ہے ان متضاد قویٰ کا جو اسکے اخلاق کا حصہ ہیں (نعوذ باللہ) مذہبی جوش کے ساتھ سیاسی انگیس تقویٰ کے جوش کے ساتھ اپنے مطالب کے پورا کرنے میں خلاف اخلاق ذرائعہ کا استعمال۔ بدی سے تنفر اور پھر ذاتی تعیش آپ ان باتوں کے (نعوذ باللہ) جامع تھے۔ متضاد قویٰ ہر آدمی کی زندگی میں پائے جاتے ہیں سوائے ایک (مسیح) کے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم و قبح اللہ وجہ مخالفیہ) کی زندگی میں ان قویٰ کا اظہار دائمی جنگ نہیں بلکہ صلح کے رنگ میں ہوا ہے۔ (علی القائل ما علیہ)

مسیحیوں کا پادریوں کی ناجائز کارروائیوں کے متعلق اقرار

اس بات سے نامہ نگار یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ چونکہ مسلمان ایسے پیشوا کے پیرو ہیں اسلیئے لازماً ان میں بھی اس قسم کے عیوب پائے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ پادری جو اُن میں رہتے ہیں سچائی کے طریقوں کو چھوڑ کر بعض دفعہ مکر و فریب سے مسیحیت کی اشاعت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ تبلیغ کا جوش انکے دلوں سے جاتا رہتا ہے کیونکہ وہ مصاحبت اضداد کے عادی ہو جاتے ہیں ان اعتراضات کا جواب دینے سے پہلے میں اسقدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو عیوب نامہ نگار نے ہماری طرف منسوب کیئے ہیں وہ تو ابھی زیر بحث ہیں اور ہم انکے ماننے کے لیئے تیار نہیں لیکن کم سے کم ہمیں انکے مضمون کے پڑھنے سے اتنی خوشی ضرور ہوئی ہے کہ آخر کار کچھ نہ کچھ لوگ مسیحیوں میں ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو گو دلیری کے ساتھ نہیں لیکن دبے مُنہ سے پادریوں کی ان تلبیسانہ کارروائیوں کے اقرار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ جن سے وہ مشرقی ممالک میں تبلیغ مسیحیت میں مدد لیتے ہیں۔ اور اسکے لیئے میں مسٹر ڈبلیو اے شیڈ کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ وہ بغیر مسلمانوں پر الزام دیئے اس قسم کے اقرار کرنیکی اخلاقی جرأت اپنے اندر پیدا کرینگے۔ اس کے بعد میں اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ نامہ نگار مسلم ولڈ نے رسول اللہ صلعم پر یہ الزامات لگا کر اس بات کا کافی ثبوت دیدیا ہے کہ وہ کن اخلاق کا آدمی ہے ایک ایسے انسان پر جو تیس کروڑ سے زائد انسانوں کا پیشوا اور سردار ہے جو اسکے نام پر جان دینے کے لیئے تیار ہیں ایسی دریدہ دلیری سے الزام لگانا اور الزام بھی وہ جو نہایت رذیل اخلاق کی قسم سے ہوں اور پھر ان کا کوئی ثبوت نہ دینا یہ مسٹر شیڈ

ہی کا کام تھا اور اب اگر مسلمان خود انہیں انکی آنکھ کے شہتیر کی طرف متوجہ کریں تو انہیں کوئی شکایت کی وجہ نہیں ہونی چاہیئے - ان بے ثبوت دعاوی میں سے پہلا دعویٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نعوذ باللہ ایک طرف تو مذہبی جوش رکھتے تھے اور دوسری طرف انکا دل سیاسی امنگوں سے پر تھا - اور یہ دونوں متضاد جوش انکے اندر کام کر رہے تھے۔

فتوحات اور حکومت نبوت کے منافی نہیں

اگر نامہ نگار کی سیاسی امنگوں سے یہ مراد ہے کہ آپنے مختلف شہروں اور علاقوں کو فتح کیا اور تمام عرب کی اقوام کو اپنی اطاعت کے جھنڈے تلے لائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں اعتراض کی کونسی وجہ ہے اور کیوں مذہبی جوش اس بات کا مقتضی ہے کہ فتوحات ملکی کو چھوڑ دیا جائے - دنیا کو گمراہی اور فساد میں دیکھکر اور طرح طرح کی بدکاریوں میں مبتلا پاکر اگر ایک نیک دل اور پاک انسان انکے عیوب کو دور کرنیکے لیئے اور انکے انتظام حکومت کو درست کرنیکے لیئے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے تو اس میں کونسی بات ہے جو مذہبی جوش کے برخلاف ہے - اگر حکومت اور سلطنت ایک نبی آدمی کے لیئے مناسب نہیں ہے اور اسکی لائن سے علیحدہ ہے تو موسیٰؑ سے شام کا خدا نے کیوں وعدہ کیا اور کیوں یہ بتایا کہ جبتک بنی اسرائیل میرے احکام پر چلتے رہیں گے انہیں ان ممالک کی حکومت دیجائے گی اور کیوں حضرت داؤدؑ جو مسیحیوں کے مورث اعلیٰ ہیں سالہا سال تک یہوواہ کے فرمان کے ماتحت بنی اسرائیل پر حکومت کرتے رہے اور پھر بنی اسرائیل کی حکومت جانے پر کیوں یرمیاہ اور دانیال اور حزقیل وغیرہم انبیاء بنی اسرائیل رات دن بدرگاہِ قادر مطلق اس حکومت کی واپسی کے لیئے دعائیں کرتے رہے اور اگر حکومت کا اپنے ہاتھ میں لانا بشرطیکہ اشاعت نیکی مقصود ہو مذہبی جوش یا نبوّت کے منافی نہیں اور یہ دونوں باتیں متضاد نہیں تو ہمارے آنحضرتؐ پر کیا الزام ہے -

نبی کریمؐ کی فتوحات کے وجوہات

اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کے ہاتھ میں حکومت اس لیئے نہیں آئی کہ آپنے اسکی خواہش کی اور اسکے حصول کے لیئے کوششیں کیں بلکہ مجبوری آپ کو ایسا کرنا پڑا جب تیرہ سال تک اہل مکّہ کے مظالم برداشت کرتے کرتے مسلمان تنگ آ گئے

اور حکم الٰہی کے ماتحت آپ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور پھر بھی اہل مکہ اپنی شرارتوں سے
باز نہ آئے اور وہاں بھی حملے کرنے شروع کیئے تواند فاعی طور سے خود حفاظتی کے
لیئے آپ نے اُن کا مقابلہ کیا اور ان مقابلوں میں خدائے تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی
اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے علاقے آپ کے ہاتھ میں چھوڑنے
شروع کیئے تو کیا آپ اُن مفتوحہ علاقوں کو بھی کفار مکہ کے سپرد کر دیتے یا یہودیوں کے
یا قیصر و کسریٰ کے حوالہ کر دیتے ایسے انسان کی نسبت جس نے سالہا سال تک مظالم اعدا
برداشت کیئے ہوں اور اُف نہ کی ہو اور آخر تنگ آکر خود حفاظتی کے لیئے تلوار اُٹھائی
ہو یہ کہنا کہ اس کا دل سیاسی امنگوں سے پُر تھا اور یہ اُس کے مذہبی جوش کے
منافی تھا کیسے ظلم کی بات ہے۔

ایک تلوار اٹھانا سیاسی امنگوں کی خاطر نہ تھا

اگر آپ نے سیاسی امنگوں کی خاطر یہ سب کارروائیاں کی تھیں اور نعوذ باللہ
آپ کا دل حصول جاہ و جلال کا خواہشمند تھا تو کس لیئے ان ترقیوں اور فتوحات سے
اپنے لیئے کیا لیا کیا کوئی جابرانہ حکومت قائم کی یا شہنشاہی کا لقب قبول کیا۔ اپنے
لیئے دولت و مال جمع کر لیا یا آرام و آسائش کی زندگی کے سامان جمع کیئے اپنے رہنے
کے لیئے عظیم الشان محل تیار کیئے؟ اپنے رشتہ داروں کے لیئے لاکھوں روپیہ کی جائدادیں
وقف کر دیں؟ یا اپنے خاندان میں حکومت قائم کی آخر کونسا فائدہ تھا جو آپ نے ان فتوحات
یا ترقیات سے اُٹھایا سوائے اسکے کہ دشمن کے ظلم سے تنگ آکر تلوار اُٹھائی اور
جب اسے مغلوب کر لیا تو ہر قسم کی مراعات و رحم سے اس کے ساتھ سلوک کیا۔ اور باوجود
ان ترقیوں اور جاہ و جلال کے اپنا یہ حال تھا کہ بے بستر کے زمین پر لیٹتے تھے اور
بعض دفعہ گھر میں کھانے کو روٹی تک نہ ہوتی تھی۔ اور بعض دفعہ صرف جو کی روٹی
پر کفایت کرتے تھے گھر کے کام خود کر لیا کرتے تھے اور کچھ عار نہ تھا نہ کوئی باڈیگارڈ
تھا اور نہ نوکر و چاکر نہ چوکی نہ پہرہ۔

اگر سیاسی اُمنگیں آپ کے دل میں ہوتیں تو جسوقت اہل مکہ نے ملکر آپ کے
سامنے یہ بات پیش کی تھی کہ ہم آپ کی ہر خواہش کو منظور کرنے کے لیئے تیار ہیں

یہانتک کہ اپنا سردار اور بادشاہ بنانے سے بھی انکار نہیں تو آپ فوراً انکی درخواست منظور کر لیتے لیکن شاید مسٹر شیڈ کو معلوم نہیں کہ اسوقت آپنے کیا جواب دیا آپنے یہی جواب دیا کہ اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو بائیں لا کھڑا کرو تو بھی میں شرک کی مخالفت سے باز نہیں آسکتا میں تمھاری ان لالچوں کی کیا پروا کرتا ہوں ۔ (دیکھو سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۵۶ برحاشیہ زاد المعاد)

پھر جب قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ کے ایک سردار* نے آپ سے عرض کی کہ ہماری سب قوم آپکے ساتھ ہونیکو تیار ہے صرف آپ اتنا وعدہ کریں کہ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنادیں تو آپنے کیا جواب دیا اسکی درخواست کو قطعاً نامنظور کر دیا اور قطعاً ایک لمحہ کے لیئے بھی اسکی طرف توجہ نہ کی اگر سیاسی امنگیں آپکے اندر کام کر رہی ہوتیں تو اس سے بہتر اور کیا موقعہ ہو سکتا تھا اس تجویز میں تو اپنے مذہب کے خلاف بھی کوئی بات نہیں ماننی پڑتی تھی بلکہ نہایت آسانی سے عرب پر حکومت کا ایک راہ نکل آتا تھا لیکن کیا آپنے اس لیئے انکار کر دیا کہ آپ اپنی اولاد کے لیئے حکومت کو رکھنا چاہتے تھے آپکے عمل نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ باعث نہیں تھا کیونکہ آپنے اپنا خلیفہ بنو ہاشم میں سے نہیں مقرر کیا ۔ (دیکھو سیرۃ ابن ھشام صفحہ ۲۳۲ برحاشیہ زاد المعاد)

یسوع مسیح سیاسی امنگیں رکھتا تھا

مگر میں مسیح کو دیکھتا ہوں تو اس میں یہ دونوں باتیں جمع ہیں وہ کہتا ہے کہ " اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گذر جانا اُس سے آسان ہے کہ کوئی دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (لوقا باب ۱۸ ورس ۲۵) ۔ لیکن اس بات کا اقرار کرتے ہوئے کہ دولت انسان کے دین کے لیئے مضر ہے اور اس سے وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ پھر وہ کہتا ہے " اب جسکے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچ کے تلوار خریدے" (لوقا باب ۲۲ ورس ۳۶) اور ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ " پلاطس نے اُس سے پوچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے اُس نے جواب دیا کہ تُو سچ کہتا ہے" (مرقس باب ۱۵ ورس ۲) پھر یہی نہیں بلکہ یوحنا باب ۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بادشاہت کے خلیفہ بھی مقرر کر چکا تھا اور بنی اسرائیل کی بارہ قوموں پر حکومت کرنیکے لیئے اس نے بارہ حواریوں کو بادشاہ مقرر کیا تھا ۔ یسوع کا ایک طرف تو دنیا سے اسقدر اظہار نفرت دوسری طرف تلواروں کے خریدنے کا حکم دینا آسمانی بادشاہت کی تلقین بنی اسرائیل کی بادشاہت کا دعویٰ ۔ داؤد کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ۔ کیا یہ باتیں ثابت

* اس کا نام بحیرۃ ابن فراس تھا ۔

نہیں کرتیں کہ وہ مسٹر شیڈ ہی کی دلیل کے رُو سے متضاد قویٰ کا جامع تھا۔ اور گو ایک طرف مذہبی تلقین میں مشغول تھا لیکن دوسری طرف یہودیوں کو حکومت کا جوا اُتار کر پھینکدینے کی تعلیم دیتا تھا۔ یسوع نے گو بعد گرفتاری کہا ہے کہ اگر میری مراد بادشاہت سے دنیاوی بادشاہت ہوتی تو میرے نوکر میرے گرفتار کرنیوالوں کا مقابلہ کیوں نہ کرتے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اول تو بارہ آدمی ایک جم غفیر کا مقابلہ ہی کیا کر سکتے تھے اور پھر یہ دعویٰ ہی غلط ہے پطرس نے ایک آدمی کے کان پر تلوار مار کر اسکا کان کاٹدیا۔

ناجائز وسائل استعمال کرنے کا الزام جھوٹا ہے۔

دوسری بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن میں نامہ نگار مسلم ورلڈ کو عجیب نظر آئی ہے یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ میں تقویٰ کا خیال تھا لیکن ساتھ ہی اپنے مطالب کے حصول میں ناجائز وسائل کی پروا نہ کرتے تھے لیکن آجتک کوئی تاریخ ایسی نہیں ہے کہ جو رسول کریم پر اس قسم کا الزام ثابت کر سکے۔ پہلے دو حوالہ ہی جو مَیں دے آیا ہوں اس بات کے ثابت کرنیکے لیئے کافی ہیں کہ آپ ناجائز وسائل سے کیسے محترز تھے۔ جسوقت عربوں نے آپسے شرک کی مخالفت ترک کرنیکی درخواست کی تھی اور آپ کو اپنا بادشاہ بنالینے کی لالچ دی تھی کیا اسوقت ممکن نہ تھا کہ آپ عارضی طور سے انکی بات مان لیتے اور رفتہ رفتہ انپر اپنا رعب بٹھاکر جو چاہتے منوالیتے یا جب سردار قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ نے آپسے درخواست کی کہ وہ انکو اس شرط پر ماننے کے لیئے تیار ہیں کہ آپ اپنے بعد اسے خلیفہ بنائیں تو ہوسکتا تھا کہ آپ اُس کی بات کو قبول کر لیتے اور بعد میں جب دخل جم جاتا تو جو چاہتے کرتے لیکن یہ شرارت آمیز خیالات آپکے دل میں پیدا تک نہیں ہوئے ناجائز وسائل سے کام لینے والے آدمی ضرور پُر اسرار ہوتے ہیں لیکن آپ کوئی راز نہ رکھ سکتے تھے سب کارروائی کھلے بندوں ہوتی تھی۔ آپ کا سخت مخالف ابو سفیان خود ایک مسیحی بادشاہ کے سامنے کہتا ہے کہ آپ پر سوائے اس دعویٰ کے کبھی جھوٹ کی ...... تہمت نہیں لگی اور نہ آپنے کبھی عہد کے خلاف کیا اور حکومتوں میں سب سے زیادہ ناجائز وسائل جن سے وہ کام لیتی ہیں یہی ہوتے ہیں کہ جھوٹ بولا جائے اور عہدوں کی پابندی نہ کیجائے جس کا یورپ اسوقت کامل نمونہ ہے۔ پھر آپنے بڑے زور کے ساتھ عربوں میں دعویٰ کیا کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ

عمرًا میں تم میں اپنی زندگی گذار چکا ہوں میرے چال چلن پر کچھ اعتراض تو کرو مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اعتراض کر سکے۔

ہاں اگر آپ یہ بات یسوع کی بابت کہتے تو ہم کسیقدر ماننے کے لیئے تیار بھی ہوجاتے کیونکہ یسوع نے اپنے دعاوی کے منوانے کے لیئے عجیب عجیب طریقے اختیار کیئے جن میں سے مردوں کا زندہ کرنا۔ پانی کا شراب بنا دینا (یوحنا باب ۲ ورس ۱۰) بھوتوں کا نکالنا (مرقس باب ۱ ورس ۲۳۔ ۲۷) اور اسی طرح بھوتوں کا سؤروں کے گلہ پر چھوڑ دینا (مرقس باب ۵ ورس ۱۳۔ ۲ لوقا $\frac{۲۶-۳۴}{۸}$ متی $\frac{۲۸-۳۲}{۸}$) ایسی باتیں نہیں کہ جن سے یسوع ناواقف ہوں اور جو ایک شعبدہ باز کے شعبدہ سے زیادہ نہیں معلوم ہوتیں اور صرف اپنی تعلیم کے پھیلانے کے لیئے جہان کو دکھائی گئیں۔ ہمارے آنحضرت صلعم نے تو اپنے مقصد یعنی اشاعت توحید کے حصول کیلیئے جو طریق فیصلہ پیش کیا یعنی قرآن شریف وہ اب بھی موجود ہے اور اگر مسٹر شیڈ یا کسی اور پادری کو اس دعویٰ کے پرکھنے کا خیال ہو تو ہم بڑی خوشی سے صرف قرآن شریف سے ہی دلائل دیگر اسلام کے دعاوی کو ثابت کر سکتے ہیں واللہ المستعان۔

تیسری بات مسٹر شیڈ نے یہ لکھی ہے کہ آپ بدیوں سے متنفر بھی تھے لیکن پھر نعوذ باللہ ذاتی تعیش میں مبتلا تھے۔ جس شخص نے پچیس سال تک شادی نہ کی ہو اور باوجود جوان و طاقتور ہونیکے اسپر اسکے سخت سے سخت مخالف کوئی الزام نہ لگا سکے ہوں۔ جس نے شادی کرنے پر ایک اپنی عمر سے بڑی بیوہ سے نکاح کیا ہو۔ لاکھوں روپیہ جس کے ہاتھ میں سے گذرا ہو لیکن اس نے باوجود حق کے اس روپے کے استعمال سے قطعی پرہیز کیا ہو ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک ہوتے ہوئے اسکے گھر میں ایک ملازم تک نہ ہو اسکی بیویاں خود ہی گھر کا کام کرتی ہوں۔ اور وہ بھی اس میں ہاتھ بٹاتا ہو جو کی رُوکھی روٹی اور صرف سکھائے ہوئے گوشت پر گذارہ کرتا ہو جسکے گھر میں کبھی تین دن متواتر آگ نہ جلی ہو۔ دنیا کے بادشاہ اس سے ڈرتے ہوں اور قوموں کا وہ فاتح ہو لیکن بجائے مخملی فرشوں نرم بستروں اور ایرانی قالینوں کے ننگے بورئے پر سوتا ہو

یسوع کے عجیب طریق اپنے دعاوی کے منوانے کے لیئے

ذاتی تعیش کا جھوٹا الزام

دن کو لوگوں کی خدمت اور رات کو کھڑے کھڑے خدا کی عبادت میں گذارتا ہو کیا اس کی نسبت ذاتی تعیش کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔ اگر مسٹر شیڈ میں ذرا بھی قوت انصاف ہوتی تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ پھر جب خواہش تعیش یا آرام طلبی آپ میں تھی ہی نہیں تو اضداد کیونکر جمع ہوئے۔

ذاتی تعیش کا الزام یسوع پر لگ سکتا ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یسوع کی زندگی کو اگر ہم دیکھیں تو اس میں یہ اضداد بیشک مجتمع نظر آتے ہیں کیونکہ ایک طرف تو وہ قرار دیتا ہے کہ گناہ سے بچنے میں ہی نجات ہے اور بدیوں سے بچنے کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اور دنیا سے بے توجہی ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف ہم اُسے دیکھتے ہیں کہ خوب شرابیں اُڑاتا ہے۔ اکثر عورتوں کی صحبت میں رہتا ہے اور بازاری عورتوں کے ہاتھوں عطر اور تیل لگواتا ہے حالانکہ خود انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مے پینی نیکوں کا کام نہیں کیونکہ لکھا ہے "وہ (یوحنا) خدا کے حضور بزرگ ہوگا اور نہ مے اور نہ کوئی نشہ پیئے گا" (لوقا باب ۱ ورس ۱۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مے سے بچنا پرہیزگاری میں داخل ہے اور یسوع نے تو نہ صرف خود پی بلکہ اپنے ہاتھوں سے تیار کرکے اوروں کو بھی پلائی جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف اپنا مال ہی نہیں دوسروں کے مال کے کھانے سے بھی اس نے پرہیز نہیں کیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "صبح کو جب وے بیت عنیاہ سے باہر آئے اسکو بھوک لگی۔ اور دُور سے انجیر کا ایک درخت پتوں سے لدا ہوا دیکھکے وہ گیا کہ شائد اس میں کچھ پائے۔ جب وہ اُس پاس آیا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا تب یسوع نے اس سے خطاب کرکے کہا کہ کوئی تجھ سے پھل کبھی نہ کھاوے اور اسکے شاگردوں نے یہ سُنا (مرقس باب ۱۱ ورس ۱۲-۱۴) اور نہ صرف بغیر اجازت مالک درخت یسوع نے پھل کھانے چاہے بلکہ جب اسے بے ثمر پایا تو اسپر لعنت کی جو اسکے حد سے بڑھے ہوئے غضب پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر بدی سے تنفر اور ذاتی تعیش کی دو متضاد صفات کسی میں جمع ہیں تو وہ یسوع ہے نہ کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

یسوع کس طرح سے خدا کا بیٹا بنا

پھر مسٹر شیڈ نے لکھا ہے کہ مسلمان ایک طرف تو مسیح کو مانتے ہیں اور دوسری طرف اُسے جو کچھ وہ ہے. نہیں مانتے اور انجیل کو مانتے ہوئے اسکے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور یہ دو متضاد باتیں ہیں جن پر وہ اعتقاد رکھتے ہیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان مسیح کو نبی مانتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ نبی تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ جو کچھ یسوعی صاحبان کہتے ہیں اسے بھی وہ مان لیں کسی شخص کے کسی درجہ پر یقین رکھنے سے یہ لازم کیونکر آتا ہے کہ اسکی نسبت جو کچھ دنیا نے کہا ہے اسے بھی مانیں اسوقت ہمارے پاس کوئی انجیل نہیں جسے مسیح کی انجیل کہا جا سکے کیونکہ موجودہ انجیلیں متی مرقس لوقا اور یوحنا کی بنائی ہوئی بیان کیجاتی ہیں لیکن پھر بھی ان اناجیل سے بھی اسکا خدا کا بیٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اپنے آپ کو ابن آدم کہکر پکارتا ہے اگر اسنے اپنے آپ کو ابن اللہ کہا ہے تو اس میں بھی اسکی کوئی خصوصیت نہیں خروج باب ۴ درس ۲۲ میں اسرائیل کو زبور ۸۹ باب درس ۲۶ و ۲۷ میں داؤد کو رومی باب ۸ درس ۱۴ میں سب بنی اسرائیل کو یسعیا باب ۳۰ درس ۱ میں سب بدکاروں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے جیسے وہ لوگ خدا کے بیٹے تھے ویسے ہی مسیح بھی تھا۔ ہاں دوسری صدی مسیحی میں رومیوں کے میل جول سے متاثر ہو کر مسیحیوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا بنایا ہے اور انکے اقوال کے ماننے کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ باقی رہا توریت کا سوال۔ سو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اسے خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اسپر عمل بھی نہیں کرتے لیکن اس سے کوئی اختلاف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ہم مانتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے بنی اسرائیل کو شریعت ملی تھی لیکن ہمارے آنحضرت صلعم کے وقت آکر منسوخ کی گئی اور اب اسپر عمل کرنیکی کوئی حاجت نہیں اور اس عقیدہ میں کوئی متضاد بات نہیں ہے کیا دنیاوی گورنمنٹوں کے قوانین نہیں بدلتے اور کیا ایک قانون کے بدل جانے پر یہ کہا جاتا ہے کہ پہلا قانون گورنمنٹ کی طرف سے تھا ہی نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے گا تو جھوٹا ہوگا وہ قانون بھی گورنمنٹ کی طرف سے تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا یہی ہمارا

توریت پر عمل کرنا ضروری نہیں

عقیدہ توریت کی نسبت ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے لیکن جسطرح اس نے اپنے سے پہلے صحیفوں کو منسوخ کر دیا اسی طرح قرآن شریف نے اسے منسوخ کر دیا۔ اب اس عقیدہ کو ماننے سے کونسی متضاد باتوں پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ ہاں اگر ہم مسیحیوں کی طرح توریت کو اب بھی درست اور قابل عمل سمجھیں اور پھر اس پر عمل نہ کریں تو شاید ہم پر الزام قائم ہو سکے لیکن موجودہ صورت میں مسلمانوں پر نہیں بلکہ خود اپنے ہم مذہبوں پر مسٹر شیڈ کو اعتراض کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ مسیح نے کہا ہے کہ "یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا میں منسوخ کرنیکو نہیں بلکہ پوری کرنیکو آیا ہوں..... پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا" (متی باب ۵ ورس ۱۷ و ۲۰) لیکن کیا مسیحی اب توریت پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو اسپر عمل کرنیکی ہدایت کرتے ہیں مسیح کہتا ہے کہ توریت منسوخ نہیں ہوئی پھر مسیحیوں نے اس عقیدہ کے باوجود اسپر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے وہ تو کہتے ہیں کہ شریعت لعنت ہے۔ کیا یہ دو متضاد عقائد کا جمع کرنا نہیں ہے؟

توریت کے متعلق مسیحیوں کے متضاد عقائد

نامہ نگار مسلم ورلڈ کو یہ بھی شکایت ہے کہ دلائل میں کمزوری اور غیر معتبر بیان مشرقی دماغ کا خاصہ ہے اور سطحی مشابہت اور خیال مشرقیوں کے نزدیک ثبوت اور شہادت کے قائم مقام ہیں اس شکایت میں ہم بھی نامہ نگار کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں کیونکہ اس نقص کی وجہ سے مسیحیوں کو بہت تکلیف پہنچی ہے اور بجائے اسکے کہ مسیحی ہم مشرقیوں سے اس نقص پر ہمدردی کریں انکا حق ہے کہ ان سے ہمدردی کیجائے کیونکہ انکا ابن اللہ مسیح اور اسکے حواری سب کے سب مشرقی تھے اور اس لیئے لازمی طور سے ان نقائص میں مبتلاء تھے جو نامہ نگار نے مشرقی دماغ کی طرف منسوب کیئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ مسیحیت اسوقت جا کر تیار ہوئی جبکہ رومی بت پرست اس مذہب میں داخل ہونے شروع ہوئے اور ان مغربی محققین نے جو ثبوت اور دلائل سے کام لینے والے تھے تمام ان ثابت شدہ افسانوں کو

مشرقی دماغ کے متعلق مسیحیوں کا شکوہ

جو بُت پرستوں میں رائج تھے نئے نام دیکر مسیحیت کے اصول میں داخل کیا۔ ورنہ مشرقی دماغ اس اعلیٰ درجہ کی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی باتوں کو کہاں پیدا کرسکتا تھا جیساکہ یول نیسٹ مدر نزنائٹ ہیتھراز برتھ ڈے سیکرڈ مسلٹو تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کفارہ شریعت کا لعنت ہونا اور اسی قسم کے دیگر مسائل ہیں۔

قول و فعل کا اختلاف مسیحیوں کا ایک خاصہ ہے

دوسری رنجدہ بات جس کا اظہار کئے بغیر پادری صاحب نہیں رہ سکے یہ ہے کہ پادریوں کو بہت دفعہ ایسے مسلمانوں سے مباحثہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے جو نیکی پر کلام کرتے ہیں اور خود نیک نہیں ہوتے سچ پر بحث کرتے ہیں اور خود جھوٹ بولتے ہیں ظلم کو بُرا قرار دیتے ہیں اور خود ظالم ہیں رحم رحم پکارتے ہیں اور خود ان میں رحم نام کو نہیں ہے۔ ہر قوم میں بُرے بھلے لوگ ہوتے ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض پادریوں کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا ہو لیکن وہ غالباً اُن پادری صاحبان سے ان معاملات میں بہتر ہونگے۔ پادری صاحب کو کچھ نظیریں مسلمانوں میں ایسی دیکھکر کچھ شکایت کی وجہ نہیں کیا ہوا اگر چند مسلمان ایسے ہوں۔ یورپ میں انہیں لاکھوں چھوڑکر کروڑوں آدمی ایسے ملیں گے۔ اگر مسلمانوں میں کوئی ظالم بادشاہ ایسا بھی نظر آتا ہے تو اسوقت یورپ کے مدبرین صلح صلح کے نعرے مارتے ہوئے کروڑوں اربوں روپیہ اسلحہ جنگ پر خرچ کررہے ہیں اور جنگ کی تیاریاں اسقدر بڑھ گئی ہیں کہ ملک کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اسپر خرچ ہوتا ہے ذرہ اٹلی کے بادشاہ کو ہی دیکھو کہ مشرق میں تہذیب اور انصاف پھیلانے کے بہانے سے اسنے طرابلس میں کسطرح ہزاروں لاکھوں بے گناہ انسانوں کا خون کروادیا جن میں صرف جنگی لوگ ہی نہ تھے بلکہ بے ضرر عورتیں اور بچے بھی تھے۔ اب بلغاریہ سرویہ مانٹینگرو اور یونان کے بادشاہوں اور مدبرین نے یوروپین طاقتوں کی شہ سے انصاف قائم کرنیکے بہانے اور رحم رحم پکارتے ہوئے مشرقی یورپ میں جو قتل و غارت سے کام لیا ہے اور جسطرح عورتوں اور بچوں کو قتل کیا اور جو ان عورتوں کی عصمت دری کی ہے وہ مسٹر سٹیڈ کے چُپ کرانیکے لیئے کافی سے زیادہ ہے اور کل یورپ اور امریکہ نے انکے اس قبا سوز فعل پر تعریف و آفرین کے نعروں سے اپنی رحم دلی کا جو اظہار کیا ہے وہ ہم پر مخفی نہیں کیا یہ لوگ وہی نہیں جو گرجوں اور عام جلسوں کی سٹیجوں پر سے

خدا محبت ہے کے نعرے مارتے ہوئے دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی تیرا کُرتہ اُتارے تو اسے اپنی چدر بھی دیدے اور تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی پھیر دے کیا یورپ کے اہل السیاسہ حق گوئی اور دیانت داری کی تعریف کرتے ہوئے ڈپلومیسی کی آڑ میں سیاہ سے سیاہ جھوٹ بولنے کے عادی نہیں ہیں کیا یہ کل کی ہی بات نہیں کہ سفرائے دول نے ٹرکی کو یقین دلایا تھا کہ ہم بلقانی ریاستوں کو قطعاً جنگ نہ کرنے دینگے اور اسطرح انکی سپہ کو پراگندہ کروا دیا اور پھر جنگ شروع ہونے پر بولے تک نہیں اور کیا جنگ کے شروع ہونے پر ترکوں کی فتح کے خیال سے معاہدہ برلن کو یاد کرا کے نتیجہ انکے خلاف دیکھکر یورپ نے اس معاہدہ کی یاد فراموش نہیں کر دی پھر مسلمانوں میں ایسے آدمیوں کی نظیریں جو منافقانہ کام کرتے ہیں تلاش کرنیکی کیا ضرورت پیش آئی تھی خود مسیحیوں میں کافی سے زیادہ مصالح انکے لیئے موجود تھا۔

مسیحی اصول میں متضاد عقائد کا نظارہ

اسکے بعد میں مسٹر شیڈ کی توجہ اس طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں کہ اسلام پر جو اعتراض انہوں نے کیئے ہیں انکی دلیل وہ کوئی نہیں دے سکے اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے رد کر آیا ہوں ہاں مسیحیت کے اصول قریباً سب کے سب کمپرو مائزنگ اصل پر مبنی ہیں اور انہیں تعصب کے جوش میں مسلمانوں کی آنکھ میں تنکا پیدا کرنیکی فکر تو ہوئی لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔

(۱) مسیحیت کا سب سے پہلا اصل تین ایک اور ایک تین کا مسئلہ ہے یہ خود کمپرو مائز کے طریق پر ہے چونکہ رومی لوگ تین خدا کے قائل تھے اور بنی اسرائیل ایک کے اسلیئے جب رومیوں نے مسیحیت میں داخل ہونیکی آمادگی ظاہر کی تو انکی خاطر اپنے عقیدہ میں تبدیلی کر کے مذکورہ بالا رنگ دیدیا اور اسطرح دونوں عقیدوں کو ملا دیا۔ لیکن کیا کوئی عقلمند انسان ان متضاد خیالات کو یکجا جمع کر سکتا ہے۔

(۲) مسیحیت کا دوسرا اصل جس میں متضاد خیالات جمع کیئے گئے ہیں یہ ہے کہ ایک طرف تو مسیح کو خدا کہا گیا ہے اور دوسری طرف اسے آدمی قرار دیا گیا ہے حالانکہ خالق و مخلوق ایک نہیں ہو سکتے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ مسیح خدا بھی ہو اور پھر مخلوق بھی۔

(۳) تیسرا اصل جس میں مسیحیت نے متضاد خیالات کو جمع کیا ہے یہ ہے کہ ایک

طرف تو انجیل میں لکھا ہے کہ شریعت کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کا انکار خدا سے دُوری
کا باعث ہے اور دوسری طرف شریعت کو لعنت قرار دیا گیا ہے۔

(۴) چوتھا اصل جس میں مسیحیت نے متضاد خیالات کو جمع کیا ہے یہ ہے کہ ایک طرف اعتقاد کیا
جاتا ہے کہ خدا گناہ معاف نہیں کرسکتا اور اسی لیئے ضرورت پیش آئی کہ خدا نے اپنے
اکلوتے بیٹے کو لوگوں کی خاطر سولی پر چڑھوایا اور دوسری طرف لکھا ہے کہ "اس لیئے
کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمھیں بخشیگا" (متی
باب ۶ ورس ۱۵) اب یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا گناہ بخش بھی نہیں سکتا اور پھر بخشتا
بھی ہے اگر وہ گناہ بخش نہیں سکتا تو ہم کسی کے گناہ بخشیں یا نہ بخشیں وہ ہمارے
گناہ نہیں بخش سکتا اور وہ گناہ بخشنے کی طاقت رکھتا ہے تو پھر کفارہ کی کچھ ضرورت نہیں۔

(۵) پانچواں اصل جس میں مسیحیت نے متضاد خیالات کو جمع کیا ہے یہ ہے کہ ایک
طرف تو کفارہ کے مسئلہ سے یہ بتایا ہے کہ ہمارے سب گناہ مسیح نے اُٹھالیئے دوسری
طرف پھر اعمال پر زور دیا ہے جب ہمارے گناہ مسیح نے اُٹھالیئے تو پھر ہم جو چاہیں کریں
پھر ہمارے لیئے گناہ کرنا نہ کرنا ایک سا ہے لیکن نہیں ایک طرف تو مسیحیت کفارہ
کے مسئلہ سے یہ ثابت کرتی ہے کہ سب مسیحیوں کے گناہ مسیح نے اُٹھالیئے اور دوسری
طرف پھر کچھ احکام انسان پر عائد کرتی ہے اور کئی قسم کے کاموں سے اسے روکتی ہے۔

(۶) چھٹا اصل جو مسیحیت پیش کرتی ہے یہ ہے کہ مسیح کو مصلوب ہو کر ملعون
بھی قرار دیتی ہے اور پھر اسے خدا اور خدا کا پیارا بھی منواتی ہے۔ حالانکہ جو ملعون
ہو کیونکر ممکن ہے کہ وہ خدا کا پیارا ہو لعنت یا کرس تو اظہار ناراضگی پر دلالت
کرتا ہے پھر مسیح ملعون اور پیارا کیونکر ہوسکتا تھا اس میں بھی دو متضاد اصول کو جمع کیا گیا ہے

(۷) ساتواں اصل جس میں مسیحیت متضاد خیالات کو جمع کرتی ہے یہ ہے کہ مسیح
کی نسبت لکھا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا تھا اور پھر لکھا ہے کہ وہ داؤد کا بھی بیٹا تھا ایک
شخص دو کا بیٹا کس طرح ہوسکتا تھا یا تو مسیح خدا کا بیٹا تھا یا داؤد کا ایک وقت میں دو
کا بیٹا کیونکر بن گیا۔ یہ وہ متضاد خیال ہیں کہ جو م

اواگون اور مسئلہ کرم

رقمزدہ ڈاکٹر جے۔ ایم پیبلس ایم۔ ڈی ٭

اصل مضمون کو شروع کرنے سے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے ناظرین کا ڈاکٹر موصوف سے تھوڑا سا تعارف کرا دیں۔ گو ڈاکٹر صاحب کے بعض عجیب حالات کے متعلق ہم نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت ماہ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک مختصر سا نوٹ لکھا تھا تاہم ناظرین کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر ممدوح اُن شہرہ آفاق علماء کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں علمی تحقیقات کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں اور جنکو حق و حکمت کی باتوں کے ڈھونڈنے کا شوق رہتا ہے۔ آپ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نامور فاضل اور نئی دنیا میں مستشرقین کی جماعت کے ممتاز رکن ہیں۔ آپ نے از راہ عنایت رسالہ ہذا میں درج کرنے کے لئے ایک مضمون لکھا ہے جس میں تناسخ کے بیہودہ اور بودہ مسئلے کی قلعی کھولی ہے۔ آپکے مضمون اور خط کا اُردو ترجمہ ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے۔ اُمید ہے کہ دلچسپی سے مطالعہ کیا جائیگا۔ ایڈیٹر ریویو

ڈاکٹر پیبلس صاحب کا خط

بخدمت ایڈیٹر صاحب ریویو آف ریلیجنز۔

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ انڈیا

جناب من۔

۱۸۶۹ء میں ریاستہائے متحدہ کے پریسیڈنٹ جنرل گرانٹ نے مجھے ایشیائے روم میں امریکن قونسل کی اسامی پر متعین کر کے بھیجا۔ اس اسامی کا زمانہ مینے طرابزون اور قسطنطنیہ میں صرف کیا۔ اور اس زمانہ میں مجھے نہ صرف اُس ملک اور اہل ملک کے حالات سے دلچسپی رہی بلکہ میں مذہب اسلام کے اصولوں پر بھی غور کرتا رہا۔ میں بلا خوف لومۃ لائم کہ سکتا ہوں کہ میرے خیال میں دین اسلام نے خدائے واحد اور نجات کے متعلق جو تعلیم پیش کی ہے وہ سچی نجات

٭ ماسٹر عبدالرحیم صاحب نے انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے جزاہ اللہ خیرا لجزاء

وکفارہ کے عقیدہ سے کئی درجہ زیادہ قابل فہم و تسلیم ہے۔ جناب کو معلوم ہے کثیر التعداد ہندو۔ بعض بعض عیسائی اور تمام کے تمام تھیوسوفسٹ اواگون اور کرم کے مسئلہ کے قائل ہیں یعنی ان کا عقیدہ ہے کہ غیر فانی جیو عالم بالا سے واپس ہو کر اس سفلی جہان میں آتے اور بار بار گوشت و پوست کے اجسام اختیار کرتے رہتے ہیں۔ لیکن میری رائے میں اُن کا یہ عقیدہ بودہ اور غیر معقول اور راستی سے معرّا ہے۔

آج میں ایک مضمون خدمت والا میں ارسال کرتا ہوں جو کہ ردّ تناسخ میں میں نے لکھا ہے اُمید ہے کہ جناب اسے اپنے قابل تعریف رسالہ میں شائع فرمائیں گے۔

آپکا بہت مخلص جے۔ ایم پیبلس ایم ڈی

اواگون یا تناسخ کی تعریف

تناسخ کی تعریف کا سوال بجائے خود ایک مشکل اور پیچیدہ سوال ہے انسانی عقل محو حیرت ہے کہ اس کا جواب کس شعبۂ علم کی رو سے دیا جائے۔ اور کون ہے جو پورے وثوق سے یہ کہ سکے کہ اواگون کے قصر کی دیواریں فلاں بنیادی اصول پر اور فلاں اغراض و مقاصد کے ماتحت اُٹھائی گئی تھیں۔ کیا جنوبی بدھ دھانما یا تبّت کا لاما یا ہندوستان کا وہم پرست ہندو اس سوال کے جواب کا اہل ہو سکتا ہے؟ (ہرگز نہیں کیونکہ تناسخ کے ماننے والوں کا کسی ایک تعریف پر سرے سے اتفاق ہی نہیں) پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ آیا زندگی۔ پیدایش اور موت کے فلسفہ کو عالم سفلی کے زمانہ طفولیت (قدیم زمانہ) سے اخذ کرنا محض کم فہمی اور غلامانہ تقلید پر دلالت نہیں کرتا؟ واضح ہو کہ علم طبعی کسی شجرہ نسب کا محتاج نہیں اور نہ ہی عقل سلیم توہمات دبنا وٹوں کی سرزمین یعنی مشرق (ہندوستان) کے کرم خوردہ پارچہ ہائے چرم کو سامان آرائش بنا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ تناسخ کو نہ تو علم طبعی تسلیم کر سکتا ہے اور نہ ہی عقل سلیم باور کر سکتی ہے ہاں اس اواگون کے چکّر کو ایک افسوسناک بدبختی ضرور کہا جا سکتا ہے۔

ایلن کارڈک ساکن پیرس اور مسئلہ تناسخ

زمانہ حال میں جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں اُن کے خیالات بھی اس مسئلہ میں اپنے قدیم اُستادوں کی طرح - بلحاظ اختلافات بُعد المشرقین کا حکم رکھتے ہیں اور بلحاظ کثرت اشکال اُنکے مساوی ہیں - چنانچہ ایلن کارڈک صاحب (جنکا اصل نام ہیون ایچ - ڈی ریویل تھا) اور جو مغربی دنیا میں تناسخ کے سب سے اوّل معتقد نہیں تو اول حامی ضرور ہیں اپنی تحریرات میں فرماتے ہیں "روحوں کو یہ اختیار نہیں کہ وہ جس دنیا میں چاہیں سکونت پذیر ہو سکیں ... ... اس زمین کے بہت سے نفوس زحل میں دوبارہ جنم لیتے ہیں ...... ایسے نوزائیدہ بچے موجود ہیں جنکے متعلق کسی روح کا تاحال تعین ہی نہیں ہوا ...... پیدائش کے وقت تک نئے جسم میں روح کا حلول نہیں ہوتا ... جنین میں روح نہیں ہوتی .... ایک بیہودہ بےوقوف کے جسم میں ایسی روح ہو سکتی ہے جو پہلے جنم میں ایک عاقل و سمجھدار وجود کی سکونت اختیار کر چکی ہو - ایسے بیوقوف کی روح کو اس امر کا احساس ہو جاتا ہے کہ اُسکی کمزوری کا سلسلہ ہی اُسکا کفارہ ہے ..... جو اخلاقی اوصاف کسی انسان سے ظہور میں آتے ہیں انکی فاعل وہ روح ہوتی ہے جو اسکے جسم میں حلول کرنے سے قبل کسی اور جگہ موجود تھی .... بعض اوقات کئی ایک روحیں ایک ہی وقت میں کسی نئے پیدا ہونیوالے جسم میں داخل ہونیکی کوشش کرتی ہیں" - اب ملاحظہ ہو کہ یہ اقتباس نیز اسی قسم کے اور بہت سے حوالجات صریحاً اس امر کے مظہر ہیں کہ یہ تمام سلسلہ محض دعاوی ہی دعاوی پر مشتمل ہے - اور دعاوی بھی جن کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی دلیل بھی نہیں دیگئی - پروفیسر قرفتھ نے سان ڈیوگو میں تقریر کرتے وقت کھلے کھلے الفاظ میں فرمایا کہ "آتمن یا انسان کی جان بچے کے دماغ میں سات برس کی عمر سے قبل داخل نہیں ہوتی"۔

اب یہ بات کسی تشریح کی محتاج نہیں کہ کارڈک کی پیش کردہ اشکال متعلق تناسخ باہم متضاد اور اہل تبت اور برہموؤں کی مسلّمہ اشکال سے مختلف ہیں - اور ایسا ہی تبت والوں اور برہموؤں کا آواگون کے مسئلہ میں تھیوسوفی کے معتقدوں اور امریکن محققین اجسام لطیفہ سے اختلاف ہے - لہٰذا (ان اختلافات کو مدِ نظر رکھکر ہم بلا تامل کہتے ہیں کہ) تناسخ کا

عقیدہ ایک مضبوط اور واحد بنیاد سے خالی اور پارہ پارہ غیر ترکیبی اجزا کا مجموعہ ہے۔

انسان بھی حیوان بنجاتے ہیں

اکثر برہموؤں۔ بدھوں اور ہندو ویدانتیوں کا اعتقاد ہے کہ ادنیٰ طبقات کے انسانوں کی روحیں بذریعہ اواگون حیوانات کے اجسام میں داخل ہو جاتی ہیں۔ مینے بذاتِ خود بمبئی۔ مدراس۔ مدورا۔ توتی کورن میں ویدانتیوں سے اور کولمبو و کانڈی واقعہ سیلون میں بدھوں سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے انکو اس عقیدہ سے مطلق انکار نہیں بلکہ ان لوگوں نے بڑے زور سے مجھے یقین دلایا کہ بدکار و ذلیل انسان شیروں گیدڑوں اور سانپوں تک کی صورت میں جنم لیتے ہیں اور یہ انکے کرموں کے نتائج کے مطابق ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ذیل میں چند حوالجات نقل کیئے جاتے ہیں جن سے میرے بیان کی تائید ہوتی ہے چنانچہ کولمبو کے رسالہ بدھ مت بابت ۲ ستمبر ۱۸۹۲ء میں سے مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو "سابقہ جنم کے تاثرات یا مجموعہ تجارب کو دوسرے جنم کے فیصلہ میں بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایک جنم میں شیر کی طرح گوشت خوری کا شیدائی ہو اور شاہ حیوانات کی سی طاقت و قوت پیدا کرنے کی آرزو رکھتا ہو تو یہ ممکنات سے ہے کہ وہ دوسرے جنم میں شیرنی کے بطن سے پیدا ہو۔ اور واضح رہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شیر کی فطرت میں بھی اس تغیر سے کوئی ترقی واقع ہو گی"

پھر لاہور کے اخبار ہار بنجر میں ہندو اہل قلم تحریر فرماتے ہیں "کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو انسانی جنم ہی میں تنزل کی حالت اختیار کر رہے ہیں یعنی وہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں جو کہ قریب قریب ادنیٰ طبقہ کے حیوانات کے مشابہ ہے پھر وہ اپنی بداعمالیوں کے باعث تنزل پکڑتے پکڑتے انسانیت کے دائرہ سے خارج ہو کر نیچے کے طبقہ میں جگہ لیتے اور درندوں یا بہائم کی صورت اختیار کرتے ہیں.... ہماری کتب مقدسہ میں ایسے رشیوں کا ذکر پایا جاتا ہے جو کسی گناہ کا کفارہ دینے کے لیئے حیوانی اجسام میں داخل ہوئے تھے"

مسز کیتھرین کرسٹی ساکن ڈنی ڈن واقعہ نیوزیلنڈ ایک قابل تعریف خاتون اور تھیوسوفسٹ ہیں آپ نے ایک پبلک تقریر میں بڑی صراحت سے فرمایا کہ "قدیم قدآور گرانڈیل لوگوں کے

ادنیٰ طبقہ نے حیوانوں کے اجسام میں جنم لیا اور بعض وید انتی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ اپنے کرموں کے باعث ابھی تک اس تغیر کے عمل میں سے گذر رہے ہیں

کیا خوب! یہ ہے موجودہ زمانے کا تناسخ جسکے رو سے انسان بار بار جنم لیتا اور انسانیت کے دائرہ اجسام سے نکلکر حیوانیت کے احاطہ میں داخل ہوتا ہے اور روح انسانی تنزل پذیر ہوکر ادنیٰ حیوانی اجسام میں حلول کرتی ہے یعنی کتے بھیڑئیے یا سانپ کے قالب کو اپنا مسکن بناتی ہے۔

چند سال کا عرصہ ہوا کہ مَیں مدراس کے ایک ہوٹل میں مقیم تھا اس ہوٹل کے متصل ایک بنگلہ تھا۔ اس بنگلہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا ہوٹل سے ایک انگریز طبیب کو بلانے آیا۔ اس جلدی اور ڈاکٹر کی طلبی کی وجہ یہ تھی کہ بنگلہ مذکور میں سانپ نے ایک بچہ کو کاٹا تھا۔ انگریز طبیب بلا تاخیر ہوٹل سے چل پڑا لیکن جب وہ منزل مقصود پر پہنچا تو بچّہ کا انتقال ہوچکا تھا اور بچّے کی ماں نہایت بے تابی اور بے قراری سے درد انگیز لہجہ میں کہ رہی تھی "میرے بچّے ہاں میرے پیارے لال نے پہلے جنم میں کسی سانپ کو مارا ہوگا اور یہ اُس کے سابقہ کرموں کا پھل ہے" کیا ان توہمات سے بڑھکر مضحکہ خیز اور نفرت انگیز کوئی اور بات بھی ہوسکتی ہے؟

تناسخ کا عمل کب اور کیونکر ظہور پذیر ہوتا ہے؟

کسی شکل کو قابل فہم و تسلیم بنانے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اوّل تو کوئی حقیقی وجود ہو دوم کوئی خاص مدعا یا غرض مدِّنظر ہو۔ سوم۔ ایک باقاعدہ نظام پر کام کرنیوالی طاقت ہو۔ آؤ اب دیکھیں کہ تناسخ کی شکل کو کسطرح قابل فہم بنایا جاتا اور اسکے عمل کو کسطرح تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ اوّل یہ دیکھنا ہے کہ وہ کونسا حقیقی وجود ہے۔ جو تناسخ کے عمل کی بنیاد ہے۔ کیا جیو یا آتمن اپنا نورانی لباس اُتار کر برہنہ ہوجاتا اور پہلے ہی مرحلہ میں اپنی لطافت کو خیر باد کہدیتا ہے؟ تناسخ کے عمل سے آتمن کا مدعا یا غرض کیا ہے؟ اور کونسی باقاعدہ طاقت اس عمل کی روح رواں ہے؟ اس کا جواب آتمن ہی کو معلوم ہوگا ہمارا ناقص فہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہاں ہم صرف یہ پوچھتے ہیں کہ کیا آتمن حصول مدعا کیلیئے

روشنی کی شعاع کی مانند رحم میں داخل ہوتا ہے؟ اور کیا رحم اسکے لیئے پہلے ہی سے منتظر ہوتا ہے؟ اور وہاں کیا آتمن اپنی لطافت کو برضا ورغبت کثافت سے مبدّل کرتا اور گوشت و پوست کے جسم میں داخل ہوتا ہے یا اسے پشت در پشت مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اصلی لطافت اور آزادی کو ترک کرکے ماس اور ہڈیوں کی قید میں مقیّد ہوتا رہے؟ عجیب تر یہ امر ہے کہ تبت کا لاما ہو۔ خواہ سیلون کا بھکشو۔ بنارس کا ہندو ہو۔ خواہ قرون وسطی کے گپت علوم کا ماہر اور روحوں کی ہستی کا قائل فرانسیسی عالم ہو یا تھیوسوفیکل سوسائٹی کا ممبر ہر ایک تناسخ کے دعوی کی نوعیت اور اسکے وقوع میں آنیکے عمل کے متعلق ایک دوسرے سے اختلاف رکھتا بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہے۔ چونکہ علم کو امن جہان کا باجی کہا جاتا ہے لہٰذا اس بات کا علم حاصل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آتما۔ بودھی۔ مَن کا ثالوث یعنی جیو کسطرح رحم مادر یا بچّہ دان میں داخل ہوتا ہے؟ اور آیا اس کا ورود عین حمل ٹھہرنے کے وقت ہوتا ہے یا پیدائش کے وقت؟ یا جیسا کہ بعض کا خیال ہے اسکی تشریف آوری کی تاریخ لمبی اور ساتویں سال پر پڑ جاتی ہے؟۔ واضح رہے کہ یہ تمام اوقات اواگون کے کاشتکاروں نے خود ہی تناسخ کا بیج بوئے جانے اور اسکے نازک پودے کی نشو و نما کے لیئے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ اس میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہاں ہر شخص کو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ یا تو اواگون کا پودا ہی سدا بہار ہے یا کاشتکار مغالطہ خوردہ ہیں۔

فصیح البیان مسز بیسنٹ اپنی کتاب موسوم بہ "تھیوسوفی کا خلاصہ" میں تحریر فرماتی ہیں کہ "تناسخ کے ذریعہ سے جو جنم ہوتے ہیں وہ ایک ہی مرتبہ ختم نہیں ہو جاتے بلکہ اُن کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ہر ایک روح کو یکے بعد دیگرے آنیوالی نسلوں میں بیشمار جونیں بدلنی پڑتی ہیں" پھر خاتون موصوفہ آگے چلکر ہمیں یقین دلاتی ہیں کہ "تناسخ کا عمل اپنی آہستہ خرامی سے بے شمار جنموں کا چکّر کاٹتا رہتا ہے" ایک دفعہ ایک بدھ بھکشو نے جو کہ بطور واقعہ سیلون کا باشندہ تھا مجھ سے کہا کہ گوتم بدھ نے دُکھ سے نجات پانے یعنی نروان حاصل کرنے سے قبل ۵۰۷ ہزار دفعہ جنم لیا تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس تمام چکّر اور سرگردانی کی علّت غائی کیا ہے؟ کیا یہ بے شمار جنم حصول علم کی خاطر ہیں؟ کیا ہمیں صرف اسی جہان

میں رہکر زیادہ تجربہ حاصل ہوسکتا ہے؟ اگر زیادہ تجربہ یا علم ہی اواگون کے چکر کی علت غائی ہے تو ہرایک جیو یہ پسند کریگا کہ یا تو چاند کی پہاڑیوں پر چڑھے یا مریخ کی ندیوں پر کشتیوں میں سوار ہوکر سیر کرے یا پھر ستاروں کے وسیع صحن میں چہل قدمی کرنے کا لطف اٹھائے۔ تناسخ کے ماننے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ بار بار جنم لینے سے رُوح اپنے قرض کے بوجھ سے سبکدوش ہوتی ہے۔ کوئی ان بزرگوں سے پوچھے کہ یہ قرض خوب ہے جس کا مقروض کو علم تک نہیں ہوتا۔ اور پھر ہم انجیل کی اس تمثیل پر نظر ڈالتے ہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک فضول خرچ لڑکا اپنے گھر سے دور بھاگتا ہے اور بھوک سے تنگ آکر خود بخود باپ کے پاس واپس آجاتا ہے۔ باپ بیٹے کو معاف کرتا اور گلے سے لگاتا ہے۔ آہ۔ تناسخ کے شیدائی اس روزانہ تجربہ کی مثال کے خلاف ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ باپ گھر میں واپس آئے ہوئے بیٹے کو تھوڑا سا آرام دینے کے بعد سخت جھگڑی سے واپس چلے جانے کا حکم دیتا اور سؤروں کا پس خوردہ یا اناج کا بھوسہ کھا کر مزید تجربہ اور علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے بھگاتا ہے جائے حیرت ہے کہ اواگون کے معتقدوں کو نہ تو محبت کرنیوالے باپ کی محبت کا احساس ہے اور نہ ہی انکے قلب میں عفو اور رحم کے جذبات کا گذر ہے۔ انکے نزدیک کوئی غلطی بھی قابل عفو نہیں اور بس یہی یقیناً تناسخ کے خیال کی بنیاد ہے۔ کیونکہ تناسخ کا جزو لاینفک کرم کا مسئلہ ہے اور مسئلہ کرم کا مفہوم یہی ہے کہ عفو و رحم کوئی چیز نہیں ہر غلطی کی سزا ہونی چاہیئے۔ شائی لاک یہودی جبتک اپنے مقروض کے جسم سے پونڈ بھر گوشت نہ کاٹ لے اُسے چین نہیں آسکتی*۔

ہم آئے روز دیکھتے رہتے ہیں کہ گیہوں کا دانہ جب بالی سے علیحدہ ہوجاتا ہے تو پھر بالی میں واپس نہیں جاتا اور پرندا انڈے کے خول سے آزاد ہوکر دوبارہ اسکی طرف مُنہ بھی نہیں کرتا۔ بڑ کا درخت ہرگز لوٹ کر ننھے بیج میں داخل نہیں ہوتا۔ انہی دلائل کے موجب ہم یقین کرتے ہیں کہ غیر فانی ارواح جن کو اپنے نیک و بد کی تمیز حاصل ہے ہرگز یہ گوارا نہیں کرسکتیں کہ جس گوشت و پوست کے

* یہ شیکسپیر کے ایک ڈرامہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ایک یہودی شائی لاک نامی نے قرض کی میعاد مقررہ گذرنے کے بعد اس بات پر اصرار کیا کہ اب مَیں روپیہ نہیں لوں گا بلکہ فیصلہ شدہ شرط کے مطابق ایک پونڈ (نصف سیر) گوشت اپنے قرضدار کے جسم پر سے کاٹونگا۔

محبس سے وہ ایکدفعہ نجات پا چکے ہیں دوبارہ اُسی میں مقید و محبوس ہوں۔ صحیفۂ قدرت میں جسقدر مثالیں پائی جاتی ہیں وہ سب باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ انسانی روح اواگون کے چکر میں پڑکر سوٗر۔ کتّے اور بندر کی طرح جنم نہیں لے سکتی۔ مسز بیسنٹ کے نزدیک آتمن کا تناسخ کے چکّر میں پڑنا اشد ضروری اور اٹل امر ہے خاتون موصوفہ کی تمام تحریروں میں انہی زنگ خوردہ تاروں کا جال تنا ہوا ہے۔ یہ معزز خاتون اپنی خداداد قابلیت اور زباندانی سے فائدہ اُٹھا کر متواتر اس عقیدہ کی اشاعت کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ ایک رسالہ میں آپ یوں گوہرافشانی کرتی ہیں "جس سچائی کا مجھے سوفی خصوصیت سے پرچار کرنا چاہتی ہے وہ"ص "معمہ زندگی" نامی کتاب میں فرماتی ہیں کہ عرصہ دراز تک آرام لینے اور تازہ دم ہونے سے جیوٗ اپنے سابقہ جنم کے تجربات کو جو اُس نے دھرتی پر حاصل کیے تھے جمع کر لیتا ہے اور پھر دوسرے جنم کے دروازہ سے سفلی عالم میں داخل ہوتا اور نیا جسم اختیار کرتا ہے" لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ بھلا روح کیونکر اور کب واپس ہوتی ہے؟ اور ہم یہ کیونکر معلوم کر سکتے ہیں کہ آئندہ جنم میں روح تنزل نہیں پکڑے گی؟ بلکہ اپنے تجربوں سے فائدہ اُٹھائے گی۔ افسوس کہ ان سوالوں کا جواب تناسخ کے ماننے والے بھی نہیں دے سکتے۔

اواگون مسئلۂ ارتقا کی ضد ہے

ارتقا کا مسئلہ وہ اہم اور عظیم الشان علمی شکل ہے جس کے قائل نہ صرف اہل علم۔ فاضل اور بزرگ ہیں بلکہ بلند پرواز شاعر بھی انکا ہم آواز ہو کر کہتا ہے کہ "تمام اشیاء بتدریج زینۂ ترقی پر چڑھ رہی ہیں" جب ہم کرہ ارض پر نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ زمین ابتداءً شعلہ دار آتشی مادہ کی شکل میں تھی پھر اسپر جمادات کا ظہور ہوا اور اُس کے بعد نباتات اور نباتات کے بعد حیوانات کے وجود ہستی پذیر ہوئے۔ حیوانات کے بعد اس زمین کا نہایت شاندار جلوہ تمام مخلوق کے تاجدار یعنی حضرت انسان کی شکل میں نمودار ہوا پھر گوشت و پوست اور تشخصات کے جامہ کو اُتار کر انسانی روح نے عالم بالا کو پرواز کیا جہاں اُسے نیک و بد کی شناخت اور اپنے افتخار و اعزاز کا احساس ہے۔ اب اگر نباتات لوٹکر جمادات کی شکل اختیار نہیں کرتیں اور نہ ہی حیوانات نباتات کے لباس میں ظاہر ہوتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ غیر فانی روح دوبارہ فانی جسم کی قید میں مقید و محبوس ہو یہ تو ارتقا نہیں بلکہ ایک ذلیل ترین تنزل اور رجعت ہے۔ یہ جینے اور مرنے کا چکر جس میں جیوٗ کو

ص "اواگون اور کرم کا عقیدہ" صفحہ ۹۵

ایک جسم سے دوسرے جسم میں داخل ہونا اور لطیف و غیر مرئی حالت سے کثیف ارضی اجسام میں بند ہونا پڑتا ہے۔ دراصل ایک اخلاقی تنزل اور رجعت ہے۔ اور اسکی مثال اُس پروفیسر کی سی ہے جس کو مجبور کیا جائے کہ تم کالج سے چلے جاؤ اور واپس اپنے پرانے سکول میں تعلیم حاصل کرو کیونکہ وہاں تم نے ایکدفعہ اجزائے ضرب کے پہاڑوں میں غلطی کی تھی اور اس غلطی کی اصلاح بغیر تمہاری واپسی کے نہیں ہو سکتی۔

تناسخ کی عجیب و غریب زندگی کا خیال جب میرے قلب میں گذرتا ہے اور میں عالم اجسام کے بحرِ بے پایاں و بے کنار میں غوطہ لگا کر اواگون کے مختلف سمندروں خلیجوں اور کھاڑیوں کی سیر کا خیال دلمیں لاتا ہوں تو بے اختیار میری آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھتی ہیں اور میں چمکتے ہوئے ستاروں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کاش کہ میں مادہ کی قید سے آزاد ہوتا! میرا واہمہ بھی ایک آن کے لیئے اس خیال کو اپنے اندر سے گذرنے نہیں دیتا کہ میں بار بار مادے کی جیل میں نظر بند کیا جاؤں۔ اس خیال سے میرے جسم میں ایک آگ سی بھڑک اُٹھتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جسمانی قید کے باوجود میں بے تار خبر کے ذریعہ لنڈن میں بیٹھکر نیویارک کی خبر لے سکتا ہوں اور تار برقی کے ذریعہ امریکہ سے اسٹریلیا کو برقی پیام بھیج سکتا ہوں لیکن جب میں اس مادی و جسمانی قید سے آزاد ہوں گا تو او ہو میں کس قدر آزادی سے اور لاانتہا طاقتوں سے کام لے سکوں گا۔ ہاں اُسوقت مجھے اجازت ہوگی کہ میں غیر معلوم گنج ہائے قدرت کو دریافت کر لوں اور عالی شان اجسام فلکیہ کا موازنہ کرنیکے قابل ہو سکوں پھر ان سیاروں کی کُنہ کا علم اور تاریخ سے واقفیت حاصل کر دوں۔ میری دلی تمنّا ہے کہ میری قسمت میں ان آرزوؤں کا پورا ہونا مقدر ہو اور خدا نہ کرے کہ میں کولہو کے بیل یا گاڑی کے پہیّہ کی طرح اواگون اور کرم کے جسمانی چکر میں مبتلا ہو کر بار بار جینے اور مرنے کی دل شکن مصیبت میں بند رہوں۔

جس روح کو عقل و تمیز سے بہرہ اندوز کیا گیا ہو اُسکو اس سے بڑھکر اور کیا قابل نفرت اور گھناؤنی بات معلوم ہوگی کہ اُسکے لطیف اور آزاد جسم کو کسی غیر معلوم قانون کے ماتحت دوبارہ کر کے مہمل باتیں کرنیوالے بچے کے طور پہ پیدا کر دیا جائے یا مجبور کیا جائے کہ قید میں ڈالا

موٹا اور سوتی کا لباس پہنکر دنیا کے احاطہ میں چکر لگائے۔ پھر یہ بھی نہ بتایا جائے کہ اس چکر سے کب اور کیونکر نجات ہوگی؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ تناسخ کے مسئلہ میں راستی اور سچائی کو بھی دخل ہے؟ راستی کا تو یہ شعار ہونا چاہیئے کہ وہ انسانی روح کے لئے اپنے اندر ایک کشش رکھے اور روح اسے اسطرح قبول کرنے کو تیار رہے جسطرح دھوپ اور بارش کو زمین جذب کرتی ہے۔ ہاں کیا تناسخ میں بھی انسانی روح کے لئے ایسی کشش اور قبولیت کے جذبات ہیں؟ فطرت اس کا جواب نفی میں دیتی ہے تجربہ اس پر لا کہتا ہے ؎

اواگون قانونِ قدرت کے بھی خلاف ہے

ایک موسم میں سیب کچا ہوتا ہے اور دوسرے میں وہ پک کر قدرے سرخی اختیار لیتا ہے گو اس کے رنگ و بو میں گونہ تغیر ہو جاتا ہے مگر اس کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں آتا وہ سیب کا سیب ہی رہتا ہے۔ بلکہ سیب سے اچھا سیب ہو کر کسی قدر ترقی کرتا ہے یہ تو ہے قانونِ قدرت۔ لیکن اواگون اس قانون کو جھٹلاتی اور کھلم کھلا اسکی مخالفت کرتی ہے ہم اوپر کئی ایک مثالیں دیکر بیان کر چکے ہیں کہ تناسخ ارتقا کی ضد ہے اور مسئلہ ارتقا قانونِ قدرت کے مشاہدوں اور تجربوں پر مبنی ہے۔ ہم آئے روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ مکئی کا زرد دانہ بھٹے میں واپس نہیں جاتا۔ اور نہ ہی چھلکے سے علیحدہ کیا ہوا گیہوں کا دانہ دوبارہ اپنی پوشش کو زیب تن کرتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پردار تیتری کو کرسلیس کے خول میں واپس آنے کی خواہش ہوتی ہے۔ یا کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ برسات کا شاندار گویا اپنی خوش و خرم زندگی کو چھوڑ کر پھر وہی دم دار مینڈک بننا پسند کریگا؟ ہم علی وجہ البصیرت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انڈے سے نکلے ہوئے پرندے کو جو کسی گھن دار درخت پر بیٹھا ہوا سریلی آواز نکال رہا ہو یہ کہا جائے کہ تم پھر تھوڑی دیر کے لئے انڈے میں داخل ہو جاؤ اور بوسیدہ گھونسلے میں ٹھہر کر طوفانِ باد سے تھپیڑے کھاؤ تو وہ ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیگا۔ اور اس تنزل کو گوارا نہ کریگا۔ جب ادنیٰ حیوانوں کی یہ حالت ہو تو ہم سوال کرتے ہیں کہ جیو کیوں ایکدفعہ درد اور دکھوں سے نجات پاکر دوبارہ جسم خاکی اختیار کریگا؟ اور رحم مادر کی تاریک و تار کوٹھریوں میں بند ہو کر حیض کا خون کھانے پر رضامند ہوگا؟ یہ سوال ہی

خود اس سوال کا جواب ہے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ روح کے اندرونی جذبات کیا ہیں؟ اسے نہ صرف اپنی دانش و ادراک کا علم ہے بلکہ اپنی ذات بغیر فانی ہستی اور عظیم الشان ممکنات سے بھی واقفیت ہے باایں ہمہ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ جو روح ان اوصاف سے متصف ہے وہ قانونِ قدرت کے خلاف تنزل کے عمل میں گرفتار ہو کر اواگون کے بے اصول چکر میں مبتلا ہونا پسند کریگی۔

انسانوں کے مدارج پر تناسخ کا اثر

جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں وہ اواگون کا راگ گاتے وقت جس سُر کا سب سے پہلے الاپ لگاتے ہیں وہ یہی ہوتا ہے کہ انسانوں کے مختلف مدارج تناسخ کے عمل کی وجہ سے واقع ہوئے ہیں۔ اواگون کے معتقدین کو ہر وقت اسی ایک بات کا خواب اسی کا خیال رہتا ہے۔ اُنکی تحریر و تقریر میں اس کو اس کثرت سے دُہرایا گیا ہے کہ سُنتے سُنتے کان بھی تھک گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض کو اچھی حالت میں پیدا ہونے کا موقعہ ہی نہیں ملتا۔ بعض کو نیا جنم لیتے وقت ذہانت و قابلیت سے بہت تھوڑا حصہ دیا جاتا ہے حالانکہ انہی کے بھائی بند خداداد قابلیت و ذہانت کے زیور سے مزین ہوتے ہیں۔ پھر ایک بچہ امیر کے گھر میں پیدا ہوتا اور عالیشان محلوں میں پرورش پاتا ہے اور اسی کے ساتھ دوسرا ایک غریب نادار کے گھر میں جنم لیتا اور اُس کی غیر معلوم تاریک کُٹیا میں زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ آخر اس تفریق و تمیز کا سبب بھی تو ہونا چاہیئے؟ اس اعتقاد کے رکھنے والوں کو جان لینا چاہیئے کہ یہ تفریق بجائے خود ایک اعلیٰ درجہ کا فلسفہ ہے۔ اور لوحِ نیچر پر جو مختلف و متضاد نقش منقوش ہیں یا صحیفۂ قدرت میں جو تفریق و تمیز کو دخل ہے یہ سب اعلیٰ درجہ کی خوبیوں پر دال ہیں اور عظیم الشان راز ہائے قدرت ان میں مضمر ہیں۔

اچھا ہم ایک آن کے لئے فرض کرتے ہیں کہ جنگل میں سب درخت ایک ہی قسم کے ہوں مثلاً سب کے سب بید مجنوں کے ہی پیڑ ہوں کیا انسانی آنکھ کو یہ منظر بھائیگا؟ یا یہ کہ اگر زمین کی سطح ایک وسیع ہموار میدان کی شکل میں ہو جائے تو کیا کسان کا کام چل سکیگا؟ اگر فرضاً کل اور کل کے بعد پیدا ہونے والے کروڑوں بچے آج ایک ساعت میں پیدا ہو جائیں اور سب کے سب نہ صرف ایک ہی چھتر کے زیر اثر ہوں بلکہ ایک جیسے قوائے اور یکساں مذاق بھی رکھیں مثلاً سب بچے سائنس کے شیدا اور کلیں وغیرہ بنانے کے مشتاق ہوں۔ تو

بھلا اس مساوات کو کیا سمجھا جائیگا؟ اور کیا ہر ایک صاحب فہم انسان اس مساوات کے نظارہ سے اُکتا نہ جائیگا؟ - لاریب اس قسم کی مساوات کو دوسرے الفاظ میں ایک اُکتاہٹ پیدا کرنے والے نظارے کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے اور یہ نظارہ اپنی نامرغوب حالت کے سبب دوزخ ثانی ہو جاتا ہے - غیر مساوات اور تفریق و تمیز کوئی قبیح امر نہیں ایک ہی قسم کا کھانا ہر روز کھاتے کھاتے طبیعت گھبراتی اور ایک قسم کا گانا سُنتے سُنتے کان اُکتاتے اور ایک سا ہی منظر دیکھتے رہنا آنکھیں ناپسند کرتی ہیں اسلیئے کسی چیز کو مرغوب خاطر بنانے کے لیئے تفریق کی سجاوٹ ناگزیر ہے - مانا کہ شہزادے اور دہقان زادے میں دنیوی حیثیت اور ظاہری جاہ و حشم کے لحاظ سے فرق ہے لیکن اُنکی روحانی حالت مشابہ ہے روحانی طبقہ میں محنتی کسان اور گرد آلود مزدور کا وہی درجہ ہے جو ایک کروڑ پتی امیر کا ہو سکتا ہے - قبر کی مٹّی اور قبر کے اندر کی زندگی کا دونوں کے لیئے یکساں ہونا اس دعوی کی صداقت پر دال ہے - میری اپنی زندگی مجھے بتلاتی ہے کہ مَیں قصبہ ورمونٹ میں جو کوہ گرین کے دامن میں واقع ہے ایک غریب و مفلس خاندان کے ہاں پیدا ہُوا تھا میرے والدین کا گھر یک منزلا اور غریبانہ تھا - ہمیں بعض اوقات کھانا بھی بمشکل ملتا تھا - میرے لباس میں دھجیاں لگی ہوتی تھیں لیکن مساعدت دیکھیئے کہ مَیں اس مشکل منزل کو طے کرنیکے بعد اس حالت میں ہوں کہ دنیا کی غیر مساوات اور امتیاز و تفریق پر شکریہ ادا کروں - اور مجھ پر ہی کیا انحصار ہے - دنیا میں بے شمار ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً ہمارا نامور پریزیڈنٹ لنکن ایک ریلوے لائن پر کام کرنے والے مزدور کا لڑکا تھا گارفیلڈ ایک خچر سوار اور جنرل گرانٹ ایک چمڑا رنگنے والے کے گھر کا چراغ تھا - پھر کیا ان لوگوں کو کبھی یہ شکایت ہوئی کہ گذشتہ کرموں نے اُنہیں ترقی کا موقعہ ہی نہیں دیا؟ یا کیا غریب کے گھر میں پیدا ہونے اور غیر مساوات کے مسئلہ کی مجبوری کے باعث وہ آیندہ بام ترقی پر چڑھنے سے رُک گئے؟ نہیں ایسا نہیں ہُوا - اور نہ ہوتا ہے - اگر سب انسان پیدائش سے ہی اپنے گذشتہ کرموں کے باعث شرابسے متنفّر - اخلاق و اوصاف حسنہ سے مزیّن شدہ پیدا ہوتے تو پھر بلند خیال اور عالی ظرف مصلحین کی ضرورت ہی مفقود ہو جاتی - اور جو لوگ رفاہ عام و مفید انام کاموں میں دلچسپی لیکر ہر بات سے نیک اور کارآمد نتائج مترتب کرنا چاہتے ہیں وہ

بھی یہ خیال کر کے مایوس ہو بیٹھتے کہ اُن کی کوششیں رائیگاں وا کارت ہونگی کیونکہ ہر شخص نے کرنا تو وہی ہے جو سابقہ اعمال کے نتائج کی رو سے اُسکے کرموں کا پھل ہے۔ غرض یہ عقیدہ کہ مراتب کی تمیز و تفریق سابقہ اعمال کا نتیجہ ہے دراصل آئندہ ترقی سے روکنے والا اور تمام اصلاحات کے رستہ کا روڑا ہے۔ اور جسقدر اسپر نظرِ امعان ڈالی جائے اُسی قدر اس کا بودا پن ظاہر ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مراتب کا زیر و بم تناسخ پر منحصر نہیں بلکہ یہ تفریق اس عالم اجسام کا زیور اور برکات کا مجموعہ ہے۔ اور واضح رہے کہ یہ عدم مساوات نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آئندہ کے روحانی عالم میں ضرور موجود ہوگی۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ گھناؤنے کیچڑ میں سے گل نیلوفر پیدا ہوتا اور باغ کو سیراب کرنیوالی میلی نالیوں کے کنارے پر خوشبودار گلاب کا پھول اُگتا اور اپنی اعلیٰ خوشبو کو مسام دماغ میں پہنچاتا ہے تو بے ساختہ ہماری زبان سے نکلتا ہے کہ اے اختلاف و تفریق تو باعثِ برکت ہے اگر تو نہ ہوتا تو کیچڑ اور گلِ نیلوفر کا مقابلہ کون کرتا اور مٹی کی نالی پر گلاب کا پھول کیونکر باعثِ زینت و خوبصورتی قرار پاتا۔ لہٰذا یہ غلط ہے کہ سابقہ کرم غیر مساوات اور تفریق مدارج کا باعث ہیں بلکہ یہ سب مصور عالم نے اپنی صنعت کی خوبصورتی اور تزئین کے لئے نقش کیا ہے۔

کیا دوسرا جنم لینے کے سوا ترقی کی کوئی اور صورت ہی نہیں؟

تناسخ کی تائید میں ایک بڑی دلیل یہ دیجاتی ہے کہ جبتک روح اجسام کی قیود میں نہ آئے وہ نہ تجربہ حاصل کرتی ہے اور نہ ہی وہ ترقی کے معراج پر پہنچنے کے قابل ہو سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ثبوت ہے۔ کیونکہ تناسخ کی رو سے جو شخص آج علم و فضل کا تاج پہنے ہوئے ہو وہ کل دوسرا جنم لے کر ایک بے علم بچہ بنے گا اور دایہ کی گود میں چھوٹی چھوٹی باتیں کرنی سیکھے گا۔ اس تغیر کو ترقی کا زینہ سمجھنا سخت غلطی ہے ہاں ترقی معکوس البتہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ عجیب حصول تجربہ اور ترقی ہے کہ ایک شخص کو علم و فضل کی زینت سے محروم کر کے اُسکے حافظہ کو بھی ساقط کیا جاتا ہے اور محض ایک کیڑے کی طرح دوبارہ گوشت و پوست کی جیل میں بند کیا جاتا ہے۔ واضح رہے ہماری زمین اجرام فلکیہ کے بحرِ ناپیدا کنار میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس سے کئی گُن زیادہ بڑھ چڑھکر مہذب اور لطیف دوسرے اور راور

عالم بھی ہیں۔ جن میں قدرت نے ایسے ایسے طبقات اور ایسی آب و ہوا رکھی ہے جن کا اثر روحانی اور جسمانی تعلیم پر بہت زیادہ ہے اور جو اس زمین کی نسبت روحانی تربیت کے لیئے زیادہ موزون ہیں۔ ہماری زمین جس پر ہم اب عارضی سکونت رکھتے ہیں دراصل رنج و محن اور وحشت دیے رحمی کا گھر ہے پھر بھلا ہماری روح کسطرح ایسی زمین کی طرف لوٹنا پسند کریگی اور جب کہ ترقی کی شاہ راہیں دوسرے عالموں میں یہاں کی نسبت زیادہ فراخ۔ صاف اور سیدھی ہیں تو روحوں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس دنیا میں واپس آکر مقیّد و محبوس ہوں اور اجسام کے پنجرے میں بند ہوں۔ اگر روحوں کی واپسی کسی ادھورے کام کی تکمیل کے لیئے ہوتی ہے اور اس سے انکی ترقی مقصود ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ آزاد روح اس ترقی کو بآسانی حاصل کر سکتی ہے اسے ضرورت نہیں کہ اپنی اعلیٰ حالت کو ادنیٰ سے تبدیل کرے اور کثیف جسم اختیار کر کے رحم مادر میں مقیّد ہو پھر دانت نکالنے کی تکلیف اور بچپن کے عوارض کو برداشت اور اٹھتی جوانی کی تحریص و ترغیب کا مقابلہ کرے۔ ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جو روح اپنی لطافت کی وجہ سے اعلیٰ طبقات میں پرواز کرتی اور علو و بلندی کے قریب پہنچی ہوئی ہو وہ کیونکر محبوس ہو کر کسی ادھورے کام کی تکمیل کریگی یا ترقی کا کوئی درجہ طے کریگی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جیو رحم مادر میں کہاں قید ہوتا ہے وہ تو بعد میں داخل ہوتا ہے تو ہم سوال کریں گے اچھا ایک بات بتاؤ کہ پھر جیو کسطرح۔ کب اور کیوں جسمانی قید میں آتا ہے؟ ہر دعویٰ کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لیئے دلائل اور براہین درکار ہوتے ہیں محض خیالی پلاؤ یا زبانی دعاوی کافی نہیں ہو سکتے۔ کاش کہ تناسخ کے ماننے والے اپنے دعاوی کے ساتھ دلائل اور بیّنات بھی پیش کر سکتے!

میرا ذاتی تناسخ کا چکّر اور مختلف جنم

راقم الحروف کو مختلف اوقات اور مختلف ممالک میں دو تین ایسے شخصوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے جو روحوں سے باتیں کرنے کے مدعی ہیں اور میں نے کئی ایک ایسے تھیوسوفسٹ دیکھے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اُن لطیف اجسام سے دوچار ہوتے اور مکالمہ و مخاطبہ کرتے ہیں جنکو عام انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ ان لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ میں ہزاروں برس ہوئے تو ایک آریہ

رشی کے جنم میں گنگا کے سرسبز کنارہ پر گیان دھیان میں مصروف رہتا تھا پھر تناسخ کے دوسرے دَور میں مَیں ایک اسرائیلی نبی بنکر پیدا ہوا تھا اور میرا نام حبقوق تھا۔ تیسرے جنم میں مجھے مصر کی سرزمین پر ایک مصری پجاری کے رُوپ میں ظاہر ہونا پڑا۔ چوتھی مرتبہ میں ہیرو ڈوٹس جیسے یونانی مؤرخ اور سیاح کے بھیس میں وارد ہوا تھا پانچویں جنم میں مَیں مشہور مسیحی قسیس اوریجن تھا واگون کے چھٹے چکر میں میرا نام راہب پطرس تھا اور مَیں ایک ہاتھ میں صلیب اور دوسرے میں تلوار لیکر یورپ میں جوش کی آگ بھڑکا رہا تھا۔ اور میری آتشیں تقاریر سے متاثر ہوکر عیسائی مجاہدین دیوانہ وار ارض مقدس کی طرف کوچ کر رہے تھے اور یسوع مسیح کے مقبرے کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھڑانے کیلئے سخت جدوجہد میں مصروف تھے۔

یہ سب کچھ صحیح ہو یا غلط لیکن میرے پاس اس کی صحت کا ذرا بھی ثبوت نہیں۔ بلکہ مجھے اسکی صحت میں کلام اور اسکے وقوع میں سخت شکوک ہیں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ اگر واقعی مَیں آریہ رشی۔ اسرائیلی نبی۔ مصری پجاری۔ یونانی مورخ۔ مسیحی قسیس اور راہب پطرس وغیرہ رہ چکا ہوں تو میری موجودہ حالت سخت تنزل کردہ ہے کیونکہ موجودہ جنم میں مَیں محنت کش۔ سادگی پسند طبیب اور مصنف پبلشر ہوں۔ میری نسبت جو کچھ کہا گیا ہے اگر اُسکا مَیں اپنی موجودہ حالت سے مقابلہ کروں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسئلہ ارتقا کہاں ہے؟ میری ترقی عجیب ہے کہ مَیں اعلیٰ حالت سے ادنیٰ میں گرایا گیا۔ ہاں پھر وہ میرے سابقہ استشراقی تجربات کیا ہوئے؟ اور میرے گذشتہ حافظہ اور یادداشت کو کیا ہوگیا؟ میری پچھلی کامیابیوں کے نقش کیوں میرے دماغ سے محو ہوگئے؟ اور مَیں نے ان تجربات سے کیا سیکھا؟ جہانتک مَیں خیال کرتا اور سوچتا ہوں مجھے یہ سب کچھ وہم وخیال ہی معلوم ہوتا ہے۔

تناسخ کے متعلق تعلیم یافتہ ہندوؤں کے خیالات

تناسخ کے مسئلہ کو کسی اعجوبہ۔ رازیا برہمنوں کے بنائے ہوئے مَن گھڑت افسانوں سے کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی بلکہ اسے پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے غیر مکدر ضمیر کے محسوسات سائینس اور دلائل وبراہین عقلیہ سے کام لینا ضروری ہے۔ لیکن جب ان سے کام لیا جائے اور انہی کو ثالث مقرر کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو استخراجی اور استقرائی طرز دلائل اس مسئلہ کو ناقابل تسلیم ٹھہراتے ہیں۔ مَیں نے کئی مرتبہ تناسخ کے ماننے والوں سے انکے

اس عقیدہ کا ثبوت مانگا ہے تو انہوں نے جواباً مجھ سے کہا ہے کہ "ہم تناسخ کو ثابت نہیں کر سکتے البتہ خیال میں اسکا احساس کر سکتے ہیں" بھلا جس عقیدہ کا دارومدار خیالی احساس امنگوں اور ناقابل اعتبار رہنماؤں پر ہو اُسے کون عقلمند ہے جو قابل پذیرائی ٹھہرا سکے۔

تناسخ کے ایک معتقد سے ایک مرتبہ راقم الحروف کا مفصلہ ذیل مکالمہ ہوا۔

معتقد۔ "گذشتہ جنموں میں سے ایک جنم کے متعلق مجھے کچھ کچھ واقعات یاد ہیں"۔

راقم۔ کیا آپکو اپنی اس یادداشت پر یقین واثق ہے؟ کیا یہ اضغاث احلام خیالات پریشان یا مکدر واہمہ کا نتیجہ تو نہیں۔

معتقد۔ نہیں تو اور میں اکثر ایسے مقامات۔ منظر اور یادگاریں دیکھتا ہوں جنکی نسبت مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں پہلے بھی اُنکو دیکھ چکا ہوں حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی وہاں تک سفر نہیں کیا۔

راقم۔ بے شک آپ سچ کہتے ہیں۔ اکثر کمزور اور جلدی متاثر ہونیوالی طبیعتوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ اسکا شاہد ہے۔ دُور دراز ممالک میں نے پہاڑ۔ دریا۔ مندر۔ اور خانقاہیں دیکھی ہیں جو مجھے ایسی معلوم دیں کہ گویا میں پہلے بھی اُنکو دیکھ چکا تھا۔

معتقد۔ کیا آپ اس سے قبل وہاں کبھی نہیں گئے تھے؟

راقم۔ جسمانی حالت میں کبھی نہیں گیا تھا۔

معتقد۔ پھر آپ کے نزدیک اس واقفیت کی کیا وجوہات ہیں۔

راقم۔ مَیں اسے عقلی دلائل کی رُو سے جانتا ہوں اور میرے نزدیک اس واقفیت کا ذریعہ وہ غیر مرئی لطیف جسم ہے جو دُور دراز ممالک میں دَورہ کر سکتا ہے اور جس نے کسی ایک گشت میں ان مقامات کی سیر کی ہو اور پھر میرے قلب پر روحانی طور پر اُس کا اثر اسطرح متمکن اور ثبت ہو گیا ہو کہ میں نے اس واقفیت کو واقعی سمجھ لیا ہو اور خیال کرنے لگوں کہ مَیں جسمانی طور پر اُن مقامات کو دیکھ چکا ہوں یہ کوئی انوکھا اور عجیب فلسفہ نہیں ہر ایک شخص جانتا ہے کہ عالم رؤیا میں ہم کیا کیا دیکھتے اور کسطرح جسمانی عالم میں لوٹ کر اُس روحانی نظارے سے متاثر رہتے ہیں۔ پس عالم رؤیا کا تجربہ میرے قول کا مصدق ہے۔

اب ملاحظہ ہو کہ تعلیم یافتہ فاضل ہندو اس مسئلہ پر کیا رائے زنی کرتے ہیں۔ مسٹر لعل گل بھوبن ایک مشہور قانون دان اور فاضل ہندو مصنف تحریر فرماتے ہیں " زمانہ حال کا تناسخ دراصل پُرانے جون بدلنے یا اواگون کے اعتقاد کی ذریّت ہے۔ اور جنوبی ہند کے اکثر باشندے تو ابھی تک پُرانی طرز پر اواگون کے قائل ہیں گو یہ عقاید قدیم ہند میں عالمگیر طور پر رائج تھے اور سب ہندو انکے قائل تھے لیکن اب نئی تناسخ ہو یا پُرانی اواگون ہر دو کے حلقہ بگوشوں کی تعداد تنزل پر ہے۔ انسانی حواس قویٰ کا علم جسکی تعلیم انگریزیا فرانسیسی علما دیتے ہیں بڑی سرعت کے ساتھ اس عقیدہ کی جڑھیں کھوکھلی کر رہا ہے۔ اور اس علم کے پڑھنے والے خوب سمجھنے لگ گئے ہیں کہ تناسخ کا عقیدہ ہی ہندوستان کی توہم پرستی کی جڑھ ہے اور اسی کی بدولت حیوانوں سانپوں اور کیڑے مکوڑوں کی پوجا ہوتی رہی ہے"

ہندوستان کے مشہور اہل قلم ہندو عالم عالی جناب پرتاب چندر معظم دار قابل قدر بنگالی اہل الرائے نے مقام لادل پر ایک معرکۃ الآرا تقریر کے دوران میں فرمایا تھا " قدیم ہندوستان کے تمام مذہبی فرقوں کی تعلیم میں اواگون کا مسئلہ ایک جزو لاینفک کی طرح شامل تھا زمانہ حال میں اس پُرانے اواگون کے نام میں کچھ تبدیلی کردی گئی ہے اور توہم پرست لوگوں کا ایک گروہ اسکا قائل ہے لیکن تعلیم یافتہ آزاد خیال ہندو اس عقیدہ کو بوسیدہ اور زمانہ ماضی کی غیر معقول یادگار سمجھکر خیر باد کہ رہے ہیں"

ایک نیا مسیح اور تناسخ

اہل اسلام تناسخ کے اُس بھوت کی ہستی سے واقف نہیں جو مسز بسینٹ اور اُنکے ساتھی مسٹر لیڈ بیٹر صاحب نے تھیوسوفی کی تعلیم میں بند کر رکھا ہے۔ گو مسٹر لیڈ بیٹر کو کرنل اسکاٹ سابق پریزیڈنٹ تھیوسوفی نے ہمیشہ کے لیئے اپنی سوسائٹی کی صفوں سے خارج کردیا تھا لیکن مسز بسینٹ موجودہ میر مجلس سوسائٹی نے نہ صرف کرنل اسکاٹ کی رائے کے خلاف مسٹر لیڈ بیٹر کو سوسائٹی کا رکن بنالیا ہے بلکہ اُنکی اعانت و معاونت کے ساتھ وہ تھیوسوفی کے مصفّا خوش بھرے اصولوں کو تناسخ کے رنگ میں گہرا رنگین کر رہی ہیں۔ وہ اپنی اس دھن میں سخت سرگرم ہیں اور سابقہ کوششوں پر صابر نہیں بلکہ ہر طرح آگے ہی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ گو مسز موصوف کی طبیعت

میں استقامت نہیں لیکن اُنکی فصاحت و بلاغت مسلّم ہے۔ ان ہر دو امور کے جمع ہونے سے انکی غیر مستقل طبیعت لسانی و لفاظی کے بازو لگاکر بڑی بڑی لمبی اُڈاریں لگاتی رہتی ہے وہ عیسائیت کی زمین کو عبور کرکے مادیّت کے عالم میں جا پہنچیں۔ مادیّت سے گذر کر انہوں نے سپرٹزم کے سمندر کی سیر کی۔ اس عالم میں روحوں کا تماشا ملاحظہ کرکے وہ تھیوسوفی کے ملک میں آبراجمان ہوئیں۔ اور اب آپنے دنیا کو ایک نئے مسیح کے جنم لینے کی خبر سنائی ہے اور کہا جاتا ہے کہ پہلے مسیح کی پیدائیش پر داناؤں نے مشرق میں ایک ستارہ دیکھا تھا بس اُس ستارہ کے زیر احکام یہ نیا مسیح پیدا ہُوا ہے۔ اس نئے مسیح کی "محافظ" خود مسز موصوفہ ہیں۔

آیندہ مسیح ہو کر ظاہر ہونے والے لڑکے کا اصلی نام کرشنا مورتی ہے اور مسز بیسنٹ کے ہمخیال اُسے الکیون کے نام سے پکارتے ہیں۔ مسٹر لیڈبیٹر اور مسز بیسنٹ نے اُسکے گذشتہ جنموں کی کیفیت معلوم کی ہے اور بخیال خویش گذشتہ ہزاروں برس کے زمانہ کو عبور کرکے یہ معلوم کیا ہے کہ کرشنا مورتی ابتک ۳۲۰ جنم لے چکا ہے۔ بنارس کے سالانہ جلسہ پر انگریزی بولنے والے تھیوسوفسٹوں نے تو اس لڑکے کی دو زانو ہو کر تعظیم کی اور ہندوؤں نے جنمیں الکیون کا بھائی میزار بھی تھا اسکے پاؤں پر سر رکھکر اُسے پرنام کیا۔

اس نئے مسیح کو تھیوسوفی کے تمام ممبروں نے تسلیم نہیں کیا چنانچہ بہت سے ہندو اور یوروپین جن میں مسز سنٹ بھی شامل ہیں اب کھلم کھلا مسز بیسنٹ کے مخالف ہیں اور علانیہ کہتے ہیں کہ موجودہ تھیوسوفی اب وہ نہیں رہی جو ۱۸۸۱ء میں تھی۔

مسز بیسنٹ کے نئے مسیح کے ساتھ ہی یسوع مسیح اور اُنکی تکالیف کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے اسپر غور کرنے سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح جیسے نیک وجود کو کیوں اس قدر تکالیف برداشت کرنی پڑیں؟ تناسخ اور مسئلہ کرم کے معتقدین اس کا یہ جواب دینگے کہ وہ سب کچھ سابقہ جنم کی غلطیوں کا نتیجہ تھا یا یوں کہیں کہ انکو جسقدر صعوبتیں جھیلنی پڑیں وہ سب اُنکے سابقہ جنم کے کبیرہ گناہوں کا خمیازہ تھا اچھا پھر اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ واقعی ایسا ہی ہوگا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نیپولین اعظم کا ہر میدان میں کامیاب ہونا اور ہر جگہ اور ہر میدان سے فتح و ظفر کا پرچم لہراتے ہوئے واپس آنا ظاہر کرتا ہے کہ فاتح

نیپولین سابقہ جنم میں کوئی بہت ہی اچھا آدمی ہوگا۔ اگر تناسخ مسکین وغریب یسوع مسیح کو گنہگار اور خونخوار ملک گیر نیپولین کو اچھا آدمی ثابت کرتا ہے اور اسی کا نام نصفت شعاری رکھا جاتا ہے تو اس کا دنیا نے بہت تجربہ کر لیا ہے اب ضرورت نہیں۔ معاف کیا جائے۔

تناسخ کے مسئلہ نے ہندوستان اور مشرق پر تاریکی کی چادر ڈال رکھی ہے اور تمام ترقیوں کے راستہ میں رکاوٹ ہے کیونکہ جب یہ عقیدہ ہو کہ فانی انسان مر کر اپنے تشخصات۔ یادداشت۔ اور معتقدات کو عالم ارواح میں بھی ساتھ لیجاتا ہے۔ مگر پھر بھی اسے ترقی کا کوئی موقعہ نہیں ملتا اور نہ ہی دوبارہ جنم لینے کے سوا نجات حاصل ہوتی ہے اور اس غرض سے جیو زمین کے قریب قریب گشت لگاتا اور ہر وقت اسی تلاش وکوشش میں منہمک رہتا ہے کہ کسی طرح کوئی جسم داخل ہونیکے لیئے ملجائے یا کوئی صورت رحم مادر میں جاکر دوبارہ پیدا ہونیکی نکل آئے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیونکر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ انسان ترقی کے لیئے پیدا ہوا ہے اور ارتقا کے میدان میں تیز گام دوڑ رہا ہے

ریورنڈ ڈاکٹر سیوتیج ساکن نیویارک جو کہ ایک قابل وفاضل یونیٹیرین اور سپر چولسٹ ہیں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں "میرے نزدیک تناسخ کا مسئلہ ہر طرح سے ایک مایوسی افزا عقیدہ ہے۔ مجھے اسپر اسقدر حیرت وتعجب آتا ہے کہ اسکے بیان کرنے کو مجھے الفاظ تک نہیں ملتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمام ہندو اور تمام بدھ اپنی تمام طاقت۔ فلسفہ اور مذہب سے اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ جس طرح ہوسکے جنم مرن کی قید سے نجات پائیں یا نروان حاصل کریں لیکن ہم پر افسوس ہے کہ ہم اس تناسخ کو ایک نو دریافت شدہ اور دل پسند اصل سمجھکر اپنے معتقدات میں داخل کر رہے ہیں قبل ازیں کہ اس اعجوبہ کو اختیار کیا جائے کیا ہمارا یہ فرض نہیں؟ کہ ہم تناسخ کے اصل معتقدین یعنی ہندو اور بدھوں سے دریافت کریں کہ وہ کیوں اس چکر سے مخلصی کے لیئے سخت جدوجہد کر رہے ہیں؟"

ذیل میں ہم چند ایک وجوہات درج کرتے ہیں جنکی بنا پر اہل علم وفہم نے تناسخ کو رد کیا ہے

۱۔ اس مسئلہ کی بنیاد کسی ایک مضبوط مستقل۔ اور بادلائل واقعہ صحیح پر نہیں۔

۲۔ یہ عقیدہ ارتقا کے عظیم الشان اور اہم مسئلہ کا مخالف بلکہ ضد ہے۔

۳۔ تناسخ کے ۸۰ کروڑ معتقدین کی تعداد برہمنوں۔ بدھوں۔ تبتیوں اور جینیوں پر مشتمل ہے

اور یہی لوگ ہیں کہ روئے زمین پر اس وقت سب سے زیادہ جاہل۔ توہم پرست۔ اور وہمی ہیں۔

۴۔ اس مسئلہ پر اعتقاد رکھنے سے روح کی تذلیل ہوتی ہے کیونکہ اس کے ماننے سے روح کو بلندی سے پستی کی طرف آنا پڑتا ہے حالانکہ جسم کی قید سے آزاد ہو کر انسان کی روح کو روحانی لطیف عالم میں بلند پروازی کرنی اور فرشتوں یا آسمان کے نورانی .... باشندوں یا ان سے بھی آگے بڑھکر ان نورانی وجودوں کا سردار بننے کی کوشش کرنی چاہیئے تھی۔

۵۔ تناسخ کا عقیدہ قوّت حافظہ کو نیست و نابود یا عملاً ناکارہ بنا دیتا ہے کیونکہ اسکے ماننے سے جیو کی نسبت یہ گمان کرنا لازمی ہے کہ ایک جون سے دوسری جون بدلتے وقت آتمن اپنی قوّت حافظہ کھو بیٹھتا ہے۔ حالانکہ قوّت حافظہ کے بغیر کسی ترقی کا حاصل کرنا یا تجربہ سے فائدہ اٹھانا محال ہے اور قوّت حافظہ ہی انسان کی ذاتی خصوصیّت اور معرفت کے احساس کی عمارت کیلئے کونہ کا پتھر ہے۔

۶۔ تناسخ کا مسئلہ قانون قدرت کے مسلّمہ دفعات کی خلاف ورزی کرتا ہے مثلاً تناسخ کے رو سے تو انسانی روح سوّر اور کتّے۔ بندر۔ سانپ کی صورت میں جنم لے سکتی ہے لیکن قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ معدنیات ترقی کرکے نباتات۔ نباتات بتدریج حیوانات بنجاتے ہیں اور جنین بڑھکر بچّہ۔ بچّہ سے جوان مرد اور اس سے آگے آزاد روح کی حالت اختیار کر لیتا ہے اور اسی طرح ترقی کرتے کرتے نورانی طبقات کی سیاحت کرتا اور بے شمار خوبصورت و دلپذیر عالموں میں سے گذرتا ہے۔

۷۔ یہ تعلیم ہی سراسر غیر منصفانہ بلکہ کینہ توزی سکھانیوالی ہے کہ ایک روح سابقہ جنم کی غلطیوں پر موجودہ جنم میں گرفتار ہوتی اور صعوبتیں جھیلتی ہے۔ حالانکہ اُسے اپنے گناہوں کا نہ احساس ہے اور نہ اُنکے ارتکاب کی شمہ بھر یاد ہے۔

۸۔ یہ عقیدہ انسانی فطرت کی معقول پسندی اور رحم وعفو کے جذبات کا مخالف ہے کیونکہ کرموں کا مسئلہ جس پر تناسخ کی بنیاد ہے رحم و محبت کی ضد اور عفو و ہمدردی کا دشمن ہے۔ اگر کوئی غمزدہ مصیبت کا مارا مدد کیلئے چلائے تو کرم کا بے رحم دیوتا اسے جواب دیگا کہ "تم نے گذشتہ جنم میں گناہ کیا تھا اسلئے تمھاری آہ و بکا گریہ وزاری جان کنی اور کراہنا سب بے سود ہیں نہ تمھاری کوئی شکایت مسموع ہو سکتی ہے اور نہ تمکو کوئی امداد دیجا سکتی ہے۔ صرف ایک ہی علاج ہے وہ یہ کہ پھر اور جنم لو دوسرا جسم دوسرا نام اختیار کرو تب شائد اس تکلیف میں کچھ تخفیف ہو سکے"۔

۹- یہ مسئلہ ریاضی کی سی صحت - استقرائی دلائل اور براہین بیّنہ کی جگہ - ایسا دقیانوسی فلسفہ اور ایسے ایسے ہندو قیاسات اور لا یعنی دعاوی پیش کرتا ہے جو ایک ہی نظر میں پایہ ثبوت سے خارج فہم و ادراک کی گرفت سے ساقط اور فلسفہ کے احاطہ سے باہر ہیں۔

۱۰- اس عقیدہ کی نہ کوئی پختہ بنیاد ہے اور نہ ہی اس کا مدار کسی سائنس کے دریافت یا تسلیم کردہ صحیح اصول پر ہے بلکہ مشرق و مغرب کے قیاسات کو ملا کر ایک مرکب تیار کر لیا ہے جس میں ہندو جادو کو قرون وسطی کی الکیمیا میں حل کر دیا ہے اس معجون مرکب کے اثر سے روح کو بار بار جینے اور مرنے کا چکر کاٹنا پڑتا ہے اور آخر اس کا دماغ پراگندہ ہو جاتا اور مادے کے ایک مایوس کن گرہن میں چھپ جاتا ہے۔

۱۱- اواگون کا مسئلہ ہندوستان میں ہزارہا برس سے ایک ہر دلعزیز عقیدہ رہا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہندو قوم عرصہ دراز سے روحانی فالج کے امید شکن مرض میں مبتلا ہے۔ جس کے متعلق کرنل اسکاٹ لکھتے ہیں "ہندوستان کے گہرے دوستوں اور اس ملک کے وطن پرست فرزندوں نے مجھ سے یہاں کے لوگوں کی قابل افسوس اخلاقی حالت اور عام تنزل کی شکایت کی ہے۔ دیسی ججوں نے مارے شرم کے اپنا سفید سر نیچا کر لیا ہے جبکہ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ہمارے ہموطنوں میں جھوٹ بولنے کی قبیح عادت اور جعلسازی کا خوفناک جرم ایک اندیشناک حالت تک ترقی کر گیا ہے اور انہوں نے مجھ سے کہا غضب تو یہ ہے کہ لوگ اپنے جھوٹ کا اقرار کرتے وقت ذرا بھی آنکھ نیچے نہیں کرتے اور نہ ہی انکو شمہ بھر اس بات کا احساس ہے کہ انہوں نے کوئی قابل شرم حرکت کی ہے" اب ہم تناسخ کے نتائج کی اور کیا تشریح کریں؟ ہمیں صرف اس خیال سے صدمہ ہوتا ہے کہ بعض وہمی - توہم پرست انگریز اور چند ایک ہمارے اپنے ہموطن اس کوشش میں مصروف ہیں کہ امریکہ کے ہوشیار معقول پسند اور بیدار مغز باشندوں کو اس غیر معقول عقیدہ کی غلامی کا طوق پہنائیں۔

۱۲- تناسخ کا عقیدہ علوم طبعی و ذہنی کے مخالف - فلسفہ روحانی اور فلسفہ تناسب کی ضد ہے- اور قوائے فطری جنکی روشنی کی شعاعیں آسمان کے اندرونی طبقات تک پہنچتی ہیں صاف طور پر اس مسئلہ کی تغلیط ..... کرتے ہیں یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ تھیوسوفسٹ لوگوں کی ایک تعداد

اور وہ بھی بعض زمینی اور غیر ترقی یافتہ ہندو پنڈت ہیں۔ جو اس قابلِ افسوس اور تنزل پذیر شکل کی تصدیق کرتے اور عالمِ ارواح میں اسکی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرے گا وہ بھی اس عقیدہ کے جال سے نکل جائیں گے اور جسطرح ادنیٰ اشیار ترقی کرکے اعلیٰ مدارج اختیار کرلیتی ہیں اسی طرح وہ بھی اس وہم کی قید سے آزاد ہو جائیں گے۔

ا۔ واضح رہے کہ تمام جرمن اور انگریزی زبان بولنے والے سائنس دان تناسخ کے منکر ہیں۔

ب۔ روحانی مسائل پر بحث و مباحثہ ہوکر جسقدر نتائج مرتب کیئے گئے ہیں وہ سب کے سب تناسخ کی تکذیب کرتے ہیں۔

ج۔ علمِ حواس و قوائے انسانی جس کی رُو سے استخراجی اور استقرائی مشاہدات کی بناپر قلب کے وظائف تقسیم کیئے گئے ہیں صاف صاف اس عقیدہ کی لغویت پر دال ہے۔

د۔ یہ عقیدہ اُس فلسفہ کا بھی مخالف ہے جو سچائی کا ثمرہ اور دلائل کا سیراب کردہ ہے تناسخ اُس سخت منطق کی بھی مدمقابل ہے جسکی عمارت قانونِ قدرت کی محکم بنیادوں اور مضبوط اصول پر کھڑی کی گئی ہے۔

و۔ یہ مسئلہ اُن علوم متعارفہ کی بھی خلاف ورزی کرتا ہے جن کے رُو سے یہ بتایا گیا ہے کہ (۱) جو اشیاء ایک ہی شئے کے ساتھ ساتھ موجود ہوں وہ باہم یکدگر بھی اکٹھی موجود ہوتی ہیں۔ (۲) اور یہ کہ جو کچھ کُل کی نسبت صحیح ہو اُس کا اطلاق اسکے ہر جزو پر بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً انسانوں کی مختلف نسلیں اور سلسلے ایک ہی جماعت اور قانون کے تابع ہیں۔ یعنی ارتقا کا مسئلہ جسطرح جماعت پر اثر ڈالتا ہے اسی طرح وہ ہر جزو پر بھی عائد ہوسکتا ہے۔ اور اپنی زبردست عظیم الشان طاقت کے بل پر انسانی ضمیر اور روح کو اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کی طرف رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ اور بس اسکی ایک ہی منزل مقصود — ایک ہی قاعدہ کلیہ۔ ایک ہی زندگی۔ ایک ہی اخوت اور ایک ہی انجام ہے یعنی ہمیشہ ہر حالت میں ترقی کی طرف لیجاتا اور تنزل سے بچاتا ہے۔

بالآخر میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ ہندو تناسخ یا ترمیم شدہ مسئلہ اواگون جسکی طرف اہل امریکہ کو دعوت دیجارہی ہے دراصل ایک دعویٰ بے دلیل۔ ایک بے بنیاد خواب۔ ایک تاریک قیاس ہے جو سائنس اور فلسفہ کے ستاروں کی روشنی پہنچنے پر خود بخود فنا ہو جائیگا اور جسطرح موسم

بہار کی شبنم ماہ جون کے سورج کی آمد پر بلا تاخیر رخصت ہو جاتی ہے اسی طرح مسئلہ تناسخ کو سائنس اور فلسفہ کی مزید ترقی کے ظہور پذیر ہونے پر بلا حیلہ وحجت قعر گمنامی میں گودنا پڑیگا۔

اس تحریر کو ختم کرنے سے قبل میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے عمداً تناسخ کے خلاف تیز اور قدرے سخت الفاظ کا استعمال کیا ہے اور ایسا کرنے میں میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مجھے معذور خیال فرمائیں گے کیونکہ میرے نزدیک یہ مسئلہ محض مشرقی ردّیات کا ایک جزو اعظم ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ انسانی ترقی کے لیئے سدِّ راہ ہے۔ ورنہ سچائی سے میری محبت سخت گہری اور ایسی وسیع ہے جیسی کہ دنیا کی مختلف اقوام ہیں۔ میں تمام بنی نوع انسان کو اپنے بھائی خیال کرتا ہوں میرا مقصد اعلیٰ صرف یہی ہے کہ میں چار دانگ عالم میں امن و سخاوت کی شرافت افزا زندگی پیدا کروں اور روحانیت و تناسب کی روشنی کو تیزی سے بڑھتا اور بنی نوع انسان کے دماغ و قلوب کو روشن و منور کرتا ہوا دیکھوں۔

نوٹ:۔ ہمیں امید ہے کہ ریویو کے ناظرین ڈاکٹر پیبلس کے عالمانہ مضمون کا مطالعہ کرکے محظوظ اور ہندوؤں بدھوں اور تھیوسوفی کے تعلیم کردہ مسئلہ تناسخ کی فاضلانہ تردیدی دلائل سے مستفیض ہوئے ہونگے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کے دلائل اور خیالات متعلق تناسخ کو جائز اور حق بجانب سمجھتے ہیں لیکن یہ بتا دینا بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم کو فاضل مضمون نگار سے اُنکے بعض خیالات میں اتفاق رائے نہیں ہمیں یہانتک تو ڈاکٹر صاحب سے اتفاق ہے کہ تمام اشیاء ترقی کی طرف جاتی ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ انسان کے لیئے ترقیات کی کوئی حد نہیں۔ اور شاہراہ ترقی پر وہ غیر محدود اور بیشمار منزلیں طے کرسکتا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے اور ہم نے اس کی بارہا اس رسالہ میں توضیح بھی کی ہے کہ آیندہ کی زندگی اس دنیاوی زندگی کا تسلسل ہے اور اُس کے بعد انسانی روح ہمیشہ لاانتہا ترقیاں کرتی رہیگی۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس کثیف جسم کو چھوڑ کر روح ایک لطیف جسم اختیار کرتی ہے کیونکہ روح جسم کے بغیر ترقی نہیں کرسکتی۔ ہمارا یہ بھی مذہب ہے کہ روح ازلی نہیں بلکہ رحم مادر میں جب بچہ چھٹے درجہ پر پہنچتا ہے تو اس میں روح پیدا ہوتی ہے (ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت جولائی و دسمبر ۱۹۱۲ء مضمون زیر عنوان روحانی اور جسمانی ترقی کرمیچہ وارتقا) مگر انسانی ترقی اُسکے انسانی احاطہ سے ہی شروع ہوتی ہے اور ہمارا یہ مذہب نہیں کہ۔۔۔

نوٹ اور ریویو

صحیح بخاری کا درس آجکل حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے درس قرآن مجید کے ساتھ صحیح بخاری کا درس بھی شروع کیا ہوا ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے بیرونی دنیا کو اس دریائے معرفت سے بہرہ مند کرنیکے لیئے اس درس کے نوٹوں کو مرتب کرکے شائع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ پہلے پارہ کے نوٹ بالکل تیار ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے اپنی دلی آرزو ظاہر فرمائی ہے کہ یہ نوٹ شائع ہوں۔ خود بھی مدد دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور سلسلہ کے اخباروں میں اسکے متعلق اشتہار دینے کیلئے ہدایت فرمائی ہے۔ نوٹ کیا ہیں درصل صحیح بخاری کی ایک عجیب غریب شرح ہے جسکی نظیر کم از کم اردو زبان میں نہیں ملے گی اور انمیں بعض ایسے دُرِ بے بہا ہیں کہ عربی شروح میں بھی نہیں ملیں گے ہر ایک حدیث کا ترجمہ اردو میں دیا گیا ہے اور نیچے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے بیان فرمائے ہوئے معارف و نکات غریبہ درج ہیں۔
شیخ صاحب کے نام اسکے متعلق خط و کتابت ہونی چاہیئے۔

ایک حق طلب کی فریاد یہ ایک خط ہے جو مولوی عبد المجید صاحب بی۔ اے گورنمنٹ پرشین ٹرنسلیٹر سکرٹیریٹ کلکتہ نے لکھا ہے اس خط کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا لکھنے والا ایک نہایت منصف مزاج اور بالکل تعصب سے خالی اور ساتھ اسکے فہیم اور دقیقہ رس انسان ہے انہوں نے نہایت متانت سے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق چند دلائل کو پیش کرکے مخالفین سے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ایسے شخص کو صادق یقین نہ کیا جاوے۔ ایک حق طلب کی فریاد اس کتاب کا نہایت ہی موزون خلاصہ ہے۔ کاش کہ ہمارے مخالفین میں بھی کوئی ایسا منصف مزاج آدمی ہوتا جو ایسی ہی متانت سے ایسے حق طلب کی فریاد کی طرف توجہ کرتا۔ رسالہ تو سارا ہی لطیف ہے مگر ہم ناظرین کے فائدہ کیلئے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون پر جو ایک لطیف نوٹ انہوں نے لکھا ہے اسکو یہاں درج کرتے ہیں " کامل چور بننے کیلئے پہلے اٹھائی گیرا۔ گرہ کٹ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا چور انیوالا ہونا چاہیئے۔ چور جھوٹ پڑ نہیں نقب زنی کرتے کرتے آخر ترقی کرتا ہی تھا کہیں شاہی مکان یا سرکاری خزانہ میں نقب لگاتا ہی یہی آئین اور دستور دنیا کا جاری ہے۔ ایسا کہیں نہیں دیکھا گیا ہے کہ ایک سیدھا سادا انسان چوری کرنے لگے تو پہلے بادشاہ کے گھر سے شروع کرے اسیطرح اگر کوئی مفتری علی اللہ ہو سکتا ہے تو وہ پہلے بچپن سے ماں باپ بھائی خویش اقارب پر جھوٹے بہتان باندھنا سیکھے گا تب کہیں خدا پر جھوٹ بولیگا

اظہار حق اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اُنکے اقوال سے جو گرنتھ صاحب جنم ساکھی۔ تواریخ خالصہ درسکھوں کی دیگر مستند کتابوں سے لیئے گئے ہیں اور جنکے جابجا مفصل حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے عقائد سے بالکل بیزار تھے۔ مورتی پوجا۔ مسئلہ چھوت چھات۔ تیرتھوں۔ رسم جنئو اور تناسخ وغیرہ کا کھنڈن یعنی رد کرتے تھے۔ اسلام کے مشہور اولیائے کرام رحمؒ کے مقابر پر فیض حاصل کرنیکے لیئے چلہ کشی کرتے رہے۔ عقائد اسلام کے پورے پابند تھے ؛

تین سال اس کتاب کو شائع ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر ابتک کسی ہندو یا سکھ کو اسکا جواب لکھنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ جن صاحبوں کو سکھ مذہب کی تحقیق یا باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پڑھنے کا شوق ہو یا جن احباب کو سکھوں کے ساتھ کبھی بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہو وہ ضرور یہ کتاب پڑھیں قیمت ۵ر ملنے کا پتہ مینجر میگزین قادیان ؛

اطلاع :۔ خریداران ریویو کیخدمت میں التماس ہے کہ خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہوجائے تو معاف فرماویں ؛

ہفتہ وار اخبار بدر یکم مارچ ۱۹۱۳ء سے اخبار بدر ۱۸×۲۲ سائز کے ۲۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے اور کلام امیر اور درس قرآن کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے درس حدیث کے نوٹ بھی دو صفحات میں شائع کیئے جاتے ہیں۔ کوئی ضمیمہ ایسا الگ نہیں رکھا گیا۔ پہلا درس قرآن اخبار کے ساتھ مکمل ہو چکا ہے اور اب دوسرا شروع ہوا ہے۔ مگر پہلے کی طرح علیحدہ ضمیمہ ہوگا۔ اور قیمت پوری اخبار کی مبلغ للعہ سالانہ رکھی گئی ہے ؛ المشتہر :۔ محمد صادق اڈیٹر اخبار بدر قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلیئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے قیمت عہ ر باٹلی والا کی مقوی گولیاں ضعف دماغ ضعف اعصاب۔ دق کے ابتدائی عوارض اور بدہضمی کیلیئے بہت مفید ہیں قیمت عہ ر باٹلی والا کا دانتوں کا منجن۔ نہایت مفید قیمت ۴ر باٹلی والا کی مرہم۔ داد پھوڑے پھنسیوں کو ایک دن میں آرام ہو جاتا ہے قیمت ۴ر۔ یہ تمام بڑے بڑے دوائی فروشوں سے یا براہ راست ڈاکٹر ایچ۔ ایل۔ باٹلی والا۔ جے۔ پی دار لی لیبورٹری۔ دادر بمبئی سے مل سکتی ہیں ؛

ہماری کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۳ء کی جس میں پوری فہرست اور سارٹیفکٹ درج ہے۔ بلاقیمت و محصول بھیجی جاتی ہے

بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کا بنایا ہوا
لال شربت ✤ لال شربت

ماں دینا میٹھا میٹھا لال شربت

بچے لڑکے اور پرسوتی کی طاقت بڑھنے کے ساتھ روزمرہ بدن میں نئے حصے یا زیرے بنتے اور بڑھتے ہیں اور نئے خون سے طاقت ہوتی ہے۔ اگر خون کمزور اور رقیق ہوجاوے تو بچے کو کئی بیماریاں ہوتی ہیں۔ پرسوتی کی بھی ایسی ہی حالت ہوتی ہے گود کا بچہ ماں کے دودھ سے پلتا ہے۔ اسلئے اسکی ماں کے بدن میں پورے طور پر تازہ خون ہونا چاہیئے۔ اگر کمی ہوئی تو بچہ اور پرسوتی دونوں ہی مریض ہوجاتے ہیں۔ شیرخوارہ بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے دودھ پیتے ہی قے کردیتے ہیں۔ پائخانہ گاڑھا اور پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہوجاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں لاغر ہوجاتے ہیں۔ ایسی حالتمیں لال شربت کے استعمال سے کوئی شکایت نہیں رہتی۔ دانت جلد نکلتے ہیں اور نکلتے وقت کوئی تکلیف نہیں۔ زچہ کو دودھ زیادہ کرتا ہے سستی نہیں رہتی غذا ہضم ہوتی ہے۔ بخار وغیرہ کو روکتا ہے اگر بچہ کو کھانسی ہوجاوے تو لال شربت سے جاتی رہتی ہے

قیمت ۱۲؍ محصول ۴؍ محصول ۲ ؍ ۳ شیشی عہ محصول ۱؍

بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن نمبر ۶۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فضل اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے | لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۲ | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۳ء | جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۱ ھج | نمبر ۵

فہرست مضامین

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزوں ہے اس کتاب میں حضرت اقدس نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۱۰؍

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو ولایت سے چھپکر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت عہ؍

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَر کے نیچے نہیں آتا۔ اسلیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کو با ترجمہ پڑھ لے اور حفظ کرے اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳؍

قصائد احمدیہ من الامام حجۃ الاسلام

حضرت اقدس کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر اب تک آپکے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد کو بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیئے گئے ہیں یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں یہ کتاب ۱۵۸ صفحہ پر ختم ہوتی ہے قیمت صرف ۱۲؍

رسالہ اسلام بزبان انگریزی

مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اسکی خوبی اور تعریف کے لیئے صرف مولوی صاحب کا نام ہی کافی دلیل ہے۔ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱۰؍ محصولڈاک ۲

درخواستیں بنام مینجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

یسوع مسیح کا شجرۂ نسب (نمبر۲)

(سلسلہ کے لیئے ملاحظہ ہو ریویو بابت مارچ ۱۹۱۳ء)

چونکہ ہندوستان کے ناواقف لوگوں کو مسیحی صاحبان یہ کہکر بہلاتے ہیں کہ ہمارے پاس جو چار "انجیلیں" ہیں یہ خدا کا کلام ہیں اس لیئے ہم نے اس دعویٰ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیئے مارچ کے رسالہ میں متی کے نسب نامۂ یسوع مسیح پر مختصر ریویو کیا تھا اور اس پر آٹھ اعتراض کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ یہ شجرہ الہامی نہیں بلکہ کسی نامعلوم الاسم انسان کی بناوٹ ہے۔ اب یسوع مسیح کے دوسرے الہامی نسب نامہ پر غور کرتے ہیں جو تیسری "انجیل" یعنی لوقا کی کتاب میں درج ہے اور جو متی کے "الہامی" نسب نامہ سے مختلف ہے مگر متی کے نسب نامہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہم اس نسب نامہ کا پرانے عہد نامہ کے نسب ناموں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ پرانے عہد نامہ کے نسب نامے بھی مسیحی عقیدہ کے رو سے الہامی ہی ہیں۔

پہلی بات جو ہمیں لوقا[*] کے نسب نامہ کا پرانے عہد نامہ کے نسب نامہ سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت داؤد سے نیچے جو پشتیں پرانے عہد نامہ میں درج

[*] اس مضمون میں جہاں لوقا اور متی کا نام آتا ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ واقعی ان کتابوں کے لکھنے والے لوقا یا متی ہی ہیں بلکہ چونکہ یہ کتابیں اب ان ناموں سے موسوم ہیں اسلئے ہم یہ نام ناظرین کی آسانی کے لیئے فرضی طور پر استعمال کرتے ہیں۔ منہ

ہیں لوقا کی بیان کردہ پشتیں اُن کے مطابق نہیں۔ سوائے دو ناموں کے یعنی سیالتی ایل اور زروبابل کے۔ بس سارے سلسلہ میں صرف یہی دو نام ہیں جو دونوں شجروں میں ملتے ہیں باقی نام پرانے عہد نامہ میں کچھ اور ہیں اور لوقا میں کچھ اور۔ ملاحظہ ہو ۱۔ تواریخ ۳ باب۔ لوقا کے نسب نامہ پر یہ ہمارا پہلا اعتراض ہے۔

پھر ان دو ناموں کے بارے میں بھی لوقا اور پرانا عہد نامہ باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ لوقا میں لکھا ہے سلاتی ایل۔ نیری کا بیٹا تھا مگر ۱۔ تواریخ ۳ باب ۱۷ ورس میں لکھا ہے کہ سلاتی ایل۔ یکونیاہ کا بیٹا تھا۔ لوقا کے نسب نامہ پر یہ ہمارا دوسرا اعتراض ہے۔

ایسا ہی دوسرے نام یعنی زروبابل کے متعلق بھی دونوں میں اختلاف ہے۔ لوقا کہتا ہے کہ زروبابل ایک شخص ریصا نامی کا باپ تھا۔ مگر ۱۔ تواریخ باب ۳ ورس ۱۹ میں جو زروبابل کی بیٹی بیٹوں کے نام لکھے ہیں اُن میں ریصا کا نام نہیں پایا جاتا۔ معلوم نہیں کس کی غلطی ہے لوقا کی یا ۱۔ تواریخ کے نامعلوم مصنف کی۔ لوقا کے نسب نامہ پر یہ ہمارا تیسرا اعتراض ہے۔

پھر لوقا کہتا ہے کہ زروبابل۔ سلاتی ایل کا بیٹا تھا۔ مگر ۱۔ تواریخ باب ۳ ورس ۱۹ میں لکھا ہے کہ زروبابل فدایاہ کا بیٹا تھا۔ لوقا کے نسب نامہ پر یہ ہمارا چوتھا اعتراض ہے۔

پھر ایک اور اختلاف جو لوقا کی کتاب اور پرانے عہد نامہ میں اس شجرہ کے بارہ میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوقا لکھتا ہے کہ ارفکسد کا بیٹا قینان اور قینان کا بیٹا سلح تھا مگر پیدائش باب ۱۰ ورس ۲۴ اور باب ۱۱ ورس ۱۲ وغیرہ میں جو شجرہ لکھا ہے اُس میں قینان کا نام ندارد ہے۔ لوقا کے نسب نامہ پر یہ ہمارا پانچواں اعتراض ہے۔

آؤ ہم اب لوقا کے شجرہ کا متی کے شجرہ کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کی جانچ پڑتال کریں اور دیکھیں کہ ان کا باہمی تطابق کہاں تک ان کے الہامی اور خدا کا کلام ہونے کی تائید کرتا ہے۔

لوقا یسوع مسیح کے شجرہ کو خود خدا تک پہنچاتا ہے اُسکے آخری الفاظ یہ ہیں.... وہ انوس کا اور وہ سیت کا اور وہ آدم کا اور وہ خدا کا تھا۔ متی نے حضرت ابراہیمؑ تک شجرہ نسب کو پہنچایا ہے اس سے آگے نہیں چلا۔ اس لیئے ان دونوں شجروں کا مقابلہ صرف حضرت ابراہیمؑ تک ہو سکتا ہے۔ ان دونوں شجروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے یسوع مسیح کا شجرہ نسب یوسف نجار کے ذریعہ سے ابراہیمؑ تک پہنچایا ہے (اور لوقا نے آدم تک) اسکی تصدیق کے لیئے میں ہر دو کی عبارتیں پیش کرتا ہوں۔ متی کے شجرہ کے آخری الفاظ یہ ہیں "یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا" (متی باب ۱ ورس ۱۶) لوقا جو نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے اپنے شجرہ کو اسطرح شروع کرتا ہے" اور یسوع آپ برس تیس ایک کا ہوا جب شروع کیا اور (جیسا کہ گمان تھا) وہ یوسف کا بیٹا تھا اور وہ ہیلی کا" (لوقا باب ۳ ورس ۲۳) ان دونوں عبارتوں سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو نے یسوع مسیح کا شجرہ نسب یوسف نجار کے ذریعہ سے بیان کیا ہے اور ایک نے یوسف نجار کے ذریعہ یسوع مسیح کا شجرہ بیان کرنے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ وہ لوگوں کے گمان کے مطابق یسوع مسیح کا باپ تھا اور دوسرے نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ آپ کی والدہ مریم کا خاوند تھا۔ ہمیں یہاں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ یہ تشریحیں بعد میں ملائی گئیں یا خود ان کتابوں کے لکھنے والوں نے لکھی تھیں۔ ہمیں یہاں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ دونوں نے یسوع مسیح کا داؤدؑ اور ابراہیمؑ کی نسل سے ہونا یوسف نجار کی وساطت سے ثابت کیا ہے اور دونوں شجرے یوسف نجار کے نسب نامے ہیں۔ اس لیئے چاہیئے تھا کہ یہ بالکل مطابق ہوتے مگر جب ہم دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل رکھکر دیکھتے ہیں تو انکو عجیب بے ڈھنگے طور پر ایک دوسرے سے اُلٹ پلٹ پاتے ہیں۔

پہلا اختلاف جو ہمیں نظر آتا ہے یہ ہے کہ متی تو یسوع مسیح اور داؤدؑ کے درمیان ۲۸ پشتیں لکھتا ہے اور لوقا اتنے ہی عرصہ کے لیئے ۴۳ پشتیں لکھتا ہے۔ لوقا کے

نسب نامہ پر یہ ہمارا چھٹا اعتراض ہے۔
پھر عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ دونوں نسب نامے ایک ہی شخص یعنی یوسف نجّار کے ہیں مگر ان میں بعض حصّوں کی نسلیں دوسرے نسب نامہ کی نسلوں سے بالکل مختلف ہیں۔ یعنی داؤدؑ سے نیچے یوسف نجّار تک جتنی پشتیں ہیں وہ سب ایکدوسرے سے مختلف ہیں یعنی جو نام متی نے دیئے ہیں وہ وہ نہیں جو لوقا نے دیئے ہیں ہاں درمیان میں صرف دو نام ایسے پڑتے ہیں جو دونوں نسب ناموں میں باہم مطابق ہیں۔ اور یہ اختلاف یسوع مسیح کی دوسری پشت یعنی یوسف نجّار کے باپ سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور چلتا چلتا وسط کے قریب دو باپ بیٹے کے ناموں میں مطابق ہو کر پھر مختلف ہو جاتا ہے۔ متی تو کہتا ہے کہ یوسف نجّار یعقوب کا بیٹا ہے اور لوقا کے نزدیک یوسف نجّار کے باپ کا نام ہیلی ہے متی کے نزدیک یوسف نجّار داؤدؑ کے بیٹے سلیمانؑ کی نسل سے ہے اور لوقا کے نزدیک یوسف نجّار بے شک داؤدؑ کی نسل سے ہے مگر اُن کے بیٹے سلیمانؑ کی پشت سے نہیں بلکہ انکے ایک اور بیٹے ناتن کی پشت سے ہے۔ متی نے یوسف نجّار کو ایک ایسے نسب نامہ کے ذریعہ داؤدؑ تک پہنچایا ہے جو بادشاہوں اور حکمرانوں کا سلسلہ ہے اور جن پشتوں کی وساطت سے لوقا نے یوسف نجّار کو داؤدؑ تک پہنچایا ہے وہ گمنام آدمیوں کا سلسلہ ہے صرف دو آدمیوں کے نام ملتے ہیں۔ یہ اختلافات اگرچہ تعداد میں ایک سے زیادہ ہیں مگر مَیں ان سب کو ایک اختلاف ٹھہرا کر اسکو لوقا کے نسب نامہ پر ساتواں اعتراض قرار دیتا ہوں۔

مَیں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ داؤدؑ سے یوسف نجّار تک متی اور لوقا کے شجروں میں سوائے دو ناموں سلاتی ایل اور زرو بابل کے باقی سب نام مختلف ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس امر کے بیان کرنے میں کہ ان میں سے پہلے کا باپ کون تھا اور دوسرے کے بیٹے کا کیا نام تھا۔ متی اور لوقا آپسمیں اتفاق نہیں کر سکتے۔ مثلاً متی کہتا ہے کہ سلت ایل یکونیاہ کا بیٹا تھا۔ لوقا اس کے خلاف کہتا ہے۔ اُس کے

نزدیک وہ نیری کا بیٹا ہے۔ اسی طرح متی کہتا ہے کہ زروبابل سے ابیود پیدا ہوا۔ لوقا کہتا ہے نہیں زروبابل سے ریصا پیدا ہوا۔ لوقا کے نسب نامہ پر یہ ہمارا آٹھواں اعتراض ہے۔

متی اور لوقا کے نسب ناموں میں جو بدیہی اور چونکا دینے والا اختلاف پایا جاتا ہے اس سے مسیحی صاحبان بہت گھبرائے ہیں اور وہ ہمیشہ انکی تطبیق کے لیئے ہاتھ پیر مارتے رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ خود ان کی کوششوں اور تاویلوں کی لغویت نے اس بات کو اور بھی بداہت کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ ان اختلافات کی تطبیق ایک محال امر ہے۔ ہمیں اسجگہ اس امر کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسیحی صاحبان نے ان اختلافات کی تطبیق کے لیئے کیا کیا بیہودہ کوششیں کی ہیں اگر اسوقت ہمارے اس مضمون کے جواب میں کسی مسیحی نے قلم اٹھایا اور ان اختلافات کی جو یسوع مسیح کے شجروں میں پائے جاتے ہیں تطبیق کی کوشش کی تو ہم بھی خدائے تعالیٰ کے فضل سے امید کرتے ہیں کہ ناظرین کو انشاء اللہ تعالیٰ یہ دکھائیں گے کہ وہ اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔

ناظرین شاید تعجب کریں گے کہ انجیل نویسوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ یسوع مسیح کا نسب نامہ لکھکر خواہ مخواہ مسیحی قوم کو مشکلات میں ڈالدیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انکی غرض ایسا کرنے سے یہ تھی کہ وہ یسوع مسیح کا داؤدؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہونا ثابت کریں تا اُسپر بائیبل کی وہ پیشگوئیاں صادق آئیں جن میں لکھا تھا کہ آنیوالا مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا اور داؤد کی تخت کو دوبارہ قائم کرے گا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں شجرے الگ الگ تجویز کیئے گئے اور ایک شخص کو دوسرے کا علم نہیں ہوا ورنہ دونوں ملکر ایک رنگ کا شجرہ تجویز کرتے جو بالکل مطابق ہوتا۔ ایک نے ایسا شجرہ تجویز کیا جس میں بادشاہوں کے نام تھے شائد اس خیال سے کہ مسیح کے تخت داؤدی کے وارث ہونے کے دعوے کو تقویت پہنچے۔ دوسرے نے فرضی نام تجویز کر لیئے تا کسی کو یہ موقعہ نہ مل سکے کہ ان کی جانچ پڑتال کرے اور شجرہ پر کوئی نکتہ چینی کرے۔ مگر بناوٹ

آخر بناوٹ ہی ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی بناوٹی شجرہ ہوتا تو شاید کسی حد تک پردہ ڈھکا رہتا۔ اب تو دو نکل آئے اور چونکہ ان دونوں میں اس قدر سخت اختلاف ہے اسلئے ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ اگر دونوں نہیں تو کم از کم ایک ان دونوں میں سے بناوٹی ہے۔ ناظرین تعجب نہ کریں کہ ان میں اسقدر اختلاف کیوں ہے اور کیا وجہ ہے کہ ایک شجرہ میں جو نام ہیں وہ دوسرے میں نہیں بلکہ انکی جگہ کچھ اور ہی نام ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ شجرے الہام کی بنا پر نہیں لکھے گئے بلکہ انسانوں کی بناوٹ ہیں خدائے تعالیٰ سچ فرماتا ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔

اسلام اور مسیحیت

امریکہ کے ایک آزاد خیال ایڈیٹر کی قلم سے

مسیحیوں نے تو بہت ہی کوشش کی ہے کہ دنیا اسلام کی حقیقت سے بے خبر رہے اور اُنہوں نے اسلام کے متعلق نہایت ہی غلط اور بیجا امور شائع کر کے ایک دنیا کو اس کے متعلق بدظن کر رکھا ہے اور اُنکو اس کوشش میں بہت کامیابی ہوئی ہے اور یہ انہی کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ کروڑوں آدمی اسلام کے متعلق صحیح واقفیت نہیں رکھتے اور اُنکے دل میں وہ غلط خیال سمائے ہوئے ہیں جو مسیحی مشنریوں نے اسلام کی نسبت شائع کیے ہیں مگر خدا کا فضل ہے کہ اب کچھ مطلع صاف ہوتا نظر آتا ہے اور مغرب میں بھی ایسے آدمی پیدا ہو گئے ہیں جو اس بات کو سمجھنے لگ گئے ہیں کہ مسیحیوں کے ذریعہ جو اطلاع مغربی دنیا کو پہنچی ہے۔ وہ نادرست ہے اور جو شکل مذہب اسلام کی پادریوں نے دنیا کے آگے پیش کی ہے وہ بگاڑ کر پیش کی ہے۔ ذیل میں ہم ایک آزاد خیال ایڈیٹر کی رائے اسلام اور مسیحیت کے بارہ میں نقل کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ناجائز الزام اسلام کے متعلق مسیحی صاحبان اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ شائع کرتے رہتے ہیں اُن کا غلط ہونا مغرب میں بہت سے لوگوں پر ظاہر ہو گیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اول تو اسلام کی طرف سے بھی بعض کتابیں اور رسالے ایسے شائع کیے

گئے ہیں جن میں مسیحیوں کے غلط الزامات کی پردہ دری کی گئی ہے۔ اور بہت سے منصف مزاج مغربی علماء نے ان تحریروں کو پڑھ کر اسلام کے متعلق اپنی رائے کو بدل دیا ہے دوم بعض مغربی علماء نے مشرقی ممالک میں آکر مسلمانوں کے ساتھ میل جول کیا ہے اور اُنہوں نے اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم کیا ہے کہ جو بُری شکل اسلام اور مسلمانوں کی ہمارے سامنے کھینچی گئی تھی وہ بالکل غلط ہے اور یہ کہ اسلام اور مسلمانوں پر ظلم کیا گیا ہے کہ انکو نہایت ہی بُرے پیرایہ میں دنیا کے آگے پیش کیا گیا ہے جس ایڈیٹر کی رائے کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں وہ شہر نیویارک امریکہ کا رہنے والا ہے اور ہمارا رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُسکے پاس جاتا ہے اور بعض اوقات اُس نے ہمارے رسالہ کے مضامین کے متعلق اپنے اخبار میں نوٹ بھی لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس رسالہ کے مضامین کو توجہ سے پڑھتا ہے۔ وہ اپنے اخبار مورخہ ۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء میں لکھتا ہے :-

بلقانی اتحادیوں نے جو یورش حال ہی میں ٹرکی پر کی ہے اس سے اہل امریکہ کے بحرِ خیالات میں ترکوں اور اُنکے عادات کے متعلق ایک تموج پیدا ہو گیا ہے۔ گو حال ہی میں تمام عیسائیوں کی ہمدردی بلغر۔ سروی اور یونانی مجاہدان صلیب کے ساتھ ہے لیکن یہ ہمدردی محض تعصب مذہبی کی بنا پر ہے انسانیت کے شریفانہ احساس سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔

ترکوں کے سیاسی معاملات اور اُنکے اخلاق و عادات کے روشن و تاریک ہر دو پہلوؤں پر بحث کرتے وقت اس امر کو پیش نظر رکھنا بھی لازم ہے کہ ترکوں کی جو تصویر ہمیں دکھائی گئی ہے وہ مسیحیوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے اور مصوّر نے اپنے منشار کے مطابق اسے تعصب کے رنگ میں رنگین کیا ہے ورنہ اصل کیفیت یہ ہے کہ مسلمان ترک کا چہرہ ایسا ہی روشن ہے جیسا کہ اُسکے شمالی اور مغربی پڑوسی عیسائی کا ہے۔ یعنی ترک بھی ایسا ہی مہذب۔ عالی حوصلہ اور ہمدردی نوع ہے جیسا کہ بلقانی عیسائی کو خیال کیا جا سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ محمدی مذہب کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی ہے۔ لیکن تلوار اُٹھانے

سے پیشتر بھی کسی طاقت وجمعیت کی ضرورت ہوتی ہے بعلاوہ طاقت اور جمعیت اسلام میں کیونکر پیدا ہوئی تھی؟ اور تلوار اٹھانے والوں پر کس نے جبر کیا تھا؟ وہ تو برضائے رغبت مسلمان ہوئے ہونگے۔ مذہب اسلام کی عمر عیسائیت سے کئی سو برس کم ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام کے وجود میں آنے سے پیشتر عیسائیت کے تاجدار حامی شہنشاہ قسطنطین سے لیکر تین سو برس بعد تک یسوع کے مذہب کی حمایت و تائید میں شمشیر بکف تھے۔

ہمیں کوئی شک نہیں کہ جب غیر مذاہب کے پیروؤں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے اپنے مذہب کی طرف سے ایسے لوگوں کا مقابلہ کیا لیکن واضح رہے کہ اسلام گو ایک فاتح مذہب ہے مگر موذی اور تکلیف رساں نہیں برعکس اسکے یسوعی مذہب فاتح ہونے میں تو اسلام کے مشابہ اور موذی اور تکلیف رساں ہونے میں اس سے بڑھکر ہے عیسائیت کی اشاعت تشدد و جبر اور ایذا رسانی کی مذموم تدبیر کے ماتحت ہوئی ہے۔ تاریخ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ محکمۂ تفتیش مذاہب اور اسکے مظالم عیسائیت کی ایجاد تھی نہ کہ اسلام کی۔

عثمانی ترکوں نے مشرقی یورپ میں اپنا تسلّط بعینہٖ اسی طرح بزور شمشیر جمایا جس طرح کہ عیسائی اقوام آج تک برابر مشرقی ممالک میں جما رہی ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ عیسائیوں کے برخلاف مسلمانوں نے مفتوحہ قوموں کے مذاہب میں دخل نہیں دیا چنانچہ جہاں جہاں اسلام کا تسلّط ہوا ہے اُن ممالک میں غیر مذاہب کو بدستور اپنے دینی امور میں پوری آزادی رہی ہے۔ مذہب اسلام کی ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی ہے کہ مسلمان بلا تفریق قومیت ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے ہیں اور برخلاف اسکے عیسائی قومیں اپنے ہم مذہبوں کا گلا کاٹنے کے لیئے ہر وقت تیار رہتی ہیں اور اُنکی باہم معاندانہ رقابت سے واضح ہوتا ہے کہ یسوع کے مذہب میں اخوت کا اصول عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ موجودہ جنگ بلقان میں مسلمان ترکوں کو امید رکھنی چاہیئے کہ اُنکی حملہ آور عیسائی ریاستیں مال غنیمت پر ایکدوسرے سے آویزش کرینگی مسلمانوں کے خلاف مال و جان کا خونبہا

بلقینوں کی باہمی خونریزی کی شکل میں ادا ہوگا۔

اکثر اوقات یہ امر ظریفانہ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ یسوع کے مقبرہ پر جو عیسائی زائرین جاتے ہیں اُنکی باہمی عداوت کو روکنے اور امن قائم رکھنے کے لئے مسلمان پولیس کا کام دیتے ہیں۔ ترکی سپاہیوں کو سخت تندہی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر مسلمان پہرہ دار ذرا غفلت سے کام لیں تو یقیناً عیسائی خداوند کا مقبرہ انسانی خون سے رنگین ہو جائے۔ یہاں پر یہ بتا دینا بے محل نہ ہوگا کہ مقبرہ کا تو یونہی نام ہے اصل تنازعہ کی جگہ احاطہ مقبرہ کے اندر کی عبادتگاہیں ہیں مقبرہ کے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے گرجا ہیں جن میں سے ہر ایک پر ایک نہ ایک عیسائی فرقہ اپنے حق ملکیت کا بلا شرکت غیرے مدعی ہے۔ کلیسیائے یونانی کے پیرو۔ رومن کیتھولک۔ آرمینین۔ قبطی۔ شامی وغیرہم عیسائی فرقے اپنی اپنی جگہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اصل مقام اُنکے ہی تصرّف میں ہے۔ اور اپنی اپنی مقدس جگہ کی حفاظت کے لیئے انکو خون گرانے میں تامل نہیں۔ اصل مقبرہ کی اندرونی زمین کے بھی تین حصے کیئے گئے ہیں جو علیحدہ علیحدہ یونانی۔ لاطینی اور آرمینیوں کے زیر تصرّف ہیں انکے متعلق ہر ایک فریق کہتا ہے کہ بس اصل مقام جہاں یسوع مسیح کی لاش رکھی گئی تھی اُسی کے قبضہ میں ہے۔ غرض عیسائی قوموں کی باہمی عداوت اور نفرت کی بھی وہی کیفیت ہے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کی باہمی دشمنی سے عیاں ہے۔ شہزادہ امن کے مقبرہ کا قرب عیسائی زائرین اور مجاوروں کو آپسمیں لڑنے سے باز نہیں رکھ سکتا سنین ماضیہ میں اس مقدس مقبرہ پر بہت سا عیسائی خون عیسائی ہاتھوں سے گرایا جاچکا ہے اسلیئے مسلمان پہرہ دار کو عیسائیوں کی حفاظت کے لیئے اب چوکس رہنا پڑتا ہے۔ جائے تعجب ہے کہ یہ عیسائی فرقے جنکو باہمی کشت وخون سے ترک کا محافظ ہاتھ روکتا ہے اب آپسمیں متفق ومتحد ہوکر اپنے ہی پہرہ دار پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ اور اپنے شہزادہ امن کے نام پر بے گناہ مسلمانوں کا خون گرا رہے ہیں کہتے ہیں کہ یسوع تو جنگ کی بجائے امن قائم کرنے آیا تھا لیکن یسوع کے نام لیوا خود امن قائم کرنیوالوں کو تلوار دکھاتے ہیں۔ موجودہ جنگ بلقان اور مسیحی درندگی کی تہ میں جو جوش اور جذبات کام کر رہے ہیں اُنکا مختصر علم حاصل کرنیکے لیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عیسائی بشپ کی نظم ہدیہ ناظرین کیجائے اسکے مصنف بشپ

ے گلبو لینڈ کو کئی ہیں کئی سال ہوئے اس متعصب پادری نے یہ جہاد پر ابھارنے والی نظم لکھی تھی۔

صلیب کو جنبش دو

(۱) خداوند خدا کی صور پھونکی جارہی ہے اور میں اُس کی آواز سنتا ہوں

صلیب کو جنبش دو۔ دنیا کو معلوم ہو جائیگا

کہ بنی اسرائیل کے خدا کے بازو کس طرح دشمن کی گردن مروڑنے کو تیار ہیں

ملعون ہلال کو زوال ہوگا (نقل کفر کفر نباشد۔ ایڈیٹر ریویو) پس ہتھیار اٹھاؤ ہتھیار اٹھاؤ

اب خداوند خدا کی بھی مرضی ہے

(۲) خدا روس کی حمایت اور زار کو برکت دے۔

اُن تلواروں پر افسوس ہے جو مقدس جنگ کی سدراہ ہوں

اُن کاہل الوجود لوگوں پر شرم ہے جو خاموشی سے دور بیٹھے ہیں

اور مقدس جنگ کے لیے نہیں اُٹھتے۔ پس ہتھیار اٹھاؤ ہتھیار اٹھاؤ

ہماری رہنما صلیب ہوگی۔

(۳) اے منصف خدا اب دیر کیا ہے؟

ہم تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں بدلہ لینا تیرا کام ہے

جاگ اے خدا کے بازو اور شہوت پرست لٹیروں کے گروہوں کو

پیوستِ زمین کر دے۔ پس ہتھیار اُٹھاؤ ہتھیار اُٹھاؤ

اور زنگ آلودہ تلواروں کو جلا دو

(۴) صلیب کو جنبش دو اور تاریکی کے بادلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو

گرج اور آگ سے انکو توڑ دو

نئے صلیبی جہادوں کی تحریک ہمارا جزوِ ایمان ہو جائے

ہلال کو پیوندِ گرد و خاک بنا دیں

ہاں ہتھیار اُٹھاؤ ہتھیار اُٹھاؤ اور انتقام لینے کو تیار ہو جاؤ

(۵) اسلامبول کی بلند دیواروں پر دوبارہ صلیب نصب ہو جائے

اور اپنے سابقہ جاہ وجلال کے ساتھ چمک دمک مارے

ترکوں کو تباہ کر دو - اور یورپ کے کناروں سے

اس خونی کافر کو پیچھے ہٹا دو

ہاں ہتھیار اٹھاؤ ہتھیار اٹھاؤ اور ایک دفعہ پھر ہتھیار اٹھاؤ۔

مذکورہ بالا شر انگیز نظم میں ترکوں کے خلاف ظالم روس کے لیئے دعا کی گئی ہے اور تعجب کا مقام ہے کہ مہذب امریکہ میں اسکے خلاف صرف دو آوازیں اٹھائی گئی ہیں اور وہ بھی ایسے لوگوں کی طرف سے جنکو مسیح کے پیرو کافر و ملحد سمجھتے ہیں - اس جہاد پر ابھارنے والی نظم پر سب سے پہلے معترض ڈاکٹر ڈبلیو - اے کرافٹ تھے اور دوسرے جان گرین لیف وہٹیر تھے یہ دونوں بزرگ آزاد خیال غیر عیسائی یا بقول مسیحی پوادر کافر و ملحد ہیں - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بشپ کلیولینڈ گویا عام عیسائی خیالات کے ترجمان اور مسیحی امن پسندوں کی زبان تھے -

اکثر حلقوں میں ترکوں کو مذہبی مجنون کے نام سے پکارا جاتا - اور اسلامی جہاد یا مقدس جنگ پر آئے دن رائے زنی کیجاتی ہے - لیکن بقول ڈاکٹر فٹ ایڈیٹر لنڈن فری تھنکر "کہنے کو بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر واقعات یہی شہادت دیتے ہیں کہ تاریخ کی عظیم الشان مذہبی لڑائیاں عیسائیوں کے ہی ہاتھوں سے دقوع میں آئی ہیں" ڈاکٹر فٹ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اگر درخت کی شناخت اسکے پھل سے ہو سکتی ہے یا اگر کھانے کا مزا اسکے ذائقہ پر موقوف ہے تو ہم بلا تامل کہ سکتے ہیں کہ عیسائیت سخت ترین جابر مذہب ہے - وہ مذہبی جنگ ہی تھی جبمیں شارلیمین نے شمالی کافروں کو موت یا بپتسمہ لینے کا انذار حرب دیا تھا وہ بھی مذہبی جنگ ہی تھی جس میں پوپ کی شمشیر خون آشام نے بے گناہ البیجینیز کو تلوار کے گھاٹ اتروا دیا تھا - پھر وہ بھی مذہبی لڑائی ہی تھی جب الوا نے ہالینڈ میں پروٹسٹنٹوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیا اور ایندھن کی طرح جلایا تھا - اسپانیہ کا مشہور جنگی بیڑا بھی انگلستان پر مقدس جنگ کے حیلہ سے حملہ آور ہوا تھا - سینٹ بارتھی لومیو کا خوفناک قتل عام جس میں ہزاروں

بے گناہ ہیوگوناٹوں نیس چارو ہم اور اُس کی ماں کے اشارہ پر متعصب کیتھولک عیسائیوں کے بے رحم ہاتھوں سے مقتول ہوئے تھے دراصل ایک مقدس جنگ ہی تھی۔ وہ بھی ایک مقدس جنگ ہی تھی جسمیں جرمن کا ملک تیس برس کے لیئے ویران و تباہ کر دیا گیا تھا۔ وہ بھی پاک مذہبی جنگ ہی تھی جسمیں پوپ کی منظوری سے امریکہ کے فاتح اہل ہسپانیہ نے غریب مہمان نواز اصل باشندگان امریکہ کو تلوار و آتش کا لقمہ بنایا تھا۔ ہاں وہ بھی مذہبی جنگ ہی تھی جسمیں مسلمانوں اور یہودیوں پر ہسپانیہ میں وحشیانہ مظالم توڑے گئے تھے اور اُنکو کمال سنگدلی سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ یہ مذہبی جنگ ہی تھی جبکہ عیسائی یورپ میں انگلستان سے لیکر پولینڈ تک کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ رنگین کر رہے تھے۔ ہاں وہ بھی مقدس لڑائیاں ہی تھیں جبکہ کیتھولک پراٹسٹنٹوں کو اور پراٹسٹنٹ کیتھولک کو محض اختلاف رائے پر زندہ جلا دیتے تھے۔ پھر عیسائیوں نے جب کبھی یہودیوں پر دست تعدی دراز کیا اور غریب بے ضرر بنی اسرائیل کے قتل عام اور غارتگری کے مرتکب ہوئے تو اپنے اس فعل کا نام مقدس جنگ ہی رکھا"

تاریخ کے مطالعہ سے جس عظیم الشان مذہبی جنگ کا پتہ چلتا ہے وہ صلیبی جنگ ہیں جس کا سلسلہ دو صدیوں تک جاری رہا۔ اور انکے متعلق مشہور مورخ مسٹر فلر تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ جنگ بلحاظ مدت سب سے طویل اور بلحاظ خونریزی نہایت سفاکانہ۔ اور بلحاظ دعاوی سب سے مقدس تھی"

مسٹر فنٹ لکھتے ہیں کہ "عیسائیت نے متواتر نو مرتبہ مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کیا ہے ہر مرتبہ اُن کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسیح کے مقدس مقبرہ کو کافروں کے ہاتھ سے آزاد کرے۔ اِن لڑائیوں کے دَوران میں یروشلم پر صلیبی مجاہدین کا عارضی تسلط ہُوا لیکن پھر ہمیشہ کے لیئے صلیب کو ہلال کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا۔ اور مسیح کا فرضی مقبرہ ابتک کافروں کی زیر نگرانی ہے"

اب اسلامیوں کی بردباری۔ تحمل اور مذہبی امور میں عدم مداخلت کو ملاحظہ فرمائیں کہ جب وہ یروشلم پر قابض ہوتے ہیں تو "عیسائیوں کی جان۔ مال۔ آزادی۔ عبادتگاہوں

کی حفاظت کرتے ہیں" لیکن جب مسیحی مجاہدین کا دَوران جہاد میں یروشلم پر عارضی قبضہ ہوتا ہے تو وہ شہر کے مسلمان باشندوں کو بے دریغ تہ تیغ کرتے اور شہر کو جلاکر راکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ اسکے بعد جب وہی شہر دوبارہ ہلال کی حکومت کے ماتحت ہوتا ہے تو "سلطان صلاح الدین نہ صرف غیر ضروری خون گرانے سے محترز رہتے ہیں بلکہ اسیران جنگ کے ساتھ کمال ملاطفت اور مہربانی سے پیش آتے ہیں" پس جہانتک انسانیت کا تعلق ہے وہاں تک ہر ایک بات اسلام کے موافق اور عیسائیت کے مخالف ہے۔ اور صرف گذشتہ تجربہ کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ جنگ بلقان میں ترکوں کی شکست سے تہذیب و تمدن کو کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ ترکی علاقہ بلقانی ڈاکوؤں کی آماجگاہ بن جائے گا ؛

قرآن مجید کی ایک پیشگوئی مسیحی اقوام کے بارہ میں

ہماری پاک کتاب قرآن مجید ایسی کتاب نہیں کہ اسکو اپنی صداقت کے لئے کسی دوسرے شخص کی ضرورت ہو۔ اس میں غور کرنیوالے کے لئے خود ہزاروں نشان اسکی سچائی کے لئے اور اسکے منجانب اللہ ہونیکے لئے موجود ہیں۔ اسکے کلام الٰہی ہونے کا ایک نہایت ہی یقینی ثبوت یہ ہے کہ اسمیں بے شمار پیشگوئیاں ہیں جو ہر زمانہ میں تازہ بتازہ پوری ہوکر اس کے الہامی ہونے کا بیّن ثبوت پیش کرتی ہیں۔ اسی رسالہ میں ہم کئی مرتبہ اس امر کا ذکر کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی مکی سورتیں عجیب در عجیب پیشگوئیوں کا ذخیرہ ہیں مکہ میں کفّار کا بہت زور تھا اور مسلمان سخت کمزور ۔ انکی تعداد بھی قلیل تھی اور اُنکے مخالف بڑا جتھا رکھتے تھے اور بڑی

طاقت رکھتے تھے ایسی حالت میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مکہ کے یہ عمائد اور سردار سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور مسلمانوں کا بے بس گروہ جنکو سر چھپانے کے لئے بھی جگہ نہیں ملتی تھی اور جو دشمن کے مظالم سے تنگ آکر کبھی حبشہ کی طرف بھاگتے تھے اور کبھی مدینہ کی طرف دوڑتے تھے وہ اپنے زبردست دشمن پر غالب آئیں گے اور نہ صرف مکہ میں انکی حکومت قائم ہوجائیگی بلکہ کل جزیرہ عرب مسلمان ہوکر ان کا منقاد اور فرمانبردار اور خادم ہوجائیگا۔ اسوقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کعبہ میں جو ۳۶۰ بت دھرے ہیں وہ توڑ دیئے جائیں گے اور انکے پجاریوں کا نام و نشان بھی نظر نہیں آئیگا۔ اسوقت جب مکہ کے مغرور دشمن اپنی طاقت کے نشہ میں سرشار تھے اور سارا ملک عرب انکو اپنا پیشوا سمجھتا تھا کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان مغرور دشمنوں کا وہی حشر ہوگا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل فرعون اور اسکے لشکر کا ہوا تھا اور سارے ملک عرب میں اسلام کا جھنڈا لہرائے گا اور کعبہ کی چھت سے وہی مسلمان جو اب صنادید مکہ کی غلامی میں طرح طرح کے دکھ اور تکلیفیں جھیل رہے ہیں اللہ اکبر کی ندا بلند کرینگے۔

مگر یہ سب باتیں مکہ کے ابتدائی زمانہ میں جو نہایت ضعف اور کمزوری کا زمانہ تھا مکہ کی گلیوں اور کوچوں میں بڑے پرزور لہجہ میں سنائی گئیں اور قادر مطلق خدا کا وہ زبردست کلام جسمیں بت پرستی کے سرداروں کی ہلاکت اور کمزور اسلام کی فتح و کامیابی کھول کھول کر بیان کی گئی تھیں مکہ کے کبراء اور رؤساء کو بلند آواز سے سنایا گیا مکی زمانہ کی سورتوں میں اس کثرت سے یہ زبردست پیشگوئیاں موجود ہیں کہ میں نہیں خیال کرتا کہ کسی دن کوئی ایسی وحی بھی نازل ہوئی ہو جس میں اسلام کی فتح اور دشمن کی ناکامی اور ہلاکت کا پیغام نہ سنایا گیا ہو حتیٰ کہ گذشتہ انبیاء اور اقوام کے جو حالات بھی مکہ میں نازل ہوئے وہ بھی بطور قصہ کہانی کے نہیں نازل ہوئے تھے بلکہ ان میں بھی دشمنان اسلام کو یہی سنایا گیا کہ تم اسی طرح ہلاک اور نابود ہوجاؤ گے جسطرح موسیٰ علیہ السلام کے مقابل میں فرعون ہلاک ہوا اور تمہارا اسی طرح نام و نشان مٹا دیا جائیگا جسطرح حضرت نوحؑ کے دشمنوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا تھا غرض جسطرح پہلے نبی مظفر و منصور اور انکے دشمن خائب و خاسر رہے ہیں یہی حال اب ہوگا اور اسی طرح یہ نبی اور اسکی جماعت کامیاب ہوگی اور انکے دشمن ناکام و نامراد رہ جائیں گے۔ اگر ناظرین نے مکہ معظمہ میں مسلمانوں

کی کمزور حالت اور کفار کی طاقت اور غلبہ کا اندازہ کرنا ہو تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی مکی زندگی کا مطالعہ کریں۔ جب آپ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے پائے جاتے تو مغرور دشمن شرارت سے اونٹ کی اوجھری آپ کی گردن پر رکھدیتے جسکے بوجھ کی وجہ سے آپ سجدہ سے سر نہ اٹھا سکتے۔ جب آپ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھے جاتے تو آپکی گردن میں چادر ڈالکر بدذات دشمن آپ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے اور آپکے اتباع کو دشمن کے آگے ان الفاظ میں اپیل کرنے کی ضرورت پڑتی اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ کیا تم ایک شخص کو اسلیئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا میرا کوئی رب نہیں۔ مکہ میں دشمن کا اسقدر زور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع اپنی برادری اور مسلمانوں کے شعب ابی طالب میں پناہ لینی پڑی جہاں وہ ۳ سال تک قید رہے اور اُنمیں سے کسی کو سوائے ایام حج کے باہر نکلنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور کسی تاجر کو اجازت نہیں تھی کہ انکے پاس کوئی چیز فروخت کرے اور کسی آدمی کی مجال نہ تھی کہ ان قیدیوں کو کھانا یا دانہ پہنچا سکے۔ اور وہاں محصورین کی حالت ایسی نازک ہوگئی تھی کہ بھوکے بچوں کی چیخیں شہر والوں کو سُنائی دیتی تھیں۔ مسلمانوں کی حالت مکہ میں ایسی معرض خطر میں پڑی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور آپکے داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو مکہ میں ایک زبردست قوم رکھتے تھے۔ اور آپکے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور بہت سے اور مردوں اور بچوں کو مکہ سے بھاگ کر بحیرہ قلزم سے پار بر اعظم افریقہ کے ایک ملک حبشہ نام میں ایک عیسائی بادشاہ کی سلطنت کی پناہ ڈھونڈنی پڑی اور پھر وہاں بھی اہل مکہ نے اُنکا پیچھا نہ چھوڑا اور اُنکے گرفتار کرنیکے لیے آدمی بھیجے مگر اُس نیک دل بادشاہ کے انصاف کے آگے ان لوگوں کی کچھ دال نہ گلی اور ناکام واپس چلے آئے۔ اگر ناظرین یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کس تکلیف سے زندگی بسر کرتے تھے تو وہ صرف آپ کا طائف کا سفر ہی کتب تواریخ میں مطالعہ کریں کہ کسطرح اہل مکہ کی طرف سے مایوس ہوکر آپ نے طائف والوں کو آزمانا چاہا اور اس لمبے سفر میں صرف ایک ہمراہی آپ کا آزاد کردہ غلام حضرت انسؓ آپکے ساتھ تھا۔ جو تکلیف آپ کو طائف میں پہنچی اور جو سلوک اُس شہر کے

شہری لوگوں نے آپ کے ساتھ کیا اُسکو پڑھکر بدن کانپ جاتا ہے۔ اُس شہر کے بدمعاش لوگوں نے کئی میل تک آپ کا تعاقب کیا اور پتھروں سے آپ کا بدن مبارک زخمی کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب طائف سے آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے لیئے شہر میں کوئی امن کی جگہ نہ تھی اور اس لیئے آپ شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ آخر ایک شخص کا دل آپ کی اس حالت کو دیکھکر بھر آیا اور اُس نے آپکی حفاظت کا ذمہ لیا اور اپنے بیٹوں سمیت ہتھیار لگا کر نکل آیا اطرح آپ شہر مکّہ میں جو آپ کا وطن تھا داخل ہوئے۔ پھر جب حج کے دن آتے۔ آپ عرب کے سب قبیلوں میں پھرتے کہ اب شہر مکّہ میں میرے لیئے رہنا محال ہوگیا ہے۔ کیا کوئی ہے جو مجھے اپنے ساتھ لیجائے اور جو جواب آپ کو ملتا وہ یہ تھا کہ ہم تمہاری خاطر کل عرب کے آگے اپنے سینوں کو نشانہ نہیں بنا سکتے۔ ایک طرف آپ کی اس حالت کو دیکھو دوسری طرف اُن پُر زور اور پُرشوکت مکّی آیات کو پڑھو تو تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ واقعی یہ کلام اس بےکس انسان کا نہیں بلکہ کسی مقتدر ہستی کا کلام ہے جس کے تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اور جسکے آگے دنیا کی زبردست سے زبردست طاقتیں بالکل ہیچ ہیں۔ مَیں چند مکّی آیات اور مکّی زمانہ کی پُرشوکت پیشگوئیوں کو بیان نقل کرتا ہوں تا آپ دیکھیں کہ واقعی یہ کیسا زبردست کلام ہے جسے مکّہ کا بظاہر بےکس نبی اپنے خونی دشمنوں کو سناتا ہے۔ ناظرین ان حالات کو جو اُوپر بیان ہوئے ہیں مدِ نظر رکھکر آیات ذیل پر غور کریں تا اُنکو ان آیات کی عظمت ظاہر ہو۔

ان آیات میں سے جو مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسے اور متکبر دشمنوں کو سنائیں ایک یہ تھی۔ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (انعام - ۱۶) یعنی ان متکبر دشمنوں کو سنادو کہ جس عذاب کا وعدہ تمھیں دیا گیا ہے وہ ضرور آنیوالا ہے اور تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اپنی قوم کو کہدو۔ اے میری قوم جہانتک تمھارا بس چلتا ہے تم (میرے ہلاک کرنیکے لیئے) زور لگالو۔ مَیں بھی اپنے کام میں لگا ہُوا ہوں

اور تمھیں جلدی معلوم ہو جائیگا کہ انجامکار کون کامیاب ہوتا ہے۔ ظالم آدمی کبھی مظفر و منصور نہیں ہو سکتے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ کو نقل کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اتباع کو سنایا۔ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَ یَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی قریب ہے کہ تمھارا رب تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اُنکی جگہ زمین میں تمھیں جانشین بنا دے۔ پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (اعراف - ۱۵) یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہے تھے جب آپ کی قوم نے فرعون اور اُس کی جماعت کی ایذا رسانیوں کی شکایت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کی تھی۔ اور خدائے تعالیٰ نے یہ واقعہ نقل کرکے مسلمانوں کو بتایا کہ تم جو اپنے نبی کے پاس آکر ابوجہل اور اُس کی قوم کی زیادتیوں کی شکایت کرتے ہو تم یاد رکھو کہ اسوقت بھی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا وہی حال ہوگا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کا ہوا تھا۔ یعنی تمھارا رب تمھارے دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور تمھیں اُنکی جگہ زمین کا وارث بنائے گا۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جو گذشتہ انبیاء اور اُن کے دشمنوں کے حالات قرآن شریف میں مذکور ہیں وہ کہانیاں نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ خدائے تعالیٰ خود فرماتا ہے وہ پیشگوئیاں ہیں اور اہل مکہ کو یہ سنایا گیا ہے کہ یہ نبی بھی ایک ایسا ہی نبی ہے جیسا کہ اس سے پہلے نبی گذرے ہیں اور جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے نبیوں کو مظفر و منصور کیا اور اُنکے دشمنوں کو ہلاک و نابود کیا ایسا ہی اب بھی ہوگا۔ اب ناظرین غور فرماویں کہ کیا یہ ایک عجیب امر نہیں ہے کہ وہ نبی (فداہ ابی و امی) جسکی مختصر کیفیت ایام مکہ میں۔ میں اوپر بیان کر چکا ہوں اپنی قوم کو کہتا ہے کہ اگر تمھارا دشمن تمھیں طرح طرح کے عذاب دیتا ہے تو تم مت گھبراؤ۔ خدائے تعالیٰ تمھارے زبردست دشمن کو ایسی ہی رسوائی کے ساتھ ہلاک کریگا جیسا کہ فرعون کو ہلاک کیا تھا اور پھر دشمن کی ہلاکت کے بعد اس ملک کے وارث تم ہی ہوگے۔

اب ناظرین خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا مکہ کا وہ بظاہر بےکس نبی ایسی پیشگوئی شائع کر سکتا تھا۔ یقیناً ایسے بے بسی و بےکسی کے زمانہ میں اس قسم کی زبردست پیشگوئی کرنا

کسی انسان کا کام نہ تھا بلکہ یہ یقیناً ایک زبردست ہستی کا کلام تھا جس کا نام اللہ ہے اور اسکو پورا کرنا بھی اُسی کا کام تھا۔

پھر ایک اور چیلنج جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بُت پرست اہل شہر اور مغرور اہل وطن کو دیا یہ تھا۔ قُلِ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنَّ وَلِيِّ يَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝ (اعراف - ۲۴) اے نبی اپنے مخالفوں کو کہہ دو کہ تم اپنے معبودوں کو اپنی مدد کے لیئے بلاؤ۔ اور پھر تم سب مل کر مجھ پر اپنا وار چلاؤ اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ میرا حامی وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب اُتاری اور وہ صالحین کی حمایت کرتا ہے۔ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھاری مدد نہیں کر سکتے۔ تمھاری مدد وہ کیا کریں گے وہ تو اپنی بھی مدد نہیں کر سکیں گے یعنی اب وقت آگیا ہے کہ تمام معبودان باطل کا نام ونشان مٹا دیا جاوے۔

اب ناظرین انصاف فرماویں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتے تو کیا وہ اُس ظاہری بے بسی کی حالت میں اپنے کثیر التعداد اور طاقتور دشمنوں کو اس قسم کا چیلنج دے سکتے تھے اگر خدا آپ کا حامی و مددگار نہ ہوتا تو وہ کسطرح اپنے دشمنوں کو یہ کہہ سکتے تھے کہ تم اپنے معبودوں کو بھی پکارو اور خود بھی میرے نابود کرنے کے لیئے زور لگا لو۔ اور مجھے کچھ مہلت نہ دو۔ ایسا کہنا تو انکے جوش کو بھڑکانا تھا اور جس شخص کے ساتھ خدا نہ ہو وہ کس طرح اس قسم کے اکسانے والے الفاظ کہکر اپنے دشمنوں کو جوش دلا سکتا ہے اور اپنے ہاتھ سے اپنی تباہی کا سامان تیار کر سکتا ہے؟۔ غرض اس قسم کے الفاظ مخالفین کو کہنا جب کہ دشمن بردست اور نبی تنہا اور بظاہر بے کس و بے بس حالت میں ہو اس بات کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے انسان کا کلام نہیں۔ پھر اس قسم کا چیلنج ایک نہیں بلکہ قرآن شریف میں بار بار آیا ہے۔

پھر ناظرین مندرجہ ذیل کی پیشگوئیوں پر غور فرماویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ہود علیہ السلام کے لفظوں میں اپنی قوم کو سناتے ہیں وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (ہود - ۵) یعنی میرا رب تمھیں ہلاک کر کے تمھاری جگہ ایک اور قوم کو تمھارا جانشین بنائیگا۔ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ (ابراہیم - ۳)

ہم ظالموں کو ہلاک کردینگے اور تمہیں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو) اُن کے بعد زمین میں آباد کرینگے۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ (ابراہیم - ۷) یہ مت گمان کرو کہ جو نصرت کے وعدے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے کئے ہیں وہ اُن کا خلاف کریگا۔ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور وہ انتقام لینے والا ہے۔ یعنی یہ مت گمان کرو کہ جو وعدے خدائے تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے ہیں اُن کو پورا نہیں کرے گا۔ وہ ان کو ضرور پورا کرے گا۔ وہ طاقت رکھتا ہے کہ اپنے رسول کی مدد کرے اور وہ انتقام لینے والا ہے یعنی وہ اس رسول کے دشمنوں سے ضرور سخت انتقام لے گا۔ پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ (انبیاء - ۲) ہم حق کو باطل پر پھینکیں گے اور حق باطل کا سر کچل دے گا۔ اور باطل فنا ہو جائیگا۔ پھر خدائے تعالیٰ اسی مکی سورة میں آگے چلکر فرماتا ہے اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (سورہ انبیاء - ۷) کہ میرے صالح بندے ملک کے وارث ہونگے۔ پھر خدائے تعالیٰ ایک اور مکی سورة (سبا - ۳) میں فرماتا ہے قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ کفار مکہ کو کہدو کہ ہمارا رب دونوں فریقوں کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا اور پھر وہ دونوں میں سے اُس فریق کو فتح دیگا جو حق پر ہے (اس پیشگوئی کے مطابق خدائے تعالیٰ نے کفار مکہ اور اہل اسلام کی بدر کے مقام پر مٹھ بھیڑ کرادی اور پھر اہل اسلام کو فتح دیکر اور صنادید قریش ابوجہل وغیرہ کو اُسی میدان میں ہلاک کرکے اپنی اس پیشگوئی کے مطابق یہ شہادت دیدی کہ اہل اسلام حق پر ہیں اور کفار مکہ باطل پر)

پھر خدائے تعالیٰ سورہ قمر (رکوع ۳) میں جو ایک مکی سورہ ہے فرماتا ہے وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ فرعون کی قوم کے پاس ڈرانے والے آئے انہوں نے

ہمارے سب نشانوں کی تکذیب کی پس ہم نے اُنکو اس طرح پکڑا جس طرح ایک غالب قدرت والا پکڑتا ہے۔ کیا تمھارے کفار ان لوگوں سے اچھے ہیں یا الٰہی نوشتوں میں تمھارے لیئے معافی لکھی گئی ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک بدلہ لینے والی جماعت ہیں۔ یہ جماعت ہزیمت اُٹھائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مندرجہ بالا پیشگوئیوں پر غور کریں یہ سب پیشگوئیاں مکہ مکرمہ میں ان حالات کے ماتحت شائع ہوئی تھیں جن کا مختصر ذکر میں اوپر کرچکا ہوں۔ ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ ملک میں سے بت پرستی کا نام و نشان مٹ جائیگا۔ اور بت پرستی کی بجائے اسلام ہی اسلام نظر آئیگا۔ یہی چھوٹی اسلامی جماعت اپنے مغرور دشمنوں کو نیچا دکھائیگی۔ اور اُنکے نابود ہونے کے بعد یہی جماعت اس ملک کی وارث ہوگی۔ سچ بتاؤ کیا ایک عاجز انسان کی طاقت میں یہ ہو سکتا تھا کہ ایسی زبردست پیشگوئیاں بڑے دعوے اور بڑی تحدی کے ساتھ شائع کرسکے۔ دیکھو خدائے تعالیٰ کیسے کھلے الفاظ میں اہل مکہ کو سناتا ہے کہ ہم نے فرعون کی قوم کو ہلاک کیا۔ کیا تم فرعون کی قوم سے بہتر ہو کہ تمھارے ساتھ وہی سلوک نہ ہو جو اُن کے ساتھ ہوا تھا یا الٰہی کتابوں میں تمھیں معافی دیگئی ہے۔ کیا تم کو اپنے جتھے اور اپنی طاقت کا گھمنڈ ہے سن لو اور یاد رکھو کہ وہ دن قریب آتا ہے جب کہ تمھارا جتھا سخت ہزیمت اُٹھائے گا۔ اور پیٹھ دیکر بھاگے گا۔ اب چونکہ یہ پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور اسلام کا غلبہ قائم ہو چکا ہے اس لیئے ایک شخص قرآن شریف کو پڑھتے ہوئے ممکن ہے کہ سرسری طور پر ان سے گذر جائے مگر انکی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ یہ الفاظ کب بولے گئے۔ اُسوقت دشمن کی طاقت کا کیا حال تھا اور اسلام کیسا کمزور تھا۔ مکہ کے دنوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاؤ اور پھر ان پیشگوئیوں کے الفاظ پر غور کرو۔ پھر تمھیں معلوم ہوگا کہ واقعی یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ عزیز مقتدر کا کلام ہے۔ دشمن اسوقت ایسا زبردست تھا کہ کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یہ پیشگوئیاں پوری ہونگی٭ ایک طرف اسلام کی کمزور حالت اور دشمن کے جتھے اور اُسکی قوت و حشمت کو دیکھو دوسری طرف ان

٭ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کو اپنے جتھے کا بہت گھمنڈ تھا اور مسلمانوں کو بوجہ انکی کمزوری کے وہ سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قال الذین کفروا للذین اٰمنوا ای الفریقین خیر مقاما واحسن ندیا۔ انکی اس شیخی کا جواب خدائے تعالیٰ

پیشگویوں کے پُرشوکت الفاظ کا مطالعہ کرو اور پھر دیکھو کہ یہ پرشوکت الفاظ کس طرح حقیقی طور پر عجیب اور حیرت انگیز طریق سے لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ اگر تم میں ذرہ بھر بھی انصاف ہوگا تو تم بلا اختیار بول اُٹھوگے کہ واقعی یہ پیشگویاں انسان کی طرف سے نہ تھیں بلکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تھیں اور اُسی کی طاقت اور کرشمہ نمائی سے یہ وعدے اور وعید پورے ہوئے۔ اسلام کی کمزوری اور دشمن کی طاقت کا تو یہ حال تھا کہ عین بدر کی لڑائی کے شروع ہونے کے وقت بھی کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آج سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کا دن ہے اور آج وہ ساعت آگئی ہے جسکی نسبت خدائے تعالیٰ نے مکہ میں فرمایا تھا قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ اور جسکی نسبت یہ کہا گیا تھا قُلْ لَّکُمْ مِیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ٭ بدر کے موقعہ پر مسلمانوں کی کمزور حالت کا خدائے تعالیٰ خود نقشہ کھینچتا ہے جب کہ وہ فرماتا ہے وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔

ایسا ہی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَةِ تَکُوْنُ لَکُمْ۔ یعنی جب ہم نے تم سے وعدہ کیا کہ دو جماعتوں میں سے ایک پر تم فتح پاؤگے تو تم چاہتے تھے کہ وہ جماعت جس کا وعدہ دیا گیا ہے وہ اہل مکہ کا لشکر نہ ہو جو تعداد میں بہت زیادہ اور ہتھیاروں سے خوب مسلح تھا بلکہ وہ جماعت ہو جس کے پاس ہتھیار نہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی حالت اُسوقت کفار کے مقابل میں سخت کمزور تھی۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ایک خاص تدبیر سے مسلمانوں کو کفار کے لشکر کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا تاکہ اُسکی باتیں پوری ہوں اور اُسکے کلام کی سچائی ثابت ہو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ۔ یعنی اگر تم کفار کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے کوئی

٭ انکو کہہ دے۔ تمھارے لیئے ایک دن کی میعاد ہے جس سے تم نہ پیچھے رہوگے اور نہ آگے نکل سکوگے۔

وقت اور مقام مقرر کرتے تو تمھاری حالت اُنکے مقابل میں ایسی کمزور اور ضعیف ہے کہ تم وقت مقررہ پر میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابل پر آنے سے گریز کرتے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک خود مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ خدا کی باتوں کے پورا ہونیکا وقت آگیا ہے۔ غرض جب ہم ان پیشگوئیوں کو اُس زمانہ کے حالات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہم اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یہ کلام واقعی ایک قادر اور زبردست ہستی کا کلام ہے اور یہ کہ جس شخص کے ذریعہ یہ کلام مکّہ کی سرزمین پر سنایا گیا وہ خدا کا سچّا نبیؐ اور ایک صادق رسول تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب ہم ان پیشگوئیوں کو پڑھتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ خداوند خدا نے اُم القریٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں کو کسطرح ذلیل کیا اور اپنے نبیؐ کے مُنہ میں جو کلام اس نے ڈالا تھا اُسکو کسطرح پورا کیا۔ تو ہمیں خدائے تعالیٰ کا وہ کلام یاد آجاتا ہے جو کوہِ طور پر بنی اسرائیل کے عظیم الشان نبی حضرت موسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اور اُس کلام کا اُردو ترجمہ یہ ہے:۔ میں اُنکے لیئے اُنکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا ——— کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ سنے گا تو میں اُس کا حساب اُس سے لونگا ۔۔۔۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں؟ تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اُس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اُس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ تو اُس سے مت ڈر"

جس خاص پیشگوئی کا ذکر میں اسوقت کرنا چاہتا ہوں وہ بھی نہایت عجیب ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کیا مسلمانوں اور کیا غیر مسلمانوں کے لیئے قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے۔ اسی رسالہ میں امریکہ کے ایک آزاد خیال ایڈیٹر کا مضمون نقل کر چکا ہوں جس میں وہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ مسیحی قوموں میں ایک لمبے زمانہ سے باہمی عداوت اور بُغض پایا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کیلیئے تیار رہے ہیں۔

جو لوگ یورپ کے پالیٹکس سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یورپ کی سلطنتوں میں باہمی سخت رقابت اور تحاسد پایا جاتا ہے۔ آجکل جو بلقان کا جھگڑا ختم ہونے میں نہیں آتا وہ بھی اخبار بین دنیا جانتی ہے کہ یورپ کی قوموں کی باہمی حسد و بغض کا نتیجہ ہے۔ اس عداوت و بغض کے متعلق جو مسیحی قوموں میں باہم پایا جاتا ہے جسکی کل دنیا اور تاریخ گواہ ہے قرآن شریف میں ایک عجیب پیشگوئی ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ (مائدہ - ۳)

اور ہم نے اُن لوگوں سے جو اپنے تئیں نصاریٰ کہتے ہیں عہد لیا اور جو پند اُنکو دیگئی تھی اُس کا ایک بڑا حصہ اُنہوں نے بھلا دیا۔ اسلیئے ہم نے اُنکے درمیان عداوت اور بغض بھڑکا دیا ہے جس کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا بلکہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور انکو خدا اُنکے کاموں کی خبر دیگا۔ اس آیۂ کریمہ میں بڑی صفائی سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ نصاریٰ کہلانیوالی قوموں کے مابین قیامت تک بغض اور عداوت قائم رہے گی۔ اور جو مضمون ایک امریکہ کے ایڈیٹر کی قلم سے ہم اسی رسالہ میں نقل کر چکے ہیں اُسکے پڑھنے سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ یہ پیشگوئی کیسی سچی نکلی اور اسکی صداقت کا ہم کسطرح ہر روز مشاہدہ و معاینہ کر رہے ہیں۔ کیا ایک انصاف پسند انسان کیلئے یہ پیشگوئی قرآن شریف کے خدا کا کلام ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونیکا ایک یقینی ثبوت نہیں۔ کیا ایک بشر کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت میں یہ تھا کہ وہ اس قسم کی خبر دے سکیں جس کا سلسلہ قیامت تک لمبا ہو اور وہ برابر ہر روز پورا ہوتا ہوا دیکھا جاوے۔ دیکھو مسیحی صاحبان خود اپنے ہاتھوں سے قرآن شریف کی پیشگوئی کو پورا کر رہے ہیں پھر بھی یہی اعتراض کیئے جاتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ پادری صاحبان جو فرمایا کرتے ہیں کہ قرآن شریف حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودیوں اور مسیحیوں کی کتابوں سے مضامین نقل کر کے تیار کیا وہ ازراہِ مہربانی بتاویں کہ یہ پیشگوئی جو قرآن شریف میں خود مسیحی قوموں کی نسبت پائی جاتی

ہے اور جس کو وہ خود اپنے ہاتھوں سے پورا کر رہے ہیں یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن یہودیوں یا مسیحیوں کی کتاب سے نقل کی تھی۔ اے مسیحی صاحبان تم جو کہتے ہو کہ قرآن شریف کے مضامین ایک مال مسروقہ ہے دیکھو خود تمہاری نسبت قرآن شریف ایک پیشگوئی بیان کرتا ہے اور پیشگوئی بھی ایسی جسکا سلسلہ کبھی ختم ہونیوالا نہیں اور خود تم اس پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کر رہے ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کرتے ہو۔ اگر یہ خدا کا کلام نہیں ہے تو تم اس پیشگوئی کو ذرا جھوٹا تو کر کے دکھلا دو حالانکہ یہ ایک ایسا امر ہے جو خود تمہارے متعلق ہے اور بظاہر تمہارے اختیار میں ہونا چاہیئے کہ تم اسکی عملی طور پر تکذیب کر دو۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے نصاریٰ کہلانیوالی قوموں کے درمیان ہم نے قیامت تک عداوت اور بغض بھڑکا دیا ہے۔ اے پادری صاحبان اگر یہ خدا کا کلام نہیں تو ذرا زور لگا کر اس آگ کو بجھا کر تو دکھا دو۔ پادری صاحبان بتلاؤ۔ انگلینڈ کیوں ایسے زبردست بیڑے بنا رہا ہے اور جرمنی کیوں جنگی جہازوں کے تیار کرنے میں ایسی سرگرمی سے مصروف ہے۔ کیا اسکی یہی وجہ نہیں کہ ان کو ایک دوسرے کے حملہ کا خوف ہر وقت دامنگیر ہے۔ پادری صاحبان سچ بتاؤ کیا وجہ ہے کہ اگر جرمنی ہوائی جہازوں کا بیڑا تیار کرتا ہی تو انگلینڈ کے مدبرین کو فکر لگ جاتی ہے کہ ہم بھی ایک ایسا بیڑا تیار کریں۔ کیا وجہ ہے کہ یورپ کی بڑی بڑی قوموں کو یہ فکر دامنگیر ہے کہ زبردست فوجیں تیار کی جاویں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر مہلک اور خونی توپیں ایجاد کی جاویں یہ سب چیزیں قرآن شریف کی اسی ایک پیشگوئی کو سچا ثابت کرنیکے لیئے مہیا کی جارہی ہیں پھر کیا تمھیں شرم نہیں آتی جب تم یہ کہتے ہو کہ قرآن شریف کے مضامین ہمارا ہی مال ہے جو ہماری کتابوں میں سے چُرا لیا گیا۔ تمھاری اس ہرزہ درائی کا صرف یہی ایک آیت کافی ردّ ہے۔ اگر یہ خدا کا کلام نہیں تو تم اُسکو جھوٹا کر کے تو ذرا دکھلاؤ۔ پھر ہم سمجھیں گے کہ یہ خدا کا کلام نہیں اور تمہارا کہنا درست ہے۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء

زکوٰۃ - آمد [illegible] ہوئی - بارہ روپے ماہوار کا وظیفہ دو نومسلموں کے نام جاری ہوا - [illegible] مساکین کے وظائف پر - [illegible] نومسلموں کے ماہواری وظائف پر - [illegible] نومسلموں اور مساکین کے متفرق ضروریات پر اور [illegible] مساکین کے زادراہ پر اور [illegible] انتظامی اخراجات پر صرف ہوئے -

یتامی - آمد امسال [illegible] ہوئی - اور [illegible] یتامی کے اصل اخراجات ماہوار پر اور [illegible] یتامی کے وظائف پر اور [illegible] انتظامی اخراجات پر صرف ہوئے - ایک لڑکا اصل خرچ [illegible] لے کر درزی خانہ میں داخل کیا گیا -

تعلیم - ہائی سکول باہر مدرسہ کی نئی عمارت میں چلا گیا ہے گو وہ عمارت ابھی بہت نامکمل ہے صیغہ تعلیم میں درزی خانہ کی صنعتی شاخ کھل گئی ہے - ایسی صنعت حرفت کی شاخیں علی الخصوص ان یتامی مساکین کے لئے بڑی مفید ہوتی ہیں - جو تعلیم کے اخراجات مہیا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتے اور عمر ضائع کرتے ہیں - درزیخانہ میں علاوہ کام سکھانے کے دینی تعلیم کا انتظام بھی ہے ایک مدرس اور ایک درزی ملازم رکھے ہوئے ہیں - اور کام ہو رہا ہے -

تعمیر - عمارت مدرسہ کا کام زور سے چل رہا ہے انشاء اللہ ماہ مئی کے اخیر تک برآمدہ پر بھی چھت پڑ جائیگی - بھٹہ کا کام بند ہونیوالا ہے - پل مقبرہ بہشتی تیار ہو گیا ہے -

اشاعت اسلام - ماہ اپریل کے اخیر ریویو انگریزی کے خریداران میں ۸ کی اردو میں بھی آٹھ کی بیشی ہوئی -

دفتر محاسب - کل آمد صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ کی ۱۰ - ۵ - ۵۶۹۱ اور خرچ ۸ - ۱۵ - ۱۴۵۵۲ ہوا - زیادتی خرچ کی وجہ کام عمارت کا زور سے جاری رہنا ہے - لنگر خانہ مقروض ہو رہا ہے اور قرضہ بڑھ رہا ہے - عمارت کا کام جاری ہے مگر چندہ عمارت فنڈ اس ماہ بہت کم آیا -

بیت المال۔ ماہ اپریل میں لنگر سے کھانا لینے والوں کی روزانہ اوسط ۲۴۰ رہی۔ مہمانوں کے لیئے مہمانخانہ میں جگہ تنگ ہے علی الخصوص جب کوئی مہمان بمع عیال آوے تو بڑی تکلیف ہوتی ہے

شفاخانہ۔ اس ماہ کل مریض ۱۶۱۱ آئے۔ انمیں نئے ۷۴۷ تھے۔ مائیز اپریشن ۱۶ ہوئے۔

دفتر سکرٹری۔ ذیل میں احباب کی توجہ کے لیئے ایک سرکل کی نقل دیجاتی ہے جو علیحدہ بھی بنام سکرٹری صاحبان بھیجا گیا مگر عام طور پر احباب کے ملاحظہ کی خاطر یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔ "دو ضرورتوں کو اسوقت آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اپنے احباب کو ان امور کی طرف توجہ دلاکر عند اللہ ماجور ہونگے جسطرح ایک انسان کو جب اپنی ضروریات کی اطلاع ہوتی ہے۔ تو انکے پورا کرنیکی وہ کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح میں امید کرتا ہوں کہ ہماری قوم اپنی ضروریات سے مطلع ہوکر اپنے آپکو پوری ہمت سے انکو پورا کرنیکی طرف لگا دیگی۔

۱۔ سب سے پہلے میں تعمیر مدرسہ کے کام کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ تعمیر مدرسہ کا کام انہی دنوں میں شروع کیا گیا تھا۔ اور آجکل ہی تحریک چندہ کیگئی تھی۔ عمارت کا تخمینہ ایک لاکھ کا تھا۔ جس پر بعد میں دس ہزار کا اضافہ برآمدہ کی عمارت کو چونہ میں کرنیکی وجہ سے ہوگیا۔ اس ایک لاکھ دسہزار میں سے گورنمنٹ نے تیس ہزار کی امداد کا وعدہ کیا تھا جو کل کی کل رقم اخیر مارچ تک وصول ہوچکی ہے۔ مگر بقیہ اسی ہزار جسے قوم نے پورا کرنا تھا۔ اسمیں سے صرف چھبیس ہزار سات سو اٹھارہ روپے اخیر مارچ تک وصول ہوا۔ یعنی صرف ایک تہائی۔ چندہ کی رفتار کو کسی قدر سست پاکر یہ ارادہ کرلیا گیا تھا۔ کہ سردست بالین منزل کے کام کو ملتوی کردیا جاوے۔ البتہ صرف ہال کے ساتھ کے چار کمرے بنوائیے جاویں اسقدر حصہ کی تکمیل پر قریباً ۷۰۰۰۰ خرچ بکار ہے جسمیں سے تیس ہزار امداد کا روپیہ نکالکر باقی ۴۰۰۰۰ روپیہ پھر بھی قومی چندہ سے پورا ہونا چاہیئے جسمیں سے صرف ستائیس ہزار کے اندر اندر روپیہ وصول ہوا ہے۔ یا بحساب اوسط سوا دو ہزار روپے ماہوار اور آیندہ رفتار اور بھی دھیمی ہوتی جاتی ہے چونکہ ابھی ہمارے بہت سے احباب ایسے ہیں جنھوں نے اس چندہ کی طرف مطلقاً توجہ نہیں فرمائی۔ اور بہت سے ایسے ہیں جو وعدوں کا ایک حصہ پورا کرکے پھر سست ہوگئے ہیں اسلیئے ان سب احباب کیخدمت میں یہ عرض ہے۔ کہ اگر توجہ یا ایفائے وعدہ میں انکی طرف سے اور تاخیر ہوئی تو

عمارت ایک بہت ہی نامکمل حالت میں رہ کر ہماری قوم پر یہ ایک بدنما دھبہ ہوگا - جو احباب ابھی تک خاموش ہیں یا پوری توجہ سے کام نہیں لے رہے وہ خدا کے لیئے اپنی ذمہ داریوں پر اپنے اقراروں پر غور کریں اور ہر جگہ اس تحریک پر از سر نو غور کر کے اسکو تازہ کیا جاوے۔ خرچ تو اسوقت بھٹہ کو ملاکر ساٹھ ہزار سے اوپر ہو چکا ہے - مگر آمدنی امداد کی رقم کو ملاکر ابھی بہت کم ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فنڈ تعمیر مقروض ہو رہا ہے - اور عمارت کا ایک حصہ بدون تکمیل خود بوجہ آمد برسات خطرہ میں ہو رہا ہے - اگر واقعی چندہ کی رفتار پھر تیز نہ ہو گی تو مجھے ڈر ہے کہ ہمارا کام یکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مصداق نہ ہو۔

۲ - خیال تھا کہ ہائی سکول کے باہر جانے سے مہمانخانہ کے لیئے جگہ وسیع ہو سکے گی مگر مدرسہ احمدیہ کی ضروریات نے مہمانخانہ کو اس طرف وسیع نہیں ہونے دیا لہٰذا اسکے لیئے علیحدہ مکانات سابقہ مہمانخانہ کے متصل بنانے کی ضرورت پیش آئی ہے - چونکہ مہمانوں کو بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اسلیئے یہ کام بھی باوجودیکہ فنڈ تعمیر میں روپیہ نہیں حضرت خلیفۃ المسیح کے خاص ارشاد سے شروع کرا دیا گیا ہے اسکے لیئے کوئی دو ہزار روپے کا اندازہ ہے - اور اسکے لیئے خاص چندہ کی تحریک کی جاتی ہے - برسات سے پہلے پہلے اس کا ایک حصہ بن جانا ضروری ہے کیونکہ برسات کے موسم میں کچی عمارت بن نہیں سکتی - پس جملہ انجمنیں اور احباب اس رقم کی بہت جلد پورا کرنے کی کوشش کریں -

سالانہ رپورٹ تیار کرنے کی خاطر سال کے اخیر جب انجمنوں سے اور دفتر محاسب سے سالانہ آمد کا گوشوارہ طلب کیا جاتا تھا - تو اسمیں بڑا اختلاف ہوتا تھا - جسے دور کرنیکے لیئے دفتر محاسب و انجمنوں سے خط و کتابت کرنے میں بڑا وقت صرف کرنا پڑتا تھا اور رپورٹ سالانہ کی دیر سے شائع ہونے کی ایک یہ وجہ بھی رہی ہے - اس نقص کو رفع کرنیکے لیئے یہ تجویز کی تھی کہ چونکہ تھوڑے وقت کے حساب میں غلطی کم واقع ہوتی ہے - اور اگر ہو بھی تو جلد اور سہولت سے رفع ہو سکتی ہے ہر تین ماہ بعد دفتر محاسب انجمنیں اپنا حساب ملالیا کریں چنانچہ اس غرض کے لیئے دفتر محاسب سے دو بار سرکلر بھیجا گیا ہے کہ اپنے اپنے حساب سے جو دفتر محاسب میں بھیجا گیا ہے اطلاع دیں مگر ہر دو بار دفتر محاسب نے

شکایت کی ہے کہ بعض انجمنوں کے سکرٹری صاحبان ان خطوط کی مطلق پروا نہ کرکے جواب تک نہیں دیتے اور حساب درست نہیں ہوتا۔ اسطرح پر نہ صرف حساب غلط رہیگا بلکہ دفتر محاسب کی محنت اور خرچ بھی ضائع جاتا ہے۔ اسلیئے جملہ سکرٹری صاحبان کی توجہ اس طرف مبذول کیجاتی ہے۔ کہ ازراہ کرم اپنا حساب ملا کر ممنون فرمایا کریں۔ اگر اس تجویز پہ عملدرآمد رہے تو گویا سالانہ آمد کا حساب دفتر محاسب و انجمنوں کا بہت آسانی سے جلد اور صحیح طور پر تیار ہو سکے گا۔

یہ انتظام کیا گیا تھا کہ انجمنوں کے رجسٹر بذریعہ ڈاک منگا کر پڑتال کی جایا کرے کیونکہ ایک تو باہر جانے کے لیئے وقت میسر نہیں آتا دوم خرچ پڑتا ہے اس تجویز کے مطابق انجمن سیالکوٹ فیروزپور اور پٹیالہ کے رجسٹر منگائے گئے تھے۔ پہلی دو انجمنوں کا حساب باقاعدہ پایا گیا ہے۔ انجمن پٹیالہ کو اپنے حساب درست رکھنے اور باقاعدہ کرنے کی مزید کوشش کرنی چاہیئے۔ اسی طریق پر تمام انجمنیں جب رجسٹر منگائے جاویں تو بھیجکر ممنون فرماویں۔

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

مسیحی مذہب کا فوٹو۔ رسالہ ریویو اُردو میں ایک مضمون بعنوان مسیحیت کا ایک نرالا ثبوت شائع ہوا تھا۔ جناب ایڈیٹر صاحب بدر نے اس کی قدردانی فرما کر اُسکو بدر میں شائع فرمایا ہے اور تحریک کی ہے کہ یہ مضمون اس قابل ہے کہ اسکو ایک پمفلٹ کی شکل میں چھپوایا جاوے اور احباب اس کو خرید کر ملک میں مفت شائع کریں چنانچہ جناب محمد یمین صاحب مہاجر تاجر کتب قادیان نے اسکو الگ چھوٹے رسالہ کی شکل میں چھپوایا ہے ۳۲ صفحے کا رسالہ ہے قیمت ار ایک روپیہ میں بیس نسخے۔ بعض بزرگوں نے اس مضمون کو بہت پسند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بابرکت کرے۔ (ایڈیٹر)

احمدی خاتون۔ اس نام کا ماہوار رسالہ شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے جاری کیا ہے۔ احمدی بی بیوں اور لڑکیوں کے لیئے یہ رسالہ بہت مفید ہے اور ایک ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اس رسالہ کا مقصد عورتوں میں تعلیمی اور مذہبی مذاق اور دینداری کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس کوشش میں اس رسالہ کو کامیابی عطا فرمائے۔ قیمت سالانہ عہ

البشریٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات۔ کشوف و رؤیا کا مجموعہ حصہ اول جناب بابو ابو الفضل محمد منظور الٰہی (لاہور) نے بہت محنت سے تیار کرکے شائع کیا ہے حضرت اقدس ؑ کے پرانے الہامات کو مختلف مقامات۔ کتابوں اور اخباروں میں سے تلاش کرکے جمع کیا ہے۔ خدائے تعالیٰ انکو جزائے خیر دے۔ احباب کی آسانی کے لئے انہوں نے قیمت بھی بہت تھوڑی رکھی ہے۔ یعنی صرف ۴ر ملنے کا پتہ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان۔

اطلاع:- خریداران ریویو کیخدمتمیں التماس ہے کہ خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرما دیں۔

Reg NOL 303

نمبر۱ اسکے پڑھنے سے آپکا قیمتی وقت جو ضائع ہوگا اسکے عوض کئی چند معاوضہ ملجائے گا

(دو)

گرمی کے زمانہ میں یہ دوائیں آپکے دُکھ درد کے سچے دوست ہیں

وقت پر آپ کی خدمت پورے طور سے بجالائیں گی

عرق پودینہ

تازی ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے۔ رنگ بھی پتیوں کے ایسا ہی۔ اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ہے۔ یہ عرق بچہ سے ضعیف تک کو ایکسان فائدہ کرتی ہے

پیتے ہی درد مٹاتی ہے
روتے کو ہنساتی ہے

مندرجہ ذیل امراض کیواسطے نہایت ہی مفید اور اکسیر ہے۔ نفخ ہو جانا۔ کھٹا ڈکار آنا۔ درد شکم۔ بدہضمی اور متلی۔ اشتہا کم ہونا۔ ریاح کی علامت وغیرہ کو فوراً دُور کرتی ہے قیمت فی شیشی ۸ر آٹھ آنہ۔ ڈاک محصول ۵ر پانچ آنہ۔ پوری حالت فہرست بلاقیمت منگاکر دیکھیئے۔

سر درد و ریاح درد کی دوا

ہائے رے درد۔ سردرد۔ سر پھٹا جاتا ہے اُڑا جاتا ہے۔ ایسی دوا ملتی کہ استعمال کرتے ہی فوراً آرام ہوتا۔ ڈاکٹر برمن کے درد کی ٹکیہ ایسے ہی اتفاق وقت کے لیئے بنی ہے۔

درد لحظہ میں پہاڑ ہوجاتا ہے
یہ لحظہ میں پانی کر دیتا ہے

صرف یہی نہیں بلکہ بدن میں جہاں کہیں ریاح درد۔ جیسے ٹیس۔ چمک۔ ٹپک لہر۔ کنکنی سے چاہیئے جسقدر تکلیف ہو جلد دُور ہوتی ہے۔ قیمت ۱۲ ٹکیوں کی شیشی چھ آنہ ۶ر محصول ڈاک ایک سے ۶ شیشی تک ۵ر اور بارہ شیشی کا ۶ر

ڈاکٹر۔ ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤگے ۔ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز
یعنے
دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۳ء ۔ رجب سنہ ۱۳۳۱ ہجری

چندہ سالانہ ۔ عام عا طلبا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

انگلستان میں اسلام

(رقمزدہ خالد شلڈریک آفندی آنریری وائس پریزیڈنٹ اسلامک سوسائٹی لنڈن)*

حصہ اوّل

جہانتک میرا علم ہے آج تک اس موضوع پر کوئی مفصل و مبسوط مضمون شائع نہیں ہُوا کہ انگلستان میں اسلام کیونکر اور کن ذرائع سے پہنچا۔ بہت لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ جزائر برطانیہ کے اصل باشندوں میں سے کوئی بھی مشرف باسلام نہیں ہُوا۔ البتہ چند مشرقی مسلمان طلبا یا سوداگر ہیں جو مشاغل علمیہ یا تجارت کے سبب انگلستان میں اقامت اختیار کرتے اور اسلام کا نام لیتے رہتے ہیں۔ واضح رہے کہ اسلام کی خبر جزائر برطانیہ میں پہلے پہل فرانسیسی اور لاطینی ذرائع سے پہنچی تھی۔ اور رومن پادریوں نے نہایت حزم و احتیاط سے اسلام کو بگاڑ کر پیش کیا ان یسوعی واعظوں نے اہل برطانیہ کو بتایا کہ مسلمان اپنے نبیؐ کو خدا سمجھتے ہیں اس لغو اور جھوٹے دعوےٰ کی تائید میں ایک بھجن بھی گھڑ لیا گیا اور انگریزوں کو کہا گیا کہ محمدؐ کے پیرو اس بھجن کو گایا کرتے ہیں رومن پادریوں کی ہفوات کا یہ حصہ یعنی محولہ بالا بھجن تاریخ میں محفوظ ہے مشہور مورخ آرڈریکس وائی ٹیلس Ordericus Vitalis نے اسے مندرجہ ذیل الفاظ میں قلمبند کیا ہے۔

"ہمارے خدا محمدؐ پر سلام ہو۔ خوشی کا باجہ بجاؤ اور منبر پر چڑھاؤ تاکہ ہمارے دشمن مغلوب و نابود ہو جائیں"

* ترجمہ از ریویو انگریزی بابت جولائی ۱۹۱۲ء

یہ غلط فہمی تو مسلمانوں کے خدا کی نسبت پھیلائی گئی تھی اب ملاحظہ ہو کہ خنزیر کے گوشت سے نفرت رکھنے کی نسبت کیا عجیب وغریب کہانی وضع کی گئی تھی - اور کس طرح فریب بازی سے عوام الناس کو حق سے ناواقف رکھا گیا تھا - مورخ روجر Roger اپنی کتاب موسوم "تاریخ کے پھول" The Flowers of History حصہ اول میں لکھتا ہے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ مخمور ہو کر (نقل کفر کفر نہ باشد) گوبر کے ڈھیر پر گر پڑے وہاں سؤروں نے انکے جسم کا ایک حصہ کھا لیا" بس اس وجہ سے مسلمان سؤر کے گوشت سے متنفر ہیں۔ غرض اسلام کے متعلق ابتدا ہی میں اس قسم کی بے بنیاد اور لایعنی کہانیاں عمداً شائع کی جاتی تھیں اور اہل برطانیہ کے صداقت پسند قلب کو غلط بیانی کر کے اسلام کی مخالفت پر آمادہ کیا جاتا تھا - بعض لوگوں کا خیال تھا کہ محمد ایک بُت کا نام ہے (وہ اس مبارک نام کو بگاڑ کر مہوند پکارتے تھے) جس میں ایک خبیث روح نے حلول کیا ہوا ہے اور عربی افواج اس سے نیک و بد فال طلب کرتی ہیں - اُنکا یہ بھی خیال تھا کہ اہل عرب ایک ترموتی کی پرستش کرتے ہیں جسکے اقنوم ثلاثہ مہوند، اپولین Apolyn (شیطان) ٹرماگینٹ Termagent (ایک فرضی اسلامی دیوتا) ہیں وہ کہتے تھے کہ اہل اسلام اور "انکا نبی زہرہ کے پرستار ہیں اسی لئے اہل عرب جمعہ کے دن کو بہت مبارک سمجھتے ہیں" بس ایسی بیہودہ اور بے بنیاد کہانیاں تھیں جو مسیحی واعظ اسلام کی نسبت شائع کرتے رہتے تھے - جب اُنکے بعد پراٹسٹنٹوں کا دَور دَورہ ہُوا تو یسوعی تعصب اور لاعلمی نے اُن کو بھی رومن کیتھولکوں کے ہی نقش قدم پر چلایا اور وہ بھی ہمارے مقدس نبیؐ کو معاذ اللہ "جھوٹا نبی" یا "پوپ کا دوست" کہکر پکارتے تھے چنانچہ مارٹن لوتھر Martin Luther پوپ پر اپنی خفگی کا اظہار بدیں الفاظ کرتا ہے "اے شیطان ملعون - اے مردود ......" جہاں نقطے ڈالے گئے ہیں وہاں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھتا ہے - صلی اللہ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم - اسکے جواب میں پوپ نے لوتھر کے پیروؤں کو قبول اسلام کا ملزم ٹھہرایا اور ہنری ہشتم شاہ انگلستان و مارٹن لوتھر کو مسلمان کہکر پکارا - ذیل میں چند اشعار کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ملکہ الزبتھ Elizabeth کے زمانہ میں رابرٹ وِزڈم Robert Wisdom نے تصنیف کیے تھے اور جن میں

پوپ اور ترکوں سے امان چاہی گئی ہے مُوَ ہٰذا۔

"اے خدا اپنے پاک کلام کی طفیل ہم کو ترک اور پوپ سے بچا یو کیونکہ یہ دونوں تیرے پیارے بیٹے یسوع مسیح کو تخت سے اُتارنا چاہتے ہیں"

جان بیل بشپ اوسوری John Bale Bish. Ossory (۱۴۹۵ء - ۱۵۶۳ء) اپنی ایک تحریر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پوپ کے متعلق اس طرح دُرافشانی کرتا ہے "یہ بے نجات لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتارتے ہیں۔ وہ شیطان کے شرارت افزا نواب ہیں۔ اور خداوند جس نے دنیا کو نجات دی وہ اُسکے منکر ہیں"۔ ان مثالوں سے صاف عیاں ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انگریز اور یورپین کیسی افسوسناک غلطیوں میں مبتلا تھے۔ اور کس طرح جہالت کے خوفناک بادل راستی کے مطلع پر منڈلا رہے تھے۔ لیکن ایسی حالت میں بھی راستی اپنی جھلک دکھاتی ہے اور پُرانی تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ بعض راستی پسند طبیعتیں پادریوں کی فراہم کردہ معلومات پر قانع نہ رہیں اپنی ذاتی تحقیقات سے حق کی متلاشی ہوئیں اور آخر گوہر مقصود سے بہرہ انداز ہو کر دولت اسلام سے مالامال ہو گئیں۔ چنانچہ لُوتھر اپنی کتاب القرآن (۱۶۴۲ء) فصل ۳۱ میں اسطرح رقمطراز ہے ان اہل یورپ میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا "ایک تو برنارڈی نس اوکی نس Bernardinus Ochinus ہے دُوسرا آدم نیوسی رس Adam hauserus ہیڈلبرگ Heidleberg کا پادری ہے۔ تیسرا شخص انڈریس والے نس Andreas Volanius نامی ایک مشہور پراٹسٹنٹ ہے۔ انکے علاوہ اور بھی بہت سے اشخاص ہیں"۔ ان لوگوں کے مشرف باسلام ہونے سے لیوتھر کے متبعین بہت گھبرائے اور اسلام و ترکوں کی نسبت سخت زہر اگلنا شروع کر دیا انکی کتابوں میں اسلام و ترک کو مرادف قرار دیکر اُس کو مکاشفات کا حیوان۔ دجال۔ عربی خنزیر وغیرہ ناموں سے پکارا گیا۔ اور اُسکے نام کو ہی غیظ و غضب کے ہم معنی سمجھا گیا" ملاحظہ ہو سر والٹر ریلے ۱۶۳۷ء۔

اس زمانہ کے بعد میں آنے والی صدیوں میں بھی یہی حال رہا یہانتک کہ آخر انگریزی قوم کا یہ عقیدہ ہو گیا .... کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ ایک جھوٹے مدعی نبوت تھے۔ اس زمانہ میں صرف ایک کتاب اسلام کی تائید میں لکھی گئی تھی لیکن

عیسائیت کے تعصب اور اسلام سے عوام کے تنفر کا وہ زور و شور تھا کہ مصنف ڈاکٹر ہنری سٹبس Dr. Henry Stubbes (۱۶۷۳ء) کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ اپنی تحریر کو شائع کرے۔ یہ کتاب اس زمانہ سے ابتک دست بدست چلی آئی حتیٰ کہ سال گذشتہ اسلامک سوسائٹی نے اس نسخہ کو چھاپ کر شائع کیا۔ جب حافظ محمود خاں شیرانی سکرٹری سوسائٹی نے اس کتاب کو شائع کیا تو عوام پر ایک سنسنی سی چھا گئی۔ حالانکہ اسلام کے خلاف گذشتہ افتراؤں کے علاوہ بعد کے زمانہ میں ہزاروں کتابیں شائع ہوئی ہیں جن میں باوجود زمانہ کی ترقی کے سابقہ مسیحی افترا پردازی کی جھلک موجود ہے۔ مثال کے طور پر سر ولیم میور کی تصانیف پیش کیجا سکتی ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں جو مسرت افزا تغیر ہوا ہے وہ بھی کچھ کم قابل قدر نہیں چنانچہ مسٹر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب "دعوت اسلام" زمانہ کی بدلی ہوئی حالت کا نتیجہ ہے اس میں مصنف نے اشاعت اسلام کے متعلق صحیح تاریخی واقعات کا اندراج کیا ہے۔

"دعوت اسلام" کے بعد جو عمدہ قابل مطالعہ کتاب میری نظر سے گذری ہے وہ ایڈون جانسٹن Edwin Johnston کی تصنیف "مسیحیت کا عروج" The Rise of Xendom ہے۔ گو مصنف نے کسی جگہ قبولیت اسلام کا اعتراف نہیں کیا تاہم کتاب کے مطالعہ سے روشن ہو جاتا ہے کہ اس قابل محقق نے اپنی فاضلانہ تصنیف کی تکمیل میں جس عرق ریزی اور تحقیق سے کام لیا ہے اور جس سے متاثر ہو کر وہ اسلام کو "نہایت ہی قابل تحسین مذہب" قرار دیتا ہے اُس نے ضرور اسکے قلب کو اسلام کے نور سے منور کیا تھا۔ اب میں یہاں پر اسلامی لٹریچر کے مضمون کو چھوڑتا اور انیسویں صدی کے واقعات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس مبارک صدی میں اسلام کا علم انگلستان میں اس شان سے بلند ہوا ہے کہ جبتک انگریز مسلمانوں کا وجود ہے اور جبتک وہ اپنے مقدس مذہب کی حفاظت میں اپنا خون تک بہانے کو تیار اور زندہ ہیں اُسوقت تک کوئی طاقت اسے سرنگوں نہیں کر سکتی۔

حصہ دوم

اگرچہ سخت غلط فہمیوں کی اشاعت ہمارے اقدس مذہب کی ترقی کے راستہ میں کاوٹ رہی ہے اور گذشتہ زمانہ میں شاذونادر ہی کوئی انگریز اسلام کا حلقہ بگوش ہوا ہے تاہم

انیسویں صدی کے اختتام پر ایک معتدبہ تبدیلی رونما ہوئی اور اہل قلم نے کہیں کہیں اسلام کی حمایت میں قلم کو جنبش دینی شروع کی اور اس مذہب کی نسبت تحقیقات کرنے کا شوق بعض قلوب میں موجزن ہوا - اس شوقِ تحقیقات نے گذشتہ تعصب کے بادلوں کو پھاڑ ڈالا اور حقیقت کے آسمان کا مصفا چہرہ اکثر ارباب بصیرت کو نظر آ گیا چنانچہ بعضوں نے علانیہ مسلمان ہونے کا اعلان بھی کر دیا - واضح رہے کہ یہ اعلان اگر کسی سابقہ دَور میں ہوتا تو اسکی سزا زندہ جلانا یا کم از کم سوسائٹی سے خارج کر دینا ہوتی برٹش مسلمانوں کی سب سے پہلے باقاعدہ انجمن مقام لورپول ۱۸۸۱ء میں قائم ہوئی اسکے محرک و روح رواں ایک انگریز بارسٹر مسمی بہ ڈبلیو - ایچ قیولیم تھے صاحب موصوف نے دینی اقامت الجیریا کے زمانہ میں دین اسلام قبول کیا تھا - آپکا اسلامی نام عبداللہ تھا - مشرف باسلام ہونیکے بعد آپنے اکثر سلطان عبدالحمید کے حضور شرف باریابی حاصل کیا اور سلطان نے نہ صرف شیخ عبداللہ اور اُنکے خاندان پر شاہانہ عطایات کی بارش کی بلکہ شیخ موصوف کو بے کا خطاب بھی دیدیا - چونکہ مسٹر قیولیم کی نسبت بعض حلقوں میں غلط اور ناخوشگوار خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اسلیئے راقم الحروف اس امر کو بھی اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنے ذاتی معلومات اور گہرے تعارف کی بنا پر ناظرین کو یہ بتائے کہ شیخ عبداللہ قیولیم کو اشاعت اسلام کی غرض سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور مصائب جھیلنی پڑیں - صاحب موصوف ایک وجیہ صورت - حاضر جواب - معقول پسند - مہربان طبیعت اور متحمل مزاج بزرگ تھے لورپول میں آپ کو "غریبوں کا بارسٹر" کہکر پکارا جاتا تھا - اس نام کی وجہ یہ تھی کہ آپ بسا اوقات غریب نادار لوگوں کے مقدمات کو بلا اُجرت لے لیتے اور عدالت میں پیش ہوکر پیروی کرتے - آپ ایک عالم متبحر - قابل ماہر خواص زمین اور اعلیٰ درجہ کے زباندان تھے - مینکس Manx اور لورپول کی اکثر علمی مجالس اور انجمنوں نے آپکو میر مجلس منتخب کیا ہوا تھا - آپ کی تصنیف موسوم بہ "جزیرہ مین کے قدیمی آثار" آپکی اعلےٰ قابلیت اور فن جیولوجی کی مہارت کا بیّن ثبوت ہے اگرچہ وہ فاضل اور قابل قدر شیخ بدقسمتی سے آج ہم میں نہیں اور ایک قانونی اصطلاحی غلطی کی وجہ سے اُنکو انگلستان چھوڑنا پڑا ہے

لیکن وہ غلطی کوئی فعل مجرمانہ نہ تھی۔ راقم مضمون جسے مقدمہ کے تمام حالات سے آگاہی ہے بوثوق یہ کہہ سکتا ہے کہ اخلاقاً شیخ صاحب کا فعل مستحسن اور ناقابل الزام تھا اور اس سے صرف یہ واضح ہوتا تھا کہ اسلامی قانون جسکی بنیاد آج سے تیرہ سو برس پہلے ڈالی گئی تھی موجودہ انگریزی قانون سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور انگریزی قانون باوجود ادعائے تہذیب و تمدن ابھی تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ معیار تک نہیں پہنچا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مضمون کو لیتا ہوں۔ اس قابل شیخ نے اسلام پر کئی ایک کتابیں تصنیف کیں مفصلہ ذیل کتب آپکے رشحِ قلم کا نتیجہ تھیں۔

"دینِ اسلام"۔ "سابقین کے نقوش قدم"۔ "تلوار کا مذہب"۔ "اسلام کا مطالعہ" وغیرہم۔ علاوہ ازیں آپ کریسنٹ The Cresc. اور اسلامک ورلڈ Islamic Wo. دو اخبار اپنے خرچ پر نکالتے تھے۔ آپ نے مسجد اور لیکچر ہال قائم کیئے اور کل دنیائے اسلام نے انکی اعانت کی ۲۵ برس تک مسٹر عبداللہ قیولیم اسلام پر لکھتے اور بولتے رہے۔ مسجد کی کھڑکیوں کو مسیحی تعصب کے ہاتھوں ہر ہفتہ زخم اُٹھانے پڑتے رہے۔ اور ہمارے قابل احترام شیخ کو ذلیل کرنے کے لیئے ہر ممکن کوشش سے کام لیا جاتا رہا ۱۹۰۳ء میں لورپول ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ ہوا اس جلسہ میں شیخ صاحب گو تنِ واحد تھے لیکن آپنے کمال دلیری اور حوصلہ سے حمایت اسلام کا فرض ادا کیا اور اس واقعہ پر نہ صرف انگریزی اخبارات کے کالموں میں بحث کی گئی بلکہ دیگر ممالک یورپ میں بھی اس کا چرچا ہوا۔ یہ قابل تقلید مثال بے اثر نہ رہی کئی منصف مزاج انگریز مسٹر قیولیم کے ساتھ ہوگئے اور اب تک مسلمانوں کی ایک باقاعدہ جماعت لورپول میں موجود ہے جسکے جان نثار ممبروں میں مفصلہ ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں الف جعفر مارٹی مور A. Djaffar Mortimore میر مجلس۔ پروفیسر سٹیفن Prof. Stephen حسن آرکولی Hasan Arculli رشید پی سٹینلی سابق مےاراوف سٹینلی برج R. P. Stanley late mayor of Stanleybr انکے علاوہ ناظرین کی آگاہی کے لیئے ہم یحیی النصر پارکنسن Y. en. Nasr Parkinson ایف جی۔ ایس کا قابل احترام نام پیش کرتے ہیں

آپ بھی نومسلموں کی اُس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جو مسٹر عبداللہ قیولیم کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے تھے اس فاضل انسان کا وجود انگلستان میں اسلام کے لیے بہت فائدہ مند اور باعث فخر ہے۔ ان کا فصیح قلم آئے روز اسلام کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور چونکہ وہ شاعر بھی ہیں اسلیئے وہ مشہور عرب شاعروں کے کلام کو انگریزی کا لباس پہناتے رہتے ہیں۔ مَیں بھی اُنکی دوستی اور اخوت کے رشتہ پر نازاں ہوں۔ اسوقت اڈنبرا۔ برسٹل۔ گلاسگو۔ اوکسفورڈ۔ کیمبرج۔ مانچسٹر اور کارڈف میں برٹش اسلامی جماعتیں موجود ہیں۔ ایک عیسائی اخبار انگلش اور سکاچ مسلمانوں کی تعداد دو ہزار نفوس بتلاتا ہے اور فری تھنکر اس پر رائے زنی کرتا ہُوا لکھتا ہے کہ یہ تعداد اُن تمام مسلمانوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے جنہوں نے کبھی اسلام چھوڑ کر دین مسیحی اختیار کیا ہو حالانکہ عیسائی واعظ تو اپنے مذہب کی اشاعت کے لیئے کروڑوں روپیہ خرچ کرتے اور بوقت ضرورت عیسائی یورپ کی بری و بحری افواج بھی اُنکی اعانت کے لیئے تیار ہوتی ہیں لیکن برخلاف اسکے اسلام کی طرف سے نہ کوئی باقاعدہ کوشش اور نہ دباؤ ہے جو شخص مسلمان ہوتا ہے وہ اپنی آزادانہ تحقیقات اور ذاتی جوش کی بنا پر تبدیل مذہب کرتا ہے۔

اب لنڈن میں ایک انجمن موسوم بہ "اسلامک سوسائٹی" قائم ہے جسکا مَیں بھی پریسیڈنٹ ہوں۔ اس مجلس کا نام انگلش سوسائٹی رکھنا محال ہے کیونکہ اسکے ممبروں کی بڑی تعداد ہندوستانی۔ مصری اور عثمانی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ سوسائٹی بڑا شاندار کام کر رہی ہے اور مختلف اسلامی عناصر کو مذہبی فرائض مثل رمضان کے روزے اور عیدین وغیرہ کی ادائگی میں ایک مرکز پر جمع کرتی ہے۔ اس سوسائٹی کا سنگِ بنیاد ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی نے رکھا تھا ڈاکٹر صاحب پہلے مسلمان تھے جن سے میرا اول ہی اول تعارف ہُوا۔ وہ ایک پرجوش مسلمان تھے انہوں نے نہایت عمدہ کام کیا اور ایک چھوٹا سا اخبار الموسوم بہ "دنیا کی روشنی" جاری کیا۔ میرے خیال میں تو وہ اسلام کی ایک زندہ مثال تھے۔ اُنکے بعد مسٹر ایس۔ بی۔ احمد بی۔ اے ساکن حیدرآباد دکن ایک اور کارکن مسلمان تھے

انہوں نے کمال دانشمندی اور دُور اندیشی سے نہایت خطرناک ایام میں ہماری تائید و رہنمائی کی۔ پھر سوسائٹی کے سابق سکرٹری حافظ محمود شیرانی نے اسلام کی خاطر بہت بڑی جدوجہد کی اور جو لوگ حافظ صاحب سے واقف ہیں وہ اُن کے مداح اور انکی خدمات کے معترف ہیں۔ دشمن کے مضبوط قلعہ کے اندر تن تنہا آمادہ جنگ ہونا بڑی جرأت اور بڑے حوصلے کا کام ہے اور جو مسلمان اسلامی ممالک میں رہتے ہیں وہ ان مشکلات کا اندازہ نہیں کر سکتے جو اِس ملک میں ہمیں پیش آتی ہیں۔ مسٹر شیرانی کا کتب خانہ بڑی بڑے انگریزی کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے اور اُس نے قیمتی کتابوں کے حاصل کرنے کے لیئے بہت سا روپیہ خرچ کیا ہے اور ان کتابوں سے ہمیں بہت مدد ملتی ہے۔ مَیں اپنی نسبت کچھ لکھ نہیں سکتا۔ مگر مَیں اتنا کہتا ہوں کہ مَیں ایک سچے مسلمان کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور میرے نہایت ہی قریبی اور عزیز رشتہ دار مجھ سے صرف اسی وجہ سے مخالفت رکھتے ہیں کہ مَیں نے مذہب اسلام قبول کر لیا ہے۔ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چلکر انکی ناراضگی کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ مَیں بہت سے عام جلسوں میں اسلام کی حمایت میں تقریریں کرتا ہوں اور اخباروں میں بھی مضمون بھیجتا ہوں جو میرے مضامین کو لینے میں بہت تأمل کرتے ہیں اور میرے بعض مضامین چھاپ دیتے ہیں۔ میرے دوست اور معاون دو نومسلم ہیں ایک کا نام مسٹر عمر فلائیٹ ہر اور دوسرے کا نام مسٹر احمد بروٗننگ ہے۔ مجھ سے درخواست کی گئی تھی کہ مَیں انگریز نومسلموں کا لیڈر بنوں اور مَیں نے یہ کام بہت تأمل اور فکر کے بعد قبول کر لیا ہے ؎

یہ ہے مختصر حال انگلستان میں اسلام کی ترقی کا۔ ہمارے سامنے ایک بہت مشکل اور دشوار کام ہے مگر ہم اپنا حوصلہ نہیں ہارتے۔ اللہ تعالیٰ تمام مشکلات اور امتحانوں میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ عنقریب ووکنگ کی مسجد کے علاوہ ایک مسجد خود شہر لنڈن میں انشاءاللہ تعالیٰ تیار ہوگی۔ جو اس بات کا نشان ہوگی کہ اسلام اس ملک میں قیام کرنے کے لیئے آیا ہے اور یہ کہ ہمارے کام کی بنیاد ایک مضبوط چٹان پر واقع ہے۔

مَیں ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کا بہت ممنون ہوں کہ وقتاً فوقتاً اسلامی رسالے اور کتابیں میرے پاس بھیجتے رہتے ہیں اور مَیں وہ رسالے اور کتابیں ایسے لوگوں کو پڑھنے کے لئے دیتا ہوں جو اسلام سے دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔ میری رائے میں یہ رسالہ اسلام کے لئے مفید کام کر رہا ہے۔ اور مَیں ہر مہینہ میں اسکو پڑھکر بہت خوش ہوتا ہوں۔ اگر کوئی صاحب اسلامی مضامین پر رسالے اخبار اور کتابیں انگریزی زبان میں میرے پاس بھیجے تو مَیں بڑی خوشی سے ایسے تحائف کو قبول کرونگا۔ جب ایسے رسالے دست بہ دست لوگوں میں پھرتے ہیں تو انکے ذریعہ اسلام کے متعلق جو سب سے اعلیٰ مذہب ہے لوگوں میں زیادہ واقفیت پیدا ہوتی ہے۔

خدائے تعالیٰ کے نشانات اور منکرین کی جلد بازی

خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خدائے تعالےٰ کے برگزیدہ نبی اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر کسی خبر کو قبل از وقت شائع کرتے تو ایسی خبروں کو شائع ہوئے بہت عرصہ نہیں گذرنے پاتا تھا کہ مخالفین بے صبر ہوکر پوچھتے کہ تمھارا فلاں وعدہ کیوں اب تک پورا نہیں ہوا اور جلد بازی سے یہ کہہ اُٹھتے کہ فلاں پیشگوئی غلط نکلی۔ مگر آخر انکو شرمندہ ہونا پڑتا اور وہ پچھتاتے کہ افسوس ہم نے کیوں جلد بازی سے خدائے تعالیٰ کی باتوں کا انکار کردیا اچھا ہوتا کہ ہم خاموش رہتے تا اس شرمندگی سے محفوظ رہتے جو اب ہم پر وارد ہوئی ہے۔ وہ نبیوں کی پیشگوئیوں کو جھٹلا کر ہنسی کرتے آخر جن باتوں پر وہ ہنسی اُڑاتے تھے وہی باتیں جب سچی نکلتیں تو انکے لئے کوئی مفر نہ رہتا۔ جب قادر کے کاروبار نمودار ہوتے تو منکر شرمندہ و نگونسار ہوتے۔ خدائے تعالیٰ ان استہزا کرنے والوں کی نسبت فرماتا ہے ولقد استھزیٔ برسل من قبلك فحاق بالذين سخروا منهم ما كانوا به يستهزؤن۔

خدائے تعالیٰ کے عجیب کاروبار ہیں اُس نے تمام گذشتہ زمانوں کا نقشہ اس زمانہ میں ہمیں دکھا دیا ہے اور جو کچھ قرآن شریف میں پہلے نبیوں اور اُنکے مخالفین کے حالات بیان کیئے گئے ہیں اُن کا نمونہ اس زمانہ میں ہم نے بچشم خود دیکھ لیا اور اس طرح قرآن شریف پر ہمارا ایمان اور بھی بڑھا اور اُس کی سچائی ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لی۔ خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں گذشتہ راستبازوں کے نمونہ پر ایک راستباز کو کھڑا کیا اور ہم نے اُس کے حالات میں گذشتہ راستبازوں۔ صادقوں۔ نبیوں اور رسولوں کے حالات کا نمونہ دیکھ لیا۔ اور جو کچھ انبیاءؑ کے بارہ میں قرآن شریف میں مذکور ہے اُن سب باتوں کو ہم نے اس زمانہ کے راستباز پر چسپاں پایا۔ اور نہ صرف یہ بلکہ جو کچھ گذشتہ زمانہ کے منکرین کے حالات خدائے تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمائے ہیں ان سب حالات کا مشاہدہ بھی ہم نے اس زمانہ کے مامور کے مخالفوں میں کر لیا اور اِن لوگوں نے وہ سارے کام کر دکھائے جو پہلے نبیوں کے دشمنوں نے کیئے تھے۔ مگر اس زمانہ کے اُن مسلمانوں پر ہمیں سخت افسوس ہے جنہوں نے قرآن شریف جیسی کتاب کے ہوتے ہوئے اُس راہ پر قدم مارا جو اُن سے پہلے انبیاءؑ کے بدقسمت مخالفین نے اختیار کی تھی۔ اور جو سبق اُن کو قرآن شریف کے بیان کردہ حالات سے حاصل کرنا چاہیئے تھا وہ انہوں نے حاصل نہیں کیا۔ افسوس اُنہوں نے نیکوں اور بدوں کی راہوں کو قرآن شریف میں کھلے طور پر بیان شدہ پایا مگر بہت سے بدقسمت لوگوں نے بدوں کی راہ پر چلنا پسند کیا اور جو معیار صداقت قرآن شریف نے ایک راستباز کے پرکھنے کے لیئے بیان کیئے ہیں اُن سے قطعاً کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔

ذیل میں ہم ایک مثال ایسے شخص کی پیش کرتے ہیں جو مولوی کہلاتا ہے بلکہ مولوی کے ساتھ فاضل کا لقب بھی اپنے نام کے ساتھ لگاتا ہے۔ یہ شخص حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی پر بعینہٖ اسی طرح اعتراض کرتا اور ہنسی اُڑاتا ہے جس طرح پہلی قوموں کے جاہل دشمن کیا کرتے تھے حالانکہ اگر قرآن شریف کو یہ شخص مدّنظر رکھتا تو ہرگز اعتراض کرنے کے لیئے اپنے قلم کو نہ اُٹھاتا۔ ۴۔ جنوری ۱۹۰۴ء کو خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک وحی الٰہی کو شائع کیا جسکے اصل الفاظ یہ ہیں غُلِبَتِ الرُّوْمُ

فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ اس وحی الٰہی کا مفہوم یہ تھا کہ سلطنت روم قریب کی زمین میں شکست کھائیگی مگر وہ مغلوب ہونیکے بعد پھر غالب آئیں گے جسوقت یہ الہام شائع ہوا اُسوقت موجودہ جنگ بلقان و روم کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔ اس پیشگوئی کے شائع ہونے سے قریباً ۹ سال بعد ایک ایسی زمین میں جو روم کی دارالسلطنت کے لحاظ سے ادنی الارض کہلانے کی ہر طرح مستحق ہے ایک جنگ شروع ہوئی۔ اور اس جنگ میں ایسے دشمن کے ہاتھ سے جو سلطنت روم کے مقابل میں بالکل کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا سلطنت روم کو ایک قابل افسوس اور نہایت ہی قابل شرم شکست پہنچی اور دشمن کو ایسی فتوحات حاصل ہوئیں جو خود اُس کے اپنے اور دیگر قوموں کی اُمیدوں اور وہم و گمان سے بڑھ چڑھ کر تھیں اور جس میدان جنگ میں روم کو یہ شکست پہنچی وہ دارالسلطنت روم سے نہایت ہی قریب اور اسلیئے ادنی الارض کہلانے کا ہر طرح مستحق تھا۔ پس الہام الٰہی کا ایک حصہ خلاف اُمید نہایت ہی حیرت انگیز طور پر پورا ہوگیا۔ سلطنت روم کی کثیر التعداد فوج نے ایک ایسے دشمن کے ہاتھ سے جو اُسکے مقابل میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا تھا شکست پر شکست کھائی اور ہزیمت پر ہزیمت اُٹھائی جس کو دیکھکر سلطنت روم کے دوست شرم اور غم کے دریا میں غرق ہو گئے یہاں تک کہ بعض نے عید کے دن بھی ماتمی لباس پہنا اور سلطنت کے دشمن خوشی کے مارے اپنے جاموں سے باہر ہو گئے۔ ایک دنیا ترکوں کو بلقانیوں کے ہاتھ سے شکست پر شکست کھاتے ہوئے دیکھ کر تعجب کے مارے انگشت بدنداں تھی۔ ترک سپاہی جو اپنی شجاعت اور بہادری میں شہرہ آفاق تھے۔ چھوٹی چھوٹی حقیر عیسائی ریاستوں کے آگے ہتھیار ڈالنے لگے اور جن لوگوں کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اُنہی لوگوں نے اُنکو پکڑنا اور قید کرنا شروع کیا۔ غرض سلطنت روم کے بہادر سپاہیوں کی شکست نہایت ہی حقیر ریاستوں کے ہاتھ سے ایک ایسا حیرت انگیز سانحہ ہے جس کو دیکھکر کل دنیا دنگ رہ گئی۔ مگر خدائے تعالیٰ کی باتیں پوری ہوکر رہتی ہیں خدائے تعالیٰ نے قریباً ۹ سال پہلے یہ خبر دی تھی کہ رومی سلطنت قریب کی زمین میں ہزیمت اُٹھائے گی اور خدا کی یہ بات لفظ بہ لفظ پوری ہوئی اور اگرچہ بلقان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں سلطنت روم کے مقابل میں کچھ ہستی نہیں رکھتی تھیں مگر خدائے تعالیٰ نے ایسے اسباب

پیدا کر دیئے کہ سلطان روم کی بہادر فوجوں نے ذلیل دشمن کے ہاتھ سے شکست کھائی۔ اب اگر ہمارے مخالفوں میں انصاف ہوتا تو وہ اس پیشگوئی کی صداقت کی شہادت دیتے کہ کس طرح ایک حیرت انگیز اور خلاف اُمید واقعہ کی خدائے تعالیٰ نے ۹ سال قبل خبر دی مگر خدائے تعالیٰ سچ فرماتا ہے وکاین من آیۃ فی السموٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون ؛

اب چاہیئے تھا کہ ہمارے مخالف خدائے تعالیٰ کے کلام کی صداقت کا مشاہدہ کرکے خدائے تعالیٰ کے مرسل پر ایمان لاتے یا اگر خدائے تعالیٰ کے مامور کی صداقت پر اپنی پرانی عداوت اور ضد کی وجہ سے شہادت نہ دیتے تو کم از کم خاموش رہتے مگر افسوس کہ انہوں نے استہزاء کی زبان کو دراز کیا ہے اور اب ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اب تک پیشگوئی کا دوسرا حصہ پورا نہیں ہوا۔ چنانچہ اہل حدیث کے "مولوی فاضل" ایڈیٹر نے ابھی سے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ پیشگوئی غلط نکلی (اہل حدیث۔ ۲۳۔ مئی ۱۹۱۳ء) اسمیں شک نہیں کہ ترکوں میں اب کچھ طاقت نہیں رہی انہوں نے نہایت ہی قابل شرم ہزیمت اُٹھائی ہے اور نہایت ہی سخت ذلت کے ساتھ صلح کی درخواست کی ہے اور اپنے تئیں کلیتہً یورپ کی مسیحی طاقتوں کے رحم پر چھوڑ دیا ہے۔ اب ظاہراً بالکل کوئی اُمید نہیں کہ ترک پھر غالب آئیں۔ مگر خدا کی باتیں بھی عجیب ہیں اور اُس کی قدرتیں بالکل نرالی ہیں وہ اپنے نشانوں کے لیئے انہونی باتوں کو منتخب کرتا ہے تا اُسکی قدرت ایک چمکار کے ساتھ ظاہر ہو اور دنیا بول اُٹھے کہ واقعی جس ذات نے یہ خبر اتنا عرصہ پہلے ظاہر کی تھی وہ نہ صرف پوشیدہ سے پوشیدہ اور مخفی در مخفی غیب کی خبروں کا علم رکھتا ہے بلکہ اُسکی قدرت بھی نہایت کامل اور اُسکی طاقتیں بالکل غیر منتہی ہیں۔

امرتسر کا ایڈیٹر "مولوی فاضل" کے لقب پر بڑا فخر کرتا ہے مگر وہ باوجود اپنے دعویٰ علمیت کے اس پیشگوئی پر ایک ایسا اعتراض کرتا ہے جو ایک جاہل انسان کی شان کے بھی لائق نہیں۔ وہ اپنے پرچہ مورخہ ۲۳۔ مئی ۱۹۱۳ء میں لکھتا ہے "قادیانی مشن نے یورپ میں مرزائیت کی اشاعت کا اچھا موقعہ پایا اور بڑی ہمت سے کام لیکر اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا مگر خدا نے اُسکا انتظام ایسا کیا کہ اُن کے منہ اور قلم سے ایسی باتیں مشہور کرائیں جن کی تکذیب علی الاعلان ہو رہی ہے۔" اُس کا اشارہ غُلِبَتِ الرُّوم والی پیشگوئی کی طرف ہے مگر مولوی فاضل صاحب

اگر اس پیشگوئی پر غور کرتے جو انہی الفاظ میں قرآن شریف میں درج ہے تو اعتراض کے لیئے اپنی زبان کو ہرگز نہ کھولتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قسطنطنیہ کے قیصر اور ایران کے کسریٰ کے درمیان سخت جنگ جاری تھی۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں ہی تھے کہ کہ ایرانیوں نے رومیوں کو ملک شام میں ایک سخت شکست دی اور بیت المقدس کو فتح کرکے اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ سے وحی پاکر یہ خبر شائع کی کہ اگرچہ رومی اسوقت قریب کی زمین (ملک شام) میں شکست پاچکے ہیں مگر بِضعِ سِنِیْنَ میں) وہ غالب آجائیں گے۔ اس پیشگوئی کے شائع ہونیکے بعد بھی برابر ایرانیوں کی فتوحات روز بروز بڑھتی گئیں۔ شام کے بعد اُنہوں نے مصر فتح کیا جو اُسوقت رومی سلطنت میں شامل تھا پھر بڑھتے بڑھتے ایرانیوں کے لشکر سلطنت روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے اور قیصر روم کی سلطنت کے قریباً کُل کے کُل صوبے دشمنوں کے پیروں کے نیچے روندے گئے۔ قیصر روم کا خزانہ بالکل خالی ہوگیا اور پُرانے سپاہی اکثر ہلاک ہوگئے۔ آخر قیصر روم کو سوائے اسکے اور کوئی راہ نہ سوجھی کہ اپنے پایۂ تخت سے بھاگ جائے اور افریقہ کے ایک دُور دراز شہر کارتھیج میں جاکر پناہ لے۔ چنانچہ اس نے اپنا سارا مال و اسباب جہازوں میں بھروادیا اور خود جہاز پر مع اپنے اہل وعیال کے سوار ہونے کو تھا کہ شہر کے بشپ نے قیصر کے آگے ہاتھ جوڑے اور شہر والوں نے عاجزی سے التجا کی کہ ہمیں اس حالت زار میں تنہا نہ چھوڑا جائے آخر قیصر ان عاجزانہ التجاؤں کا مقابلہ نہ کرسکا اور اُس نے اپنی رعیت کے ساتھ جینا یا مرنا قبول کیا۔ اب پیشگوئی کی معیاد بھی قریب الاختتام تھی اور بظاہر کوئی علامت نظر نہیں آتی تھی کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگی اور قیصر پھر اقبال کا مُنہ دیکھے گا۔ مگر جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں خدائے تعالیٰ کے کام عجیب اور اُسکی قدرتیں نرالی ہیں وہ اوّل یاس تک پہنچاتا ہے پھر اُسکی مدد غیب سے ہاں بالکل غیب سے نمودار ہوتی اور اُنہونے کام کر دکھاتی ہے تا معلوم ہو کہ وہ نہ صرف عالم الغیب ہے بلکہ مقتدر اور توانا بھی ہے چنانچہ اس قدر ذلّت اور رسوائی کے بعد جو فتح خدائے تعالیٰ نے ہرقل قیصر روم کو دی تاریخ میں اُسکو ایک اعجوبہ شمار کیا جاتا ہے اور کُل مورخین بالاتفاق اُسکو ایک تاریخی معمہ قرار دیتے ہیں اور اُسکے حل کرنے سے وہ اپنے تئیں عاجز قرار

دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر اب ترک پستی کے گڑھے میں گرے ہوئے نظر آتے ہیں اور اُنکی کامیابی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی تو اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ضروری تھا کہ ایسا ہو کیونکہ ایسی ذلت اور رسوائی کے بعد اُن کا غالب آنا واقعی ایک معجزہ ہو گا جس سے پیشگوئی کی عظمت اور بھی بڑھیگی بلکہ اگر سلطان روم کی موجودہ حالت کا قیصر روم کی اُسوقت کی حالت کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو ذلت قیصر روم کو پہنچی تھی ابھی تک سلطان روم کو خدائے تعالیٰ نے اُس سے محفوظ رکھا ہُوا ہے مگر ہمیں "مولوی فاضل" کی جلد بازی پر تعجب آتا ہے۔ مَیں بیان کر چکا ہوں کہ قیصر روم کی صورت میں شکست کا دائرہ ادنی الارض تک محدود نہیں رہا تھا بلکہ ادنی الارض کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی وہ برابر کئی سال تک شکست پر شکست کھاتا رہا اور ہزیمت پر ہزیمت اُٹھاتا رہا اور اُسکے دشمنوں نے اسکی ساری سلطنت کو تہ و بالا کر دیا مگر یہاں تو ابھی ادنی الارض سے دشمن نے آگے قدم نہیں رکھا اور ہمارے "مولوی فاضل" نے ابھی سے کہنا شروع کر دیا ہے کہ علی الاعلان پیشگوئی کی تکذیب ہو رہی ہے ع برایں عقل و دانش بباید گریست۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ صرف بلقان میں شکست تام کھانے سے پیشگوئی کی تکذیب کس طرح ہو گئی۔ اس سے تو پیشگوئی کی تصدیق ہو رہی ہے کیونکہ اس شکست سے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ کا الہام پورا ہو رہا ہے۔ بلکہ اگر خدانخواستہ دشمن اس سے بھی زیادہ فتوحات حاصل کرے اور سلطنت روم کے دوسرے علاقوں میں بھی ترک شکست کھاتے جائیں اور دشمن اسطرح فتح پر فتح حاصل کرتے جائیں جسطرح قیصر روم کے مقابل میں اہل ایران حاصل کرتے رہے تھے پھر بھی "مولوی فاضل" صاحب یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ پیشگوئی کی تکذیب ہو رہی ہے کیونکہ پہلے بھی ادنی الارض پر بس نہیں ہوئی تھی بلکہ کُل سلطنت روم اس مصیبت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اسلیئے اگر خدانخواستہ اب بھی ایسا ہو تو "مولوی فاضل" صاحب کو اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ "مولوی فاضل" صاحب گھبرائیں نہیں میں قرآن شریف کے الفاظ میں اُنکو کہتا ہوں تربصوا فانی معکم من المتربصین۔ اسجگہ یہ کہنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ قرآن شریف کی آیت وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

سَیَغْلِبُوْنَ کی ایک قرأت یہ بھی ہے وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیُغْلَبُوْنَ
اور یہ دونوں آیتیں دو علیحدہ علیحدہ پیشگوئیاں ہیں پہلے خدائے تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ رومی
ایرانیوں پر شکست کھانے کے بعد غالب آجائیں گے اور پھر ایک اور وحی نازل فرماکر یہ
خبر دی کہ رومی غالب آنے کے بعد پھر مغلوب ہوجائیں گے چنانچہ یہ دونوں پیشگوئیاں
پوری ہوگئیں - اول رومی شکست کھانے کے بعد ایرانیوں پر غالب آگئے پھر ایرانیوں
پر غلبہ پانیکے بعد مسلمانوں کے سامنے مغلوب ہوگئے اور اسطرح دونوں پیشگوئیاں یکے بعد دیگرے پوری
ہوگئیں - تعجب ہے کہ اسوقت بھی ایسے ہی دو الہامات ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں لکھے ہوئے
پاتے ہیں - ۴ - جنوری ۱۹۰۴ء کا الہام یہ ہے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ وَھُمْ
مِنْ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیَغْلِبُوْنَ اور اسپر اسی طرح اعراب دیئے گئے ہیں ملاحظہ ہو ریویو اردو
بابت جنوری ۱۹۰۴ء پھر ۲ - جنوری ۱۹۰۵ء میں خدائے تعالیٰ کی ایک اور وحی نازل ہوئی اور اسکے الفاظ
یہ ہیں وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیُغْلَبُوْنَ اور اسمیں یُغلبون کی یاء پر اسی طرح ضمہ دیا گیا ہے
جسطرح یہاں دیا گیا ہے (دیکھو ریویو اردو بابت جنوری ۱۹۰۵ء) خدائے تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ باتیں
کسطرح پوری ہونگی - اگر امرتسری "مولوی فاضل" ہماری اس تحریر سے اتفاق نہیں کرتا تو پھر بھی ہم کہتے ہیں
کہ وہ اس پیشگوئی پر اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ ایک رنگ میں یہ پیشگوئی پوری بھی ہوچکی ہے کیونکہ پہلے ترکوں
کو ادنی الارض میں شکست فاش ہوئی پھر چتلجہ پر انکو فتوحات حاصل ہوئیں جنکا اقرار مخالفوں کی تاروں میں بھی موجود
ہے اسکے بعد کچھ عرصہ لڑائی بند رہی - اور جب پھر شروع ہوئی تو ترکوں کو پھر شکست ہوئی - اسطرح دونوں مندرجہ بالا الہام
علی الترتیب پوری ہوگئے - اور انکی سچائی کا ایک رنگ ہم نے دیکھ لیا - پھر بھی ہم امید کرتے ہیں کہ ان پیشگوئیوں کا انکشاف تام بھی انشاء اللہ تعالیٰ دوبارہ اپنے وقت پر ہوگا ؎

حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے آسمان پر جانیکا فیصلہ ہوگیا -

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے قبول کرنے کے لیئے سب سے پہلا امر
جس کا فیصلہ کرنا ضروری تھا وہ عام مسلمانوں کا یہ زعم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے عنصری
جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اب تک اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمانوں میں زندہ
موجود ہیں یہ ایک نہایت ہی مہم مرحلہ تھا جس کا فیصلہ کرنا سخت ضروری تھا - کیونکہ اگر یہ امر
حق ہو کہ واقعی مریمؑ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ

گئے تھے اور اب تک آسمانوں میں اسی خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں اور دوبارہ دنیا میں اُترنے کے منتظر بیٹھے ہیں تو پھر کسی دوسرے مدعی کی بات کو ہم سُن بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ جب اصل شخص خود زندہ موجود اور دوبارہ اُترنے کا منتظر ہے تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ وہ تو آسمان پر بیٹھے کا بیٹھا رہ جائے اور کوئی دوسرا اُس کا عہدہ غصب کرے۔ پس حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کا سارا دارو مدار اسی ایک عقیدہ پر تھا۔ کیونکہ اگر لوگوں کا یہ زعم واقعی ایک حقیقی اور سچّا امر تھا تو پھر حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ سراسر باطل ٹھہرتا تھا اور بالکل قابل شنوائی نہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوئے مسیحیت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے جو اعتراض کیا گیا تھا وہ یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم زندہ اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اسوقت وہ اسی خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں تو پھر انکی زندگی میں کسی اور شخص کی کیا مجال ہے کہ اُنکے مقام پر کھڑا ہو۔ چنانچہ شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علمائے ہندوستان و پنجاب کے ساتھ جو مباحثات کرنے پڑے اُن میں اسی مسئلہ پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا صدق یا عدم صدق اسی مسئلہ سے وابستہ ہے کیونکہ اگر واقعی اسرائیلی مسیح عنصری جسم کے ساتھ آسمانوں میں دوبارہ اُترنے کا منتظر بیٹھا ہے تو پھر کسی اور شخص کے ظاہر ہونے کا سوال ہرگز اس قابل نہیں کہ اُس پر ذرا بھی توجہ کی جاوے لیکن اگر یہ خیال درست نہیں یعنی حضرت مسیح ناصری اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر نہیں چڑھے بلکہ طبعی موت سے مر گئے تو پھر اس امر کے ماننے کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اسی اُمّت میں سے جو خیر الامم کہلاتی ہے کوئی شخص ایسا پیدا ہو جس کا نام خدائے تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ ابن مریم ہو۔ پس واقعی یہ ایک بڑا اہم مسئلہ اور عظیم الشان سوال تھا۔ اِس سلسلہ کے مخالف مولویوں نے اس بات کو خوب سمجھا اسلئے اُنہوں نے اسی ہتھیار سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کو توڑنے کی کوشش کی۔ وہ بڑی تیزی سے اس حربہ کی طرف دوڑے اور اُنہوں نے اپنے زعم میں یہ سمجھ لیا کہ بس اب ہم مرزا کے دعویٰ کا کام تمام کر دینگے۔ مگر جلدی ہی اُن کا دھوکہ دُور ہو گیا اور اُنہوں نے دیکھ لیا کہ جس چیز کو ہم نے ایک تیز حربہ سمجھا تھا

وہ تو ایک بوسیدہ مٹی کا ڈھیر ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں اوّل اوّل بڑے زور سے حیات عیسیٰ ابن مریم کو پیش کیا جاتا تھا اب اس مسئلہ سے وہ کوسوں دُور بھاگتے ہیں اور ہرگز پسند نہیں کرتے کہ اس مسئلہ پر بحث ہو کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا ہے کہ یہ ایک دھوکہ تھا جسمیں وہ مبتلا تھے اور یہ کہ قرآن شریف اور صحیح احادیث عیسیٰ ابن مریم کی وفات کی صریح الفاظ میں شہادت دے رہی تھا ہیں جس میں کسی قسم کے شک کرنے کی گنجائش نہیں اگر کسی نے میرے اس بیان کی تصدیق کرنی ہو تو وہ اہل حدیث امرتسر کے فائیل کو اُٹھا کر دیکھے ۔ اس اخبار کا ایڈیٹر اس سلسلہ حقہ احمدیہ کا سخت دشمن ہے اور ہمیشہ اس کا یہی کام ہے کہ جس طرح بن پڑے اس سلسلہ کی تکذیب کرے۔ مگر باوجود اسکے تم نہیں دیکھو گے کہ وہ اپنے پرچہ میں مسیح ناصری کی حیات پر بحث کرتا ہو بلکہ اُس نے اسکے متعلق ایک عقلمندانہ خاموشی کا طریق اختیار کر رکھا ہے اور جب کبھی اُسکے کسی بھولے بھالے خریدار نے اُسکی توجہ اس طرف پھیری ہے کہ وہ حیات مسیح ناصری پر کیوں پُرزور مضمون نہیں لکھتا تو وہ ہمیشہ یہ کہکر ٹال دیتا ہے کہ مَیں حیات مسیح پر اپنی تفسیر ثنائی میں بحث کر چکا ہوں ۔ احمدیوں سے بحث کرتے وقت مَیں اس امر پر بحث کرنا ضروری نہیں سمجھتا ۔ اُسکی اس حکمت عملی سے ایک عقلمند آدمی بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ احمدی جماعت سے بحث کرتے وقت وہ اس پہلو کو بہت کمزور پاتا ہے اور اُسے نظر آتا ہے کہ اس پہلو سے میری دال نہیں گلے گی ورنہ اگر حیات مسیح کے متعلق کوئی مضبوط دلیل اُسکے ہاتھ میں ہوتی تو وہ کبھی اُسکے پیش کرنے سے نہ رُکتا ۔ وہ خوب جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ چڑھ جانے اور خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر موجود ہونے کا خیال ایک لغو خیال ہے اسلیئے وہ اس پہلو پر آنے سے گریز کرتا ہے ۔ حالانکہ اگر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے روز روشن کی طرح یہ امر ثابت ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور یہ کہ وہ اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تو یہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے مقابل میں ایک ایسا حربہ اور عوام کو سمجھانے کا ایک ایسا آسان ذریعہ تھا کہ وہ اس کے استعمال سے کبھی پہلو تہی نہ کرتا ۔ غرض ہندوستان میں اور خصوصاً پنجاب میں وفات مسیح کا مسئلہ ایسا صاف ہو گیا ہے کہ مخالف خود سمجھ گئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بجسدہ العنصری بیٹھا ہوا خیال کرنا ایک

لغو اور بیہودہ خیال ہے۔ مگر خوشی کی بات یہ ہے کہ اُن اسلامی ممالک میں بھی جہاں عربی ایک مادری زبان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف وفات یافتہ یقین کیا جاتا ہے بلکہ علی الاعلان اخباروں میں بھی یہ عقیدہ شائع ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا چکے اور یہ کہ اُنکی رفع سے مراد یہ نہیں کہ وہ اپنے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے بلکہ اس سے صرف اُن کا قرب الٰہی ظاہر ہوتا ہے۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب گذشتہ سال حج پر تشریف لے گئے تو مصر کے ایک شیخ الاسلام سے اُنکی ملاقات ہوئی اور اُنہوں نے اُس سے حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سوال کیا کہ تمہارا عقیدہ اُنکی نسبت کیا ہے تو اُسنے صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ ہم اُن کو وفات یافتہ یقین کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی مخالف اس خبر پر یقین نہ کرے اسلئے ہم مصر کے ایک مشہور رسالہ المنار کی شہادت اس بارہ میں پیش کرتے ہیں۔ اس رسالہ کا ایڈیٹر وہی سید محمد رشید رضا ہے جسکو اہل الندوہ نے اپنے گذشتہ سالانہ اجلاس پر خصوصیت سے مصر سے بلایا اور اپنے اجلاس کا میر مجلس مقرر کیا تھا جس سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے علماء کے نزدیک اسکی قابلیت ایک مسلم امر ہے۔ اب دیکھئے کہ ایک ایسا عالم جسکو ہندوستان کے علماء نے مصر سے بلایا اور اپنے جلسہ کا صدر مقرر کیا وہ اس بارہ میں کیا لکھتا ہے۔ وہ اپنے رسالہ جلد ۱۵ نمبر ۱۱ صفحہ ۸۱۴ پر لکھتا ہے:۔ واما قوله تعالٰی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ فقد سبق نظيره فی سورة آل عمران وذلك قوله تعالٰی (۳: ۵۵ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) روی عن ابن عباس تفسير التوفی هنا بالاماتة كما هو الظاهر المتبادر وعن ابن جريج تفسيرها باصل معناها وهو الاخذ والقبض والمراد منه ومن الرفع انقاذه من الذين كفروا بعناية من الله الذی اصطفاه وقربه اليه۔ قال ابن جرير بسنده عن ابن جريج " فرفعه اياه توفيه اياه وتطهيره من الذين كفروا " ای ليس المراد الرفع الى السماء لا بالروح والجسد

ولا بالروح فقط - وعلی القول بان التوفی الاماتة لا یظھر للرفع معنی الا رفع الروح -

ناظرین دیکھیں اس جگہ سید محمد رشید رضا صاحب اُسی آیت کی تفسیر کرتے ہیں جسکو ہمارے مخالف اکثر اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیا کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھالیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسی مضمون کی آیت سورہ آل عمران میں گذر چکی ہے اور وہ آیت یہ ہے اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اس آیۂ کریمہ کا حوالہ دینے سے سید محمد رشید رضا صاحب کی غرض یہ ہے کہ جس رفع کا آیۂ کریمہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں ذکر ہے وہ وہی رفع ہے جو توفی کے بعد واقع ہوئی جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیۂ کریمہ سے ظاہر ہے۔ پھر توفی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جگہ توفی کے معنے اماتة (مارنا۔ موت دینا) کیئے ہیں اور یہی اس لفظ کے ظاہر اور مشہور اور مروجہ معنے ہیں۔ اور ابن جریج سے روایت ہے کہ یہاں توفی اپنے مادہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی اخذ و قبض (لینا۔ پکڑنا) اور توفی بمعنے قبض اور رفع سے مراد یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی عنایت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافروں سے چھڑایا اور اُنکو برگزیدہ کیا اور اپنا قرب عطا فرمایا۔ ابن جریر۔ ابن جریج کی روایت کی بنا پر کہتا ہے کہ رفع کے معنے یہ ہیں کہ خدائے تعالےٰ نے اُسکی توفی کی اور اُسکو کافروں سے پاک کیا۔ یعنی رفع سے یہ مراد نہیں کہ خدائے تعالےٰ نے اُسکو روح اور جسم کے ساتھ یا محض روح کے ساتھ آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔ اور اگر توفی کے معنے اماتة (موت دینا) کے کیئے جائیں تو پھر رفع سے سوائے رفع روحانی کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے ؛

ناظرین ملاحظہ فرماویں کہ سید محمد رشید رضا صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر توفی کے معنے قبض اور اخذ کے بھی کیئے جاویں اگرچہ یہ وہ معنے نہیں جن معنوں میں یہ لفظ اہل زبان میں رائج ہے مگر پھر بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر

اُٹھائے گئے جسم کے ساتھ یا محض روح کے ساتھ بلکہ اس سے مراد (جیسا ابن جریر لکھتا ہے) صرف یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں کے پنجہ سے نجات دی۔ اور اس سے رفع جسمانی تو کجا رفع روحانی بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر توفی کے وہ معنے کیئے جائیں جو معنے اہل زبان میں رائج ہیں یعنی اماتۃ تو اس صورت میں صرف روحانی رفع ثابت ہوتی ہے۔ رفع جسمانی کسی صورت میں بھی ثابت نہیں ہوتی خواہ توفی کے معنے قبض کرنیکے کیئے جائیں یا موت دینے کے۔ اسکے بعد سید محمد رشید رضا صاحب ان لوگوں کے قول کی تردید کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے وہ لکھتے ہیں:-

والمشهور بين المفسرين وغيرهم ان الله تعالى رفعه بروحه وجسده الى السماء ويستدلون على هذا بحديث المعراج اذ فيه ان النبى (ص) رأه هو وابن خالته يحيى فى السماء الثانية ولو كان هذا يدل على انه رفع بروحه وجسده الى السماء لدل ايضاً على رفع يحيى وسائر من رآهم من الانبياء فى سائر السموٰت ولم يقل بهذا أحد۔ یعنی مفسرین اور دیگر لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ آسمانوں کی طرف اُٹھالیا تھا اور معراج کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمعہ جسم آسمان پر چڑھ گئے تھے کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُنکے خالہ زاد بھائی حضرت یحیٰی علیہ السلام کے ساتھ دوسرے آسمان پر دیکھا تھا۔ لیکن اگر اس حدیث سے یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھا لیئے گئے تھے تو پھر اس سے یہ بھی استدلال کرنا چاہیئے کہ اسی طرح حضرت یحیٰی علیہ السلام بھی اور دیگر انبیاء بھی جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات آسمانوں پر دیکھا اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیئے گئے تھے مگر کوئی شخص اس کا قائل نہیں ہے (بلکہ اس حدیث سے تو اُلٹا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بھی اُسی راہ اور طریق سے عالم ارواح میں تشریف لے گئے ہیں جس راہ اور طریق سے دیگر انبیاء تشریف لیگئے یعنی موت کے دروازہ سے گذر کر۔ (ایڈیٹر ریویو)

اسکے بعد سید محمد رشید رضا صاحب امام رازی کے بیان کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں دیکھتے ہیں۔ وذکر الرازی ان المشبهة یستدلون بالآیة علی اثبات المکان لله تعالیٰ وذکر للرد علیهم وجوها (منها) ان المراد برافعك الیّ الی محل کرامتی وجعل ذلك رفعا للتفخیم والتعظیم ومثله قوله تعالیٰ حکایة عن ابراهیم انی ذاهب الیٰ ربی وانما ذهب من العراق الی الشام (ومنها) ان المراد رفعه الی مکان لا یملك الحکم فیه علیه غیر الله۔

یعنی رازی لکھتا ہے کہ مشبہہ فرقہ آیۂ رافعك الیّ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ سے خدائے تعالیٰ کے لیۓ مکان کا ہونا ثابت ہوتا ہے اور رازی نے اُن کے اس قول کو کئی وجوہ سے رد کیا ہے اور اُن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ میں اپنی طرف تجھے اُٹھاؤں گا سے مراد یہ ہے کہ میں اپنی عزت کے مقام کی طرف تجھے بلند کروں گا اور رفع کا لفظ تعظیم و تکریم کے لیئے استعمال کیا ہے۔ رافعك الیّ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول قرآن شریف میں بیان کیا گیا انی ذاهب الیٰ ربی میں اپنے رب کی طرف جاؤں گا۔ حالانکہ وہ آسمان کی طرف نہیں گئے تھے بلکہ ملک عراق سے چلکر ملک شام کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اور ایک اور وجہ یہ لکھی ہے کہ رفع سے مراد ایسی جگہ پہنچانا ہے جہاں اللہ کے سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور کسی شخص کی حکومت نہ تھی۔

ہمارے مخالف آیۂ کریمہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کو بہت پیش کرتے ہیں اور اس کی نسبت کہتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں ہیں بلکہ جب وہ بارہ

آدیں گے تو پھر اسکے بعد اُنکی وفات ہوگی۔ اس آیۂ کریمہ پر بھی المنار کا ایڈیٹر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

وان من اهل الکتاب ای وما من اهل الکتاب احد الا لیؤمنن به ای یؤمنن بعیسیٰ ایمانا صحیحا وهو انه عبد الله ورسوله وایته للناس قبل موته ای قبل موت ذالک الاحد الذی هو نکرة فی سیاق النفی فیفید العموم وحاصل المعنی ان کل احد من اهل الکتاب عند ما یدرکه الموت ینکشف له الحق فی امر عیسیٰ وغیره من امر الایمان فیؤمن بعیسیٰ ایمانا صحیحا فالیهودی یعلم انه رسول صادق غیر دعی ولا کذاب۔ والنصرانی یعلم انه عبد الله ورسوله فلا هو اله ولا ابن الله۔

یعنی اس آیۂ کریمہ کے معنے یہ ہیں کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی شخص نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان لاتا ہے۔ یعنی ہر ایک صاحب کتاب پر موت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں حق ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ اسوقت اُنپر صحیح ایمان لاتا ہے۔ یہودی کو اُسوقت معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ایک سچا نبی ہے۔ جھوٹا نہیں ہے اور نصرانی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کا ایک بندہ اور رسول ہے۔ خدا یا ابن خدا نہیں ہے۔

اسکے بعد وہ ہمارے مخالفین کے معنوں کی تردید کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

وذهب بعضهم الی ان المراد ان کل احد من اهل الکتاب یؤمن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وهذا مبنی علی القول بان عیسیٰ لما یمت وانه رفع الی السماء قبل وفاته وهم الذین اوّلوا قوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ وهم علی هذا یحتاجون الی تاویل النفی العام هنا بتخصیصه بمن یکون منهم حیا عند نزوله فیقولون: المعنی وما من احد من

اھل الکتاب الذین ینزل المسیح من السماء الی الارض وھم احیاء الا لیؤمنن بہ ویتبعنہ والمتبادر من الآیۃ المعنی الاوّل وھذا التخصیص لا دلیل علیہ وھو مبنی علی شیئ لا نص علیہ فی القران حتی یکون قرینۃ لہ والاخبار التی وردت فیہ لم ترد مفسرۃ للآیۃ ۔

یعنی بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ سے یہ مراد ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی شخص نہیں مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیگا۔ یہ معنے اس قول پر مبنی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں مرے اور یہ کہ وہ مرنے سے پہلے آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آیۂ کریمہ انی متوفیک و رافعک الیّ کو ظاہر معنوں سے پھیرا ہے۔ مگر باوجود اسکے وہ مجبور ہوئے ہیں کہ وان من اھل الکتاب میں جو عام نفی ہے اُسکی تخصیص کریں۔ اور عام اہل کتاب کو خاص کرکے صرف وہ اہل کتاب مراد لیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت زندہ موجود ہوں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ کے یہ معنے ہیں۔ کہ اُن اہل کتاب میں سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر اُترنے کے وقت زندہ ہونگے اُنہیں سے کوئی شخص نہ ہوگا مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور اُسکی اتباع اختیار کرے گا۔ مگر سچ یہ ہے کہ آیۂ کریمہ کے صاف اور ظاہر معنے وہی ہیں جو پہلے لکھے گئے ہیں اور ان لوگوں کے پاس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں آیۂ کریمہ میں تو عام اہل کتاب مراد ہیں مگر یہ لوگ بلا کسی قرآنی قرینہ یا نص کے اور بدون کسی دلیل کے انکی تخصیص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسے صرف وہی اہل کتاب مراد ہیں جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت زندہ ہونگے اور جو حدیثیں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں آئی ہیں وہ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں وارد نہیں ہوئیں۔ اگر سید محمد رشید رضا صاحب دوسرے معنوں کی تردید اور اپنے معنوں کی تائید میں دو امر اور بڑھا دیتے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ قبل موتہ کی دوسری قرأت قبل موتھم بھی ہے جو اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ قبل موتہ

کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں پھرتی بلکہ صاحب کتاب کی طرف پھرتی ہے۔
دوسرے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو آیۂ کریمہ وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الخ کے یہ معنے کرتے ہیں کہ سب کے سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر اسلام میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ مذکورہ بالا آیات سے پایا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا وجود قیامت تک رہے گا۔ اور نہ کبھی پہلے کسی نبی کے وقت میں ایسا
سید محمد رشید رضا صاحب اپنے معنوں کی تصدیق میں بہت سے دلائل اور قرائن پیش کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں :۔

اما المعنى الاول الذى هو الظاهر المتبادر من النظم البليغ فيؤيده ما ورد من اطلاع الناس قبل موتهم على منازلهم من الاخرة ومن كونهم يبشرون برضوان الله وكرامته او بعذابه وعقوبته ـ ففى حديث عبادة بن الصامت فى الصحيحين ان المؤمن اذا حضره الموت بشر برضوان الله وكرامته وان الكافر اذا حضر (بضم الحاء اى حضره الموت) بُشر بعذاب الله وعقوبته ـ وروى احمد والنسائى من حديث انس وغيرهما من حديث عبادة بن الصامت و عن عائشة زيادة فى حديث (من احب لقاء الله احب الله لقاءه ومن كره لقاء الله كره الله لقاءه) الذى فى الصحيحين وغيرهما وهى انهم قالوا يا رسول الله كلنا نكره الموت فقال "ليس ذالك كراهية الموت ولكن المؤمن اذا احضر جاءه البشير من الله بما هو صائر اليه فليس شىء احب اليه من ان يكون قد لقى الله فاحب لقاءه ـ وان الفاجر اذا احضر جاءه البشير من الله بما هو صائر اليه من الشر فكره لقاء الله فكره الله لقاءه"

م اور پھر فرماتا ہے وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ

وروى ابن مردويه وابن منده بسند ضعيف عن ابن عباس (ما من نفس تفارق الدنيا حتى ترى مقعدها من الجنة أو النار) وروى مثله ابن ابي الدنيا عن رجل لم يسم عن عليّ مرفوعا۔ فهذه الاحاديث تؤيد ماروي عن ابن عباس وغيره في تفسير الاية من كون الملائكة تخاطب من يموت من اهل الكتاب قبل خروج روحه بحقيقة امر المسيح، مع الانكار الشديد والتقبيح، ومما يؤيد هذه الحقيقة النص في سورة يونس على تصريح فرعون بالايمان حين ادركه الغرق۔ ولها دلائل اخرى كالاحاديث الواردة في عدم قبول التوبة عند الغرغرة والله اعلم۔

یعنی جو معنے پہلے لکھے گئے ہیں وہ ایسے معنے ہیں جو قرآن شریف کے الفاظ کی اعلیٰ درجہ کی ترکیب و ترتیب سے کھلے طور پر نکلتے ہیں اور وہ احادیث بھی ان معنوں کی مؤید ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ مرنے سے پہلے آدمیوں کو اس سے اطلاع دیجاتی ہے کہ آنیوالی زندگی میں اُنکو کیا پیش آنیوالا ہے۔ نیکوں کو رضاء الٰہی اور اعزاز خداوندی کی بشارت دیجاتی ہے اور بدوں کو خدائے تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے خبر دیجاتی ہے احمد اور نسائی انسؓ کی حدیث اور ان دو کے سوا اور عبادہ بن صامت کی حدیث سے روایت کرتے ہیں اور صحیحین میں جو یہ حدیث ہے کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہیگا خدائے تعالیٰ اُس سے ملنا چاہے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کریگا اللہ تعالیٰ بھی اُس سے ملنا ناپسند کریگا" اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بڑھاتی ہیں کہ صحابہؓ نے کہا کہ ہم میں سے کوئی بھی موت کو پسند نہیں کرتا۔ اسپر آپ نے جواب دیا کہ یہاں موت کی کراہت کا ذکر نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اُسکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بشارت دینے والا آتا ہے اور جو کچھ اُسکو ملنے والا ہے اُس سے اُسکو اطلاع دیتا ہے پس اُسوقت مومن کو کوئی چیز ایسی پیاری نہیں

ہوتی جیسا کہ خدا سے ملنا۔ اور خدائے تعالیٰ بھی اُس سے ملنا پسند کرتا ہے۔ اور جب فاجر کو موت آتی ہے تو اُس وقت اُسکے پاس بھی ایک فرستادہ آتا ہے اور جو عذاب اُسکو ملنے والا ہوتا ہے اُس سے اُس کو آگاہ کرتا ہے پس وہ خدائے تعالیٰ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ بھی اُس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی شخص اس دنیا سے جدا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بہشت یا دوزخ میں اپنی جگہ کو دیکھ نہیں لیتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک ایسی ہی مرفوع حدیث مروی ہے۔ پس یہ تمام حدیثیں اُس تفسیر کی تائید کرتی ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیۂ کریمہ زیر بحث کی کی ہے یعنی یہ کہ جب کوئی اہل کتاب میں سے مرتا ہے تو اُسکی روح کے نکلنے سے پہلے فرشتے حضرت مسیح علیہ السلام کی حقیقت کے بارہ میں اُس سے گفتگو کرتے ہیں اور اس حقیقت کی نص قرآنی بھی تائید کرتی ہے یعنی سورہ یونسؑ کی وہ آیت جس میں غرق ہونے کے وقت فرعون کے ایمان لانیکا ذکر ہے۔ اسکے سوا اور دلائل بھی ہیں مثلاً وہ احادیث جو غرغرہ کی حالت میں ایمان کے قبول نہ ہونے کے بارہ میں ہیں۔

دیکھو۔ اب یہ مسئلہ کیسا صاف ہو گیا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں چڑھے بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے مر چکے ہیں۔ یہ وہی مسئلہ ہے جسپر ہمارے مخالفین حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائے دعویٰ میں اسقدر شور مچایا کرتے تھے۔ اب تو ہندوستان کے باہر سے بھی یہی آواز آنے لگ گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہ کہ اُنکا اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر جانا ایک خیال باطل ہے اور خود ہندوستان کے مولوی بھی خوب سمجھ گئے ہیں کہ سچ یہی ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام آسمان پر نہیں چڑھے بلکہ قرآن شریف کے رُو سے وہ وفات پا چکے ہیں۔ اسلئے مباحثہ میں اُنکو کُھلے الفاظ میں اقرار کرنے سے تو شرم آتی ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے مگر اپنے بدلے ہوئے عقیدہ کو اپنی منطقیانہ طرز سے اس رنگ میں ظاہر کرتے ہیں کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ امر واقعہ نہ ہوتا تو فرض کے

رنگ میں بھی اسکو کبھی قبول نہ کرتے۔ چونکہ ایک طرف حیات مسیح کو ثابت کرنے سے اپنے تئیں عاجز پاتے ہیں دوسری طرف کھُلے الفاظ میں اپنے عجز کا اقرار کرنے سے گھبراتے ہیں اسلیئے یہ کہکر اپنا بچاؤ کرتے ہیں کہ ہم نے فرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں۔ یہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان اور آپ کا ایک معجزہ ہے کہ جن صداقتوں کے انکار کرنے میں لوگوں نے آپکے مقابل میں اسقدر شور مچایا تھا اب وہی صداقتیں دنیا میں قبولیت حاصل کر رہی ہیں فالحمد للہ علی ذلک۔ یہ ہیں حضرت مسیح موعود کی فتوحات جنکے سامنے تلوار اور توپ کی فتوحات کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ ہم رسالہ المنار جلد ۶ نمبر ا صفحہ ۱۰ سے ایک اور اقتباس یہاں درج کرتے ہیں جس سے ہماری اس تحقیق کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے زندہ اُترے اور زندہ ہی قبر میں رکھے گئے اور زندہ ہی حضرت یونس علیہ السلام کی طرح قبر کے پیٹ سے نکل آئے۔ ہمارے ملک کے مولوی صاحبان ذرا ذیل کے اقتباسات کو غور سے پڑھیں:-

ویروی عن بعض المدققین من علماء اوربة الاحرار وکذا الذین یسمون المسیحیین العقلیین ان الذي صلب لم یمت بل أغمی علیه فلما انزل ولف باللفائف ووضع في ذلك الناووس افاق وألقی اللفائف حتی اذا جاء الذین رفعوا الحجر لافتقاده خرج واختفی عن الناس حتی لا یعلم به أعداؤه۔ ومما اوردوا من التقریب علی هذا ان المصلوب لم یجرح منه الا کفاه ورجلاه وهي لیست من المقاتل ولم یمکث معلقا الا ثلاث ساعات وکان یمکن ان یعیش علی هذه الصفة عدة ایام وانه لما جرح بالحربة خرج منه دم وماء والمیت لا یخرج منه ذلك، بل قالوا ان ذلك لم یکن صلبا تاما کالمعتاد في تلك الأزمنة

ومن النقول المصرحة بشیوع هذا الرأي ما جاء في

(ص ۵۶۳ من کتاب ذخیرۃ الالباب، فی بیان الکتاب)
وھو: " فللہ کفرۃ والجاحدین فی تکذیب تلك المعجزۃ
مذاھب شتی ... فمنھم من استفزتھم مع ھرد واکّ و
بولس غنلب حماقۃ الجھل ووساوس الکفر الی أن قالوا
أن یسوع نزل عن الصلیب حیا ودفن فی القبر حیا۔"

یورپ کے بعض آزاد خیال محققین اور مسیحیوں کے ریشنلسٹ فرقہ کا یہ قول ہے کہ
جب یسوع کو صلیب پر لٹکایا گیا تو وہ مرا نہیں بلکہ اُسپر غشی طاری ہوگئی اور جب اُسکو اتارا
گیا اور کفن میں لپیٹا گیا اور قبر میں رکھا گیا (جو ایک چھوٹی کوٹھری کی طرح تھی) تو اُس کو
ہوش آگئی اور اُس نے کفن کے کپڑے اُتار دیئے اور جو لوگ اُس کا حال دریافت کرنے
کے لیئے آئے جب اُنہوں نے قبر کے مُنہ سے پتھر کو ہٹایا تو یسوع باہر نکل گیا۔ اور
اُس نے اپنے تئیں لوگوں سے مخفی رکھا تا اُس کے دشمن اُسکو معلوم نہ کرلیں اور جو امور
اس عقیدہ کی تائید میں پیش کیئے جاتے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ یسوع کی صرف
ہتھیلیاں اور پاؤں زخمی ہوئے تھے اور یہ زخم ایسے نہیں کہ انکے سبب ایک انسان
ہلاک ہوجائے۔ اور وہ صلیب پر صرف ۳ گھنٹے لٹکا رہا اور اگر وہ اس طرح کئی دن
بھی لٹکا رہتا پھر بھی زندہ رہ سکتا تھا۔ اور جب ایک حربہ کے ذریعہ اُسکو زخم دیا گیا
تو اُسکے بدن میں سے خون اور پانی نکل آیا اور مردہ میں سے اس کا نکلنا محال ہے۔
ان لوگوں کا قول ہے کہ وہ صلب تام نہیں تھا جیسا کہ اُس زمانہ میں رواج تھا۔
اس امر کی کہ یہ عقیدہ عام طور پر رائج تھا ایک نقلی شہادت کتاب ذخیرۃ الالباب
فی بیان الکتاب کے صفحہ ۵۶۳ پر ملتی ہے جہاں لکھا ہے کہ اس معجزہ کے منکرین کئی
مذہب رکھتے ہیں اُنہیں سے ایک گروہ وہ ہے جو ہرد واکّ اور بولس غنلب
کی طرح اپنی جہالت اور وسوسہ شیطانی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ یسوع صلیب سے
زندہ ہی اُترا اور قبر میں زندہ ہی رکھا گیا۔"
ناظرین غور فرماویں کہ جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اُسکی کسطرح ہر طرف سے

تصدیق ہو رہی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ زمانہ بہت قریب ہے جب کہ آپ کے عقائد ہی دنیا میں سچے عقائد یقین کیئے جاوینگے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس ملک کے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی بیان کردہ صداقتوں پر سب سے اوّل ایمان لانے والے ہوتے۔

مسیحی انجیلوں کا ایک جدید نسخہ

مجھے یہاں اس بحث کے چھیڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح ۳۲۵ء میں ایک کونسل میں بیٹھکر مسیحی لوگوں نے بہت سی انجیلوں میں سے صرف چار انجیلوں کو منتخب کیا اور نہ مجھے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت ہے کہ یہ چاروں انجیلیں ایسے گمنام آدمیوں کی تحریریں ہیں جنکے نام سے کوئی آگاہ نہیں اور یہ کہ یہ انجیلیں لکھنے والوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک لمبا عرصہ بعد لکھیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ یہ چار انجیلیں بھی اصلی حالت میں نہیں یعنی جس حالت میں انکے لکھنے والوں نے انکو لکھا اُس حالت میں ہمارے پاس محفوظ ہوکر نہیں پہنچیں بلکہ بگڑی ہوئی حالت میں پہنچی ہیں۔ اور انہیں بہت کمی بیشی کی گئی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ محرف و مبدل ہیں اس کا ایک آسان ثبوت یہ ہے کہ جو پرانے نسخے دستیاب ہوئے ہیں اُن میں اور موجودہ مروجہ نسخوں میں کلی تطابق نہیں ہے۔ اور نہ اُن پرانے نسخوں میں باہم کلی مطابقت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ گڑبڑ ابتداء سے چلی آئی ہے۔ بعض مشہور پرانے نسخے جو اسوقت موجود ہیں اور جو ایک دوسرے کے ساتھ اختلافات رکھتے ہیں یہ ہیں:۔

۱۔ کوڈیکس سینیٹی کس۔ (چوتھی صدی کا نسخہ)

۲۔ " وے ٹی کے نس (" ")

۳۔ سکندریہ کا نسخہ (پانچویں صدی کا نسخہ)

۴۔ کوڈیکس افریمی (" ")

نوٹ:۔ نسخہ ۴ کو درمیانی زمانہ کے ایک کاتب نے عمداً ایسا بگاڑا ہے کہ اب وہ پڑھا بھی نہیں جاتا۔

۵ - کوڈیکس بے زی جو اسوقت کیمبرج میں موجود ہے (چھٹی صدی)

علاوہ اُنکے اور بہت سے سریانی اور لاطینی زبان کے نسخے ہیں جن کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

ان نسخوں کے علاوہ حال میں ایک جدید نسخہ چار انجیلوں کا مصر سے دستیاب ہُوا ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ چوتھی یا پانچویں صدی کا لکھا ہُوا ہے اسکے ظہور نے موجودہ اناجیل کے محرف و مبدل ہونے کو اور بھی آشکارا کر دیا ہے اور بعض اسمیں ایسی عبارتیں ہیں جو کسی دوسرے نسخے میں نہیں پائی جاتیں۔ چھ سال ہوئے کہ یہ نسخہ ملا تھا۔ اُسوقت اتفاق سے مصر میں ایک امریکہ کا تعلیم یافتہ اور دولتمند امیر مسٹر سی ایل فری آر موجود تھا اُس نے بہت سا روپیہ دیکر یہ نسخہ خرید لیا۔ اس جدید نسخہ کے ابتدائی حالات تو اُسی وقت شائع ہو گئے تھے اور اُسکے چند صفحوں کے عکس سے یہ تو ثابت ہو گیا تھا کہ یہ نسخہ بہت پرانا ہے غالباً چوتھی یا پانچویں صدی کا اور یہ بھی ثابت ہو گیا تھا کہ اسکی عبارتیں بھی موجودہ انجیلوں اور دوسرے نسخوں سے نرالی ہیں خصوصاً مرقس کی انجیل کے آخر میں بہت سے ایسے فقرے ہیں جو دنیا کے کسی دوسرے نسخے میں نہیں پائے جاتے مگر پوری رائے ظاہر کرنے کے لیئے یہ ضروری تھا کہ یہ سارا نسخہ پورے کا پورا ہمارے سامنے ہو۔ مسٹر فری آر نے اس نسخہ کے شائع کرنے کا کام میچیگن یونیورسٹی کے سپرد کیا۔ اور اس یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر ایچ۔ اے سینڈرس نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

اب جب یہ جدید نسخہ تمام شائع ہو چکا ہے تو موجودہ مروّجہ نسخوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے دیکھا گیا ہے کہ اس جدید نسخے اور مسیحیوں کی اُن انجیلوں میں جن کو وہ مستند کہتے ہیں اور جو اُن میں آجکل رائج ہیں سخت اختلاف ہے۔ اس نسخہ میں اناجیل کو حسب ذیل طریق سے ترتیب دی گئی ہے۔ ۱۔ متی کی انجیل۔ ۲۔ یوحنا کی انجیل۔ ۳۔ لوقا کی انجیل۔ ۴۔ مرقس کی انجیل۔ موجودہ نئے عہدنامہ میں ترتیب حسب ذیل ہے۔ ۱۔ متی۔ ۲۔ مرقس۔ ۳۔ لوقا۔ ۴۔ یوحنا۔ خیر یہ تو کوئی بڑا اختلاف نہیں۔ اگرچہ اگر کوئی پرانا قرآن شریف کا نسخہ ایسا ملجاتا جس میں سورتوں کی ترتیب وہ نہ ہوتی جو صحیح قرآن شریفوں میں ہے۔ تو مسیحی لوگ کبھی ہمیں آرام نہ لینے دیتے۔

متی کی موجودہ انجیل اور جدید نسخہ میں ۱۱ باب میں کئی ایک ورسوں کا اختلاف ہے۔
وے ٹی کے نس اور سینیٹی کس کے نسخے مروجہ متی کی انجیل سے بہت اختلاف رکھتے ہیں۔
یوحنا کی انجیل اور جدید نسخے میں بڑا فرق ہے۔ . . . .

. . . .

حوض کا نام موجودہ یوحنا کی کتاب میں بیت حسدا ہے (دیکھو ۵ باب۔ ورس ۲)
اس انجیل میں حوض کا نام بیت صیدا ہے اور یہی نام نسخہ وے ٹی کے نس میں ہے۔
موجودہ انجیل یوحنا باب ۵ ورس ۴ میں یہ فقرہ ہے جو پانی کے ہلنے کے منتظر تھے۔
وے ٹی کے نس کے نسخہ میں یہ عبارت ندارد ہے۔ موجودہ یوحنا کی کتاب باب ۵ ورس ۴
میں لکھا ہے کہ "ایک فرشتہ بعضے وقت اُس حوض میں اتر کے پانی کو ہلاتا تھا اور پانی
کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اُس میں اترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو اُس سے
چنگا ہو جاتا تھا" وے ٹی کے نس کے نسخہ میں اس فرشتہ کا ذکر بالکل ندارد ہے اور
ایسا ہی اس نئی انجیل میں بھی یہ ذکر بالکل مفقود ہے۔ اس کے بعد آخر تک جہاں جہاں
نسخہ وے ٹی کے نس اور دیگر نسخوں میں اختلاف ہے وہاں یہ نئی انجیل زیادہ تر
وے ٹی کے نس کے متروک نسخہ کے مطابق ہے۔ اسکی ایک مشہور مثال یوحنا کا باب ۱۹
ورس ۲۹ یہاں یہ نسخہ وے ٹی کے نس اور سینے ٹی کنس سے ملتا ہے اور باقی تمام
نسخوں اور موجودہ مروجہ انجیل سے مختلف ہے۔
لوقا کی انجیل کے پہلے ۲ بابوں میں یہ نیا نسخہ بجائے مروجہ انجیل اور دیگر نسخوں کے
وے ٹی کے نس کے متروک نسخے کے مطابق ہے مثلاً باب اول ورس ۲۹ میں جو یہ فقرہ ہے
"تو عورتوں میں مبارک ہے" یہ اس نئے نسخہ میں بالکل ندارد ہے ایسا ہی وے ٹی کے نس
اور سینے ٹی کس کے نسخوں میں یہ فقرہ ندارد ہے۔ باب ۲ ورس ۲۴ لوقا کی مروجہ انجیل میں
حسب ذیل ہے "زمین پر سلامتی اور آدمیوں سے رضامندی ہووے" مگر نئی
انجیل لوقا میں یہ عبارت حسب ذیل ہے "زمین پر آدمیوں کے درمیان سلامتی ہووے
جن پر وہ راضی ہے" اسی طرح ۶ باب۔ ورس اول کے الفاظ "دوسرے بڑے سبت کو"

اس نئی انجیل میں ترک کر دیئے ہیں۔

لوقا کے آٹھویں باب سے لیکر آخر تک یہ نئی انجیل اسکندریہ کے نسخے سے زیادہ مطابق ہے۔ لوقا کے آخری بابوں میں جو خونی پسینہ کے واقعہ کا ذکر ہے* اس نئی انجیل میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ ایسا ہی سکندریہ کے نسخے اور وے ٹی کے نس میں بھی اس کا ذکر ندارد ہے۔ ایسا ہی جس فقرہ پر مسیحی صاحبان بہت فخر کیا کرتے ہیں کہ صلیب پر لٹکے ہوئے یسوع مسیح نے یہ دعا کی تھی کہ اے باپ ان لوگوں کو بخشدے جنہوں نے مجھے صلیب پر لٹکایا ہے اور اس امر کو مسیح کے اعلیٰ اخلاق کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں یہ فقرہ بھی اس نئی انجیل میں ندارد ہے ایسا ہی وے ٹی کے نس اور بے زی کے نسخوں میں یہ فقرہ پایا نہیں جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے یہ فقرہ یسوع مسیح کی بڑائی ظاہر کرنیکے لیئے جعلی طور پر درج کر دیا اور اس فقرہ کے جعلی ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اس دعا نے اپنی قبولیت کا کوئی اثر ظاہر نہیں کیا بلکہ برخلاف اسکے اس فعل کی سزا میں یہود مورد غضب الٰہی ہوئے اور واقعہ صلیب کو ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا تھا کہ رومیوں کے ہاتھ سے خدائے تعالیٰ نے یروشلم کے یہود کو عبرتناک سزا دی۔ مسیحیوں کے اعتقاد کے بموجب یسوع مسیح خود خدا تھا۔ پس اگر یہ کلمات یسوع مسیح نے واقعی بولے تھے تو پھر کیوں اپنے قول کے برخلاف یہود کو سزا دی۔

لوقا باب ۲۴ ورس ۳۶ کے مقابل میں نئی لوقا کی انجیل میں ایک بالکل نیا فقرہ ہے جو مروّجہ لوقا کی کتاب میں ندارد ہے اور وہ فقرہ یہ ہے۔ ”میں ہوں۔ ڈرو مت“۔

اس نئے اناجیل کے مجموعے میں جو لوقا کی کتاب ہے اُس میں کئی ایسی عبارتیں ہیں جو بالکل نئی ہیں اور کسی دوسرے نسخے میں اُنکا پتہ نہیں چلتا۔ اور نہ مروّجہ لوقا کی انجیل میں اُن کا نام و نشان پایا جاتا ہے۔ مرقس باب ۱۔ ورس ۲۷ کی عبارت مروّجہ کتاب میں اور طرز پر ہے اور اس نئی لوقا کی کتاب میں اور طرز پر ہے۔ اسی طرح مرقس باب ۹۔ ورس ۲۴ میں یہ لفظ ہیں۔ ”اس لڑکے کا باپ چلّایا“ نئی مرقس میں لکھا ہے ”اس لڑکے کی روح چلائی“۔ اس نئی انجیل کی سب سے عجیب اور دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ لوقا کی مروّجہ انجیل کے

* لوقا باب ۲۲ ورس ۴۴

آخری باب کی ۱۴ ورس کے آگے اس نے ایک بہت لمبی عبارت درج کی ہے جو مروجہ مرقس کی انجیل میں بالکل ندارد ہے ۱۴ ورس جس کے بعد یہ جدید عبارت نئی انجیل میں پائی جاتی ہے اس طرح پر ہے آخر وہ ان گیارھوں کو جب وے کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور انکی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی" اسکے بعد یہ نئی انجیل ایک بہت طویل عبارت درج کرتی ہے جو مروجہ انجیل مرقس میں بالکل مفقود ہے اُس عبارت کا اردو ترجمہ یہ ہے " انہوں نے عذر کیا اور کہا کہ یہ باجنت اور کفر کا زمانہ شیطان کے تحت میں ہے جو ناپاک روحوں کی وساطت سے اجازت نہیں دیتا کہ خداوند کی سچی طاقت فہم میں آجائے۔ انہوں نے مسیح کو کہا کہ آپ فوراً اپنی راستبازی کا انکشاف فرما دیں اور مسیح نے انکو جواب میں کہا " شیطان کے غلبہ کا زمانہ ابھی پورا نہیں ہوا اگرچہ اُس کا خاتمہ قریب آرہا ہے۔ اُن لوگوں کی خاطر جنھوں نے گناہ کیئے ہیں میں موت کے حوالے کیا گیا تھا تاکہ وہ حق کی طرف واپس آدیں اور پھر گناہ نہ کریں۔ بلکہ آسمان میں صداقت کے لازوال جلال کے وارث ہوں۔ لیکن تم تمام دنیا میں وغیرہ وغیرہ"

اب دیکھو نئی انجیل مرقس کی جو اسوقت نکلی ہے اس میں یسوع مسیح اور اُنکے شاگردوں کا یہ کیسا ہی دلچسپ مکالمہ درج ہے جس سے اسوقت تک مسیحی دنیا محروم رہی۔ اب چاہیئے کہ کلیسیا ان قیمتی کلمات کو جو اُنکے خداوند اور بزرگ رسولوں کے مُنہ سے نکلے اپنی مرقس کی انجیل میں درج کرکے اس کتاب کی تکمیل کریں۔ کیا اب بھی پادریصاحبان ناواقف لوگوں کو یہی کہیں گے کہ خداوند کا کلام جو ہمارے پاس ہے بالکل غیر مبدل اور پورا پورا مستند ہے اور مسلمانوں کا یہ کہنا کہ یہ کتابیں محرف و مبدل ہیں غلط ہے اگر مسیحیوں کی موجودہ کتابیں بالکل درست اور صحیح اور کامل تھیں تو انکی پردہ دری کے لئے یہ نئے نسخے کیوں نکلتے آتے ہیں جن میں بالکل نئی عبارتیں درج ہیں۔ کیا اب بھی تحریف ثابت نہیں ہوئی ؟ -

رپورٹ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ مئی ۱۹۱۲ء

زکوٰۃ :- آمد للعہ اور خرچ ما ہے مُوا - ۱۲ ۵ر ۴ پہ

یتامیٰ :- آمد ۱۹ اور خرچ ۵/۴/۱۰ ہوا - ایک لڑکا یتیم درزی خانہ میں کام سیکھنے کے لیئے اصل اخراجات پر لیا گیا -

تعلیم :- امتحان انٹرنس کا نتیجہ نکل گیا - گیارہ طلباء میں سے سات کامیاب ہوئے درزی خانہ میں ۱۴ طلباء کام سیکھ رہے ہیں -

اشاعت اسلام :- ماہ مئی ۱۹۱۳ء کے اخیر خریداران ریویو انگریزی میں چار کی ریویو اردو میں ۱۰ کی بیشی ہوئی فالحمد للہ علیٰ ذالک - اور تعداد خریداران تفسیر القرآن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی -

مقبرہ :- اس ماہ ایک موصیہ عورت اہلیہ منشی محمد وزیر خاں صاحب فوت ہو کر دفن مقبرہ ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون - تیرہ وصایا آئیں - اور مندرجہ ذیل موصیوں نے بحساب وصیت ذیل کی رقوم بھیجیں -

(۱) ولایت بی بی زوجہ میاں کریم بخش صاحب مرحوم ساکن قادیان عہ

(۲) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن راولپنڈی ما/۱۰

(۳) چودھری نصر اللہ خاں صاحب وکیل سیالکوٹ سہ

(۴) دولت خاں صاحب محرر پولٹیکل ایجنٹ ستونگ ۔ دعہ

(۵) نور محمد صاحب محافظ دفتر گلگت سہ

(۶) ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب کوئٹہ ۴عہ

(۷) چودھری عبد الحی خاں صاحب پوسٹماسٹر دیپالپور عہ

(بحساب اہلیہ مرحومہ)

(۸) بابو عبد الرحمٰن صاحب قسملہ ۱۰/۴عہ

جملہ سکرٹری صاحبان کسی موصی کا روپیہ بھیجتے وقت اطلاع دیا کریں کہ کس صاحب کی وصیت کے حساب میں وہ رقم بھیجتے ہیں تا اسکے کھاتہ میں اندراج ہو ورنہ غیر محل پر اندراج ہو کر حساب غلط ہوتا ہے -

بیت المال :- اس ماہ مہمان بکثرت حیدر آباد - کٹک - ایران - شام - عراق - مدینہ منورہ

ہانگ کانگ - کابل - لاہور- فیروزپور- وغیرہ سے تشریف لائے- دونوں وقت کھانا کھانے والوں کی تعداد ساڑھے چار سو کے قریب ہے - لنگر کا خرچ یوماً فیوماً ترقی پر ہے مگر آمد کم چنانچہ اسی وجہ سے لنگر کا قرضہ بڑھ رہا ہے - احباب توجہ فرماویں اور اس قرضہ کی ادائگی کی کوئی راہ سوچیں اگر مقامی ضروریات کے فنڈ سے تھوڑا تھوڑا روپیہ سب انجمنیں بھیجدیں تو یہ قرضہ کم ہو سکتا ہے-

دفتر سکرٹری:- حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم - اے سکرٹری صدر انجمن احمدیہ ترجمۃ القرآن کی تکمیل کی غرض سے کچھ عرصہ کے لئے مری جگہ تشریف لے گئے ہیں جملہ احباب کی اطلاع کے لیئے اُن کا اعلان ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

ضروری اطلاع

سب احباب کی خدمت میں التماس ہے- کہ مَیں یکم جون سے حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت سے تکمیل ترجمہ قرآن کریم کی غرض سے کوہ مری پر چلا گیا ہوں- اور ہر قسم کی خط وکتابت جس کا تعلق میری ذات سے نہ ہو- وہ سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان سے کرنی چاہیئے- میرے پاس خطوط یہاں آنے سے علاوہ اسکے کہ جس غرض کیلیئے مَیں آیا ہوں یعنی ساری توجہ ترجمہ پر صرف کرنیکی غرض مفقود ہوتی ہے- یہ بھی نقصان ہوتا ہے کہ ایک تو ان خطوط کی جلد تعمیل نہیں ہو سکتی دوسرے محصول ڈاک کا دو بار خرچ پڑتا ہے- اگر کوئی میرے احباب سے پرائیوٹ خط لکھنا چاہیں تو میرا پتہ پنجاب ڈیری ہوس- مال روڈ مری ہے-

تعمیر:- قبل ازیں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان دو تین بار بذریعہ سرکلر احمدیہ انجمنوں کے پریذیڈنٹوں اور سکرٹریوں کو فنڈ عمارت کی نازک حالت سے آگاہ کر چکے ہیں- اسوقت صرف اس فنڈ میں ہی روپیہ نہیں بلکہ عمارت پر دوسرے فنڈوں کا روپیہ خرچ کر دینے کی وجہ سے وہ بھی اسوقت خالی ہو گئے ہیں- کیونکہ گورنمنٹ سے تیس ہزار روپیہ لینے کی خاطر عمارت کا کام توجہ سے اور اعلیٰ پیمانہ پر جاری رکھنا پڑا اور اس فنڈ کے روپے کے علاوہ دیگر مدات کا روپیہ صرف کر دینے میں بھی دریغ نہیں کیا چنانچہ

مارچ ۱۹۱۳ء کے گذرنے سے پہلے پہلے تیس ہزار روپیہ لیا گیا۔ علاوہ اسکے سکول کے آئے دن کی ضروریات اس امر کی متقاضی تھیں کہ جس طرح ہوسکے عمارت مدرسہ کو جلد مکمل کیا جاوے اسلئے ابھی نیچے کی منزل پورے طور پر مکمل نہ ہوئی تھی کہ مدرسہ وہاں لگا یا گیا۔ فنڈ کی یہ نازک حالت ہے کہ کئی دنوں سے عمارت کا ایک ہزار کا ایک بل پڑا ہے جو ابتک ادا نہیں ہوسکا اور اگر برسات سے پہلے پہلے نیچے کی منزل تیار نہ ہوئی تو جسقدر کام ہوچکا ہے اسے برآمدہ کے بغیر برسات سے سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے ہمارے سب کام خدا کے سپرد ہیں اور اسی پر ہمارا توکل وبھروسہ ہے جس طرح وہ پہلے اپنے فضل سے پورے کرتا رہا ہے۔ اب بھی کریگا۔ مگر انسان کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرکے پوری کوشش کرے۔ اسوقت فی الواقع اضطراری حالت ہے۔ مگر ہم خدا کی رحمت سے ناامید نہیں۔ بلکہ اسکی نصرت کے امیدوار ہیں حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات بابرکات نے بھی اسکے متعلق باہر بعض احباب کو خطوط تحریر فرمائے ہیں تاکسی طرح کام جاری رہے۔ اور کام میں حرج نہ ہو۔ اسلئے میں بھی اس کے ذریعہ آپکی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ جس طرح سے ہوسکے آپ خود بھی ایسے نازک موقعہ پر امداد سے دریغ نہ فرمائیں اور دیگر احباب کو بھی پورے زور سے ساتھ شامل ہونیکے لئے کہیں۔ یہ وقت ایسا ہے کہ اسوقت کا خرچ کرنا ایک خاص درجہ رکھتا ہے۔ امید ہے کہ آپ ضرور توجہ فرما دینگے۔ اور ان احباب سے جنکے چندہ تعمیر کے متعلق وعدے ہیں چندہ وصول فرماکر جلد روپیہ بھیجیں گے۔

دفتر محاسب:۔ اس ماہ کل آمد ۶۱۲۵-۸-۴ اور خرچ ۹۷۷۶-۲-۷ ہوا یعنی خرچ آمد سے تین ہزار چھ سو پچاس کے قریب زیادہ ہوا۔ لنگر خانہ ومدرسہ احمدیہ بہت مقروض ہورہا ہے۔

شفاخانہ:۔ تعداد کل مریضان ۱۸۱۳ اس ماہ تھی۔ انمیں ۸۰۶ نئے مریض آئے مائینر اپریشن ۱۲ ہوئے۔

شیر علی قائم مقام سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو سے ہمدردی کا عملی ثبوت

بابو محمد منظور الٰہی صاحب احمدی۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور تحریر فرماتے ہیں کہ جو بھائی ریویو کی خریداری منظور کرکے سالانہ قیمت نقد ادا کر دیگا۔ یا جو پرانا خریدار ایک نیا خریدار پیدا کرکے اسکی سالانہ قیمت دفتر ریویو میں

اداکروادیگا۔ انکے لیئے البشریٰ یعنی مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل و آثار مبارکہ یعنی ڈائری حضرت مسیح موعودؑ جلد اول جن کی مجموعی قیمت ۵۰ ر ہے۔ کی خریداری میں خاص رعایت کردیگا۔ یعنی اُنسے بجائے ۵۰ رکے ۱۲ رہر دو کتب کے علاوہ محصولڈاک لیئے جاوینگے۔ ایسے دوست جو۔ نئے خریدار ریویو کے بنیں یا نیا خریدار پیدا کریں درخواست خریداری کتب کے ہمراہ رسید دفتر ریویو مجھے بھیجدیں۔ امید ہے کہ احباب اس نادر موقعہ کو رائگاں نہ جانے دینگے۔ اور اس رعایت سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرینگے۔ ایسی تمام درخواستیں بابو صاحب موصوف کے نام مذکورہ بالا پتہ پر جانی چاہئیں ؛

ریویو

الفضل :۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اور اسم گرامی ہماری تعریف اور توصیف کا محتاج نہیں۔ جس قدر روحانیت میں آپ کو خدا تعالےٰ نے کمال دیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ آپنے خداداد علمی لیاقت ورثہ میں پائی ہے۔ قوم کا سچا درد اور اسکا درمان سوچنا آپ کا رات دن کا شغل ہے۔ اس برگزیدہ انسان کے لخت جگر نے اپنی قوم کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو دیکھکر باجازت حضرت خلیفۃ المسیحؑ یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ ایک ہفتہ وار اخبار بنام الفضل جاری کرکے قوم کو اپنے روحانی فیض اور مفید مشوروں سے بہرہ اندوز کرے۔ اخبار کیسا ہوگا؟ اور اس کے اغراض و مقاصد کیا ہوں گے؟ اسکے متعلق اخبار کا پراسپکٹس قاضی اکمل صاحب مینجر تشحیذ سے منگوا کر ملاحظہ فرمادیں ہم صرف اتنا کہہ دیتے ہیں۔ کہ اخبار اپنی شان میں انشاء اللہ تعالیٰ نرالا ہوگا۔ قیمت اخبار پیشگی للعہ رسالانہ ہے۔ پہلا پرچہ اُمید ہے کہ اس رسالہ کے نکلنے تک شائع ہوچکا ہوگا۔

پیغام صلح :۔ آجکل تعلیم یافتہ اصحاب کے دماغوں پر جسقدر پریس کی حکومت ہے۔ وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ اسلیئے اپنے خیالات اور اسلام کی سچی تعلیم کا اخبار کے ذریعے لوگوں تک پہنچانا بہت مفید اور کارآمد کام ہے۔ اسی غرض کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمارے محترم لاہور کے اصحاب نے پیغام صلح سوسائٹی قائم کرکے اسکے زیر اہتمام اخبار پیغام صلح جاری کرنیکا اعلان کیا ہے۔

جس کے آنریری ایڈیٹر جناب خواجہ کمال الدین صاحب ہونگے۔ ہمیں اس بات کا اظہار کرنے میں کچھ بھی تامل نہیں۔ کہ آجتک تمام ہندوستان میں ہندوؤں مسلمانوں کا ایک بھی ایسا اخبار نہیں۔ جو ہفتہ میں تین بار نکلتا ہو۔ اور پھر اتنی کم قیمت چارج کرتا ہو۔ پیغام صلح سوسائٹی نے پانچ پانچ روپے کے حصص مقرر کیئے ہیں۔ ہر ایک حصہ دار پیغام صلح کا ممبر ہوگا۔ اخبار کی سالانہ قیمت ۶ روپے اور طلباء سے للعہ وصول کی جاویگی۔ مفصل حالات کے لیئے ناظرین جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس و آنریری جنرل سکرٹری پیغام صلح سوسائٹی لاہور سے اخبار کا پراسپکٹس منگواکر ملاحظہ فرماویں ؛

مہدی و مسیح آگیا:۔ جناب قاضی فضل کریم صاحب نے اس نام کا ایک ٹریکٹ شائع کرکے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے رو سے ثابت کیا ہے۔ کہ مسیح موسوی دوبارہ کبھی بھی نازل نہیں ہونگے۔ کیونکہ وہ من بعد موسیٰ تھے۔ من بعد محمد کیسے ہو سکتے ہیں صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے کافتہ للناس کیسے کہلا سکتے ہیں۔ بلکہ اُمت محمدیہ میں سے ہی ایک ایسا بشر پیدا ہوگا جسکا درجہ مسیح موسوی سے ارفع اور اعلیٰ ہوگا۔ کیونکہ وہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا کے تحت میں ہوگا۔ مفید اور جامع ٹریکٹ ہے۔ بڑے سائز کے رنگین کاغذ کے تین ورقوں پر نہایت اعلیٰ اور خوشخط چھپواکر مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ شائقین قاضی فضل کریم صاحب احمدی لنڈا بازار نولکھا۔ لاہور سے منگواکر مخالفین میں تقسیم کرکے اجر حاصل کریں ؛

حضرت مسیح موعودؑ کا دو عیسائیوں میں محاکمہ، کے نام سے جناب محمد یمین صاحب احمدی تاجر کتب قادیان نے چودہ صفحے کا ایک ٹریکٹ از کلمات طیبات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چھپواکر شائع کیا ہے۔ جس میں انجیل کی خام اور خلاف فطرت تعلیم اور اسکے مقابلہ میں قرآن شریف کی مکمل تعلیم کا پُرزور دلائل سے ثبوت دیا گیا ہے۔ دو پیسے قیمت ہے باہمت اصحاب متعدد کاپیاں منگواکر ملک میں مفت تقسیم کریں۔ اور اجر عظیم حاصل کریں ؛

عیسائی مذہب کا فوٹو:۔ جناب محمد یمین صاحب قادیان سے طلب فرماکر اور مفت تقسیم فرماکر ثواب حاصل کریں قیمت ا ر عہ میں ۲۰ نسخے ؛

بقایا صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم جون ۱۹۱۳ء

صیغہ	رقم
تعلیم	۴۷۱۶-۱۲-۸
اشاعت	۲۲۳۳-۶-۸
تعمیر	۶۲۶-۱۰-۲
یتامیٰ	۴۹۷-۶-۸
مساکین	۷۸۳-۱۳-۱۱
امانت	۱۴۱۳-۱۲-۹
زکوٰۃ	۳۱۰۵-۱۳-۸
بورڈران احمدیہ	۴۴-۱۰-۶
ہالی	۱۱۳-۲-۵
مستقل فنڈ	۳۹۱۲-۲-۶
	۱۷۴۴۷-۱۱-۱۱
منہا کردہ فاضل	۵۳۹۵-۱۳-۲
	۱۲۰۵۱-۱۴-۹
منہا کردہ پیشگی	۱۱۳۳۲-۷-۹
	۷۱۹-۷-۰

تفصیل پیشگی

صیغہ	رقم
تعمیر	۵۶۱۰-۰-۳
تعلیم	۲۲۰۳-۰-۰
مدرسہ احمدیہ	۵۰۰-۰-۰
متفرقات	۱۰۴۱-۷-۶
مقبرہ	۳۸۵-۰-۰
بیت المال	۳۹۳-۰-۰
اشاعت	۱۲۰۰-۰-۰
میزان	۱۱۳۳۲-۷-۹

تفصیل فاضل

صیغہ	رقم
متفرقات	۷۴۲-۱۳-۸
بیت المال	۳۵۴۲-۱۴-۱۰
مدرسہ احمدیہ	۹۵۴-۶-۹
مقبرہ	۱۵۵-۹-۱۱
	۵۳۹۵-۱۳-۲

محمد اشرف — ناظر

خلیفہ رشید الدین — محاسب

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدس نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں (۱) انسانی کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کیحالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب۔ (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۸ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو ولایت سے چھپکر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت عہ

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں۔ اور عجیب ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لیے اور مطلب نہ سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَر کے نیچے نہیں آتا۔ اسلیئے ہر ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ کم سے کم آخری پارہ کا ترجمہ پڑھ لے اور حفظ کرے اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کروائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم موٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ صرف ۳ر

پارہ الم مترجم

ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح قیمت ۳ر

رسالہ اسلام بزبان انگریزی

مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی خوبی اور تعریف کے لیئے حضرت مولوی صاحب کا نام ہی کافی شہادت ہے۔ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱؍ محصولڈاک ۱ر

درخواستیں بنام مینیجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

اطلاع:۔ خریداران ریویو کیخدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہوجائے تو معاف فرماویں

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے — لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۲ — بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء — مطابق شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۷

چندہ سالانہ — عام عا طلباء سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شایع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یسوع کی پیشگویاں*

انبیاء کیوں آتے ہیں؟ صحیفہ نیچر کی آیات کو غور سے تلاوت کریں یا قانون قدرت کی دفعات کا بنظر امعان مطالعہ کریں ہر صورت میں خداوند تعالیٰ کا ایک خاص قانون خاص حالات کے ماتحت کام کرتا ہوُا دکھائی دیتا اور صانع حقیقی کی یکتائی اور وحدانیت پر شاہد عادل کی طرح زبان حال سے بول رہا ہے کہ تغیر سے بری۔ فنا سے پاک۔ ازلی۔ ابدی اور بے ہمتا ایک ہی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اجرام فلکیہ کی روشن انجمن میں سے کسی ایک . . . . . ممبر کو لے لو یا باران رحمت کے چھوٹے سے چھوٹے موتی کو جوہری مشاہدہ کی آنکھ کے سامنے لا دیکھو ہر حالت میں تم پر ظاہر ہوگا کہ علیٰ کل شئ محیط کے حکم کا اطلاق جس ہستی پر ہوتا ہے وہ شریک رکھنے سے بری اور واحد و بے مثل ہے اس ہستی کے قائل گو فلاسفر بھی ہیں اور اس "سبب اعظم" کو واحد ماننے میں انبیاء علیہم السلام کے گروہ کی تائید کرتے ہیں لیکن خدا کے نبی تو دنیا میں آتے ہی اس غرض سے ہیں کہ بھولے بھٹکے لوگوں کو شرک کی تاریکی سے نکالیں اور خدائے واحد کے چمکتے ہوئے چہرے کا جوئیندگان حق کو جمال کرائیں۔

اس زمانہ کا شرک ہر زمانہ کا شرک علیحدہ ہوتا ہے اسلیئے مامور من اللہ بھی ہر رنگ

* مترجمہ ماسٹر عبدالرحیم صاحب۔

میں ہی آتا ہے اور نئے نئے حربوں سے اصنام پرستی کے لشکر کو شکست دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں گو ایک دھات کے بچھڑے کو خدا بنالیا تھا لیکن وہ لوگ اسقدر ترقی یافتہ باخبر اور متمدن نہ تھے جیسے کہ آجکل ہیں۔ تعجب تو اس زمانہ کی متمدن اقوام پر ہے جنہوں نے ایک یہودی عورت کے بیٹے کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا ہے اور نہ خود گمراہ ہوئے ہیں بلکہ اقوام عالم کو راہ مستقیم سے ہٹانے کے لیئے پانی کی طرح روپیہ بہا رہے ہیں۔ پس لازم تھا کہ اس شرک عظیم کو دُور کرنے کے لیئے کوئی کلیم خدا پیدا ہوتا اور آسمانی نشانوں اور دلائل کے زبردست عصا سے اس صلیبی طلسم کو توڑتا۔ سو وہ کلیم جس کو خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کا مصلح کرکے بھیجا مرزا غلام احمدؑ ہے۔ مرزا غلام احمدؑ کون ہے؟ اس کا جواب ہم یسعیاہ نبی کے مفصلہ ذیل الفاظ میں حوالہ قلم کرتے ہیں "سنو! اے آسمانو اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کس نے اُس راستباز کو پورب کی طرف سے برپا کیا" یسعیاہ ۱-۲ و ۴۱-۲ پھر اس سوال کا جواب ہم قرآن کریم کے الفاظ میں دیتے ہیں یأتی من بعدی اسمہ احمد اور سب سے اخیر اس سوال کا جواب حضرت احمدؑ علیہ السلام کے خود اپنے الفاظ میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں فرمایا۔

اس زمانہ کا مصلح

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ❊ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

دیگر

منم مسیح بہانگ بلند میگویم ❊ منم خلیفہ شاہے کہ برسما باشد

دیگر

ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں مَیں چرخ سے ❊ نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ تمہید ایک عیسائی کے لیئے سخت غیر مطبوع ہوگی کیونکہ اُس کے نزدیک مریم کا بیٹا یسوع مسیح خدا باپ کا اکلوتا بیٹا اور خود خدا بھی ہے پھر اس سے برتر تو درکنار اُسکی برابری کا ادعا بھی عیسائی وہم کے تنگ راستہ میں سے نہیں گذر سکتا۔ لیکن ہمارے مسیحی دوستوں کو جان لینا چاہیئے کہ مسیح بھی دوسرے انسانوں کی طرح انسان تھا جسے بعد میں آنیوالے لوگوں نے خدائی کا لباس پہنا دیا۔ اور دنیا کو ایک بڑی

عظیم الشان شرک میں مبتلا کر دیا - اور گذشتہ صدی سے اس شرک نے اپنی سرحدوں کو وسیع اور قلعجات کو مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا اسلیئے خداوند تعالیٰ نے حضرت احمد کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ دلائل کے توپخانہ سے ان قلعوں پر گولہ باری کر کے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں اور آسمانی نشانات کے طیاروں سے آیات بینہ کے گولے گرا کر انکے خرمنِ زور و کذب کو بھسم کر ڈالیں - چنانچہ حضرت موصوف نے اپنی حینِ حیات میں یہ جہاد پورے زور سے جاری رکھا اور حضور کے بعد آپکے خدام اس خدمت کو بفضلہٖ تعالیٰ انجام دے رہے ہیں اور یسوع مسیح پر سے الوہیت کے لباس کو اُتار کر اُنکو ایک راستباز کے پیرایہ میں دکھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں -

یسوع مسیح خدا نہیں ہوسکتا ہم مسیحی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کرشن دیو کا پرستار اپنے مولا کو خداوند یا بھگوان سمجھتا ہے تو آپ اُسے کیوں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ جبکہ آپ خود بعینہٖ اُسی طرح مسیح کی پرستاری کے دام میں مبتلا ہیں - اگر کرشن کا سیوک اس خیال سے موردِ الزام ہوسکتا ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کو قادر مطلق خدا کی کرسی پر بٹھاتا ہے تو پھر ایک مسیحی کیوں اس ملامت کا ہدف نہیں ہوسکتا جبکہ وہ مریم کے غریب بے زبان بیٹے کو زمین و آسمان کے خالق خدائے قدوس کے برابر رتبہ دے رہا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ہندی - یونانی - مصری یا رُومی عورت کا بچہ خدائی کا تاج زیبِ سر نہیں کر سکتا تو پھر ایک عبرانی عورت کا لڑکا کیوں اور کس طرح اس اعزاز کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ مسیح کے معجزات جو انجیل میں درج ہیں قانونِ قدرت سے بالا اور عقل انسان کو متحیر کرنے والے ہیں اسلیئے وہ خود بھی انسانیت کے سفلی درجہ سے برتر و بلند ہے - لیکن اگر یہی معیار ہو اور اسی سے کسی شخص کو خدائی کا لباس پہنایا جاسکے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ دوسری اقوام کے معبودوں کو کیوں خدائی کا درجہ نہ دیا جائے کیونکہ جو کچھ عیسائی کتب میں مسیح کی نسبت لکھا ہے اس سے بڑھ چڑھکر دوسرے مذاہب کی کتب مقدسہ میں اُنکے معبودوں کی نسبت تحریر کیا گیا ہے - اب اگر یہ کہا جائے کہ ان معجزات کی جو دوسری کتب میں مسطور ہیں تاریخ تصدیق نہیں ہوتی تو پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ انجیلی معجزات کی تاریخ مصدق ہے - اگر تاریخ ایک جگہ ایسے قصوں کو صداقت کے پایہ سے

ساقط قرار دیتی ہے تو دوسری جگہ بھی اس کا یہی حال ہے اسلیئے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ اگر دریائے یردن کی وادی میں ایک خدا یا خدا کا بیٹا پیدا ہوا تھا تو ضرور بھگوان یا بھگوان کے پُتر نے گنگا مائی کے تیر بھی جنم لیا ہوگا۔ یا یسوع مسیح کی الوہیت سے انکار کرنا پڑیگا۔

اس کے معجزات خدائی کا ثبوت نہیں ہو سکتے

اچھا اگر بفرض محال اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ مسیح نے واقعی بڑے بڑے خارق عادت کام کیئے تھے اور عظیم الشان معجزات دکھائے تھے تو بھی اُنکی خدائی کے دعویٰ کو کوئی تقویت نہیں پہنچتی کیونکہ بائیبل میں بعض ایسے معجزات کا ذکر ہے جنکے سامنے مسیح کے معجزات کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی پس اگر یہ معجزات ہی خدائی کا معیار ہوں اور بائیبل کے قصوں کو ہی صحیح مان لیا جائے تو پھر بہتسے انسان خدائی کے دعوے دار ہو سکتے ہیں۔ مسیحی صاحبان بائیبل کو خدا کا کلام مانتے اور اسرائیلی نبیوں کے معجزات کو حق سمجھتے ہیں اور یہ بھی اُن کا ایمان ہے کہ اسرائیلی نبی انسان تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر انسان بڑے بڑے معجزات کر سکتے ہیں تو پھر یسوع مسیح کو بھی کیوں انسان نہ مانا جائے یا بصورت دیگر ایلیاہ اور الیسع کو اور ملک صدق سالم کو بھی خدا ماننا مناسب ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے بائیبل کی رو سے بڑے بڑے عجائبات دکھائے ہیں چنانچہ اُنکے معجزات ناظرین کی ضیافت طبع کے لیئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ایلیاہ کے معجزے

(۱) ایلیاہ نبی نے آسمان کے دروازوں کو بند کر دیا اور بارش کو روک دیا اور بڑی جلالی آواز سے فرمایا "اب ان برسوں میں نہ اوس پڑیگی نہ مینہ برسیگا"...... سلاطین اول ۱۷-۱

(۲) آپنے ایک بیوہ کے لڑکے کو جلایا "خداوند نے ایلیاہ کی دعا سُنی۔ لڑکے کی جان اس میں پھر آئی کہ وہ جی اُٹھا" سلاطین اول ۱۷-۲۲

(۳) آسمان سے آگ اُتاری "تب خداوند کی طرف سے آگ نازل ہوئی" سلاطین اول ۱۸-۳۸

(۴) ایک بیوہ کے آٹے اور تیل کو برکت دی اور جبتک بارش نہ ہوئی اُسکا آٹا اور تیل ختم نہ ہوا "کہ مٹکے کا آٹا چُک نہ جائے گا۔ اور لوٹے کا تیل تمام نہ ہوگا مگر اُس دن کہ خداوند زمین پر مینہ برساوے" سلاطین اول ۱۷-۱۴

(۵) آسمان پر بادل کا نام و نشان نہ تھا اُسوقت ایلیاہ نے فرمایا " بڑی بارش کی آواز ہے" اسکے بعد فوراً ہی " ایسا ہُوا کہ آسمان بدلیوں سے اور آندھیوں سے سیاہ ہوگیا اور شدّت کی بارش ہوئی" سلاطین اول ۱۸-۲۲ و ۴۵

(۶) ایلیاہ نے دو سرداروں پر آسمان سے آگ اُتروائی " دیکھ کہ آسمانی آگ نے اگلے پچاسوں کے دو سرداروں کو اُنکے پچاسوں سمیت کھالیا" سلاطین دوئم-۱-۱۴

(۷) اپنی چادر سے دریائے یردون کے پانی کو دو حصوں میں تقسیم کردیا " ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی دو حصّے ہوکر اِدھر اُدھر ہوگیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہوکے پار گئے" سلاطین دوئم-۲-۸

واضح رہے کہ ایلیاہ نبی کے یہ تمام معجزات عیسائیوں کی کتاب مقدس میں موجود ہیں اور بلحاظ شوکت مسیح سے کم نہیں تاہم اس نبی کو خدا نہیں مانا جاتا اور لطف یہ کہ اگر آسمانپر چڑھنا خدائی کی علامت ہوسکتا ہے تو ایلیا بھی آسمان پر گئے ہیں اور اُنکا صعود مسیح کے صعود سے بدرجہا بڑھکر ہے کیونکہ لکھا ہے (۸) " اور یوں ہُوا کہ جب خدا نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اُڑا کر آسمانپر لے جاوے تب ایلیاہ الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا"..... " اور ایسا ہُوا کہ جونہی وہ دونوں بڑھتے باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آکے اُن دونوں کو جُدا کردیا اور ایلیاہ بگولے میں ہوکر آسمانپر جاتا رہا ..... اُس نے ایلیاہ کی چادر کو بھی جو اس پر سے گر پڑی تھی اُٹھا لیا" سلاطین دوئم ۲-۲ و ۱۱ و ۱۳

الیسع نبی کے معجزات

ایلیاہ نبی کے معجزات کی نوعیت تو ناظرین نے ملاحظہ فرمالی اب ایلیاہ کے نوکر الیسع کے اعجازی کارنامے مشاہدہ فرمائیں اور دیکھیں کسطرح مسیحی صاحبان کے خداوند پر آقا اور نوکر دونوں کے معجزات درجہ فوقیت رکھتے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ (۱) یریحو کے " چشموں پر گیا"..... " اور اس طرح بولا خداوند یوں فرماتا ہے کہ مَیں نے ان پانیوں کو اچھا کیا ہے اب آگے کو موت اور بنجر پنا نہ ہوگا" سلاطین دوئم ۲-۲۱

(۲) " شہر کے چھوٹے لڑکے نکلے اور اُسے چڑانے لگے اور اُسے کہا چلا جا اے

گنجے سروالے! چلا جا اے گنجے سروالے! تب اُس نے خداوند کا نام لیکر اُنپر لعنت بھیجی۔ سو وہیں بن سے دو ریچھنیاں نکلیں اور اُنہوں نے اُن میں سے بیالیس چھوکرے پھاڑ ڈالے" سلاطین دوئم ۲-۲۳ و ۲۴ و ۲۵

(۳) شاہ اسرائیل۔ اور یہوسفط اور شاہ ادوم اُسکے ہاں اُترے۔ .... الیسع بولا ... "کہ خداوند فرماتا ہے تم نہ ہوا آتی دیکھوگے نہ مینہ دیکھوگے تب بھی یہ وادی پانی سے بھر جائیگی تاکہ تم پیو۔ تم اور تمھارے مویشی اور تمھارے چارپائے بھی"۔ .. "دیکھو ادوم کی راہ سے پانی بہتا آیا اور زمین پانی سے بھر گئی" سلاطین دوئم ۳-۱۷ و ۲۰

(۴) ایک بیوہ عورت کو اُسکا قرضخواہ ستاتا ہے وہ الیسع کے پاس آتی ہے الیسع اُسکے تیل کو اسقدر بڑھاتے ہیں کہ وہ تیل کی فروخت سے مالا مال ہوجاتی ہے۔ "الیسع نے اُسے فرمایا" .... "تجھ پاس گھر میں کیا ہے" .... "وہ بولی ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ نہیں" تب اُسنے کہا جا اور باہر سے اپنے ہمسایوں سے برتن عاریتہً لے اور وہ سب خالی ہوویں اور تھوڑے برتن مت مانگ۔ اور جب تو پھر اندر آئے تو اپنے پر اور اپنے دو بیٹوں پر دروازہ بند کر اور ان سب برتنوں میں انڈیل دے اور جو بھر جاوے اُسے اُٹھا کے الگ رکھ ..... اور ایسا ہوا کہ وہ سب برتن معمور ہو گئے .... تب وہ بولا جا اور تیل بیچ اور آخرادا کر اور باقی جو ہے اُس سے تو اور تیرے فرزند گزران کریں" سلاطین دوئم باب۴ : ۱- ۶

(۵) ایک عورت مسماۃ شونمیت کے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور اُس کا شوہر بوڑھا تھا الیسع نے اپنے خادم جیحازی سے کہا "اُسے بلا اُس نے اُسے بلایا تب وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تب وہ بولا اسی وقت کے قریب مطابق زندگی کی عادت کے تو ایک بیٹا گود میں لیگی" .... "سو وہ عورت پیٹ سے ہوئی اور اُسی وقت جو الیسع نے اُس سے کہا تھا زندگی کی عادت کے مطابق بیٹا جنی" سلاطین دوئم ۴: ۱۶ و ۱۷

(۶) کچھ مدت بعد شونمیت کا لڑکا مر گیا تو الیسع نے اُسے زندہ کردیا "جب الیسع اس گھر میں پہنچا تو دیکھ وہ لڑکا مرا ہوا اُسکے پلنگ پر پڑا تھا۔ سو وہ اندر گیا اور اپنے

دونوں پر دروازہ بند کرکے خداوند سے دعا مانگی...... تب اُس لڑکے کا بدن گرم ہونے لگا ...... وہ لڑکا سات بار چھینکا اور لڑکے نے اپنی آنکھیں کھول دیں" سلاطین دوئم ۴: ۳۲-۳۵

(۷) "بعل سلیسہ سے ایک شخص.... جو کے پہلے پھلوں کی روٹیوں کے بیس گردے اور اناج کی بھری ہوئی بالیں چھلکے سمیت لایا۔ وہ بولا ان لوگوں کو دے کہ وہ کھاویں۔ اس دم اُس کا خادم بولا اسے سو آدمیوں کے سامنے رکھوں۔ تب اُس نے پھر کہا کہ لوگوں کو دے تا کہ کھاویں کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ وہ کھائیں گے اور اُس میں سے بھی چھوڑیں گے۔.... اور اُنہوں نے کھایا اور جیسا خداوند نے فرمایا تھا اُس میں سے بھی کچھ چھوڑا" سلاطین دوئم - ۴: ۴۲-۴۴

(۸) "اور نعمان جو شاہ ارام کے لشکر کا سردار تھا... وہ کوڑھی تھا۔ نعمان اپنے گھوڑوں اور اپنے گاؤں سمیت آیا الیسع کے گھر کے دروازے پر ٹھہرا۔ تب الیسع نے اُسے کہلا بھیجا جا اور دن میں سات بار غوطہ مار کہ تیرا بدن بھی بحال ہوجائیگا اور تُو پاک صاف ہوگا.... تب وہ اُتر گیا اور جیسا مردِ خدا نے کہا تھا یردن میں سات غوطے مارے اور اُس کا بدن چھوٹے بچے کے بدن کی مانند ہوگیا اور وہ پاک ہوا" سلاطین دوئم - ۵: ۱ و ۹ و ۱۰ و ۱۴

(۹) "ایک کی کلہاڑی میں کا لوہا لکڑی کاٹتے ہوئے پانی میں گر گیا... مرد خدا بولا کس جگہ گرا؟ اُس نے اُسے وہ جگہ بتلائی تب اُس نے ایک چھڑی کاٹ کے اُس جگہ ڈال دی اور لوہا تیرنے لگا... سو اُس نے ہاتھ بڑھا کے اسے اُٹھا لیا" سلاطین دوئم - ۶: ۵ و ۷

(۱۰) شاہ آرام نے "وہاں گھوڑے اور گاڑیاں ایک بڑے لشکر کے ساتھ بھیجیں"..... تب الیسع نے دعا کی "اور خداوند نے اُس جوان کی آنکھیں کھولیں اور اُس نے جو نگاہ کی تو دیکھا کہ الیسع کے گرداگرد کا پہاڑ آتشی گھوڑوں اور گاڑیوں سے بھرا ہوا ہے" تب الیسع نے خداوند سے دعا مانگی اور کہا ان لوگوں کو مہربانی کرکے اندھا کر دیجے سو اُس نے جیسا الیسع نے کہا تھا انکو اندھا کر دیا" سلاطین دوئم - ۶: ۱۴ و ۱۷ و ۱۸

(۱۱) الیسع کو غیب کی خبر ہوجاتی تھی چنانچہ شاہ آرام نے الیسع کو قتل کرنیکی قسم اُٹھالی اور "اپنے حضور کا ایک شخص بھیجا۔ پر اُس سے پہلے کہ وہ قاصد اُس تک پہنچے اُس نے بزرگوں سے کہا تم دیکھتے ہو کہ اُس قاتل زادے نے بھیجا ہے کہ میرا سر کاٹ ڈالے سو دیکھو جب وہ

قاصد آوے تو دروازہ بند کرلو اور اُسے مضبوطی سے دروازہ پر پکڑے رہو۔ کیا اُسکے پیچھے اُس کے صاحب کے پاؤں کی آہٹ نہیں؟" سلاطین دوئم باب ۶: ۳۱

(۱۲) جب شاہ آرام نے "سمرون کو جا گھیرا۔ تب سمرون میں بڑا کال پڑا" اور عورتوں نے اپنے بیٹوں تک کو پکا کر کھالیا اُسوقت الیسع نے کشائش . . . کی پیشگوئی کی اور کہا "کل اسی وقت کے قریب سمرون کے دروازے . . . . . . پر مہین آٹے کا ایک پیمانہ ایک مثقال کو اور جو کے دو پیمانے ایک مثقال کو بکیں گے" یہ پیشگوئی لوگوں کو ایسی ناممکن الوقوع معلوم ہوئی کہ ایک امیر جھٹ بول اُٹھا "دیکھ اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں لگا دے تو یہ حال ہو سکتا ہے" اس کا جواب مرد خدا نے اس طرح دیا "دیکھ تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پر اُس میں سے نہ کھائیگا" اب یہ پیشگوئی بڑی شان و جلال سے تعجب انگیز طور پر پوری ہوئی۔ چنانچہ "خداوند نے گاڑیوں کا سناٹا۔ اور گھوڑوں کا سناٹا بلکہ ایک بڑی فوج کا سناٹا آرامی لشکر کو سنایا تھا سو اُنہوں نے آپسمیں کہا تھا کہ دیکھو شاہ اسرائیل نے حتی بادشاہوں اور مصری بادشاہوں کو اجرہ دیکے بلایا تاکہ وہ ہم پر چھوڑ آویں تب وہ اُٹھکے شام کو بھاگ نکلے" اور تمام سامان امداد خوراک پیچھے اپنے ڈیروں میں چھوڑ گئے "تب لوگوں نے نکل کر آرامیوں کے لشکر گاہ کو لوٹا سو مہین آٹے کا ایک پیمانہ ایک مثقال کو اور جو کے دو پیمانے ایک مثقال کو بکے جیسا خداوند نے فرمایا تھا" جس منصدار نے الیسع سے سوال کیا تھا اُسے بادشاہ نے "مقرر کیا کہ دروازے کی نگہبانی کرے اور لوگوں نے اُسے لتاڑ ڈالا اور وہ مرگیا جیسا کہ مرد خدا نے کہا تھا کہ تو آنکھوں سے دیکھے گا پر اس میں سے نہ کھائیگا" سلاطین دوئم باب ۱-۲۰

(۱۳) الیسع نے کہا کہ "زمین پر سات برس تک کال رہیگا" سلاطین دوئم ۸: ۲

(۱۴) حضرت الیسع نے اپنی حین حیات میں تو یسوع سے بڑھ چڑھکر معجزات دکھائے تھے لیکن عجب ترین یہ بات ہے کہ اس نبی نے اپنی وفات کے بعد بھی ایک بڑا معجزہ دکھایا چنانچہ سلاطین کتاب دوئم کا گمنام مصنف رقمطراز ہے کہ "بعد اُسکے کہ الیسع نے انتقال کیا اور اُنہوں نے اُسے دفن کیا اور نئے سال کے شروع میں مواب کی فوجیں ملک میں

گئیں۔ اور ایسا ہُوا کہ جس وقت وہ ایک مُردے کو گاڑا چاہتے تھے تب دیکھو ایک فوج نظر آئی اور انہوں نے اُس شخص کو الیسع کی قبر میں ڈالدیا اور جب وہ شخص گرایا گیا اور الیسع کی ہڈیوں سے لگا تو وہ جی اٹھا اور پاؤں پر کھڑا ہُوا" سلاطین دوئم۔ ۱۳ : ۲۰ و ۲۱

ایک مقابلہ اور تنقیدی نظر

مذکورہ بالا معجزات اسرائیلی انبیاء کے اعجازی کارناموں کا نمونہ ہیں جو کہ ہم نے عہد عتیق کی کتابوں سے نقل کیئے ہیں مسیحی صاحبان گو ان معجزات کو بھی صحیح اور درست مانتے ہیں لیکن ان معجزات کے دکھانے والوں کو انسانیت کے درجہ سے بالا خیال نہیں کرتے۔ ہمیں اس امر مطلق بحث نہیں کہ آیا یہ جو کچھ بیان ہُوا ہے درحقیقت یہ واقعات بھی ہیں یا نہیں اگر واقعات ہوں تو پھر واقعی معجزات ہیں ورنہ بصورت دیگر الف لیلہ کے مفروضہ قصوں سے بڑھکر انکی وقعت نہیں ہوسکتی بہرحال خواہ کچھ بھی ہو ہم کو اس سوال سے سروکار نہیں ہم تو صرف اسقدر جانتے ہیں کہ مسیحی لوگ ان قصوں کو بھی ایسا ہی صحیح سمجھتے ہیں جیسے کہ عہد جدید کے مصنفین کی بیان کردہ روایات کو اور یہ کہ ایک عیسائی اگر مسیح کے معجزات پر ایمان رکھتا ہے اور بائیبل کو کتاب مقدس کہتا ہے تو لازماً عہد عتیق کے انبیاء کے معجزات کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ اور یہ ظاہر کہ اسرائیلی انبیاء کے معجزات یسوعی معجزات سے کسی طرح کم پایہ کے نہیں بلکہ اول الذکر تو بعض صورتوں میں موخر الذکر پر فوقیت رکھتے ہیں۔ پس ان معجزات کی بنا پر اگر یسوع مسیح کو خدا یا ابن اللہ کا تاج پہنایا جاتا ہے تو کیوں ایلیاہ اور الیسع وغیرہ اسرائیلی نبی اس منصب کے مستحق قرار نہیں دیئے جاتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یسوع مسیح نے تو اپنی زندگی میں ہی چند عجائبات دکھائے تھے لیکن الیسع نبی کی ہڈیوں نے بھی ایک عالیشان معجزہ دکھایا اور ایک مردہ کو زندگی بخشی پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے مسیحی دوست ابن مریم کو تو ابن اللہ اور خداوند کے لقب سے ممتاز کرتے ہیں لیکن الیسع کو اس عزت سے محروم رکھتے ہیں حالانکہ اگر یسوع مسیح ان لقبوں کے مستحق ہیں تو وہ اس سے بھی برتر لقب پانے کے مستحق ہیں۔ الغرض معجزات کی بنا پر یسوع مسیح کو خدا یا ابن اللہ قرار دینا غلطی اور بیہودگی ہے اور اگر اناجیل کے قصص کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس بات کی کوئی معقول وجہ نہیں کہ مسیح کو کیوں مقدس

تثلیث کا ایک رکن سمجھا جائے؟ اور کیوں اسکی جگہ ایلیاہ یا الیسع کو نہ دیجائے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ یسوع مسیح اپنے دشمنوں کے سامنے عاجز ہے اور باوجود خواہش اُنکے پنجہ سے نہ نکل سکے بلکہ اُلٹے اخیر وقت مایوس ہوکر فرمانے لگے۔ ایلی۔ ایلی لما سبقتانی اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اور برعکس اس کے اسرائیلی نبیوں نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کیا اور اُن کو بھی اپنا اعجاز دکھایا۔ چنانچہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ الیسع کو گرفتار کرنے کے لیئے جو فوج آئی تھی وہ اندھی ہوگئی۔ حالانکہ مسیح کو گرفتار کرنے والے سپاہیوں کا بال بینکا نہ ہوا۔ اور نہ ہی مسیح نے اُن کو کوئی اعجاز دکھایا۔ یسوع نے رات بھر دعا مانگی لیکن بقول مسیحی صاحبان یہ دُعا قبول نہ ہوئی اور وہ گرفتار ہوکر صلیب پر کھینچے گئے اور ان سے کوئی معجزہ سرزد نہوا حالانکہ اسرائیلی نبیوں کی بہت دعائیں قبول ہوئیں۔ اور اُنھوں نے ہر موقعہ پر معجزات دکھائے۔ بایں ہمہ اگر یسوع خدا ہے تو برع بریں عقل و دانش......

ملک صدق اور یسوع مسیح کا مقابلہ

مسیحیوں کے صحائف مقدسہ میں ایک اور عجیب وغریب ہستی کا ذکر ہے جس کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد خیال پیدا ہوتا ہے کہ یسوع جیسے کمزور انسان کو خدا بنانے والوں نے کیوں اس نرالی شخصیت کو الوہیت کی خلعت سے ممتاز نہیں کیا۔ اس اعجوبہ روزگار شخص کا نام مسیحی کتب کی رو سے " ملک صدق سالیم کا بادشاہ خدا تعالیٰ کا کاہن" ہے۔ جب ابراہیم بادشاہوں کو قتل کر کے واپس آتا تھا تو اسی نے اُس کا استقبال کیا اور اس کے لیئے برکت چاہی اسی کو ابراہیم نے سب چیزوں کی دہ یکی دی" اور پولوس صاحب اس شخص کی نسبت فرماتے ہیں۔ " یہ اول تو اپنے نام کے معنے موافق راستبازی کا بادشاہ ہے پھر سالیم یعنی صلح کا بادشاہ ہے۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے نہ اُس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا" آگے چلکر پولوس اس شخص کی طرف لوگوں کو اس طرح متوجہ کرتے ہیں:۔ " پس غور کرو کہ یہ کیسا بزرگ تھا جس کو قوم کے بزرگ ابراہیم نے لوٹ کے عمدہ سے عمدہ مال کی دہ یکی دی " عبرانیون ۷: ۱-۴ - جائے تعجب وحیرت ہے پولوس اس شخص کو صرف "بزرگ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بھلا ایسا شخص کہ نہ جس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر ہو کیونکر صرف بزرگ

. . . .

. . . انسان ہو سکتا ہے؟ ۔ انسان تو فانی ہے اور وہ جس کی زندگی کا اخیر ہو ہرگز فانی نہیں ہو سکتا۔ اور جو ہستی فنا سے بری ازلی و ابدی ہے وہ صرف خدائے تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب مسیحی لوگوں نے مریم کے بیٹے کو (جس کی عمر کا شروع اور زندگی کا آخر" ہوا) ابن اللہ ازلی ۔ ابدی ۔ خدائے قدوس کا ہم پلہ و شریک بنا لیا تو پھر ملک صدق کی ذات کو جس کی کہانت کے طریقے پر اُن کا خداوند پیدا ہوا تھا کیوں طاق نسیان میں رکھ دیا ہے ۔ یسوع مسیح کی کہانت بھی بقول پولوس ملک صدق کی پیروی سے ہے اور وہ "ملک صدق کے طریقے کا ابد تک کاہن ہے" عبرانیوں ۷: ۱۷۔ جب یہ حال ہو تو کیا وجہ ہے کہ "ملک صدق کے کاہن یعنی مسیح کو خود خداتعالیٰ کے کاہن یعنی ملک صدق پر ترجیح دیجائے۔ اور مرید طریقت کو تو خدا کہا جائے لیکن پیر طریقت اس اعزاز سے محروم رکھا جائے ۔ پولوس نے ملک صدق کو خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرایا ہے ۔ مگر یہ سخت غیر منصفانہ کارروائی ہے کیونکہ اس صورت میں یسوع کو جو فانی انسانوں کی طرح مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا اور فانی لوگوں کی طرح اُس کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا ایک ایسے شخص پر فائق قرار دیا جاتا ہے جس کی پیدائش یا موت فانی وجودوں سے نرالی ہے پس اگر کوئی شخص خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جاسکے تو سب سے مقدم اور سب سے زیادہ مستحق ملک صدق ہے ایسے وجود کی نسبت یہ کہنا کہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ہے انصاف کا خون کرنا ہے ناظرین خود فیصلہ کریں مشبہ کون اور مشبہ بہ کون ہو سکتا ہے؟

یسوع کی الوہیت محض ایک توہم ہے

ہمارے اکثر ناظرین ملک صدق کے قصہ کو پڑھ کر خیال کرینگے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے ہم اُن کے اس خیال سے متفق ہیں اور علی وجہ بصیرت کہہ سکتے ہیں کہ واقعی یہ ایک من گھڑت کہانی ہے ۔ لیکن ہم ساتھ ہی اس امر کے اظہار سے بھی باز نہیں رہ سکتے کہ جس طرح ملک صدق کا قصہ ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اسی طرح یسوع کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ بھی انسانی دماغ کی اختراع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کوئی زیرک انسان ہرگز اسے باور کرنے کو طیار نہیں کہ ایک عورت کا بیٹا بھی خدا یا خدا کا بیٹا کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے ۔ اس خیال پر ہی انسانی فطرت بغاوت کا اظہار کرتی اور ایسے گمان

بیہودہ کو سخت وہم اور بگڑے دلوں کی لغزش کا نتیجہ تصور کرتی ہے پس یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کی الوہیت بھی اُسی قسم کے وہم و مردم پرستی کا نتیجہ ہے جو عیسائی مشنری کرشن کو بھگوان جاننے والوں یا دوسرے بُت پرست لوگوں کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں اور انصاف بھی اس امر کا مقتضی ہے کہ اگر ایک مسیحی ایک یہودی خاتون کے نورچشم کو یہوداہ کے عرش عالی پر بٹھا کر مورد طعن نہیں ہو سکتا تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہندو کو نند گوپال کے پرورش کردہ لال کی نسبت بھگوان کا عقیدہ رکھنے پر توہم پرست خیال کیا جائے؟ اگر ایک مسیحی کے نزدیک مقدس مریم کا بیٹا اپنی آسمانی طاقتوں کے سبب عرش عالی کا جائز سند نشین قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر اسی طرح ایک ہندو بھی ماتا دیوکی کے بلوان پُتر اور جسودھا میّا کے گوپال کرشن کو انتریامی پربھو کہکر پکارنے میں حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ناصرت وگلیل کی بستیوں اور یاردن کے کناروں پر یہودی عورتیں مسیح کے معجزات کے نظارے دیکھتی تھیں تو بعینہٖ گوکل و متھرا کے نگر اور جمنا کے کناروں پر کرشن کی ہنسی ہزاروں گوپیوں سے اطاعت کا خراج وصول کرتی اور اُس کی شکتی و بل کے غیر انسانی اعجاز برہم رشی دیش کے باشندوں کو یقین دلاتے کہ کرشن بھگوان خود ہی سب کچھ ہیں۔ لہٰذا اگر مسیحی مدعی آج ایک ہندو سے یہ کہے کہ کرشن کو بھگوان ماننا وہم ہے تو ہم اپنے دوست کی خدمت میں عرض کریں گے کہ جیسا کہ کرشن کو بھگوان ماننا وہم ہے ایسا ہی یسوع کو خدا ماننا بھی وہم و توہم ہے۔ نہ کرشن غیر فانی تھا اور نہ مسیح دونوں فانی انسان تھے۔ ہاں اُنکو خاص طور پر راستباز اور مطہر ہونے میں عوام پر ایک فوقیت تھی اور وہ دنیا کو سچائی و راستی کی تعلیم دینے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے

اگر اس فوقیت کو غلطی سے بڑھا چڑھا کر بت پرست ہندو نے راجہ رامچندر جی اور کرشن جی کو بھگوان کا اوتار بنالیا تو اس فعل کے لئے جس طرح وہ قابل ملامت ہیں اسی طرح مریم کے بے زبان بیٹے کو خدا بنانے والے اس ہدف ملامت کا نشانہ ہیں۔ اور ایک خطرناک وہم میں مبتلا ہیں*

اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھو شاید ہماری کھری کھری اور صاف باتیں یسوع مسیح کے پرستاروں کو ناگوار گذریں کیونکہ سچائی ہمیشہ تلخ معلوم ہوتی ہے معاذ رہے کہ ہم کسی کی دل آزاری نہیں چاہتے لیکن اظہار حق سے بھی باز نہیں رہ سکتے۔ ہم نے اس مضمون میں

متواتر کہا ہے اور ایک دفعہ پھر گوش گذار کئے دیتے ہیں کہ یسوع مسیح کی خدائی اور دوسری قوموں کے معبودوں کی خدائی میں مطلق فرق نہیں اگر ایک کو خدا مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ دوسرے کو بھی وہی رتبہ دیا جاوے۔ ہمکو معلوم ہے کہ یسوعی داعیان جب مسیح کی الوہیت پر تقریر کرنے کھڑے ہوتے ہیں تو فصاحت و بلاغت سے کام لیکر لفاظی کے پل باندھ دیتے ہیں۔ مگر یہ لفاظی یہ فصاحت ایک کمزور انسان کو خدا نہیں بنا سکتی۔ ہر ایک ذی فہم اور صاحب عقل جان لیتا ہے کہ پادری صاحب گو بات بات پر مثالیں دے رہے ہیں لیکن اس تمام تقریر کے اندر جان نہیں اور ان کی وعظ کا مندر ریت کی بنیادوں پر اُٹھایا جا رہا ہے۔ جب ایک مسیحی منادی پکار پکار کر دوسرے مذاہب کے توہمات اور باطل پرستی کا ذکر کرتا ہے تو وہ اپنے عقاید کی کمزوری کو فراموش کر دیتا ہے۔ ورنہ جو شخص ایک کمزور انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتا ہو اُسے کیونکر یہ جرائت ہو سکتی ہے کہ وہ دوسرے مذاہب پر محض اس لئے زبان طعن دراز کرے کہ وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کو خدا سمجھتے ہیں دراصل بات یہ ہے کہ مسیح کی خدائی کا عقیدہ ایسے لوگوں کا اختراع کردہ ہے جو ملک صدق کے سے افسانوں کے قائل تھے جو لوگ ایسے قصوں پر ایمان لا سکتے تھے کہ ایک شخص ازلی و ابدی تھا۔ اُن کو یسوع کی الوہیت اور کفارہ وغیرہ مسائل پر ایمان لاتے کیا دیر لگتی تھی اور یسوع کی الوہیت کا عقیدہ پہلے پہل ایسے ہی لوگوں میں رائج ہوا جو ان بیہودہ قصوں کے قائل تھے چنانچہ جیسا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں پولوس عبرانیوں کے خط میں اس توہم پرستی سے فائدہ اُٹھا کر اُن کی مسلمہ کہانیاں اُنکو سُناتا اور مسیحیت کیطرف بلاتا ہے۔ خیر یہ تو پولوس اور پولوس کے زمانہ کا حال تھا۔ قابل افسوس امر تو یہ ہے کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی اس نادانی و توہم پرستی کو ایمان کا جزو سمجھا جاتا ہے اور ماننے بھی وہ ہیں جو زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہیں۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک مسیحی ممالک میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو ان توہمات پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کی تعداد شمار کی حد سے نکل گئی ہے اُن کا ضمیر یسوع کی خدائی کے لغو اور بیہودہ پھندے کی اطاعت سے بغاوت کر چکا ہے تاہم کثیر التعداد ایسے اشخاص موجود ہیں جو اس باطل عقیدے پر قائم ہیں۔ اس کہنہ توہم نے بنی نوع انسان پر اس قدر رعب ڈال رکھا ہے اور اس طرح لاکھوں انسانوں کی گردنوں کو اپنی غلامی کے جوے تلے دبایا ہوا ہے کہ آج ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو اگرچہ دل سے اس عقیدے

کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن ظاہراً اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ اور حضرات پادری کو بھی گو دل میں اپنی کمزوری کا احساس ہے اور انسان کو خدا بناتے وقت ان کا ضمیر ضرور ان کو توہم پرست قرار دیتا ہے لیکن یہ لوگ دوسری اقوام کو برابر توہم پرست کے نام سے یاد کئے جارہے ہیں اور اپنے عظیم الشان توہم کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اُن کو مسیح کی خدائی کا شہتیر نظر نہیں آتا اور اُن کی غیر اقوام کے تنکوں پر نظر پڑ جاتی ہے۔

مسیح کی نبوت اناجیل سے ثابت نہیں۔

گو عیسائی واعظ اپنے خداوند کی حمد وثنا کا گیت گاتے وقت شاعری کے تمام مبالغات کو پیچھے چھوڑ جائیں اور خیالات کے بحرِ ناپیدا کنار کی شناوری میں فوقیت لیجائیں۔ لیکن واضح رہے کہ یہ شاعری یا شناوری واقعات کے بحرِ عروض یا بحرِ حقیقت کی موجوں کے مقابلہ میں کوئی کام نہیں دے سکتی وہاں محض معتقدات اور خیالات کو مدنظر نہیں رکھا جاتا بلکہ ثبوت اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ مسیح کی الوہیت یا اُن کا ابن اللہ ہونا تو درکنار اناجیل کی رو سے تو وہ ایک اولوالعزم نبی بھی ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان الفاظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کے قائل نہیں اور اُن کو ہم اللہ تعالیٰ کے راستباز فرستادوں کے زمرہ سے خارج سمجھتے ہیں۔ حاشا و کلا ہمارا یہ اعتقاد نہیں بلکہ اس عبارت سے محض اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ مسیح کی نبوت کا جو ثبوت مسیحی کتب اور مسیحی واعظ پیش کرتے ہیں وہ ناکافی اور ناقابل قبول ہے اور اُس کی بنا پر ہم اُنھیں نبی ماننے کو طیار نہیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا ایک مقدس اور راستباز نبی حضرت مسیح اور اُن کی پاکباز والدہ کے متعلق شہادت نہ دیتا اور اُن کی نبوت اور صداقت کی تائید نہ فرماتا تو لاریب ہم کو اُن کے نبی ماننے میں تامل ہوتا کیونکہ بڑی سے بڑی شہادت جو ایک مسیحی پیش کر سکتا ہے وہ اناجیل اربعہ کے قصص ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ اناجیل تو خود پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اور اُن کے بیانات قابل اعتبار نہیں۔ حضرت احمد علیہ السلام نے اپنی حین حیات میں اس بات کو بڑی تحدی سے پیش کیا تھا کہ اگر کوئی یہ بات ثابت کر دے کہ یسوع مسیح نے واقعی اتنے بڑے اور عظیم الشان معجزے دکھلائے ہیں جو بہ لحاظ شوکت وجلال میری آیات ونشانات سے بڑھے ہوئے ہیں تو میں اُسے ایک معقول انعام دونگا۔ لیکن ہندوستان کے کسی مسیحی کو

جرأت نہ ہوئی کہ اس مشتہرہ انعام کو حاصل کرتا۔ اس میں کلام نہیں کہ اناجیل میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ یسوع نے بہت سے نشانات دکھلائے اور خوارق عادت امور اُن سے سرزد ہوئے مگر اُس کا کیا ثبوت کہ یہ بیانات صداقت کے زیور سے مزین ہیں۔ بلکہ برعکس اس کے ہمارے پاس زبردست شہادتیں موجود ہیں جنکے رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصص من گھڑت غیر معتبر اور صداقت سے مُعرا ہیں۔ حضرت احمد کا انعامی اشتہار دینے سے بھی یہی مدعا تھا کہ مسیحی لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اُن کے ہاتھ میں کوئی ایسی شہادت اور ثبوت نہیں جس کی بنا پر وہ یہ کہہ سکیں کہ عہد جدید کی کتابوں میں جو مسیح کے معجزات مذکور ہیں وہ صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔ ہوشیار مسیحی جانتے تھے کہ کوئی قانونی عدالت انجیلوں کی غیر معتبر شہادت پر مشتہرہ انعام کی ڈگری نہیں دے سکتی اور اُن کا قلب مانتا تھا اور مانتا ہے کہ انجیلی شہادت کو کوئی عقلمند آدمی تسلیم نہیں کر سکتا اگر یہ بات نہوتی تو وہ لوگ جو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اور سمندر چیر کر گنگا جمنا کے کناروں پر مسیح کی خدائی کا وعظ کرنے آتے ہیں وہ کس طرح خاموش رہ سکتے تھے اور ایسے نادر موقع کو اپنے ہاتھ سے کیونکر دیتے جبکہ ایک طرف تو ہندوستان کے لوگوں کو یقین دلایا جا سکتا تھا کہ مسیح کی نسبت جن معجزات کا ذکر اناجیل میں ہے وہ صحیح ہیں اور دوسری طرف روپیہ بھی مفت میں ہاتھ آتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں مسیحی لیڈروں کی خاموشی اور عدم جرأت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اُن کے پاس یسوع مسیح کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بھی کوئی زبردست ثبوت نہیں۔

موجودہ اناجیل کی تاریخی حیثیت

حقیقت یہ ہے کہ یہ اناجیل مسیح کے معجزات اور نبوت کا یقینی اور زبردست ثبوت تو کیا دکھاوینگی ان کی شہادت سے تو یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ آیا جس شخص کا قصہ ان انجیلوں میں درج ہے وہ واقعی کوئی تاریخی آدمی بھی تھا یا نہیں۔ یا جس طرح ناولوں میں کسی فرضی شخص کو نیک ہیرو بنایا جاتا اور اُس کی نسبت غیر معقول اور لاطائل افسانے گھڑے جاتے ہیں یہاں بھی اُسیطرح کسی فرضی یسوع مسیح کو فرضی ہیرو بنا لیا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر فہیم اور عقلمند معترضین کی ایک جماعت اب یہ کہہ رہی ہے کہ یسوع نام کا جو شخص عہد جدید میں مذکور ہے وہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ یہ تو الف لیلہ کے الہ دین کی طرح ایک فرضی

نام ہے۔ الف لیلہ کے مصنف نے الہ دین کے لیمپ اور جنوں کے بیہودہ قصے تراشے تھے اسی طرح اناجیل کے مصنفین نے یسوع کے معجزات کی نسبت چند کہانیاں وضع کر لی ہیں۔ مسیحی لوگوں سے یہ بات پوچھنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ آپ لوگ رامائن۔ مہابھارت کے قصوں کو کیوں خلاف از عقل مانتے ہیں؟ جبکہ اُن کے ماننے والے بھی آپ کی طرح ان کتابوں کو مقدس کتب سمجھتے اور جو معجزات رام کرشن بھیم اور ہنومان کی نسبت ان کتابوں میں درج ہیں ان کو حق سمجھتے ہیں۔ پھر اگر لوقا یا مرقس کو رسول کہکر اُن کے بیانکردہ قصص کو صحیح مانا جاوے تو کیوں والمیک اور بیاس کو رشی ماننے والوں اور اُن کی بیانکردہ کتھاؤں کو صحیح جاننے والوں پر طعن کیا جاوے۔

غرض اگر الہ دین کے لیمپ کا قصہ بھیم کے ہاتھیوں کی کہانی۔ ہنومان کے پہاڑ کی داستان۔ کرشن کے شیش ناگ کی کتھا اور راجہ رامچندر کی لیلا شاعرانہ اختراع اور بے بنیاد قصوں کا مجموعہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ اناجیل میں جو عجوبے درج ہیں وہ بھی خیالی اور فرضی افسانے قرار نہ دئے جاویں۔

کیا یسوع واقعی کوئی تاریخی شخص تھا

یہ سوال آجکل مسیحی مذہب کے معترضین اور محافظین ہر دو کی توجہ کو منعطف کر رہا ہے کہ آیا یسوع کبھی کوئی تاریخی وجود تھا یا نہیں؟ یہ بحث کچھ مدت سے ایک قلمی جنگ کا موضوع ہو رہا ہے جس میں طرفین اپنی اپنی دلائل کے گولہ بارود کا استعمال کر رہے ہیں ہم اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ خواہ یسوع کوئی تاریخی وجود ہو یا نہو کم از کم یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ عہد جدید کی کتابیں تاریخی کتب کے پایہ سے ضرور گری ہوئی ہیں اور اُن کے مصنف معتبر وقائع نگاروں میں جگہ لینے کے قابل نہیں کیونکہ اگر یہ کتابیں اپنی تاریخی حیثیت کو قائم رکھ سکتیں اور اُن کے بیان کردہ قصص تاریخی معیار پر صحیح نکلتے تو پھر جس شخص کی کہانی ان کتابوں میں درج ہے اُس کے وجود پر کسیکو کیا شبہ ہو سکتا تھا اور کس طرح شک کی گنجائش ہوتی۔

یہاں پر اگر ہم یہ کہدیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی وجود پر کسیکو مطلق شبہ نہیں اور لاریب آپؐ تاریخی نبی ہیں۔ لیکن آپ کے مقابل میں جس شخص کو خدائی کا جبہ پہنایا جاتا ہے اُسکی

الوہیت اور نبوت کا تو ذکر ہی کیا اسکے تاریخی وجود پر ہی شبہات وارد ہوئے ہیں۔ اور اگر ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں کہ اگر قرآن کی طرح اناجیل بھی واقعات کا مجموعہ ہوتیں تو اوّل الذکر نبی کی طرح موخرالذکر وجود کے متعلق کبھی شکوک پیدا نہ ہوتے۔ جائے تعجب ہے کہ یسوع سے پہلے ہزاروں آدمی ایسے ہوئے ہیں جن کو تاریخی اشخاص میں شمار کیا جاتا ہے اور اُنکی ہستی کی نسبت کسی کو شبہات لاحق نہیں ہوتے اور یسوع سے پہلے لوگوں کا کیا ذکر خود اُنکے معاصرین بکثرت ایسے ہیں جنکی تاریخی ہستی مسلّم ہے۔ پھر سوائے اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اناجیل مروجہ کی پیش کردہ کہانیاں صداقت اور اعتبار کے رنگ سے رنگین نہیں لہٰذا اُنکے معتبر اور صحیح ہونے میں لوگوں کو کلام پیدا ہُوا اور اس سے جرأت پکڑ کر وہ ایک قدم آگے بڑھے اور خود مسیح کے تاریخی وجود پر شک کرنے لگ گئے۔ اب جبکہ یہ کتابیں خود مسیح کی ہستی پر شکوک پیدا کرانے کا موجب ہوئیں اور انکے مطالعہ سے مسیح کے تاریخی وجود پر ہی شبہات وارد ہوتے ہیں تو بھلا جو بیانات انہیں یسوع مسیح کے معجزات کے متعلق ہیں اُنکو کیونکر معتبر قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور کیونکر یسوع کے تاریخی وجود سے انکار کرنے والوں کا مُنہ بند کیا جا سکتا ہے؟

الہامی کتابوں کی صداقت کا معیار

ہم نے مذکورہ بالا سطور میں یورپ کے آزاد محققین کی تحقیقات کو بِنا قرار دیکر اناجیل کے تاریخی کتب ہونے پر اعتراض کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ علمائے یورپ گھر کے بھیدی ہونے کے سبب عیسائی کتب مقدسہ کی چھان بین کا اہم فرض ادا کرنیکی اہلیت رکھتے ہیں۔ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ ایسی کتب کو جنکی نسبت آسمانی ہونیکا دعویٰ کیا جاتا ہے محض ایک زمینی معیار سے ہی جانچیں کیونکہ آسمانی اور زمینی کتب میں لاریب آسمان و زمین کا فرق ہوتا اور اول الذکر موخرالذکر پر ایک خاص درجہ امتیاز اور فوقیت رکھتی ہیں۔ آسمانی کتب کا آسمان سے تعلق ہوتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے کسی پاک بندے کی معرفت غیب کے خزائن کو عالم سفلی کے باشندوں میں تقسیم کرتی ہیں

لہٰذا اُن میں جو خصوصیت ہوتی ہے وہ ’’نبوت‘‘ کا شعبہ یا پیشگوئیوں کا سلسلہ ہے۔ لہٰذا آسمانی یا الہامی کتب کی شناخت کے لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کتاب میں جو نبوت یا نبوتیں کی گئی ہیں وہ کہاں تک عظمت و جبروت و صداقت کے مرصع زیور سے آراستہ ہیں اور آیا کہ وہ احاطہ تحریر میں آنے یا اشاعت پانے کے بعد لفظ بہ لفظ پوری بھی ہوئیں یا نہیں؟۔ پس اگر کسی کتاب میں درج شدہ نبوت یا نبوتیں اپنے وقت پر پوری ہو جائیں تو اُنکا پورا ہونا اس امر کی علامت ہے کہ کتاب زیر بحث میں خدائے تعالیٰ کا کلام ضرور موجود ہے۔ ایسی کتاب کو کلیتہً رد کرنا ایمانداری کا شیوہ نہیں ہوسکتا البتہ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک کتاب ابتداءً خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہو لیکن فن تحریر کی عدم موجودگی یا عدم سہولیت کے باعث نازل شدہ کلام الٰہی، صاحب کتاب کی حین حیات میں قلمبند نہ ہوسکا ہو اور اُسکی وفات کے بعد طویل مدت گذرنے پر اُسکے پیروؤں میں سے دو چار ہوشیار اشخاص نے سُنی سُنائی باتوں کو جمع کرکے کتابی صورتمیں مرتب کردیا ہو۔ ایسی حالت میں بھی ہم ان کتابوں کو کلیتہً غلط نہیں ٹھہرائیں گے بلکہ یہ کہیں گے کہ اگر ان کتابوں میں درج شدہ کوئی ایک ’’نبوت‘‘ بھی پوری ہو جائے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کتاب دراصل خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھی مگر بعد میں اس کی عبارتوں کو محرف و مبدل کردیا گیا ہے کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک غیر ملہم مصنف آیندہ آنیوالے واقعات کو ایک کتاب میں لکھدے اور پھر وہ بعینہٖ بعد میں اُسی طرح پورے بھی ہوں جس طرح کہ کتاب میں پہلے لکھا جاچکا ہو۔

غرض ایک الہامی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کا یہ معیار ہونا چاہیئے کہ اُس میں جو ’’نبوتیں‘‘ لکھی ہوئی ہیں وہ لکھے جانے کے بعد نبوت کے مطابق پوری ہوں ہاں اگر یہ پیشگوئیاں سُنی سُنائی کہانیوں کے مطابق کسی کتاب یا کتابوں میں پورا ہونے کے بعد لکھی جائیں اور کہا جائے کہ فلاں شخص نے یہ پیشگوئی کی تھی جو فلاں وقت پوری ہوئی لیکن پورا ہونے سے قبل وہ نبوت یا پیشگوئی حوالۂ قلم کرکے شائع نہیں ہوئی تھی تو ایسی کتاب کا منجانب اللہ ہونا مشکوک ہوگا پس الہامی کلام کا یہ معیار ہونا چاہیئے کہ آیندہ آنیوالے

واقعات کی نسبت اُس میں نبوت کی گئی ہو اور پھر وہ نبوت یا نبوتیں پورا ہونے سے قبل تحریر میں آچکی ہوں اور نبوت کا وقت بھی ایسا ہو جب ظاہری حالات پر نظر کر کے کسی فانی انسان کے وہم میں بھی نہ آسکے کہ آئندہ واقعات وہ صورت اختیار کرینگے جو پیشگوئی میں مرقوم ہے۔ اب اس بات کو مدِ نظر رکھکر دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا ایک کتاب من وعن خدا کا کلام ہے یا اُس میں خدائی کلام کے ساتھ انسانی بناوٹیں بھی مخلوط ہیں۔

اناجیل مروّجہ اور پیشگوئی کا معیار

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آیا اناجیل مروّجہ بھی اس معیار کے مطابق خدا کا کلام ثابت ہوتی ہیں یا نہیں؟ اگر یہ ثابت کیا جا سکے کہ اناجیل میں ایسی پیشگوئیاں موجود ہیں جو پورا ہونے سے قبل تحریر میں آچکی تھیں تو ہر ایک طالب حق کا فرض ہوگا کہ کم از کم ان عبارتوں کو تو کلام الٰہی تصوّر کرلے اور مان لے کہ واقعی وہ کلام ہے جو یسوع مسیح پر نازل ہُوا تھا اور یسوع مسیح خدا کا نبی تھا۔ لیکن یہ نبوتیں، خدائی کی دلیل نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی ان چار کتابوں کے مصنفین کے اقوال کی بنا پر کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں نے یقیناً مسیح سے مُدّت بعد موجودہ کتابیں لکھی ہیں اور اگر انمیں سے کوئی یہ کہے کہ فلاں پیشگوئی مسیح نے کی تھی جو اُسی طرح بعد میں پوری ہوئی تو یہ قول اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ واقعی حضرت مسیحؑ نے ایسی پیشگوئی فرمائی تھی۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی صداقت کے لیئے معیار یہ ہونا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی پورا ہونے سے قبل قلم و کاغذ سے بغلگیر ہو چکی تھی یا ملہم کی اپنی لکھی ہوئی یا لکھائی ہوئی یادداشت اس کے پورا ہونے سے قبل موجود تھی۔ اسکے علاوہ یہ بھی دیکھنا لازم ہے کہ اس پیشگوئی کے اصل الفاظ کیا تھے اور آیا کہ وہ الفاظ واقعات پیش کردہ کے ساتھ کہاں تک مطابقت رکھتے ہیں؟ اگر اناجیل کی نبوتیں، ان شرائط کے معیار پر صادق آئیں تو ہم کو ضرور ماننا پڑیگا کہ اگر کُل نہیں تو اناجیل کے بعض حصص ضرور حضرت مسیح پر نازل شدہ الہامات ہیں اور صاحب الہامات یعنی یسوع مسیح خدائے تعالیٰ کے صادق نبی تھے۔

اناجیل اس معیار کے مطابق صداقت سے معرا ہیں

آؤ اب ہم عہد جدید کی کتابوں کو بغور ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ آیا انہیں مذکورہ بالا شرائط کے مطابق کوئی پیشگوئی یا پیشگوئیاں پائی بھی جاتی ہیں یا نہیں؟ تمام اناجیل کو خواہ مصدقہ ہوں یا غیر مصدقہ متفق علیہ طور پر مانا جاتا ہے کہ وہ سب حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب سے بہت دیر بعد لکھی گئی تھیں۔ گو مسیح اس واقعہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہے لیکن ملک شام سے اُنکا قطع تعلق ہو چکا تھا اور اہل شام کے نزدیک وہ اس زمین سے ہمیشہ کے لیئے رخصت ہو چکے تھے اسلیئے انجیلوں کی تمام تحریریں حضرت مسیح علیہ السلام کے جُدا ہونے کے وقت سے بہت دیر بعد قلم و قرطاس کے سپرد ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی مسلم امر ہے کہ اناجیل میں جو "نبوتیں" کی گئی ہیں اُن میں سے اکثر ایسی ہیں جو اناجیل کی تحریر میں آنے سے قبل ہی وقوع میں آچکی تھیں یا یوں کہو کہ جو واقعات نبوتوں کے متعلق پیش کیئے گئے ہیں اُنسے بہت مدت بعد انجیلیں لکھی گئی تھیں گویا دنیا کو ان واقعات کے بعد علم ہوا کہ ان امور کے متعلق یسوع مسیح نے کوئی پیشگوئی کی تھی۔ اگر ان اناجیل کی تحریر سے قبل کوئی یادداشت بھی ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ حضرت مسیح کی نبوتیں اُسی وقت نوٹ کی گئی تھیں جب خدائے تعالیٰ نے اُنکو خبر دی تھی لیکن افسوس کوئی ایسی یادداشت موجود نہیں لہٰذا ہمارے پاس اس امر کے باور کرنے کا کوئی ثبوت نہیں کہ اناجیل کے مصنفین جن گذشتہ واقع شدہ پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہیں وہ در اصل مسیح علیہ السلام پر نازل شدہ الہامات کے مطابق وقوع میں آئیں تھیں یا عقیدت مند مریدوں نے اپنے پیر کی طرف یونہی منسوب کر دیں۔ اس نوعیت کی پیشگوئیاں بھی اناجیل میں کثیر التعداد نہیں بلکہ معدودے چند ہیں اور اُنکے متعلق جن واقعات کا ذکر ہے وہ انجیلی پیشگوئیوں کی اشاعت سے مدت مدید پہلے عدم سے وجود میں آچکے تھے۔ اور ان پیشگوئیوں کو بھی اگر ناقدانہ نظر سے دیکھا جائے تو "نبوت" اور واقعہ میں تضاد معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ جب فریسیوں نے مسیح سے نشان طلب کیا تو اُس نے کہا

"اس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان اُنہیں دکھایا نہ جائیگا۔ کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا" متی ۱۲: ۳۹ و ۴۰ اور متی باب ۱۶: ۴ لوقا باب ۱۱ اور مرقس ۸: ۱۱ وغیرہ۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ جب یسوع کو قبر میں ڈالا گیا اور اسکے بعد وہ تیسرے دن جی اُٹھا تو یہ واقعہ اس پیشگوئی کے مطابق عمل میں آیا تھا۔ لیکن اس توضیح سے ہم کو اتفاق نہیں بلکہ اسپر دو سخت اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اوّل۔ جو وقت 'نبوت' کے الفاظ میں دیا گیا ہے وہ اصل وقت سے نطابقت نہیں کھاتا۔ پیشگوئی میں تین دن اور تین راتیں مندرج ہیں مگر وقوع میں اسکے خلاف آیا ہے یعنی مسیح زمین کے اندر، صرف ایک دن اور دو راتیں رہے۔ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ اس پیشگوئی کو غلط قرار دیں اور سمجھیں کہ مسیح کی ایک 'نبوت' غلط نکلی۔

دوم۔ ہمارے پاس اس امر کے باور کرنیکے لیئے کوئی یقینی وجہ موجود نہیں کہ آیا یہ پیشگوئی مسیح نے کی تھی یا کسی زید بکر کی بناوٹ ہے کیونکہ یہ انجیلیں اس واقعہ کے بعد لکھی گئیں۔

اناجیل کی چند اور ایک پیشگوئیاں

اس ایک نمونہ کے بعد ہم اناجیل کی باقیماندہ پیشگوئیوں پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں چنانچہ مرقس لکھتے ہیں (۱) "پھر وہ اُنہیں تعلیم دینے لگا کہ ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اسکو رد کریں اور وہ قتل کیا جائے اور تین دن کے بعد جی اُٹھے" مرقس ۸: ۳۱

(۲) "ابن آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالے کیا جائیگا اور وہ اُسے قتل کرینگے اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائیگا" متی ۱۷: ۲۳

(۳) "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائیگا" متی ۲۶: ۲۱

(۴) "تم سب اسی رات میری بابت ٹھوکر کھاؤگے" متی ۲۶: ۳۱

(۵) "میں تجھ (پطرس) سے سچ کہتا ہوں کہ اُسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کریگا" متی ۲۶ ۳۴

ان "نبوتوں" کے مطالعہ سے ناظرین پر یہ امر بخوبی روشن ہو جائے گا کہ محولہ بالا انجیلی عبارتیں یسوع مسیح کے شاگردوں کی بے وفائی۔ یسوع مسیح کی تکالیف۔ قبر سے نکلنے وغیرہ کے متعلق ہیں اور یہ تمام واقعات اس زمانہ سے مدتوں پہلے وقوع میں آچکے تھے جبکہ اناجیل موجودہ کے مصنفین نے ان اناجیل کو قلمبند کیا تھا لہذا یہ پیشگوئیاں اُس معیار کے مطابق جو ہم نے مقرر کیا ہے پیشگوئیاں قرار نہیں دیجا سکتیں کیونکہ "نبوت" یا پیشگوئی کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی واقعہ کے عمل میں آنے سے پیشتر اسکی خبر دیجائے لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے اناجیل کے مصنف جو ان پیشگوئیوں کو مسیح کی طرف منسوب کرتے ہیں مسیح کے بعد گذرے اور شنی سنائی باتوں کو انہوں نے لکھ مارا اور اغلباً یہ ہُوا ہوگا کہ جذبات عقیدت سے متاثر ہو کر اُنھوں نے لکھدیا کہ مسیح کو جو دُکھ پہنچا اُس کی خبر اُنھوں نے پہلے سے دیدی تھی۔ اگر بفرض محال یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ مسیح نے ان واقعات کے متعلق پہلے سے خبر دی تھی تو ہمارے پاس یا مسیحی لوگوں کے پاس اس بات کے معلوم کرنے کا کیا ذریعہ ہے کہ یہ الفاظ وہی ہیں جو مسیحؑ پر نازل ہوئے تھے۔ یا یہ کہ صلیبی واقعہ بعینہٖ حضرت مسیح کے الفاظ کے مطابق ظہور پذیر ہُوا؟ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا اور قیاس اس کی تصدیق نہیں کرتا کہ اناجیل کے مصنفوں نے صلیب کے واقعہ کو مسیح کے الفاظ سے تطابق دینے کے لئے الفاظ کو بدل دیا ہو۔ فتدبروا یا اولی الابصار

(باقی آیندہ انشاء اللہ)

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا

خدائے تعالیٰ نے اس اُمت مرحومہ کے اولیاء پر بھی عجیب در عجیب انعام کیئے ہیں جنکو

دیکھکر ایک انسان کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہی
اور انسان بلا اختیار بول اُٹھتا ہے کہ اُس نبی کی کیا ہی شان ہے جسکے اتباع پر
خدائے تعالیٰ کے اسقدر بڑے فضل ہیں اُن بڑے بڑے انعامات میں سے جو
خدائے تعالیٰ نے اس اُمّت کے صلحاء پر کیئے ہیں ایک کشف و الہام کا انعام
بھی ہے اور اس اُمت کے بعض اولیاء اللہ کے الہامات و کشوف ایسے ہیں اور
اُن کا دامن ایسا وسیع ہے کہ انسان کی عقل دیکھکر دنگ رہ جاتی ہے حتّٰی کہ
اُن کے کشوف و الہامات اپنی صراحت اور وسعت اور تبیّن میں اگر کُل نہیں تو
اکثر انبیاء بنی اسرائیل کے کشوف و الہامات پر کئی درجے سبقت لیجاتے ہیں۔ اس
اُمّت مرحومہ کے صلحاء کے کشوف کی ایک عجیب مثال حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ
کا حیرت انگیز کشف ہے جس کا نظارہ انہوں نے ایک دلکش قصیدے میں کھینچا ہی
اور چونکہ خدائے تعالیٰ کا منشاء تھا کہ یہ قصیدہ ہمیشہ کے لیئے محفوظ رہے اسلیئے
خدائے تعالیٰ نے اس قصیدہ کو لوگوں میں ایک شہرت بخشدی۔ اور انہوں نے
بڑی محبت کے ساتھ اس کو محفوظ رکھا اور شائع کرتے رہے اور جب خدائے تعالیٰ
نے قلمی خزانوں کی حفاظت کا ایک نیا ذریعہ یعنی مطابع کا سلسلہ پیدا کیا تو قصیدہ
مطبوع ہوگیا چنانچہ پہلے پہل اسکو مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنی کتاب
اربعین فی احوال المہدیین کے ساتھ شائع کیا۔ یہ کتاب ۲۵ محرم الحرام ۱۲۶۸ء
میں شائع ہوئی۔ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے دعوی مسیحیت سے بہت عرصہ پہلے۔
اور خود اس صاحب کشف بزرگ کو جس نے اپنے عجیب و غریب کشف کا نقشہ اس
قصیدہ میں کھینچا ہے فوت ہوئے کئی سو سال ہوگئے یہ مرد با خدا ہندوستان
میں اپنی ولایت اور اہل کشف ہونے کا شہرہ رکھتا ہے اور ہندوستان کے اولیاء
کاملین میں سے ہے۔ یہ دہلی کے نواح کے رہنے والے تھے۔ اُن کا زمانہ ۵۶۰ ہجری
اُن کے دیوان کے حوالہ سے بتایا گیا ہے اور یہی زمانہ اس قصیدہ کی تصنیف کا ہی
ہمیں یہاں اس قصیدہ کو تمام نقل کرنے کی ضرورت نہیں جو صاحب چاہیں

اربعین فی احوال المہدیین میں اسکو دیکھ سکتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسکو اپنی کتاب نشان آسمانی میں جس کا دوسرا نام شہادۃ الملہمین بھی ہے شائع کیا ہے۔ ہمیں یہاں اس قصیدہ کی ایک ایسی پیشگوئی کا ذکر کرنا مقصود ہے جو آجکل پوری ہوئی ہے۔ جسوقت حضرت مسیح موعودؑ نے اس قصیدہ کو شائع کیا اُسوقت یہ پیشگوئی ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی مگر تعجب کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس خاص شعر پر جس میں یہ آنیوالی پیشگوئی درج ہے الٰہی تحریک سے ایک حاشیہ لکھا ہے جس میں آپنے کھولکر بیان فرمایا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے جو آیندہ پورا ہوگا اور بڑی بسط سے اُسکی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے کہ وہ اس رنگ میں پورا ہوگا چنانچہ جس رنگ سے حضرت مسیح موعودؑ نے اس نشان کا ظاہر ہونا بیان فرمایا ہے ہو بہو اُسی رنگ سے یہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی ہے۔

قصیدہ کے ابتداء میں یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک عجیب نظارہ دیکھتا ہوں اور ایک آنیوالے زمانہ کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے لایا گیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ میں نجوم کی بنا پر یہ پیشگوئی نہیں کرتا بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ نظارہ مجھے دکھایا گیا ہے۔ وہ دو شعر جن کے ساتھ وہ اپنی پیشگوئی کو شروع کرتے ہیں یہ ہیں :-

قدرتِ کردگار مے بینم ∴ حالتِ روزگار مے بینم
از نجوم ایں سخن نمے گویم ∴ بلکہ از کردگار مے بینم

واقعی ہم تصدیق کرتے ہیں کہ اس بزرگ نے بناوٹ یا کسی زمینی علم کی بنا پر نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ سے علم پاکر اس عجیب قصیدہ کو شائع کیا ہے جس میں کئی عجیب و غریب واقعات کا انکشاف کیا گیا ہے جو آج سات آٹھ سو سال بعد پورے ہو رہے ہیں۔ اتنے بعید زمانہ کے واقعات کا ایسے بیّن اور روشن الفاظ میں نقشہ کھینچنا سوائے ایسے شخص کے جو خدا سے الہام پاکر بولتا ہو یا جسکی آنکھوں کو خود خدائے تعالیٰ

نے آنیوالے واقعات کا نظارہ کرا دیا ہو اور کسی متنفس کا کام نہیں ہو سکتا۔ اور یہ عجیب انکشافات خدائے تعالیٰ کی ہستی کا ایک زبردست ثبوت ہیں۔

یہ بزرگ آگے چلکر فرماتے ہیں:-

غین و رے سال چوں گذشت از سال
بوالعجب کاروبارے بینم

یعنی سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے بعد عجیب وغریب کاروبار کشفی نظر میں مجھے دکھائی دیتا ہے اسکے بعد وہ تیرھویں صدی کے فتنوں کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں

غم مخور زانکہ من دریں تشویش ÷ خرمی وصل یارے بینم

یعنی جن فتنوں اور تشویش کا نظارہ کھینچا گیا ہے جو سنہ ۱۲۰۰ھ کے بعد یعنی تیرھویں صدی میں ظاہر ہوں گے انکو سنکر مت گھبراؤ کیونکہ ان کے ظہور کے بعد ان فتنوں کو دور کرنے کے لیئے دلبر کے ظہور کی خوشبو مجھے آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں

چوں زمستانِ بیچمن بگذشت ÷ شمس خوش بہارے بینم

یعنی جب فتنوں اور تشویش کا زمانہ جو تیرھویں صدی کا زمانہ ہے گذر جائیگا تو تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے سر پر مشرق سے ایک آفتاب طلوع کریگا۔ پھر نہایت ہی پیارے شعروں میں اس دلبر کی شان کو بیان کیا گیا ہے بلکہ یہاں تک بھی لکھدیا گیا ہے کہ اسکا نام احمد ہوگا اور وہی مہدی اور وہی عیسیٰ ہوگا۔ اسکے وجود سے دین کا باغ رونق پکڑے گا اور دشمن ذلیل ہوگا۔ شان نبوت اس میں نمایاں ہوگی اور علم وحلم اس کا شعار ہوگا۔ اور پھر لکھا ہے

دور او چوں شود تمام بکام ÷ پسر او یادگارے بینم

ان سب باتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب نشان آسمانی میں بیان کر دیا ہے۔ ناظرین اس جگہ ملاحظہ فرماویں۔ میری غرض اس جگہ ایک اور پیشگوئی کا بیان کرنا ہے جو اس قصیدہ کے آخر میں ہے اور جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آجکل پوری ہوئی ہے۔ یہ پیشگوئی قصیدہ

مذکورہ کے آخری شعر سے پہلے شعر میں ہے اور وہ شعر یہ ہے :-

ترکِ عیّار سُست مے نگرم

خصم او در خمار مے بینم

اس شعر کا مطلب جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اُسی وقت کتاب مذکور کے دیباچہ صفحہ د (طبع باردوم- جنوری ۱۸۹۶ء) پر لکھا ہے یہ ہے کہ اُس مسیح کے ظہور کے بعد تُرک کی سلطنت کچھ سُست ہو جاویگی اور سلطنت کا مخالف بھی فتح یابی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھے گا- اور آخرکار فتح کا سرور جاتا رہیگا- اور خمار رہ جائے گا- چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے چار پانچ سال بعد یہ پیشگوئی ٹھیک اُسی طرح پوری ہو گئی جس طرح کہ حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے سات آٹھ سو سال قبل بیان فرمائی تھی اور اُسی تشریح کے مطابق جو ۱۸۹۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس شعر کی بیان فرمائی- حضرت مسیح موعودؑ اُن معنوں کی نسبت جنکو مَیں نے اوپر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ یہی "اس شعر کے صحیح معنے ہیں" اور عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ اٹلی والوں نے طرابلس میں اور بلقانی ریاستوں نے (جو قومیت کے لحاظ سے روسیوں کے بھائی بند ہیں اور در اصل یہ ایک ہی قوم کے لوگ ہیں اور اس قوم کا نام سلاونک Slav ہے اور اُنہوں نے روسیوں کی شہ اور امداد سے تُرکوں کے ساتھ جنگ کی ہے) مشرقی یوُرپ میں تُرکوں کو سخت شکست دیکر انکو ان ملکوں سے نکالدیا ہے اور انکی طاقت کو سخت کمزور کر دیا ہے- مگر پھر بھی حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشگوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کے مطابق ان مسیحی قوموں کو اپنی فتح کا سرور جاتا رہا ہے اور صرف خمار ہی باقی رہ گیا ہے- اٹلی والوں نے فتح تو حاصل کی مگر کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ نقصان

اُٹھایا ہے اور ابتک طرابلس کے عربوں نے ناک میں ان کا دم کر رکھا ہے اور ساحل سے آگے بڑھ نہیں سکے اور ابھی تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ ورنہ کے مقام پر ۲۶ - مئی کو عربوں نے اٹلی والوں کو بھاری شکست دی اور انکے کئی افسر میدان جنگ میں کام آئے - اور جانوں کا سخت نقصان ہوا - آخر اٹلی والوں کو اپنے مردے اور زخمی سپاہی اور افسر اور سارا سامانِ جنگ میدان میں ہی چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور پھر بھی عربوں نے پیچھا نہ چھوڑا اور بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو تہ تیغ کیا آخر بڑی مشکل سے اٹلی والے ساحل کے قریب اپنے مورچوں میں آکر پناہ گزین ہوئے - ‡ تب اُن کے دم میں دم آیا غرض اس بات میں کچھ شک نہیں کہ اٹلی والوں کا فتحیابی کا سرور بالکل جاتا رہا ہے - صرف خمار ہی خمار رہ گیا ہے - بلقانی ریاستوں کا بھی یہی حال ہے فتحیابی کے بعد آپس میں لڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو تہ تیغ کر رہے ہیں اور کئی ہزار آدمی انکی باہمی جنگ کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں - دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے - مگر اس بدمزگی اور باہمی کشیدگی اور جنگ وجدل سے فتحیابی کا سرور تو انکا بھی جاتا رہا ہے - صرف خمار باقی ہے -

اس نوٹ میں حضرت مسیح موعود نے ایک اور بھی لطیف بات لکھی ہے اور وہ بھی پوری ہو رہی ہے - آپ اس شعر کی تشریح کے بعد تحریر فرماتے ہیں "اور حدیثوں کے رُو سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کے ظہور کے وقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہو جائے گی - اور عرب کے بعض حصوں میں نئی سلطنت کے لیئے کچھ تدبیریں کرتے ہونگے اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کے لیئے تیار ہونگے - سو یہ علامات مہدی موعود اور مسیح موعود کی ہیں - جس نے سوچنا ہو سوچے" یہ علامات بھی صریح طور پر آج پوری ہو رہی ہیں کل دنیا جانتی ہے کہ ترکی سلطنت ضعیف ہو چکی ہے اور یہ ضعف اُسکو خصوصاً سنہ ۱۹۱۲ء میں پہنچا ہے اور عرب کے بعض حصوں میں ترکی سلطنت سے آزادی حاصل کرنے اور آزاد خود مختار حکومت قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے -

‡ اس مضمون کے لکھنے کے بعد اٹلی والوں کو طرابلس میں ایک اور سخت شکست پہنچی ہے جسمیں بہت سے اٹالوی افسر اور سپاہی ہلاک ہو گئے ہیں - (پیغام صلح نمبر ۵ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ء)

چنانچہ اٹلی کی جنگ سے پہلے اپنی آزادی کے لیئے اہل عرب نے ترکی فوجوں کا مقابلہ کیا اور اس جنگ میں ترکوں کو سخت زکیں پہنچیں - اب بلقان کی لڑائی کے ختم ہونے کے بعد عرب پھر ترکوں کا جوآ اپنے سروں پر سے پھینک دینے کی فکر میں ہیں - اور بعض حصوں میں تو انہوں نے ترکوں کا مقابلہ بھی کیا ہے اور عربوں میں ترکوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیئے ہل چل جاری ہے اور ابھی چند دنوں کی بات ہی - کہ دو ترکی افسر عربوں کے ہاتھ سے بصرہ کے قریب قتل کیئے گئے - ذیل میں اخبار پائونیر کے تازہ پرچوں میں سے چند اقتباسات نقل کیئے جاتے ہیں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ واقعی بعض حصوں میں آجکل عرب ترکوں کی حکومت کا جوآ اپنی گردنوں پر سے اتار پھینکنے کی کوشش میں ہیں -

پائونیر ۲۵ - مئی ۱۹۱۳ء رقمطراز ہے :-

"شمال مشرقی عرب کے متعلق جو خبر بصرہ سے شائع کی گئی ہے اُسکو پڑھکر تعجب ہوتا ہے - بیان کیا گیا ہے کہ عرب کے ایک شیخ - بن سعود نامی نے دو قلعوں القطیف اور الحصان پر حملہ کیا اور جتنی ترکی سپاہ ان دو قلعوں میں موجود تھی - اُن سب نے عربوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے - اور شیخ مذکور نے ساری ترکی سپاہ کو پکڑ کر ایک انگریزی جہاز میں سوار کر کے بحرین میں بھیجدیا ہے"

پائونیر مورخہ ۲ جون ۱۹۱۳ء عرب میں بے چینی - بنی عکوف کے قبیلہ کی بابت خبر پہنچی ہے کہ وہ مکہ معظمہ اور جدہ کے مابین سات سو آدمی کی تعداد میں جمع ہے اور جدہ سے خبر آئی ہے کہ تمام سڑکیں جو جدہ سے ملک کے اندر جاتی ہیں انکو انہوں نے روک رکھا ہے "

پائونیر مورخہ ۲۰ - جون ۱۹۱۳ء -

"چند سالوں سے نہ صرف جزیرہ نمائے عرب میں بلکہ عراق عرب میں بھی قسطنطنیہ کی حکومت کے برخلاف سخت نفرت محسوس کی جارہی ہے - یمن میں جو بار بار بغاوتیں ہوتی رہیں وہ اسی نفرت کا ثبوت تھیں - اور جزیرہ نمائے عرب

کے مشرق میں امیرِ نجد اور دیگر شیخ گاہے گاہے اپنی آزادی اور خود مختاری کا عملی اظہار کرتے رہتے ہیں۔ دجلہ و فرات کی وادی میں جو عربی قبائل بود و باش رکھتے ہیں وہ اس وقت بھی وقتاً فوقتاً بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرتے رہے جبکہ نظام پاشا مرحوم بغداد میں حاکم تھا اور عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک وسیع بےچینی علاقہ بغداد میں پھیلی ہوئی تھی۔ نوجوان ترکوں کی حکومت کے آنیسے کوئی نیک نتیجہ ... پیدا نہیں ہوا۔ جب پہلے اٹلی کے ساتھ اور پھر بلقانی ریاستوں کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی تو تھوڑے عرصہ کے لیئے بغاوت رُکی رہی۔ اور اس اپیل نے کہ سب مسلمانوں کو ایک ہو جانا چاہیئے عربوں پر بھی اثر کیا اور اسلیئے اُنہوں نے اس عرصہ میں بغاوت کے خیال کو ملتوی کر دیا۔ اب جبکہ جنگ کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اہل عرب پھر سلطنت روم کے برخلاف بےچینی کا اظہار کر رہے ہیں اور اگر آستانہ علیا سخت شورش کو روکنا چاہتا ہے تو اُسکو چاہیئے کہ عربوں کے ساتھ اپنی حکومت کی پالیسی میں کچھ اصلاح کرے۔ چونکہ یورُپ کے بہت سے صوبے اب ترکوں کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں اسلیئے اب سلطنت روم کو یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ جو ترک حکام اور عہدہ دار۔ پہلے یورُپ کے علاقوں میں مختلف مقامات پر متعین تھے اُنکو یا تو پنشن دیکر رخصت کرے یا ایشیائی صوبوں میں اُنکو بھرتی کرے اور ایسے عہدہ داروں کی تعداد کچھ کم نہیں جو یورُپ کے صوبجات کے نکل جانے کے سبب اب بیکار ہو گئے ہیں۔ مالی حالت اجازت نہیں دیتی کہ ان بیکار عہدہ داروں کو پنشن دیکر رخصت کر دیا جاوے۔ اسلیئے اس عہدہ داروں کی فوج کے لیئے ایشیائی صوبوں میں جگہ تلاش کی جا رہی ہے اور اس کا ایک نتیجہ اب یہ ہوگا کہ جو عہدے پہلے عربوں کو اپنے اپنے علاقوں میں ملتے تھے اب وہ ترکوں کو دیئے جائیں گے اور یہ امر آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس سے عربوں میں ضرور ناراضگی پھیلے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نتیجہ عرب کے شمال مغربی حصہ میں ابھی سے ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے اور بعض عرب کے

قبائل اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور جو راستہ حاجیوں کا جدہ سے مکہ معظمہ کی طرف جاتا ہے اُس راستہ میں لوگوں کی آمد و رفت کو روک رکھا ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ اب پھر اس امر کا تقاضا شروع ہوگا کہ عرب ترکوں سے آزاد ہونا چاہیئے اور اس میں ایک خودمختار حکومت قائم کی جانی چاہیئے۔ عرب کے مشرقی حصہ میں نجد کے امیر نے کوئی بہت لمبا انتظار نہیں کیا اُس نے کویت سے القطیف تک جہاں جہاں ترکی فوج موجود تھی اُسکو بالکل نکال دیا ہے اور اس علاقہ کو ترکوں سے بالکل صاف کر دیا ہے۔ اور ترکی بندرگاہ پر اپنا پورا قبضہ جمالیا ہے۔ ہمیں اس وقت پورے طور پر معلوم نہیں کہ عراق عرب و میسوپٹومیا میں کیا ہو رہا ہے۔ مگر یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کے ترکی حکام عربوں کی حالت پر بالکل مطمئن نہیں ہیں نجد کے امیر کی کامیابی کی خبر اس علاقہ کے عربوں پر اثر ڈالنے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ غرض بہ ہیئت مجموعی موجودہ حالت دلچسپی سے پُر ہے اور اس قابل ہے کہ اسپر احتیاط سے نظر رکھی جائے کہ واقعات کیا رنگ اختیار کرتے ہیں۔"

پائونیر مورخہ ۲۵۔ جون ۱۹۱۳ء۔ "بصرہ میں عربوں کی ایک جماعت نے ایک ... ترکی فوجی افسر کو قتل کر دیا ہے جبکہ وہ ۲۰ ماہ حال کو رات کے وقت جہاز سے خشکی پر اُتر رہا تھا۔"

"ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ بغداد ... سے جنوب کی طرف عربوں میں بغاوت کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ کے گرد و نواح میں سخت بے چینی اور ناراضگی پھیلی ہوئی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ فوجی افسر کے علاوہ متصرف یعنی ضلع کے حاکم کو بھی قتل کیا گیا ہے۔ بظاہر قتل کے معاملہ میں عرب بھی ترکوں کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔"

پائونیر مورخہ ۲۶ جون ۱۹۱۳ء "بصرہ کے قریب جو عربوں میں بغاوت برپا ہوئی ہے اُسکی نسبت بعد کی خبر یہ ہے کہ مذکورہ بالا فوجی افسر مارا مارس

جہاز پر ۲۰-جون کو بوشہر سے روانہ ہوا- اور جہاز واپسی پر یہ خبر لایا کہ افسر مذکور کو عربوں نے قتل کر دیا ہے۔"

پائونیر مورخہ ۲۷-جون ۱۹۱۳ء "عربوں کے ہاتھ سے دو ترکی افسروں کے قتل کی خبر جو بصرہ سے آئی ہے وہ کوئی ایسی خبر نہیں جس کو سنکر انسان حیران ہو- کچھ عرصہ سے یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ اس علاقہ کے عربوں میں ترکی سلطنت کے برخلاف بے چینی پائی جاتی ہے- اور ترکوں نے انکی بغاوت کو روکنے میں سستی کی- ترکوں کے برخلاف امیر نجد کو جو حیرت انگیز طور سے پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے اُس سے اِن عربوں کا حوصلہ بھی بڑھ گیا ہے- بصرہ میں جو عربوں کو کامیابی حاصل ہوئی ہے اور جس طرح انہوں نے دو ترکی افسروں کو قتل کر دیا ہے- اس سے خطرہ ہے کہ یہ بغاوت ملک عرب کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل جاویگی یہ واقعہ اس بات کا ایک اور ثبوت ہے کہ عربوں اور ترکوں کے درمیان سخت عداوت ہے اور ترکی کے جو صوبے ایشیا میں ہیں انپر اس عداوت کا سخت بُرا اثر پڑنے کا امکان نظر آتا ہے- عربوں اور ترکوں کے درمیان جو اسلامی اخوت کا رشتہ ہے وہ بھی اسوقت بے اثر نظر آتا ہے اور ممکن ہے کہ جلدی ہی ایک ایسی عام تحریک قائم ہو جاوے جسکی کوشش یہ ہو کہ نہ صرف جزیرۂ نما عرب میں خود مختار حکومت قائم کی جاوے بلکہ شمالی اضلاع بھی ترکی حکومت سے آزاد کئے جاویں"۔

ناظرین غور فرماویں کہ پائونیر کے مذکورہ بالا نوٹوں سے حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی کیسی تصدیق ہوتی ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جس میں لکھا ہے کہ ترکی سلطنت میں سستی پیدا ہو جائیگی اور عرب کے بعض حصوں میں آزاد خود مختار حکومت قائم کرنیکی کوششیں شروع ہو جائینگی - اب بعینہٖ ایسا ہی ہو رہا ہے- کیا اب بھی تمہیں اس مسیح موعود و مہدی مسعودؑ کے ماننے میں کچھ تامل ہو سکتا ہے

جسکے نشان اس طرح کھُلے طور پر پورے ہو رہے ہیں۔ اس سے زیادہ بیّن تصدیق کیا ہو سکتی ہے۔

پھر پاؤنیر مورخہ ۲۸۔ جون ۱۹۱۳ء میں ایڈیٹر لکھتا ہے:۔

"خلیج فارس سے جو خبریں آتی ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترکی سلطنت الحصا کے صوبہ میں اپنا تسلط دوبارہ قائم کرنے کے لیئے کوئی کوشش نہیں کر رہی اور اب امیر نجد کا تسلط اُس علاقہ میں پورے طور پر قائم ہو چکا ہے"

کیا اب بھی مخالفین کو اس امر کے ماننے میں کچھ تامل ہو سکتا ہے کہ ترکی سلطنت سُست ہو چکی ہے اور عرب کے شیخ اور امیر ترکی حکومت سے آزاد ہوکر خود مختار ریاستیں قائم کر رہے ہیں۔ ناظرین کی خدمت میں میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ دیکھو کہ حضرت نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور آپ کے نشان کیسے کھُلے طور پر پورے ہو رہے ہیں۔ کیا یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک بیّن نشان نہیں ہے؟

فرقہ پراٹسٹنٹ کی بائیبل

پراٹسٹنٹوں کی کتاب مقدس کے متعلق رومن کیتھولک فرقہ کے مسیحیوں کے عقیدہ کو معلوم کرنا ناظرین کے لیئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ پہلے اشخاص جنہوں نے اضلاع متحدہ کی سلطنت امریکہ میں قائم کی وہ پراٹسٹنٹ فرقہ کے مسیحی تھے انہوں نے انگلستان میں اس امر کا تجربہ کر لیا تھا کہ مذہب کی خاطر دوسروں کو ایذا دینا کیسی قابل نفرت چیز ہے کیونکہ یہی ایذا رسانی اُنکے وطن چھوڑنے اور ایک بڑے لمبے چوڑے سمندر کو عبور کرکے بحراوقیانوس کے پار امریکہ کے جنگلوں اور درندوں کے درمیان بود و باش اختیار کرنے کا باعث ہوئی تھی۔ اسی لیئے جب انہوں نے

امریکہ کے ساحل پر ایک خود مختار ریاست قائم کی تو انہوں نے اپنی حکومت کے اصول میں مذہبی آزادی کو داخل کیا۔ اب اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہاں رومن کیتھولک فرقہ بہت بڑھ رہا ہے اور یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ اضلاع متحدہ میں کثیر التعداد لوگ اس مذہب میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسکے عروج نے بہت سے پراٹسٹنٹوں اور نیز بہت سے فری تھنکروں کو جو اسے آزادی اور ترقی کا حارج گمان کرتے ہیں نہایت خوف زدہ کر دیا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ رومن کیتھولک فرقہ کا ستارہ اگرچہ پرانی دنیا کے ممالک میں دن بدن زوال پذیر ہو رہا ہے لیکن نئی دنیا میں عروج پر ہے بہت عرصہ گذرا ہے جب یہ مذہب انگلستان سے نابود ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصہ کا ذکر ہے جب فرانسیسیوں نے اسکا بیڑا غرق کر دیا۔ اہل پرتگال نے ابھی بادشاہ اور پوپ ہر دو کو برطرف کر دیا ہے اور ہسپانیہ والے بھی پوپ کے برخلاف ہیں۔ جرمنی میں اسکی طاقت کو زوال شروع ہو گیا ہے۔ خود اٹلی میں جو پوپ کا صدر مقام ہے پوپ کی طاقت بہت کمزور ہے۔ اگرچہ رومن کیتھولک مذہب خود اپنے ممالک میں زوال پر ہے لیکن مغربی دنیا کے کناروں پر ترقی کر رہا ہے اور مسیحیت کے دوسرے فرقے اسکی طاقت کے بڑھنے سے دکھ میں ہیں۔ پراٹسٹنٹ مذہب کے مختلف فرقے جو قریب دو سو کے ملک امریکہ میں پائے جاتے ہیں اسکے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں کیونکہ رومن کیتھولک لوگوں کی موجودگی میں وہ اپنی راہ پر آزادی سے نہیں چل سکتے۔ اور انکی دخل اندازی سے گاہ گاہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ امر ذیل کے واقعات سے بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے۔

نیو آرلی انز کے پراٹسٹنٹ منسٹرز اسوسی ایشن نے مدرسوں میں بائیبل کا پڑھایا جانا لازمی قرار دیا اور انکا یہ گمان تھا کہ مسیحیت کا کوئی فرقہ اس تجویز کی مخالفت نہیں کرے گا۔ اسپر کیتھولک آگے بڑھے اور ذیل کی حجت پیش کی "اگر پراٹسٹنٹ منسٹرز اسوسی ایشن مدرسوں میں بائیبل کا ہونا ضروری سمجھتی ہے تو کیتھولک کا یہ دعوٰی ہے کہ ہماری ہی بائیبل ہو اور ہمارے ہی پادری لڑکوں کو مدرسوں میں بائیبل کی تعلیم دیں۔ پراٹسٹنٹ بائیبل کا ہمارے لڑکوں کے ہاتھ میں ہونا ہم کو ناگوار معلوم

ہوتا ہے۔ ہم یہ صاف الفاظ میں کہدیتے ہیں کہ پراٹسٹنٹ بائیبل کا ہمارے شہر کے مدرسوں میں رائج ہونا ہم کو منظور نہیں"۔

ہم کو معلوم نہیں کہ پراٹسٹنٹوں کے کثیر التعداد فرقے اس حجت کا کیا جواب دینگے۔ مدرسوں میں بائیبل کے رائج کرنے کی بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی تھی کہ یہ کتاب مسیحیت کے سب فرقوں کے نزدیک مسلم ہے اسلیئے اسکے رائج کرنے میں کسی فریق کا اعتراض نہیں ہوگا۔ اب یہ دلیل بھی ٹوٹ گئی۔ کیونکہ اب یہ سوال پیدا ہوگیا ہے کہ اگر بائیبل کو رائج کیا جاوے تو کونسی بائیبل جاری کیجاوے۔ پراٹسٹنٹ بائیبل رومن کیتھولک کے عقائد میں غلط اور نادرست ہے اور قابل تسلیم نہیں ہے اور انکی بائیبل پراٹسٹنٹوں کے عقائد کے رُد سے ناقابل تسلیم ہے اور تعجب یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی اپنی بائیبلوں کو خدا کا کلام بتاتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں کو چاہیئے کہ پہلے آپس میں فیصلہ کرلیں کہ کونسی کتاب سچی ہے اور پھر متفق ہوکر دنیا کے آگے سچی بائیبل اور خدا کا کلام پیش کریں۔ اور فریقین کیتھولک بائیبل کے ان حصوں کا بھی فیصلہ کرلیں جنکو پراٹسٹنٹوں نے اپنی بائیبل سے خارج کر دیا ہے ؛

ماہوار رپورٹ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ جون ۱۹۱۳ء

صیغہ یتامیٰ :۔ آمد ۱۵ / ۱۰ اور خرچ ۴ / ۱ / ۴ ہوا۔ اس فنڈ میں یکم جولائی کو صرف ۲ / ۱ / ۴ بقایا رہا ہے۔ یتامیٰ کو پورا خرچ ملتا ہے جسکی ماہوار اوسط ہوتی ہے۔ اور یتامیٰ کو ماہوار کے وظائف ملتے ہیں۔ یتامیٰ کو نجاری کا کام اور کو درزی کا کام سکھایا جاتا۔

صیغہ زکوٰۃ :۔ آمد ۱۴ اور خرچ ۵ / ۱ / ۴ ہوا۔ یکم جولائی کو اس فنڈ میں ۷-۶-۳۱۲۵ بقایا تھا۔ اس ماہ ۸ مساکین مسافروں کو زادِ راہ کے لیئے ۷ مساکین کو متفرق امداد کے لیئے ۴ مساکین کو بطور وظائف نومسلموں وغیرہ کے وظائف پر

اور ۵۴۹ انتظامی اخراجات پر خرچ ہوئے۔

صیغہ تعلیم:- ہائی سکول ۲۔ اگست ۱۹۱۳ء سے بوجہ موسمی تعطیلات ڈیڑھ ماہ کے لیئے بند رہے گا۔ اگر کسی صاحب نے تعلیم کے لیئے اپنے بچے یہاں بھیجنے ہوں تو بہتر ہے کہ بعد گذرنے تعطیلات کے بھیجیں۔ مدرسہ احمدیہ بھی ان ایام میں بند رہے گا۔ ہائی سکول میں قاضی عبداللہ صاحب بی۔ اے لاہور سے بی۔ ٹی کلاس کا امتحان دیکر واپس آ گئے ہیں۔ اسوقت عملہ مدرسہ میں پانچ بی۔ اے کام کر رہے ہیں اور ایک مدرس باہر کے کالج میں بی۔ اے کا امتحان دینے کی غرض سے رخصت پر ہیں۔ اس فنڈ میں ۴-۱۱-۷۶۲ بقایا ہے۔ اس سال کے لیئے سالانہ امتحان کے نتیجہ کے بعد ما ۱ ماہوار کی امداد گورنمنٹ سے منظور ہوئی۔ گذشتہ سال ما ۱ ۲۱۸ تھی۔ درزیخانہ سے ۵ کی پارچات کی سلائی کی آمد ہوئی اور عملہ و دیگر اخراجات پر صرف ہوئے۔

صیغہ مقبرہ:- اس ماہ سید گلزار حسین صاحب کاتب فوت ہوئے اور مقبرہ میں دفن کیئے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۷ وصایا جدید پہنچی ہیں۔ اور اس ماہ مندرجہ ذیل احباب کی طرف سے ذیل کی بڑی بڑی رقوم وصول ہوئیں۔

(۱) وزیر خاں صاحب قادیان بحساب وصیت اہلیہ خود (۲) چودھری محمد حسین صاحب قانونگوئی۔ سیالکوٹ (۳) چودھری غلام سرور صاحب قانونگوئی۔ سیالکوٹ (۴) شیخ محمد فقیر اللہ صاحب از مظفر نگر (۵) شیخ فضل کریم صاحب از دہلی (۶) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب از راولپنڈی (۷) بابو بشیر الدین صاحب پوسٹماسٹر از مس بیلہ (۸) میاں غلام احمد صاحب تلونڈی جھنگلاں (۹) ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب (۱۰) بابو عبدالرحمٰن صاحب از شملہ

حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کی موہومہ اراضی کی ما اور حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک کی اور میاں احمد الدین صاحب برانچ پوسٹماسٹر کی زمین کی آمد اس ماہ ہوئی۔ فنڈ صیغہ مقبرہ ۳۰۔ جون ۱۹۱۳ء کو ما ۱ کا مقروض تھا۔ اس ماہ سالم آمد اور صما خرچ ہوا خرچ میں چار سو پانچ روپے صرف تبلیغ اسلام

کے کام پر صرف ہوئے۔ جنہیں سے اڑھائی سو روپیہ کے قریب چار واعظین کے بہمن بڑیہ ملک بنگال بھیجنے پر صرف ہوا۔

صیغہ بیت المال :۔ مہمان بکثرت آتے ہیں۔ موسمی تعطیلات میں کالجوں سے احمدی طلباء بغرض حصول تعلیم قرآن مجید یہاں آکر رخصت گذارتے ہیں۔ اور بجائے اپنے گھروں میں رخصت گذارنے کے قادیان میں دینی تعلیم کے لیئے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

یکم جولائی ۱۹۱۳ء کو یہ فنڈ ۹-۱۵-۳۷۳۷ کا مقروض تھا۔ اور یہ قرضہ یوماً فیوماً بڑھ رہا ہے احباب ضرور توجہ کریں۔

صیغہ تعمیر :۔ تعمیر کا کام برابر سرگرمی سے جاری ہے۔ گو فنڈ اجازت نہ دیتا تھا کہ یہ کام جاری رہے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح نے پانچ ہزار روپیہ بطور قرض بعض احباب سے منگا کر دیا ہے۔ جس سے کام جاری ہے۔ اور علاوہ اس امر کے کہ اس قرضہ کی بے باقی کے لیئے روپیہ چاہیئے۔ تکمیل کام کے لیئے ابھی بہت سے روپے کی اشد ضرورت ہے۔ گذشتہ تحریکوں پر اس مد میں جماعت لاہور نے تیرہ سو روپیہ وصول کر کے ارسال کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء اگر دیگر احباب بھی اسی طرح چندہ تعمیر کے وعدوں کا روپیہ اسوقت بھیجدیں۔ تو کام بآسانی ہو سکتا ہے۔ اسلیئے جملہ احباب کیخدمت میں التماس ہے کہ ازراہ کرم چندہ عمارت کے وعدوں کا ایفا کر کے ممنون فرماویں۔ ایسے ضرورت کے موقع پر اللہ کی راہ میں صرف کرنا بڑا درجہ رکھتا ہے۔ عمارت کے اس غیر معمولی خرچ نے سب صیغوں کے بقایا پر اثر ڈالا ہوا ہے۔ اور جن مدوں میں روپیہ تھا وہ بھی اس کام پر صرف ہونیکی وجہ سے خالی پڑی ہیں اور صرف کاغذات میں ہی ہزاروں کی تعداد میں بقایا نظر آرہا ہے۔ ورنہ ملازمین کی تنخواہوں کا بعض وقت ادا ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگا سکیں گے کہ کسقدر دقت کا سامنا ہے جسکی طرف آپ لوگوں کی فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ یکم جولائی کو خزانہ میں ۱۰-۹-۲۲۸۹ بقایا تھا۔ جبکہ ابتدائی ماہ میں جملہ ملازمین کی تنخواہیں۔ بل سائر اخراجات وغیرہ ادا کرنے ہوتے ہیں۔ تو یہ روپیہ کسی طرح پر کافی نہیں ہو سکتا۔ ان ضروریات کے لیئے قریباً سات آٹھ ہزار روپیہ ہر ماہ خزانہ میں موجود ہو تو بہت آسانی سے تمام مدوں کا روپیہ ادا ہو سکتا ہے

اور یہ سب دقّت صرف اسلیئے پیش آئی۔ ہے کہ گورنمنٹ سے تیس ہزار روپیہ گرانٹ کا لینے کی خاطر عمارت مدرسہ پر بہت سا روپیہ صرف کرنا پڑا۔ پس میں جملہ احباب کیخدمت میں یہ التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ چندہ تعمیر بھیجنے کی طرف خاص توجہ سے کام لیں۔ اس سے نہ صرف خاص صیغہ تعمیر میں ہی سہولت ہوگی بلکہ دیگر صیغوں میں بھی انشاءاللہ تعالے تکالیف رفع ہوجاویں گی۔

دفتر محاسب:۔ اس ماہ کل آمد ۶-۶-۴-۷۶۹ اور کل خرچ ۷-۳-۸-۶۳۰ ہوا۔

شفاخانہ دارالعلوم:۔ اس ماہ ۱۰۷۸ مریض علاج کے لیئے جنمیں ۶۰۳ نئے تھے مائینر اپریشن ۴ ہوئے۔

شفاخانہ اندرون قصبہ:۔ کُل مریض ۱۵۸۷ آئے۔ انمیں ۵۰۷ نئے تھے مائینر اپریشن ۱۳ تھے۔

دفتر سکرٹری:۔ چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے کو ۲۸۔ جون ۱۹۱۳ء کو خواجہ صاحب کی امداد کے لیئے حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے روانہ کیا ہے۔ ایساہی خواجہ صاحب نے اپنے منشی شیخ نوراحمد صاحب کو بھی بُلا بھیجا ہے اور وہ بھی ماہ جون میں روانہ ہوگئے ہیں۔ خواجہ صاحب اشاعت اسلام کے کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اور خدا کے فضل سے یہ سلسلہ اشاعت دن بدن بڑھتا جاتا ہے خدائے تعالیٰ اس میں ترقی دے اور ان تمام لوگوں کا حافظ و ناصر ہو۔ ذیل میں خواجہ صاحب کا تازہ خط درج کیا جاتا ہے۔

خواجہ صاحب کا خط بحضور حضرت خلیفۃ المسیح } بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
بحضور والا اسلمہ اللہ تعالے۔ نوازشنامہ مل گیا۔ خدا کے فضل کے دروازے کُھلتے جاتے ہیں اور یہ تحریک موجودہ کسی قدر مرکزی حیثیت اختیار کرتی جاتی ہے اسوقت شمالی امریکہ۔ جنوبی امریکہ۔ چین۔ بخارا۔ سنگاپور۔ پنانگ سیلون۔ آسٹریلیا۔ گویا مسلمانان عالم کے خطوط برابر شروع ہو رہے ہیں اور چاروں طرف سے امداد اور حوصلہ افزائی کے لیئے لکھ رہے ہیں۔

اگرچہ اصل فضل اور برکت تو آسمان سے آنی چاہیئے۔ مجھے بلجیم بلایا گیا ہے جس وقت یہ خط پہنچیگا اگر خدا کو منظور ہوا تو اسوقت مَیں بلجیم میں ہونگا ٭ لندن کے ایک مشہور اخبار نے جس کا ایڈیٹر ایک ممبر پارلیمنٹ ہے اور وجیہ اخبار ہے اُس نے اسلامک ریویو پر ریویو کرکے حیرت ظاہر کی ہے کہ اسلام میں اسقدر خوبیاں ہیں اور ہمیں علم تک نہیں۔

انگلستان میں پانچوقت اذان } برادران انشاء اللہ اب وقت بہت قریب ہے جب یہ خوشخبری مجھ سے سنوگے کہ اب مَیں نے ایسی جگہ مستقل ڈیرہ جمایا ہے جہاں باآواز بلند پانچوقت اذان اور نماز ہوگی ربّ لاتذرنی فرداً وانت خیر الوارثین والی دعا ضرور سُنی جاوے گی۔ میری دعائیں جو متعلق مسجد ووکنگ میں چھ ماہ ہوئے ہیں اُنکا ابتدائی حصہ عنقریب شرف قبولیت حاصل کرنے کو ہیں ہاں وقت دعا ہے۔ خدا سامان کر رہا ہے کہ جب یہ ہیڈ کوارٹر ایک ایسی جگہ میں بیٹھے جہاں دعوت اسلام کی ممیز جگہ کل دنیا کو نظر آویں۔ آجتک تو ایک پرائیویٹ حیثیت رہی ہے جس کی کماحقہ حقیقت شائد ایک ہمسایہ کو بھی معلوم نہ ہو۔ مفصل نہیں لکھ سکتا۔ شیطان ہمیشہ کمین میں ہے۔ لیکن دعا دعا دعا۔ آیندہ ایک بڑے انسان کی تبلیغ کے لیئے ملک بلجیم چلا ہوں۔ دعا دعا۔ (خاکسار کمال الدین۔ معرفت نیشنل بنک آف انڈیا ۲۶۔ بشپ گیٹ لندن)

اشاعت اسلام :- ماہ جون ۱۹۱۳ء کے اخیر خریداران ریویو انگریزی۔ اُردو۔ اور تفسیر میں بالترتیب ۴۔ ۷۔ اور ایک کی بیشی ہوئی فالحمد للہ علیٰ ذٰلک اِس ماہ میں مندرجہ ذیل اصحاب نے توسیع اشاعت میں مدد فرمائی۔ جزاہم اللہ۔ امید ہے کہ دیگر احباب بھی اس نیک نمونہ کی تقلید چودھری فتح محمد صاحب ۲ انگریزی۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاور ۲ انگریزی ۲ اُردو۔ بابو فضل احمد صاحب کوہ مری ایک اُردو۔ میاں غلام حسین صاحب ایک اُردو۔ میاں غلام رسول صاحب از چینوالی ایک اُردو۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اسسٹنٹ سکرٹری انجمن احمدیہ پٹیالہ ۳ اُردو۔ منشی فضل کریم صاحب احمدی معرفت الٰہی ایک انگریزی غلام رسول صاحب انسپکٹر پولیس سرگودھا ایک اُردو۔

بقایا صیغہ جات یکم جولائی ۱۹۱۳ء

تعلیم	۴	۱۱	۴۷۶۲
اشاعت	۴	۱۴	۶۸۸
تعمیر	۴	۱۵	۳۰۱۳
مساکین	۲	۹	۷۵۹
یتامی	۱	۲	۳۸۵
زکوٰۃ	۷	۶	۳۱۲۵
بورڈران ہائی	۸	۱۰	۸۸۲
" احمدیہ	۶	۵	۴۶۶
امانت اندرونی	۰	۱۳	۲۲۳
" بیرونی	۹	۱۲	۱۴۱۳
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۲
میزان	۳	۷	۱۹۶۳۴
منہا کردہ فاضل	۸	۵	۶۱۹۱
باقی	۷	۱	۱۳۴۴۳
منہا کردہ پیشگی	۹	۷	۱۱۱۵۳
باقی نزد امین	۱۰	۹	۲۲۸۹
تفصیل فاضل متفرقات	۳	۷	۸۹۳
مدرسہ احمدیہ	۰	۱۳	۱۲۷۷
مقبرہ	۸	۱	۲۸۲
بیت المال	۹	۱۵	۳۷۳۷
	۸	۵	۶۱۹۱

تفصیل پیشگی صیغہ جات

اشاعت	۰	۰	۳۰۰
بیت المال	۰	۰	۳۸۷
متفرقات	۶	۷	۱۰۴۱
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۲۰
تعلیم	۰	۰	۲۲۰۶
تعمیر	۳	۰	۶۱۱۰
مقبرہ	۰	۰	۴۸۹
میزان	۹	۷	۱۱۱۵۳

خلیفہ رشید الدین — محاسب

محمد اشرف — ناظر

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - اگست ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

قیامت کا ثبوت

اللہ لا الٰہ الّا ھو، لیجمعنکم الیٰ یوم القیامۃ لاریب فیہ، ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ نساع ۱۱

قیامت کیا ہے؟ ایک دن ہے جس میں تمام اوّلین وآخرین جن اور انس اس فانی دنیا سے گذر جانے کے بعد اپنے اعمال کے مطابق جزا وسزا بھگتنے کے لیئے جمع ہونگے اگر کوئی روح اپنے نیک کاموں سے اس چند روزہ زندگی میں ممتاز رہی تو وہاں دائمی راحت میں داخل ہوکر ہمیشہ کے لیئے رنج ومحن سے چھوٹ جائیگی اور اگر برخلاف اسکے بُرے کاموں میں زندگی بسر کی اور خدا کی درگاہ سے تعلق عبودیت نہ باندھا تو وہ اپنے اعمال کے مطابق سزا اور شدید عذابوں کی مستحق ہوگی۔ یہ مسئلہ قریبًا تمام مذاہب عالم میں مسلّم ہے اور سب کے نزدیک انسان اس دنیا میں کام کرنے کے لیئے اور اگلے جہان کے لیئے توشہ اکٹھا کرنیکے لیئے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ یعنی یہ سلسلہ حیات اور پھر اسکے بعد سلسلہ موت جو قائم کیا گیا ہے اس کی غرض یہ ہے کہ تا تمام لوگوں میں نیک اور بد۔ متقی اور فاجر کی تفریق ہوکر جزا وسزا دیجاوے۔ لیکن ہر زمانہ میں بعض بدبخت ایسے پیدا ہوتے آئے ہیں جو اس عظیم الشان

مسئلہ کے کافر اور یوم قیامۃ کے سرے سے ہی منکر چلے آئے ہیں اس لئے قرآن مجید نے قیامت کے متعلق ایسی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ایسے ایسے اعلیٰ دلائل دیئے ہیں کہ یہ بات خیال میں نہیں آسکتی کہ کسی اور مذہب نے اسکے پاسنگ برابر بھی ذکر کیا ہو علاوہ ازیں قرآن مجید نے منکرین قیامت کے تمام دلائل کا ذکر کر کے انکا مسکت جواب دیا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جسکی نظیر کسی الہامی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ یہ مضمون نہایت وسیع پیمانہ پر قرآن مجید میں آیا ہے لیکن میں نمونہ کے طور پر پہلے قیامت کی چند دلیلیں نقل کر کے پھر منکرین کے بڑے بڑے اعتراضات کا جواب درج کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ

دلیل اوّل

پہلی دلیل قرآن مجید اس طرح پر بیان فرماتا ہے لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ اس آیت میں قرآن مجید نے قیامت کے دن کو نفس لوامہ کے ذریعہ ثابت کیا کہ ہر ایک انسان میں یہ بات طبعی طور پر رکھی گئی ہے کہ جب وہ کوئی بُرا کام کرتا ہے تو اُس کا نفس اندر ہی اندر اسے ملامت کرتا ہے اور وہ شخص ایسا کام کر کے کبھی حقیقی راحت اور خوشی محسوس نہیں کرتا گو ایک ڈاکو نفسانی حرص وطمع کے زور سے کسی شخص کو قتل کر کے اسکے مال سے اپنا گھر بھرے لیکن تخلیہ میں اسکا نفس اسے ضرور ملامت کرتا ہے اور اسے وہ خوشی کبھی نصیب نہیں ہو سکتی جو ایک تاجر کو ایمانداری کے ساتھ تجارت کرتے ہوئے مالدار ہونے کی وجہ سے ہو سکتی ہے یہی حال تمام چوروں اور ناجائز طریقوں سے کام کرنیوالوں کا ہے سو یہ اندرونی ملامت اور افسوس ہی دلالت کرتے ہیں کہ ایک دن ضرور آنیوالا ہے جب دن ہم کو اس بُرے کام کا نتیجہ ملیگا کیونکہ اگر بُرے کام کا بدلہ بُرا نہیں اور بدیوں کا نتیجہ خوفناک نہیں تو پھر یہ نفس میں ملامت کیوں پیدا کی گئی ہے اس ملامت سے ہی پتہ چلتا ہے کہ آگے ایک خطرہ کا مقام ہے جس سے ہمارا نفس لوامہ ہم کو روکنا چاہتا ہے یہ بات تجربہ سے معلوم کی گئی ہے کہ ایک بکری جس نے عمر بھر بھیڑیا نہیں دیکھا اگر ایک بھیڑیئے کے سامنے لیجاوے تو وہ خوف کے مارے ہلاکت تک پہنچ جاتی ہے اسکی وجہ بھی وہی فطرتی تقاضا ہے بھیڑیا اسکے

خون کا پیاسا ہے اور اس کا جانی دشمن ہے اس لیئے اس کی فطرت میں رکھا گیا ہو
کہ وہ اس سے لرزاں و ترساں رہے اسی طرح ایک دن بُرے کاموں کی سزا کے
لیئے مقرر ہے اسلیئے ہم میں نفس لوامہ رکھا گیا تاکہ وہ گناہ کے وقت ہمیں ملامت
کرکے آگاہ کرتا ہے کہ یہ کام آیئندہ مت کرنا اس کا نتیجہ آگے چلکر بُرا نکلے گا۔

دلیل دوم

اسی طرح ایک اور مقام پر قیامت کی ایک اور دلیل دیتا ہُوا فرماتا ہے :-
اللہ لا الٰہ الا ھو ط لیجمعنکم الیٰ یوم القیامۃ لاریب
فیہ ط ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ اس آیت میں قیامت کا
ایک عجیب ثبوت بیان فرمایا ہے کہ لے لوگو! مَیں خدا ہوں اور میرے سوا اور
کوئی شخص خدائی کا دم نہیں مار سکتا چونکہ مَیں تم کو خبر دیتا ہوں کہ قیامت کا دن ضرور
آنیوالا ہے اسلیئے میرا کہنا ہی ایک کافی دلیل ہے کیونکہ مَینے یہ قرآن نازل کرکے
اس میں ہزاروں پیشگوئیاں کیں جو پوری اُتریں اور ہزاروں علوم بیان کیئے
جس کی سچائی روز روشن کی طرح ظاہر ہوئی جو حکم دیا وہ حق و حکمت پر مبنی ثابت ہُوا
اور جس بات سے روکا وہ واقعی تمھارے لیئے مضر پائی گئی اور جو خبر دی وہ سچی نکلی
تو کیا جب ہزاروں باتوں میں تم نے میرے علم میری قدرت میری سچائی کا مشاہدہ کیا
اس بات میں شک کر سکتے ہو کہ باوجود میرے دعویٰ کرنے کے پھر قیامت نہ آوے
غرض اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے قیاس استقرائی کے طور پر قیامت کا ثبوت
دیا ہے کہ جب تم نے ہمیشہ میرے دعاوی کو پورا ہوتے دیکھا اور ہزاروں خبروں کو
درست نکلتے ملاحظہ کیا اور میری سچائی کا کامل طور پر مشاہدہ کیا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے
کہ میری یہ خبر بھی درست نکلے کیونکہ تم پر اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ میری ذات پاک
جیسا کوئی سچا اور سچائی کا حامی نہیں۔

دلیل سوم

پھر تیسری دلیل قرآن حکیم اس طرح پر فرماتا ہے ان ربک ھو یفصل

بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون ○ اولم یھد لھم
کم اھلکنا من قبلھم من القرون یمشون فی مساکنھم
ان فی ذلک لاٰیاتٍ افلا یسمعون[1]۔ یعنی جسقدر مذاہب اسوقت
روئے زمین پر موجود ہیں خواہ سچے ہوں یا جھوٹے سب کا حقیقی فیصلہ قیامت
کے دن ہوگا اور جو لوگ سچائی کے حامی اور حق پر ہوں گے وہ کامیاب اور مظفر و منصور
ہوں گے اور جو ناراستی کے شیدا اور حق کے مخالف ہوں گے اُنہیں جہنم میں داخل
کیا جاویگا۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟ وہی گذشتہ تجربے جو آدمؑ کے وقت سے لیکر
ابتک کرتے آئے ہو یعنی دنیا میں بڑی قومیں آباد ہوئیں اور مضبوط سے مضبوط
حکومتوں کی بنیادیں پڑیں لیکن خدا کے نبی آئے اور نہایت بے سروسامانی کیحالت
میں آئے انہوں نے آکر بڑے بڑے لوگوں کو سمجھایا کہ تم خدا سے تعلق باندھو تو تمھاری
حکومتیں برقرار رہیں گی اور تمھاری جاہ وعزت قائم رہے گی لیکن اگر تم نے ہماری
بات کی پروا نہ کی اور خدا کے احکام سے مُنہ موڑا تو ہماری پیشگوئی یاد رکھو کہ تم
اسی دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے تباہ ہو جاؤ گے تمھاری حکومتیں جاتی
رہیں گی تمھاری عزت و عظمت برباد ہو جائیگی اور تم مصیبتوں میں گرفتار ہو کر
ہلاک ہو جاؤ گے پھر اسی پر بس نہیں بلکہ مرنے کے بعد تم پھر زندہ کئے جاؤ گے
اور ایک دن ایسا آئیگا جس میں ابدی دکھوں اور عذابوں میں ڈالے جاؤ گے۔

اب ہم نبیوں کے اس دعویٰ کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو صاف نظر
آتا ہے کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک میں ایسے برگزیدہ لوگ آئے اور نہایت غربت
اور تنہائی کیحالت میں آئے اور ایسے مخالفوں میں آئے جنہیں عزت اور حکومت
مال اور دولت کسی بات کی کمی نہیں تھی۔ طاقت و قدرت کا یہ عالم کہ ہزاروں لاکھوں
بندگانِ خدا کو ایک دم میں فنا کر دیں سلطنتوں کی سلطنتیں نیست و نابود کر دیں
مگر پھر باوجود اِن سامانوں اِن حکومتوں اور دولتوں کے وہ نبیوں کے کہنے کے
مطابق بالکل ہلاک ہو گئے تو کیا وجہ ہے کہ ہم ان راستبازوں کی ایک پیشگوئی کو

[1] سورہ سجدہ رکوع ۳

تو سچ مان لیں اور دوسری خبر کو غلط - دیکھو حضرت موسیٰؑ فرعون جیسے بادشاہ کی ایک ادنیٰ اور ذلیل رعایا میں سے پیدا ہو کر نبوت کے منصب پر قائم ہوئے اور اپنے بھائی سمیت اس جبار بادشاہ کے پُر ہیبت دربار میں آئے اور فرعون کو کہا کہ دیکھ سچی راہ اختیار کر خدا کے احکام پر چل اور بنی اسرائیل کو ارضِ مقدس میں جانے دے تیرا بھلا ہوگا ورنہ خدا کا قہر سر پر کھڑا ہے تو اس دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی ذلیل اور رسوا ہوگا - پھر آپ ہی بتاویں کہ فرعون کا کیا حال ہوا کیا اُسکی حکومت برقرار رہی ؟ یا کیا اسکی عزت و عظمت کچھ کام آئی ؟ تو کیوں نہ ہم یقین رکھیں کہ قیامت کے دن بھی موسیٰؑ کی پیشگوئی فرعون کے بارے میں پوری ہوگی - اور مرنے کے بعد بھی وہ اپنے اعمال کی سزا بھگتے گا اسی طرح عرب کے ظالم وحشیوں کے پاس ایک شریف دل آیا اور کہا کہ تم یہ بد اخلاقیاں چھوڑ دو اور یہ بد عملیاں ترک کر دو اور مَیں خدا کی طرف سے آیا ہوں مجھے قبول کر لو خدا کا منشاء تم کو بڑا بنانے کا ہے تم ذلیل ہو معزز ہو جاؤ گے جاہل ہو عالم بنجاؤ گے ورنہ دیکھو تم باوجود اتنی بڑی قوم ہونیکے تباہ و ہلاک ہو کر اس دنیا سے کوچ کر جاؤ گے اور مَیں باوجود ایک کمزور اور اکیلا ہونے کے تم پر غالب آجاؤنگا پھر یہ سلسلہ یہاں پر ہی منقطع نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی تم میری مخالفت کا مزہ چکھو گے کیا دنیا نے اس پاک انسان کی باتوں کو پورا اُترتے نہیں دیکھا کیا وہ کامیاب نہیں ہُوا کیا اسکے مخالفین اسکی آنکھوں کے سامنے ہلاک نہیں ہوئے کیا اُسکی پیشگوئی درست نہیں نکلی؟ جب کہ آپ لوگ میرے اِن سوالوں کا جواب اثبات میں دینے کے لیئے تیار ہیں تو کیا وجہ کہ اسکی اُخروی پیشگوئی کو سچا نہ سمجھا جاوے غرض اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے قیامت کا بڑا بھاری ثبوت یہ دیا ہے کہ گذشتہ زمانہ پر نظر ڈالو - ہر قوم اور ہر ملک میں انبیاءؑ آئے اور متفق اللسان ہو کر دعویٰ کرتے تھے کہ قیامت کا دن آنیوالا ہے اسمیں ہمارے مخالف ذلیل و رسوا ہوں گے اس کا ثبوت یہ ہے کہ

اس دنیا میں ہمارے مخالف باوجود ظاہری سامانوں کے اور بے شمار مادی اسباب کے۔ پھر محض آسمانی نصرت سے ہمارے مقابل میں ہلاک ہو جاوینگے تو یہ دلیل ہوگی اس بات کی کہ وہ قیامت کے دن بھی جہاں کہ انکے پاس سامان کا نشان تک نہ ہوگا ہماری مخالفت کا پھل پائیں گے۔

دلیل چہارم

اس کے بعد میں ناظرین کو قرآن شریف کی ایک اور آیت کی طرف توجہ دلاتا ہوں افحسبتم انما خلقناکم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون o فتعلی اللہ الملک الحق یعنی کیا تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا کہ ہم نے تم کو بغیر کسی غرض و غایت کے پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم مرنے کے بعد زندہ نہیں کیئے جاؤ گے ایسا خیال مت کرنا کیونکہ حق و حکمت والی قدوس ذات کے یہ بات شایاں نہیں کہ وہ ایسا کام کرے۔

اس چوتھی دلیل کو اللہ تعالیٰ اس طرح پر بیان فرماتا ہے کہ نظام عالم پر اگر غور سے نظر ڈالی جاوے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں جسقدر سامان اور اسباب مہیا کیئے گئے ہیں وہ سب انسان کے بقا کے لیئے ہیں۔ آسمان اور زمین دریا اور پہاڑ حیوانات اور نباتات غرض جو کچھ اس دنیا و مافیہا میں پیدا کیا گیا ہے وہ سب اس لیئے ہی تاکہ انسان انسے منتفع ہو کر دنیا میں اپنی ہستی قائم رکھ سکے اب جبکہ یہ بات معلوم ہو گئی کہ تمام اشیاء انسان کے لیئے ہیں اور انکے وجود کی غرض یہ ہے کہ انسان یہاں زندگی بسر کر سکے تو سوچنا چاہیئے کہ انسان کے پیدا کرنیکی بھی کوئی غرض و غایت مد نظر ہوگی ہمیں اپنے قیاس دوڑانے کی ضرورت نہیں خود خدائے تعالیٰ بیان فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون o یعنی بنی نوع انسان کو اس لیئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ خدائے تعالیٰ کی رضا میں محو ہو کر اپنے تمام قویٰ کو ہمیشہ کے لیئے اسکی فرمانبرداری میں لگا دیں لیکن برخلاف اسکے اگر فرض کیا جاوے کہ انسان صرف یہی چند روزہ زندگی بسر کرنیکے لیئے پیدا کیا گیا ہے اور مرنیکے بعد اسے دائمی زندگی نہیں ملے گی تو یہ خدائے تعالیٰ کی

ذاتِ پاک پر ایک اعتراض پڑتا ہے کہ ادھر تو خدائے تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس کے
قیام کے لیئے کروڑوں اربوں سامان پیدا کیئے ہیں اور پھر بقا کا یہ حال کہ چند روز زندہ
رہکر ہمیشہ کے لیئے فنا ہو جاتا ہے۔ غرض خدائے تعالیٰ اس آیت میں ہمیں توجہ دلاتا ہے
کہ اگر انسان اس نیچ روزہ زندگی کے بعد پھر زندہ نہیں کیا جاویگا تو انسان کی پیدائش
عبث ٹھہرتی ہے اور خدائے تعالیٰ کا فعل لغو ٹھہرتا ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کے افعال سے
اور انسان کی ربوبیت عظیمہ سے اور ان سامانوں سے پتہ چلتا ہے کہ انسان ایک ایسی
ہستی ہے جس کا پیدا کرنا اور ہمیشہ کیلیئے باقی رکھنا مقصود ہے ورنہ پھر اسقدر سامانوں اور
اسباب کا فائدہ کیا تھا۔ ان اسباب کا ہونا اور تمام مخلوقات کا انسان کی خدمت میں
لگا رہنا اور زمین و آسمان و مافیہا کا صرف انسان کے لیئے ہونا دلالت کرتا ہے کہ انسان
ضرور ہمیشہ کے لیئے باقی رکھا جاوے گا اور انسانی ہستی ایک ابدی بقا کے لیئے پیدا
کی گئی ہے۔ غرض اس آیت میں خدائے تعالیٰ اپنی پاک صفات کا حوالہ دیتا ہوا فرماتا
ہے کہ میں کوئی لغو کام نہیں کرتا یا ایک وقتی تفریحی کھیل میرا کام نہیں بلکہ میرا ہر ایک
کام ایک حکمت پر مبنی ہوتا ہے اسی طرح میں نے انسانی نسل کا پودا زمین میں لگایا ہے
اور ہزاروں سامان اسکی حفاظت کیلیئے مہیا کیئے ہیں صرف اسی لیئے کہ وہ میری مرضی کے
مطابق ابدی عبودیت میں داخل ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص نادانی سے یہ خیال کرے
کہ اس جہان سے گذر جانیکے بعد پھر انسان زندہ نہیں کیا جاویگا اور قیامت نہیں
آئیگی تو ایسا شخص انسان پر نہیں بلکہ میری ذات پر حملہ کرتا ہے گویا کہ اسکے نزدیک میں نے
انسان کو صرف عبث طور پر پیدا کیا کہ چند روز زندہ رکھکر پھر اسے اسی طرح معدوم کر دیا
جاوے اور ایک وقتی ڈراما دکھا کر ڈراپ سین کر دیا جاوے۔ (میر محمد اسحٰق) باقی آیندہ انشاءاللہ

امریکہ کے ایک ڈاکٹر کا لیکچر اسلام اور نبی اسلام پر

ڈاکٹر جارج بیکر (شہر فلیڈلفیا۔ اضلاع متحدہ۔ امریکہ) نے ہمارے پاس اپنے

لیکچر کی ایک نقل بھیجی ہے جو انہوں نے کوپرلٹریری انسٹیٹیوٹ فیلڈلفیا کے سامنے اسلام اور نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر دیا۔ اس لیکچر کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جاوے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون تھا۔ تو اسکا جواب نام کے مسیحی ممالک میں یہ دیا جائیگا۔ کہ وہ (نعوذ باللہ) ایک مفتری تھا جس نے مذہب اسلام کو صرف اسلیئے جاری کیا۔ کہ وہ اپنی حکومت ملک میں قائم کرے۔ اب ہم اس دعوے پر غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں تک سچ ہے۔ اگر ہم مسیحی مصنفین کی طرف توجہ کریں تو وہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ واقعات کو بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے اور بعض جگہ تو محض جھوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ کوئی مسیحی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت انصاف سے رائے نہیں دے سکتا۔ بلکہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو الگ رہے وہ دنیا کے کسی اور مصلح مثلاً چین کے مصلح کنفیوشس یا ہندوستان کے مصلح بدھ یا ایران کے مصلح زردشت کی نسبت بھی منصفانہ رائے زنی نہیں کر سکتا۔ مسیحیوں کا تعصب تو اس سے بھی ظاہر ہے کہ اگر کسی رومن کیتھولک مسیحی سے سوال کیا جاوے کہ وہ لوتھر کو کیسا سمجھتا ہے تو وہ کہے گا کہ وہ کیتھرائن پر عاشق تھا۔ اور اس سے شادی کرنیکی خاطر اس نے تارک الدنیا مسیحیوں کی خانقاہ کو چھوڑ دیا اور رومن کیتھولک مذہب سے اپنے تئیں آزاد کر دیا۔ اور پراٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ مگر ہم میں سے جن لوگوں نے تاریخ کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ الزام جھوٹا ہے۔

جب میں جوان تھا میں نے یسوع مسیح کی ایک سوانح عمری پڑھی جو ایک یہودی کی لکھی ہوئی تھی۔ یہ کتاب عبرانی قوم کے نوجوانوں کیلیئے تالیف کیگئی تھی۔ جو ایک یہودی فاضل نے مجھے پڑھنے کے لیئے دی۔ اس کتاب میں ہر ایک بری بات یسوع مسیح اور اسکی والدہ کی طرف منسوب کی گئی تھی۔ یسوع مسیح کو ایک فریبی انسان۔ دغاباز اور مفتری اور ملک گیری کا خواہاں بیان کیا گیا تھا۔ اور اسکی والدہ کو (نعوذ باللہ) بدکار عورت بیان کیا گیا تھا مسیحیوں نے حضرت محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت لکھا ہے وہ بھی قریباً قریباً اُسی رنگ سے رنگین ہے جس رنگ سے یسوع مسیح کی نسبت یہودیوں کی تحریریں رنگین ہیں۔ سر ولیم میور اور دیگر مسیحی مصنفین جنہوں نے سر ولیم میور کے قدم پر قدم مارا ہے انکی تحریریں اُسی تعصب کی ملونی اپنے اندر رکھتی ہیں جو یہودی مصنفین کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ پہلا مصنف جسکو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت حق کہنے کی جرأت ہوئی وہ گبن تھا جسکی تصنیف ڈیکلائین اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر ایک مشہور کتاب ہے۔ اُسکے بعد جس مصنف نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت حق کہنے میں جرأت سے کام لیا وہ ٹامس کارلائیل تھا۔ اُس نے جو مضمون حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت لکھا اُسکو پڑھکر کل انگریزی دان دنیا حیران رہ گئی۔ اسکے بعد باسورتھ سمتھ اور عمنوائیل ڈیوچ (ایک نوجوان یہودی) نے حق گوئی کام لیا۔ اسکے بعد بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت تقریر و تحریر میں اچھی رائے ظاہر کی اور بہت سے انگریزوں۔ فرانسیسیوں۔ جرمنوں نے برملا دین اسلام قبول کیا۔

جو کچھ میں اس لیکچر میں بیان کرونگا۔ اُسکی بنا زیادہ تر دو مصنفوں پر ہے، ایک محمد باقر مصنف حیات القلوب۔ دوسرا البردی۔ جو کہ مصر کا ایک بشپ ہے جس نے باوجود مسیحی ہونیکے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت صحیح واقعات درج کیئے ہیں۔ گبن نے بھی اپنی مشہور کتاب ڈیکلائین اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر میں زیادہ تر اسی مصنف کے واقعات کو اخذ کیا ہے کتاب حیات القلوب میں آنحضرت (صلعم) کا پورا شجرۂ نسب حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) تک اور حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تک اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے حضرت آدم (علیہ السلام) تک پہنچایا ہے۔ اُس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مکّہ کی حکومت میں آپکے بزرگوں کا کیا درجہ تھا اور آپکے اور آپکے بزرگوں کی پیدائش کے حالات اور آپکے اور آپکے بزرگوں کے ماں و باپکے نام بھی درج ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد میں سے ہاشم نام ایک نہایت مشہور و معروف آدمی تھا جو آپ کا جدّ امجد تھا۔ ہاشم کی شادی مدینے کی ایک نجیب الطرفین خاتون کے ساتھ ہوئی تھی جس کا نام سلیمہ تھا۔ وہ اسباب سوداگری لیکر شام (دمشق) میں گیا۔ وہاں پہنچکر اپنا مال بیچا اور نیا مال خرید کر گھر کو لوٹا۔ حدود شام سے باہر اربہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے یہاں پہنچکر ہاشم بیمار ہوگیا۔ اور اگلے روز اسے یہ دکھائی دینے لگا۔ کہ میری وفات کا وقت آپہنچا ہے۔ اُس نے وصیت لکھنے کے لیئے کاغذ مانگا۔ اس میں اپنی بیوی سلیمہ کو اپنے آیندہ پیدا ہونیوالے لڑکے کی نسبت جس کا نام اسکی ماں نے شیبہ رکھا خاص ہدایات تحریر کیں۔ اور اپنے بھائی مطلب کو بھی ہدایت کی۔ کہ اس لڑکے کو مکہ میں رہ کر خانہ کعبہ کے جوار میں پرورش کرے۔

ہاشم اسی شہر اربہ میں مرگیا۔ اور وہیں دفن کیا گیا۔ جب یہ لڑکا چھ برس کا ہوا تو اس کا چچا اسکو مکہ میں لے گیا اور وہیں اسکی تربیت کی۔ سنّ بلوغ کو پہنچکر لڑکا اپنی وراثت جدی پر قابض ہوگیا۔ کیا معنی۔ خانہ کعبہ کا متولی ہوگیا۔ (اس لڑکے کا نام عبد المطلب تھا)

اس عبد المطلب کے ہاں دس لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ابو طالب محمد صلعم کا چچا اور عبد اللہ آپ کے والد دونوں ایک ہی ماں کے بطن سے تھے۔ عبد اللہ نے جو عبد المطلب کے سب بیٹوں سے عمر میں چھوٹا تھا۔ مکہ کی ایک عالی خاندان خاتون سے شادی کی۔ اس خاتون کے والد کا نام وہب تھا۔ اور ماں کا نام بیراہ۔ عبد المطلب نے اپنے بیٹے کے لیئے خود آمنہ کے نکاح کی درخواست کی تھی۔ اور شادی کا انتظام بھی اس نے خود ہی کیا تھا۔ یہ خاندان بھی قریشی تھا۔ اور یہ لوگ بھی عبد اللہ کے دادا ہاشم کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ اسوقت مکہ میں یہودی لوگ نہیں تھے۔ کیونکہ مکہ ہمیشہ صرف عربوں ہی کے رہنے کے لیئے مخصوص رکھا ہوا تھا۔ اور آجتک ایسا ہی ہے۔ پس یہ بھی ایک عیسائی پادری اپنے لیکچر میں جو اس نے حال ہی میں محمد صلعم اور آپ کے مذہب کے متعلق دیا ہے۔ بیان کرتا ہے۔ کہ محمد صلعم کی ماں یہودی الاصل

تھی۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ انجیل کے شیدائی مسیحی جس وقت محمد صلعم کے متعلق لیکچر دیتے ہیں۔ سچ بولنے کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔

محمد صلعم کے والد عبداللہ ایک نہایت ہی حسین اور صالح عربی جوان تھے۔ آپکا انتقال مدینہ میں محمد صلعم کی پیدائش سے پیشتر ہی ہوچکا تھا۔ محمد صلعم ۵۷۰ء میں تولد ہوئے۔ اسوقت جیسا کہ شہر کے آسودہ حال گھروں میں رواج تھا قبیلہ بنی سعد بن بکر میں سے حلیمہ نام ایک دائی آپ کو دودھ پلانے پر نوکر رکھی گئی پانچ برس دو یوم تک محمد صلعم اسی کے گھر میں رہے۔ وقتاً فوقتاً دائی آپ کو مکہ میں لے آتی تھی۔ تاکہ لڑکے کی والدہ اور دادا اسکو دیکھتے رہیں۔ دائی کو خاطرخواہ معاوضہ دیا گیا۔ اور یوں بھی اللہ نے انکے گھر میں بڑی برکت ڈالی۔ جب وہ لڑکے کو اپنے گھر لیکر گئی تھی۔ تو اسکے ہاں صرف تیس بھیڑیں تھیں۔ لیکن جب لڑکے کو واپس دینے آئی۔ تو اسوقت انکے گھر میں ہزار بھیڑیں اور تیس اونٹ تھے۔ جب محمد صلعم کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو انکی والدہ ماجدہ انکو انکے والد ماجد کی قبر کی زیارت اور اپنے رشتہ داروں کے ملنے کے لیئے مدینہ میں لے گئی۔ ماں بیٹا دو ماہ تک وہاں ٹھہرے اور پھر مکہ کو لوٹے۔ ابھی رستے ہی میں تھے۔ کہ آپ کی والدہ صاحبہ بیمار ہوگئیں۔ اور وہیں مرگئیں۔ اور وہیں انکو دفن کیا گیا۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے وسط میں تھی۔ ایک نوکر انکے ہمراہ تھا۔ اس نے مکہ پہنچکر آمنہ کی وفات کا سارا حال عبدالمطلب کو سنایا۔ عبدالمطلب کو یہ خبر سنکر سخت رنج ہوا۔ اب اس نے محمد صلعم کو اپنے گھر میں رکھنا شروع کیا۔ اور وہ آپ کو خانہ کعبہ میں لیجایا کرتا تھا۔ جب آپ کی عمر آٹھ برس کی ہوئی۔ تو آپکے دادا کا بھی انتقال ہوگیا۔ اپنی وفات کے وقت اس نے اپنے ننھے یتیم پوتے کو اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کیا۔ ابوطالب نے آپکی پرورش کا خوب حق ادا کیا۔ اور مرتے دم تک آپ کا ساتھ دیا۔

ابوطالب کچھ بہت آسودہ حال نہ تھا۔ لہذا محمد صلعم مکہ کے ... ...

... ... گردنواح کی پہاڑیوں پر چرایا کرتے۔ جب آپکی عمر بارہ برس کی ہوئی۔ تو

ابو طالب ایک قافلے کے ہمراہ شام کو گیا۔ محمد صلعم نے درخواست کی کہ چچا مجھے ضرور اپنے ہمراہ لے چلو۔ چچا نے ساتھ لیجانا منظور کر لیا۔ یہ سفر خیر و خوبی سے ختم ہوا۔ وہاں سے پھر کر آپ نے بھیڑ بکریاں چرانے کا کام از سرِ نو شروع کر دیا۔

اس وقت مکہ میں ایک خاتون خدیجہ نام تھی۔ بڑی دولتمند اور صاحب جاہ و ثروت۔ اُسنے شام میں بھیجنے کے لیئے ایک قافلہ تیار کیا۔ آنحضرت صلعم کی عمر اسوقت ۲۴ سال کی تھی۔ آپ کے چچا نے آپ سے کہا۔ کہ اگر آپ خدیجہ کی ملازمت اختیار کر لیں۔ تو آپ کے لیئے بہت بہتر ہو۔ خدیجہ نے خوشی سے آپ کو ملازم رکھ لیا۔ آپنے مال سوداگری عمدہ منافع پر فروخت کیا۔ اور واپسی کے وقت نیا مال خرید کر لائے۔ یہ سفر بڑا سود مند ثابت ہوا۔ اور خدیجہ بڑی خوش ہوئی۔ ایک تو آپکی لیاقت خرید و فروخت کیوجہ سے اور دوسرے اس وجہ سے کہ آپ حسین اور جوان صالح تھے۔ اُسکو آپ سے محبت ہو گئی۔ اور خود ہی اس نے آپ سے نکاح کی درخواست کی۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد دونوں کی شادی رچائی گئی۔ خدیجہ کے والد نے بھی اس نکاح کو بہت پسند کیا۔ اس سے پہلے دو دفعہ خدیجہ کی شادی ہو چکی تھی۔ لیکن اسکے دونوں سابقہ خاوند فوت ہو چکے تھے۔ اور اسوقت اسکے ہاں پہلے نکاحوں سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں۔ اس شادی خانہ آبادی سے ہر کہ و مہ کو خوشی ہوئی۔ حالانکہ خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور آنحضرتؐ کی عمر صرف پچیس سال کی تھی۔ خدیجہ کے بطن سے آنحضرتؐ کے ہاں دو لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ لڑکیاں جوان ہو کر بیاہی گئیں۔ ان چاروں میں سے فاطمہ نہایت مشہور گذری ہے۔ فاطمہ کی شادی آنحضرت کے عمزاد بھائی علی ابن ابی طالب سے ہوئی تھی۔

جب آنحضرت صلعم پر یہ فضل الٰہی ہوا۔ کہ آپ کی شادی مکہ کی سب سے بڑی دولتمند خاتون سے ہو گئی۔ تو آپنے اپنی بیوی کے کاروبار کی نگرانی شروع کی۔ لیکن اس تعلق کی وجہ سے آنحضرتؐ کو ذکر اذکار کی طرف متوجہ ہونیکے لیئے وقت ملنے لگ گیا۔ آنحضرتؐ کی

عادت تھی۔ کہ جنگلوں اور ویرانوں میں اکیلے تشریف لیجاتے۔ اور کئی کئی دن اور ہفتے ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ رات کے وقت آپ غار حرا میں چلے جاتے۔ ان خلوتگاہوں میں گاہ گاہ خدیجہ بھی آپکے ہمراہ چلی جاتی۔ آنحضرتؐ کا برتاؤ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ایسا اچھا تھا۔ کہ مکہ کے سب لوگ آپکو امین کہتے۔ اور اس وجہ سے اگر آنحضرت صلعم مکہ کے رئیس اعظم نہ تھے۔ تو رئیس ضرور تھے۔ جب علیؓ کی عمر سات برس کی ہوئی۔ تو وہ آنحضرتؐ کے ہمراہ رہنے لگے۔ اسوقت کے بعد علیؓ ہمیشہ آپکے طرفدار رہے۔ آنحضرتؐ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ کہ حضرت جبرائیل آپکے سامنے آئے۔ اور عہدہٗ رسالت آپکے سپرد ہوا۔

اسوقت سب سے اول حضرت خدیجہ نے اور انکے بعد آپکے چچازاد بھائی علیؓ اور آپکے متبنیٰ زید اور آپکے دوست ابو بکرؓ نے (جو آپکی وفات پر آپکے خلیفہ مقرر ہوے) آپ کی بیعت کی۔ علیؓ کو ارشاد ہوا۔ کہ ابوطالب کے گھر میں چھوٹے پیمانے پر ایک دعوت کا سامان تیار کرے۔ اس دعوت میں آپنے قریبی رشتہ دارونکو بلایا۔ آنحضرتؐ نے انکو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت پر مامور کیا ہے۔ لیکن وہ آنحضرتؐ پر ایمان نہ لائے اور چپ چاپ چلے گئے۔

تین سال تک آنحضرتؐ نے آہستگی کے ساتھ ایک خدا کی عبادت کے مسئلہ پر وعظ و تلقین کی۔ لیکن اس عرصہ میں دین اسلام میں زیادہ آدمی داخل نہ ہوئے تین سال کے اختتام پر قریش کو کھلم کھلا پیغام دیا گیا۔

ایک دن آنحضرتؐ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت اسمٰعیل کے پتھر پر کھڑے ہوکر آپنے علانیہ خدا کی وحدانیت کا وعظ کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اب آپکے پیروؤں کی تعداد یکے بعد دیگرے بڑھنے لگی۔ پانچ سال کے گذرنے کے بعد قریش کو بھی اندیشہ پیدا ہوگیا اور انہوں نے آنحضرتؐ کو ایذا اور موت کی دھمکی دینی اور آپکے مریدوں کو مارنا پیٹنا شروع کردیا۔ رسول خدا صلعم نے بعض مسلمانوں سے کہا۔ کہ تم

ابی سینیا (حبش) میں جاکر پناہ گزین ہو جاؤ۔ نجاشی شاہ حبش نے ان مسلمانوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اور خود بھی مسلمان ہو گیا۔ اور جب قریش نے مسلمانوں کے پیچھے ایک وفد بھیجا۔ تو شاہ نجاشی نے انکو واپس دینے سے انکار کر دیا۔ یہ وفد کفار مکہ نے اس غرض سے بھیجا تھا۔ کہ مسلمانوں کو مکہ میں واپس لاکر اس امر کی سزا دیجائے۔ کہ کیوں وہ ایک خدا اور اسکے رسول پر ایمان لائے۔

جب مشرکان مکہ نے دیکھا کہ اسلام سب طرف ترقی کر رہا ہے اور نہ صرف شہر مکہ میں بلکہ صحرا کے بعض لوگ اس دین کو قبول کر رہے ہیں اور کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حضرت حمزہ (علیہ السلام) نے اپنے بھتیجے کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور کہ ابو طالب اور اکثر بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت کرتے ہیں تو از سر نو انکے سینوں میں غضب اور بت پرستی کی حمایت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے ملکر ایک معاہدہ کیا کہ بنو ہاشم کے ساتھ کھانے۔ پینے۔ بولنے۔ تجارت۔ شادی وغیرہ کے تمام تعلقات قطعاً بند کر دیئے جاویں یہانتک کہ بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت کے حوالے کرنے پر مجبور ہوں۔ کفار مکہ نے یہ بھی ارادہ کر لیا کہ جب کبھی موقعہ ملجائے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا جاوے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بمع اپنے چچے ابو طالب کے ایک تنگ پہاڑی وادی میں جس کو شعب ابی طالب کہتے تھے پناہ گزین ہوئے۔ اس درّہ کے راستوں پر پہرہ رکھا جاتا تھا تا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس پہاڑی خلوت گاہ میں رہتے ہوئے جب زیادہ دن ہو گئے تو اس پناہ گزین قوم کو بھوک کی تکالیف بھی اٹھانی پڑیں۔ مکہ میں آنیوالے کسی عرب کو یہ جرأت نہ تھی کہ انکے پاس کوئی چیز فروخت کرے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرتا تو مکہ کے قریش اس کا مال و اسباب لوٹ لیتے تھے۔ اس پہاڑی خلوت گاہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بمع اپنے ساتھیوں کے تین سال تک قید رہے۔ صرف حج کے دنوں میں آپ اس جگہ سے باہر قدم رکھ سکتے تھے کیونکہ ان دنوں میں کسی کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حج کے دنوں میں نکلکر آپ لوگوں میں اسلام کی تبلیغ

کرتے تھے۔ اور اسلام دن بدن ترقی کرتا گیا۔ آخر وہ کاغذ جسپر مشرکین مکہ نے بنی ہاشم کے برخلاف عہد کیا تھا کعبہ سے لایا گیا اُسپر جسقدر تحریر تھی اُسکو موریچہ نے کھالیا تھا۔ صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپکے ساتھیوں کے نکلنے کا ذریعہ ہُوا۔ اس سے دو ماہ بعد ابو طالب بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ اور اس سے جلدی ہی بعد حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہو گیا۔ اور اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دشمنوں کے غضب کا پہلے سے بڑھ کر نشانہ بنگئے۔ مدینہ سے آئے ہوئے حاجیوں کے ساتھ آپ کی گفتگو ہوئی اور اُنھوں نے عہد کیا کہ اگر آپ ہجرت فرما کر ہمارے شہر میں تشریف لاویں تو ہم بڑی خوشی سے آپکا خیر مقدم کرینگے۔ اور یہ کہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ آپ کی حفاظت کریں گے۔ اسلیئے اُن واقعات کے جن کا اوپر ذکر ہُوا ہے تھوڑا ہی عرصہ بعد آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے گئے اور آپکے وفادار رفیق ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپکے ساتھ تھے۔ آپ شام کے وقت مکہ سے نکلے اور علی (رضی اللہ عنہ) نے آپکی جگہ آپکے بستر پر لیٹنا منظور کیا۔ جن لوگوں نے قتل کرنیکا منصوبہ کیا تھا وہ اپنے ہتھیار لیکر آئے اور جب دیکھا کہ یہ علیؓ ہیں تو اُن کو تو کچھ نقصان نہ پہنچایا مگر اُن سے یہ سوال کیا کہ بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ تم انہیں میرے سپرد نہیں کر گئے تھے۔ تم چاہتے تھے کہ وہ چلے جائیں پس وہ چلے گئے ہیں۔ تیسرے دن غار کے پاس دو اونٹ لائے گئے۔ ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور راستہ دکھانیوالے کے لیئے اور دوسرا ابو بکرؓ اور اُنکے ملازم کے لیئے۔

آپ صحیح سلامت مدینے پہنچ گئے اور مدینہ کے مسلمانوں نے بڑی خوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ مکہ میں جو طرح طرح کے ظلم آپ پر اور آپکے صحابہؓ پر توڑے جاتے تھے اب اُن سے آپ کو نجات ہوگئی جب حبشہ کے مہاجرین کو خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہؓ کے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں تو وہ بھی مدینہ میں آگئے۔ آپنے مدینہ پہنچکر سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ایک زمین کا ٹکڑا جسپر آپ کا اونٹ بیٹھا تھا

مسجد کے لیئے خرید لیا۔ یہ دو یتیم لڑکوں کی ملکیت تھی۔ آپ نے انکو اسجگہ کی قیمت ادا کر دی۔ اس قطعہ زمین پر ایک بڑی مسجد بنائی گئی اور اس کے ساتھ ملحق چاروں طرف حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے مکانات تھے۔ اس ہجرت سے مسلمانوں کا سن شروع ہوتا ہے۔ آپ کی بی بیوں کے مکانات اسی مسجد کے ساتھ ایک لائین میں بنے ہوئے تھے آپ کی بی بیاں سب کی سب سوائے عائشہؓ و ماریہؓ کے یا تو بیوہ یا ثیبہ تھیں۔ ماریہؓ کو مقوقس۔ شاہ مصر نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس سے آپکا بیٹا ابراہیمؑ پیدا ہوا جو چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا۔ ان بی بیوں سے بعض کے خاوندوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانیں دی تھیں۔ انمیں۔۔۔۔ایک یہودی عورت تھی۔ جس کو آپ نے غلامی میں جانے سے بچایا۔

آجکل کے مسیحیوں کی نظر میں چھٹی صدی اور بیسویں صدی رسم و رواج میں بالکل مطابق اور یکساں معلوم ہوتی ہیں جس سے ان مسیحی مصنفین کی حماقت ظاہر ہوتی ہے پہلی بی بی جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدیجہؓ کی وفات کے بعد شادی کی سودہؓ تھی۔ جس کا خاوند حبشہ سے واپس آکر فوت ہو گیا تھا۔ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے اپیل کی اور آپنے اسپر رحم کھا کر اُس سے نکاح کر لیا ایسا ہی بہت سی اور بی بیوں کا حال ہے۔ اُنکے پہلے خاوندوں نے خدا کی راہ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کیں۔ اُن دنوں میں کم از کم عرب میں یہ ضروری تھا کہ ہر ایک عورت ایک گھر رکھتی ہو اور کسی کے نکاح میں ہو۔ آجکل امریکہ میں اس قسم کے حالات ہیں کہ ہر ایک عورت کے لیئے ضروری نہیں کہ اُسکا ایک مستقل گھر ہو۔ کیونکہ آجکل وہ بورڈنگ ہوسوں میں رہ سکتی ہیں یا جیسا کہ آجکل عام طور پر مغربی ممالک میں دیکھا جاتا ہے رات کے وقت شہروں کے کوچوں اور گلیوں میں پھر سکتی ہیں۔ نیز اُس زمانہ میں آجکل کی طرح کوئی ایسی پیشے اور ایسی تجارتیں اور ایسے دفتر نہ تھے جہاں عورتیں کام کر سکتیں

اُس زمانہ میں کوئی ایسی دوکان نہ تھی جہاں عورت سودا بیچ سکتی اور نہ کوئی ایسا کارخانہ تھا جہاں وہ خریداروں کی آؤ بھگت کر سکتی۔ اُس زمانہ کی عورتیں آجکل کی عورتوں کی طرح کسی مشین کے چلانے پر متعین نہیں ہو سکتی تھیں نہ ریل گاڑی کی ڈرائیوری کا کام کر سکتی تھیں۔ نہ دخانی کشتی کی ملاحی کر سکتی تھیں۔ مسیحی ممالک میں ایک بے شوہر عورت خانقاہ میں رہ سکتی تھی (اگرچہ یہ خانقاہیں پاکیزگی کی جگہیں نہ تھیں) مگر عرب میں کوئی ایسی خانقاہیں نہ تھیں۔

ان بیواؤں میں سے اکثر آپکے لئے ایک بوجھ تھیں۔ آپ اب بڑھاپے کی طرف جا رہے تھے۔ اور کفایت شعاری سے آپ گذران کرتے تھے۔ شراب پینا آپ کی عادت نہ تھی۔ اسلئے انکا وہ حال نہیں ہو سکتا تھا جو آجکل مسیحی ممالک میں لوگوں کا حال ہے کیونکہ یہ لوگ عمدہ عمدہ غذائیں کھاتے ہیں۔ گوشت اور مختلف قسم کے شراب مثلاً وائین۔ وسکی۔ بی ئر وغیرہ تمام دن استعمال کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شہوانی خیالات اور جذبات کا ان میں جوش رہتا ہے۔ پھر علاوہ اسکے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا صرف یہی کام نہیں تھا کہ قرآن شریف کی وحی کی حفاظت کا انتظام کریں بلکہ اسکے سوا اور بھی کئی قسم کے افکار اور انتظامات میں آپکو منہمک رہنا پڑتا تھا ایسے شخص پر ہرگز تعیش کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ نکاح کے وقت عائشہؓ کی عمر پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ مگر مسیحیوں کو خود انگلینڈ کے قانون کی خبر نہیں۔ مسٹر چٹی نے اس قانون کو اپنی کتاب میڈیکل جورس پروڈنس میں درج کیا ہے۔ انگلینڈ میں اور بعض اضلاع متحدہ کی ریاستوں میں آجکل بھی ۱۲ سال کی لڑکی اور ۱۴ سال کے لڑکے کی شادی ہو سکتی ہے اور یہ شادی قانونی طور پر جائز ہے۔ اور ریفارمیشن سے پہلے ۷ سال کے لڑکے اور ۸ سال کی لڑکی کی شادی ہو سکتی تھی اور ایسی شادیوں کو شرعی شادیاں کہا جاتا تھا۔ اور مسیحیوں کی تحریروں اور تقریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اب بھی چھوٹی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی عام طور پر رائج ہے۔ مسیحیوں کو چاہیئے کہ پہلے اس امر کے متعلق اپنی تاریخ کا مطالعہ کریں ورنہ خاموش رہیں۔ کثرت ازدواج پر وہ کثرت سے اعتراض کرتے ہیں

مگر اُن کو چاہیئے کہ گبن نے جو مسیحی بادشاہ وے لین ٹی نین کا حال لکھا ہے اُسکو پڑھیں۔ پہلے اُسکی شادی قسطنطین اعظم کی پوتی سے ہوئی۔ بعد میں اُس نے ایک دوسری عورت سے نکاح کرلیا جس کا نام جسٹینا تھا۔ علاوہ اُس کے اس مسیحی بادشاہ نے ایک عام اعلان کے ذریعے اپنی کل رعایا کو یہ اجازت دی کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرسکتے ہیں۔ اُس نے طلاق کی قدیمی اجازت کو بھی ازسرِ نو تازہ کردیا۔ اُسکی دونوں بی بیوں سے اولاد ہوئی۔ پہلی کے بیٹے کا نام گریشین تھا۔ اسکو سولہ سال کی عمر میں بادشاہ بنایا گیا۔ جسٹینا کا بیٹا ابھی ۳ سال کا تھا کہ فوج نے

اسلامی قانون اسکے متعلق وہ ہے جو سورہ نسا کے ابتدا میں ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم دو۔ تین یا چار عورتوں سے شادی کرسکتے ہو مگر اس سے زیادہ نہیں۔ اور اگر تم ان میں انصاف کا برتاؤ نہیں کرسکتے تو پھر تمھیں صرف ایک بی بی سے نکاح کرنا چاہیئے۔ اس سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نکاح کے بارہ میں اسلامی قانون کا کمال ایک ہی بیوی پر ہوتا ہے۔

میرا ایک دوست مسٹر سٹڈرڈ جس نے کل دنیا کی سیر کی قسطنطنیہ میں اپنے ایک پُرانے فرانسیسی دوست سے ملا۔ یہ فرانسیسی ایک پاشا کے بیٹے کا اتالیق تھا۔ مسٹر سٹڈرڈ نے پاشا سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اتالیق نے پاشا سے ملاقات کرانے کا وعدہ کیا۔ دونوں ملکر پاشا کے مکان پر گئے۔ دوسرے نادان مسیحیوں کی طرح اُس کا خیال تھا کہ پاشا کے حرم میں درجن کے قریب بیویاں ہونگی۔ مگر اُس فرانسیسی اتالیق نے جلدی ہی اُس کی اس غلطی کو دور کردیا۔ اُنکو ملاقات کے کمرہ میں جس کا نام سلام علیك تھا داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ اور یہاں پاشا کے بیٹے سے اُنکی ملاقات ہوئی۔ پاشا کا حرم مکان کی دوسری طرف تھا۔ اُسکو بتلایا گیا کہ حرم کے معنے ہیں ایک مقدس اور عزت کی جگہ اور ہر ایک ناپاک چیز حرم سے ہمیشہ دور رکھنی چاہیئے۔ حرم میں پاشا کی بیوی ہے جسکو اُس مکان میں پورا پورا اختیار حاصل ہے چھوٹے بچے۔ چند خادمہ عورتیں۔ پاشا کی ماں اور پاشا کی بیوی کی ماں ان سب کے متعلق ہر ایک انتظام اُسی کے سپرد ہے جبکہ لڑکا ۱۷ سال کا ہوجاتا ہے تو اُسکو بلا اجازت

حرم سرائے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ ایسا ہی خود پاشا بھی اجازت لیکر داخل ہوتا ہے یا جب پاشا کی بیوی اُس کو بلائے۔ کوئی اجنبی آدمی کبھی اس مکان میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اتنے میں پاشا خود آگیا اور مسٹر سٹنڈرڈ کو اُس سے انٹروڈیوس کیا گیا۔ مہمان کے سامنے قہوہ اور حقّہ فوراً لائے گئے۔ اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد مسٹر سٹڈرڈ اور فرانسیسی اتالیق وہاں سے رخصت ہو گئے۔ یہ سب کچھ دیکھکر امریکہ کا سیّاح دنگ رہ گیا۔ اُسکا خیال حرم کی نسبت اس سے بالکل مختلف تھا جو اُس نے دیکھا۔ اُسکو یہ بھی اطلاع دی گئی کہ اگر پاشا چاہے تو وہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ سب بی بیوں کے مکانات۔ فرنیچر۔ خدام وغیرہ بالکل برابر اور یکساں ہوں۔ اور تھوڑے ہی لوگ ایسے دولت مند ہیں کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکیں مسٹر سٹڈرڈ نے اپنے فرانسیسی دوست سے پوچھا کہ آیا وہ استنبول میں کسی ایسے آدمی کو جانتا ہے جسکی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ یہ فرانسیسی اتالیق بوجا اپنی حیثیت کے استنبول کے لوگوں کے حالات سے بخوبی آگاہ تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ ہاں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ جو شخص ایک سے زیادہ بیویوں کا خاوند ہے وہ نہ تو ترک ہے نہ عرب بلکہ میری طرح ایک فرانسیسی عیسائی ہے۔

ایک رات ایک جہاز کا انگریز کپتان قسطنطنیہ کی گلیوں میں جا رہا تھا اس جستجو میں کہ کوئی عورت پا دے جسکے ساتھ رات عیش و عشرت میں بسر کرے۔ بہت سرگردان ہو کر اُسکو اپنی خواہش کے مطابق ایک عورت ملی مگر وہ انگریز عورت تھی۔ ترک عورتیں رات کو مردوں کی تلاش میں مارے مارے نہیں پھرتیں جیسے کہ ہمارے ملکوں کی عورتیں کرتی ہیں۔

یہ بھی قابل توجہ امر ہے کہ مسلمان عورتوں کو مسیحی عورتوں سے زیادہ حقوق ہوتے ہیں۔ اسلامی قانون میں وہ مردوں کے ساتھ برابر حصّہ لیتی ہیں۔ وہ اپنی جائداد اپنے نام پر رکھتی ہیں اور اُنکے خاوند اُس سے ایک درم تک بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ جیسے انگلستان میں مرد کرتے ہیں کیونکہ وہاں عورتوں کے بہت تھوڑے حقوق ہیں۔ اور جہاں کہ بیوی اکثر دفعہ اپنے ظالم خاوند کی غلام ہوتی ہے مگر قانون اُسکو شکایت کرنیکا موقع نہیں دیتا۔ بلکہ تمام کا تمام قانون

خاوند کے حق میں ہی ہے۔ امریکہ میں قانون کا خاصہ حصہ عورت کے حق میں ہے۔ وہاں عورت اپنی جائداد رکھ سکتی ہے اور کاروبار اپنے نام پر کر سکتی ہے۔ انگلستان میں ایک منکوحہ عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ اسلامی ملکوں میں جب ایک عورت شادی کرتی ہے تو اُس کے خاوند کو مہر دینا پڑتا ہے۔ یہ مہر عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور خاوند اُسکو ہاتھ تک بھی نہیں لگا سکتا۔ اگر خاوند عورت کو طلاق بھی دیدے تو مہر عورت کے پاس رہتا ہے۔ عورت نالش کر سکتی ہے اور اُس پر بھی نالش ہو سکتی ہے اور اُسکو عدالت میں حاضری کے لیئے خاوند یا والد کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ انگلستان میں رواج ہے۔ اگرچہ قرآن طلاق کی اجازت دیتا ہے مگر وہ شاذ و نادر وقوع میں آتی ہے ۱۸۸۵ سے ۱۹۰۵ تک صوبجات متحدہ میں دس لاکھ طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اسقدر طلاقیں تمام مسلمان دنیا میں پچھلے ایک ہزار سال میں واقع نہ ہوئی ہونگی۔ اور ضروری امور بھی ہیں جن کے متعلق بولنے کے لیئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔

اب ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ میں دیکھتے ہیں جہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی سلطنت قائم کی۔ بے شک جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہلے پہل سچائی کا وعظ کیا۔ تو آپ کا مذہب کے لیئے لڑنے کا ذرا بھی ارادہ نہ تھا۔ آپ نے قریش کے مظالم ایسے صبر سے برداشت کیئے جس کی نظیر ملنی محال ہے۔ اب وہاں سے آپ ہجرت کر آئے اور اُن کی زد سے دُور تھے۔ مگر اُس سے وہ اور بھڑکے۔ اب انہوں نے ایک لشکر لیکر مدینہ جانے کا فیصلہ کیا۔ اور ارادہ کیا کہ آپ کو اور آپکے ہمراہیوں کو قتل کر کے اُن کا خاتمہ کر دیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ خبر سُنی اور ایک گروہ ۳۰۰ آدمیوں کا اکٹھا کیا اور اُن کے مقابلے کے لیئے آئے۔ بدر پر لڑائی ہوئی محمد (صلعم) مظفر و منصور ہوئے۔ اب اس موقع پر ریاکار و متعصب عیسائی شور مچاتے ہیں کہ مذہب اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس موقع پر اور دوسرے موقعوں پر کیا صرف دفاعی تھا۔ اگر آپ اس موقع پر خاموش رہتے اور دشمن آپ کو اور آپکے وفادار اصحاب کو بے روک ٹوک آزادی سے قتل کرتے تو عیسائی بہت خوش ہوتے اور خوشی کے گیت گاتے۔ مگر محمد (صلعم)

ایسے بے غیرت انسان نہ تھے وہ ہرگز گوارا نہ کرسکتے تھے کہ دشمن مسلمانوں کو ایک چوہے کی طرح پامال کرڈالیں جیسا کہ اُن کا ارادہ تھا۔ آپ نے اُنکے مظالم مکہ میں بہت برداشت کیئے آخروہ اُٹھے اور دشمنوں کو ہر جگہ کہ اُنہوں نے حملہ کیا نیچا دکھایا۔ وہ خدا کی مدد سے ہر جگہ اُنپر مظفر و منصور ہوئے۔ آپ ہمیشہ شکر گذاری کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے احسانات اور تائیدات کا ذکر فرماتے تھے آخر مکہ نے اطاعت قبول کی۔ اور کعبہ کو بتوں سے صاف کیا گیا۔ تمام عرب ایک ہوگیا۔ اور خدا اور اُسکے رسول کے آگے تن واحد کی طرح ہوگیا۔ جب تمام عرب نے اسلام قبول کرلیا۔ اُسوقت نجران میں ابھی کئی نصرانی قبائل موجود تھے۔ انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک وفد بھیجا۔ مسیحیوں کو اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت دیگئی۔ اور اُنکے لیئے ایک خفیف ٹیکس تجویز کیا گیا یہ ٹیکس اُس امن وحفاظت کے عوض میں لیا گیا جو اُن کو سلطنت مدینہ کے ماتحت حاصل تھا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے وقت تک بلا کسی قسم کی تکلیف کے یہ لوگ ملک عرب میں رہے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے عہد میں اُنسے درخواست کی گئی کہ وہ ملک شام میں جاکر آباد ہوں اور یہ علاقہ بھی سلطنت اسلامی میں ہی داخل تھا۔ ملک عرب کے لیئے یہ پسند کیا گیا کہ یہ ملک اسلام کے لیئے خاص رہے (تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ جب مختلف مذاہب کے پیرو ایک ملک میں باہم میل جول رکھتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مذہب کے رسوم وعادات وعقائد دوسرے مذہب میں داخل ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ مسیحیت اس امر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ یہ مذہب دوسری اقوام کے میل جول سے ایسا متاثر اور متغیر ہوگیا ہے کہ اب بالکل ایک نیا مذہب ہوگیا ہے جس میں اُس دین کا نام ونشان بھی نہیں پایا جاتا جس دین کی تعلیم حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی یہ دین ایک بالکل نیا دین ہوگیا ہے اور اگر یسوع مسیح اور آپکے حواریوں کے لیئے یہ ممکن ہو کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئیں تو بڑے زور سے اس دین سے جسے آجکل دین مسیحی کہا جاتا ہے اپنی بیزاری ظاہر کریں اور اس سے انکار کریں کہ دین اُنکا دین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے ایسی کامیابی عطا فرمائی کہ کُل جزیرہ عرب نے بلا جبر واکراہ دین اسلام قبول کیا جیسا کہ قرآن شریف جس سے زیادہ

معتبر کوئی اسلامی تاریخ نہیں ہو سکتی اس بارہ میں فرماتا ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ جب اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ اس آیۂ کریمہ سے ظاہر ہے کہ لوگوں نے خود بخود بلا جبر و اکراہ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ یہاں یَدْخُلُوْنَ کا لفظ ہے کہ لوگ خود بخود داخل ہو رہے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جا رہا ہے اور لوگوں کے قبول اسلام کی وجہ بھی اسی آیۂ کریمہ میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ یعنی لوگوں کے اسلام کی طرف فوج در فوج رجوع کرنے کی وجہ وہ نصرت ہے جو خدائے تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو عطا فرمائی ہے اور اسکی وجہ وہ فتح نمایاں ہے جو خدا کی طرف سے حاصل ہوئی۔ یعنی لوگوں نے اس نصرت الٰہی اور فتح کو دیکھکر یہ یقین کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت خدا کا مرسل ہے۔ مکہ کا فتح کرنا بھی اُن کے لئے ایک یقین دلانیوالا نشان تھا کیونکہ اُن کا ایمان تھا کہ کعبہ خدائے تعالیٰ کا مقدس مقام ہے اور وہ اسکو بیت اللہ کہکر پکارتے تھے۔ اور اُن کا یہ ایمان تھا کہ کوئی کاذب بیت اللہ کو فتح نہیں کر سکتا اور انہوں نے تھوڑا ہی عرصہ اس سے پہلے اصحاب فیل کا واقعہ دیکھ لیا تھا کہ وہ کس طرح بیت اللہ پر قبضہ کرنیکی کوشش میں ہلاک ہو گئے۔ پس فتح مکہ کل اہل عرب کے لئے ایک ایسا یقینی نشان صداقت تھا کہ اسکے بعد اُن کے دل میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ پس اس نصرت الٰہی اور فتح کو دیکھ کر اہل عرب جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے یہانتک کہ کل عرب مسلمان ہو گیا۔ جب خدا کی حیرت انگیز تائید و نصرت سے یہ حالت ہو گئی اور صرف معدودے چند اہل کتاب جو طرح طرح کی غلطیوں میں گرفتار تھے باقی رہ گئے تو یہ ضروری دیکھا گیا کہ جس سرزمین کو خدائے تعالیٰ کے زبردست ہاتھ نے پاک صاف کر دیا ہے اب اسمیں یہ ملونی بھی نہیں رہنے دینی چاہیئے جبراً اسلام میں داخل کرنا تو مسلمانوں کا کام نہ تھا۔ اس لیئے انہوں نے ان لوگوں کو کہا کہ تم کو شام کے سرسبز ملک میں جہاں تمہاری

ہم مذہب لوگ بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں جگہ دی جاتی ہے اور وہ ملک بھی اسلامی سلطنت ہی کا ایک حصّہ ہے۔ اسلیئے تم عرب کے ریگستان سے نقل مکان کر کے شام کے سرسبز علاقے میں اپنے ہم مذہب لوگوں کے قرب وجوار میں اپنا مسکن بناؤ۔ اسکی غرض صرف یہ تھی کہ کم از کم ایک خطہ زمین ایسا رہنا چاہیئے جہاں اسلام بیرونی اثر سے محفوظ رہ کر بگڑنے سے بچ جائے اور چونکہ خدائے تعالیٰ نے خود اپنی غیر معمولی قدرتوں کے کرشمے دکھا کر عرب کے جزیرہ کو پاک وصاف کر دیا تھا اور یہی ملک تھا جہاں اسلام کا پودا خود نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور خود اُسکی آبپاشی اور حفاظت کی تھی اسلیئے اسی ملک کو اس غرض کے لیئے منتخب کیا گیا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو جیسا اب مسیحی مذہب بگڑ کر مسخ ہو گیا ہے یہی حالت اسلام کی ہو جاتی۔ (ایڈیٹر ریویو)

تمام منافق مزاج مسیحی مصنف بدر کی لڑائی پر آکر بغلیں بجاتے ہیں کہ دیکھو اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین تلوار کا دین ہو گیا۔ یہ لوگ اپنے نئے عہدنامے اور مسیحیت کی تاریخ سے محض بے خبر ہیں۔ آؤ ہم دیکھیں کہ اپنے مذہب کے متعلق یسوع مسیح تلوار کے بارہ میں کیا کہتا ہے۔ متی باب ۱۰ ورس ۳۴ میں یسوع مسیح کہتا ہے "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" پھر لوقا باب ۱۲ ورس ۴۹ میں یسوع کہتا ہے "میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں اور میں کیا ہی چاہتا ہوں کہ لگ چکی ہوتی" پھر اسی کتاب کے باب ۱۲ ورس ۵۱ میں ہے "کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر میل کروانے آیا ہوں؟ نہیں میں تمہیں کہتا ہوں بلکہ جدائی" پھر لوقا باب ۱۴ ورس ۲۶ میں لکھا ہے "اگر کوئی میرے پاس آوے اور اپنے ماں باپ اور جورو لڑکے اور بھائی بہن بلکہ اپنی جان سے دشمنی نہ کرے میرا شاگرد ہو نہیں سکتا" اور پھر اسی کتاب کے باب ۲۲ ورس ۳۶ و ۳۸ میں لکھا ہے۔ "جسکے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی۔ اور جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچکے خریدے۔۔۔۔۔۔۔۔ اُنہوں نے کہا کہ دیکھ اے خداوند یہاں دو تلوار ہیں ۔۔۔۔ اُس نے کہا بہت ہے"۔

یہ ہرگز خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ مسیحیوں نے کبھی تلوار سے کام نہیں لیا جیسا کہ آجکل کے مسیحی مشنری دنیا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں ہرگز ایسا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ چوتھی صدی مسیحی میں سائی رل نامی ایک مسیحی بزرگ اسکندریہ میں بشپ کے عہدہ پر ممتاز تھا۔ اس نے سنہ ۳۸۰ء میں چالیس ہزار یہودیوں کو ایک ہی رات میں صرف اسلیئے قتل کروا دیا کہ انہوں نے مسیحیت کو قبول کرنیسے انکار کیا۔ اس بات کو یاد رکھو کہ سنہ ۳۲۵ء سے لیکر آجتک مسیحی تلوار لوگونکو مسیحیت میں داخل کرنیکے مقدس کام میں مصروف رہی ہے۔ جو خون مسیحی تلوار نے بہایا ہے اگر اسکو جمع کیا جاوے تو وہ ایک اتنا بڑا سمندر بنجائے کہ روئے زمین کا بڑی سی بڑا بحری بیڑا باآسانی اس میں تیر سکے۔ مگر ابھی اس خونریزی کا خاتمہ نہیں ہوا۔ جب سے دنیا شروع ہوئی کسی مذہب میں اسقدر ظلم سے کام نہیں لیا گیا جسقدر کہ مسیحیت میں لیا گیا ہے۔ اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکی تعدی کو روکنے کے لیئے نہ آتے تو اب بھی وہ اپنی ظالمانہ کارروائی کو بند نہ کرتے۔ مسیحی صاحبان اسلامی فاتحین پر اسلیئے اعتراض کرتے ہیں کہ وہ تین تجویزیں دشمن .. .. .. کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ۱۔ اسلام قبول کرکے اسلامی اخوت میں داخل ہو جاؤ۔ ۲۔ یا اپنے مذہب پر قائم رہو اور ٹیکس ادا کرو۔ ۳۔ یا ہمارے ساتھ جنگ کر لو۔ ان نادان مسیحیوں کو شائد اس طریق کا علم نہیں جس طریق سے شارلیمین نے ان کے آباؤاجداد کو مسیحیت میں داخل کیا۔ وہ صرف دو باتیں پیش کرتا تھا۔ یعنی بپتسمہ قبول کرو ورنہ تمھارا سر تلوار سے اڑا دیا جائے گا۔ سیکسن قوم کے ۴ ہزار آدمیوں کے سر اس نے ایک ہی دن میں صرف اس وجہ سے قلم کر دیئے کہ انہوں نے بپتسمہ لینے سے انکار کیا۔ علاوہ انکے جرمنی میں اس نے کئی لاکھ آدمی تہ تیغ کر دیئے۔ وہ مسیحی مذہب کا سب سے بڑا مشنری تھا اس نے اپنی تلوار سے اسقدر لوگوں کو مسیحی کیا کہ اسوقت سے لیکر آجتک دوسرے مسیحی مشنریوں نے اسقدر آدمیوں کو مسیحی مذہب میں داخل نہیں کیا۔ مسلمانوں نیں کبھی محکمہ تفتیش قائم نہیں کیا گیا جیسا کہ مسیحیوں نے مذہبی اختلاف رائے رکھنے

والوں کو طرح طرح کے عذاب دینے کے لیئے قائم کیا تھا۔ اور جس طرح مسیحی کلیسیا بے گناہ عورتوں کو جادو کے شبہ پر زندہ جلاتی رہی ہے۔ ایسا اسلام میں کبھی نہیں ہوا۔ اور وہ بے رحمی کے کام صرف مسیحی کلیسیا ہی نے کیئے ہیں کسی اور مذہب میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اسپر طرفہ یہ ہے کہ اسی مذہب کے پیرو اسلام کو تلوار کا مذہب کہنے میں اس قدر اصرار کرتے ہیں۔ جیساکہ تاریخ سے نہایت صفائی سے ثابت ہوتا ہے دنیا میں ایک ہی مذہب ہے جو آگ اور تلوار کا مذہب ہے اور وہ مسیحی مذہب ہے۔ نفرت اور تفرقہ کا مذہب جیساکہ تاریخ ظاہر کرتی ہے مسیحیت ہی ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرب کے رہنے والے۔ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے فرزند تھے۔ اور اس لیئے انکے قلب کی بناوٹ ایک رومی یا یونانی کے قلب کی طرح نہ تھی۔ نیز وہ ہمارے جارج واشنگٹن کی طرح پرلے درجے کے محب الوطن تھے۔ اور آپ کا ایک مدعا یہ بھی تھا کہ کل اہل عرب میں اتحاد کی روح پھونک کر اُن کو ہمیشہ کے لیئے ایک مضبوط قوم بنا دیں۔ عرب میں بے شمار قبائل موجود تھے اور اگر یہ لوگ مسیحی مذہب اختیار کر لیتے تو ان میں وحدت کی وہ روح کبھی نہ پھونکی جاتی جو اسلام کے ماتحت اُن میں پھونکی گئی۔ تمام عرب اور تمام مسلمان جو روئے زمین پر پائے جاتے ہیں وہ حضرت مسیحؑ کی نبوت پر ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیساکہ موسیٰؑ اور داؤدؑ پر اور وہ انکو دوسرے انبیاءؑ کی طرح ایک خدا کا رسول مانتے ہیں اور انکی ایسی ہی عزت کرتے ہیں جیسی دوسرے نبیوں کی۔ حضرت مسیحؑ نے بھی دوسرے انبیاءؑ کی طرح توحید کی ہی تعلیم دی۔ اور نجات کے لیئے اعمال صالحہ کو ضروری ٹھہرایا۔ متی کے باب ۲۵ میں جو مثال حضرت مسیحؑ نے دی ہے وہ ہمارے قول کی تائید کرتی ہے۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی یہی تعلیم دی اور اس سے بڑھکر سچی اخوت کا سبق دیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے حالات پیدائیش سے لیکر وفات تک سب مشہور و معروف ہیں مگر مسیح کی زندگی میں کئی سالوں کے وقفے ایسے واقع ہوئے ہیں جو بالکل تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں اور جن کی نسبت کچھ بھی معلوم نہیں۔ جن کتابوں کو

اناجیل کہا جاتا ہے اُنکا ایک لفظ بھی اُس نے نہیں لکھا - اور یہ کتابیں ڈیڑھ سو سال
بعد تحریر میں آکر شائع ہوئیں - اور جو پُرانے نسخے اسوقت موجود ہیں وہ بھی کئی
سو سال کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں اور انہیں باہم سخت اختلاف ہے - قلمی
نسخوں کے لکھنے والوں نے بہت سی باتیں بدل ڈالیں اور بہت سی باتیں اپنی
طرف سے ملا دیں - اسلیئے جو نسخے اناجیل کے آجکل ہمارے پاس موجود ہیں انکو یسوع
مسیح کی انجیل نہیں کہہ سکتے - اور اگرچہ ان کتابوں پر متی - مرقس - لوقا - اور یوحنا
کے نام لکھے ہوئے ہیں مگر آجکل کوئی محقق قسم نہیں کھا سکتا کہ ان کتابوں کے
لکھنے والے یہی لوگ ہیں جن کی طرف یہ کتابیں منسوب ہیں - دنیا میں قرآن ہی
ایک ایسی مقدس کتاب ہے جسکی نسبت کوئی شک نہیں٭ - ہر ایک کلمہ جو اُس میں درج
ہے وہ بعینہ وہی ہے جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے تحریر میں لایا
گیا اور آپ کی وفات سے ایک سال بعد آپکے خلیفۂ اوّل ابوبکر رضؓ نے اسکو جمع
کیا - حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) توحید کے واعظ تھے اور اس عقیدہ کو دنیا میں
دوبارہ زندہ کرنیوالے تھے اور آپکے اندر خالص دینی جوش کام کر رہا تھا - اور آپنے
اپنی قوم میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ آپ کی وفات سے ایک سو سال بعد اسلامی
تہذیب نے یونانی اور رومی تہذیب کو بھی مات کر دیا - آجکل بھی مہذب انسانوں کے
خیالات میں جو تبدیلی ہو رہی ہے وہ اسلامی تعلیم کے موافق ہے -

ہورے شی اس بونر جو سکاٹلینڈ کا ایک مشہور بزرگ اور مذہبی گیتوں کا
مصنف ہے مصر اور کنعان میں سفر کرنے کے بعد اسلام کے بارے میں مندرجۂ ذیل
رائے ظاہر کرتا ہے :-

"ہم نے کئی مسجدیں اندر کی طرف سے اور باہر کی طرف سے دیکھیں - سب بالکل
سادہ تھیں - مگر ہمارے گرجے کیا شرقی ممالک میں اور کیا مغربی ممالک میں ایسے نہیں ہوتے

٭ ڈاکٹر بیکر صاحب نے یہ کیا ہی سچا کلمہ کہا ہے - خدائے تعالیٰ فرماتا ہے - ذالک
الکتب لاریب فیہ - (ایڈیٹر - ریویو)

مسجد میں بُت پرستی کا کوئی نشان نہیں ہوتا۔ کوئی تصویر یا بُت یا عشاء ربانی کی روٹی مسجد میں نہیں ہوتی جیسی کہ ہمارے گرجاؤں میں ہوتی ہیں۔ اسلام سے پہلے یعنی پانچویں اور چھٹی صدی میں مسیحیت کی حالت بُت پرستی سے بدتر تھی۔ اور اسلام کا مذہب مسیحیت کے بگاڑ کی وجہ سے پیدا ہُوا۔ اس مذہب میں اُن غلطیوں اور بدیوں کی اصلاح کی گئی ہے جو مشرقی ممالک کی مسیحیت میں داخل ہو گئی تھیں۔ اُس زمانہ کے مسیحی نہایت ہی کمینہ قسم کے شرک میں مبتلا تھے مثلاً مریم صدیقہ اور اولیاء کی پرستش۔ جس قسم کی مسیحیت کو اسلام نے جڑ سے اُکھیڑا اُسکی جگہ اس سے بہتر مذہب جاری کیا۔ ایک مسلمان بُت پرستی سے سخت نفرت کرتا ہے اور وہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ لاطینی یا یونانی فرقہ کے گرجا میں داخل ہو جہاں ہر ایک گوشے اور ہر ایک کونے میں بُت پرستی کے نشان نظر آتے ہیں۔ وہ کسی تصویر کے آگے نہیں جُھک سکتا۔ اور نہ کسی بُت کے پاؤں پر بوسہ دے سکتا ہے۔ اور نہ کسی تصویر کے آگے خوشبو جلا سکتا ہے"۔ یروشلم کے پاشا نے بونر سے کہا "جب مسیح کی قبر کے گرجے میں لاطینی۔ یونانی۔ قبطی اور آرمینی مسیحی شور مچاتے۔ لڑائی کرتے اور فساد کرتے ہیں درحالیکہ مقدس روٹی کے معبود اُنکے مُنہ میں ہوتے ہیں اور اُنکے بُت خوشی سے اُنکے جنگ کا نظارہ کر رہے ہوتے ہیں اُسوقت مجھے مجبورًا امن قائم رکھنے کے لئے اسجگہ موجود رہنا پڑتا ہے اور اس بُت پرستی کا نظارہ کرنا پڑتا ہے مگر مَیں اسکی برداشت نہیں کر سکتا"۔ مسٹر بونر کہتا ہے کہ واقعی جب انسان ان گرجوں کو دیکھکر مسجد میں جاتا ہے تو اُس کی طبیعت کو بہت آرام اور سکون پہنچتا ہے۔ مسٹر سٹڈرڈ نے جو لیکچر یروشلم پر دیا ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ اس میں مسٹر بونر کے بیان کی تصدیق پائی جاتی ہے۔

اِسلام سچائی۔ ہاں نہایت ہی اعلیٰ سچائی کا ایک زندہ مرکز ہے۔ بُت پرست دنیا اس سچائی سے بالکل بے خبر تھی اور مسیحیت نے اس سچائی کو دبا دیا تھا۔ وہ سچائی توحید کی تعلیم ہے۔ یہ وہی سچائی ہے جسکی ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ اور مسیحؑ نے تعلیم دی۔

توریت میں لکھا ہے سُن لے اسرائیل - خداوند ہمارا خدا ایک خدا ہے - اور یہی تعلیم ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی - یہ کوئی نئی بات نہ تھی - اور حقیقت یہ ہے کہ آپ جہان کے لیئے خدائے واحد کے رسولؐ تھے یہی خدا تعالیٰ کے متعلق اعتقاد جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل عرب کے دل میں قائم کیا آج قرآن کے شاگردوں میں کانگو (مغربی افریقہ) سے لیکر دریائے گنگا اور دریائے ینگ سے (چین) تک پایا جاتا ہے بلکہ تمام جہان میں اسلامی عمارات پر بھی نمایاں ہے - مسلمان خدائے واحد پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت اور صداقت پر ایسا پکّا اور مستحکم ایمان رکھتے ہیں کہ اُنکو عیسائیت کی طرف لانا ایک بے سود کوشش ہے - اسلام نے پہلے بھی ایک بڑا مفید کام کیا ہے اور جبتک مسیحیت کے بڑے بڑے فرقے شرک کا کچھ شائبہ بھی اپنے اندر رکھتے ہیں - اسلام مسیحیت کے راستے میں ایک ناقابل گذر رکاوٹ رہے گی - اور اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے لیئے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے - مَیں بڑے زور سے کہونگا کہ رومن کیتھولک چرچ کے لیئے جو کہ مریمؑ کو خدا کی صفات دیتا ہے اور قسم قسم کے شرکوں میں مبتلا ہے - اسلام پر فتح پانا ناممکن ہے جو کہ خالص وحدانیت اور سچی روحانیت کے ساتھ مسیحیت کا مقابلہ کر رہا ہے - مذہب اسلام میں کوئی ایسے واعظ اور مشنری نہیں ہیں جیسے کہ عیسائیوں میں ہیں - مسلمان خدا کی عبادت بالواسطہ نہیں کر سکتے ہر ایک کو خدائے تعالےٰ کی عبادت خود کرنی پڑتی ہے - اسواسطے ہر ایک سچا مسلمان اپنے نفس کے لیئے خود ذمہ دار ہے اور سچے خدا کی عبادت دن میں پانچ دفعہ کرتا ہے اُن کے مسجدوں میں کوئی گھڑیال نہیں ہوتا - مؤذن اپنی زندہ آواز سے مومنوں کو نماز کی طرف بلاتا ہے - جو جا سکتے ہیں وہ مسجد میں جاکر نماز پڑھتے ہیں اور جو نہیں جا سکتے وہ جس جگہ ہوتے ہیں اُسی جگہ نماز پڑھ لیتے ہیں - بازار میں - گلی میں - کھیت میں یا اور کسی جگہ جہاں اُنہیں جانیکا اتفاق ہو - وہ مسیحیوں کی طرح کُھلم کُھلا لوگوں کے سامنے نماز پڑھنے سے نہیں شرماتے - جہاں مسجد ہوتی ہے اُسکے ساتھ چھوٹے لڑکوں کے لیئے ایک درس گاہ بھی ہوتی ہے - اور ایسے مسلمان کم نظر آتے ہیں جو کم از کم اپنی مقدس کتاب پڑھ نہ سکتے ہوں - اُنکو

بہت سے کالج اور یونیورسٹیاں ہیں اور سب سے بڑی یونیورسٹی قاہرہ میں ہے جہاں کہ ۱۲ ہزار طالب علم اسلامی دنیا کے مختلف حصوں سے آکر تعلیم پاتے ہیں۔ یہ یونیورسٹی آکسفورڈ اور ہیڈلبرگ کی یونیورسٹیوں سے بھی پرانی ہے۔ اسکے علاوہ کارڈوا (سپین) اور دمشق کے دار العلوم اور کتب خانے اُسوقت موجود تھے جبکہ یورپ زمانۂ ظلمت کی گہری نیند سویا پڑا تھا۔ اور جب مسیحی بادشاہ بشپ اور ملّاں اپنا نام تک لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اسلام آج بھی بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ ہم کروڑہا روپیہ ہر سال مشنوں پر ہندوستان۔ چین۔ افریقہ وغیرہا میں خرچ کرتے ہیں اور ہزاروں اچھی اچھی تنخواہیں پانیوالے مشنری دُور دراز ملکوں میں کام کرتے ہیں مگر باوجود اسکے غیر مذہب کے لوگوں کو مسیحی بنانے کے کام میں کوئی معتدبہ ترقی نہیں ہوئی۔ چین کے دارالخلافہ پیکن میں آج ۲۵ بڑی بڑی مسجدیں ہیں اور ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ مسیحی مشنوں کے نتائج نہایت ہی ناقابل اطمینان ہیں۔ صرف ہندوستان میں ۲ ہزار سے زیادہ مسیحی مشنری کام کر رہے ہیں اور اچھی اچھی تنخواہیں پا رہے ہیں مگر گذشتہ سال میں صرف نوسو آدمی اور وہ بھی ادنیٰ ذاتوں کے مسیحی مذہب میں داخل ہوئے۔ مگر اسلام کا یہ حال ہے کہ گذشتہ دس سال میں پچاس لاکھ سے زیادہ آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ حالانکہ مسلمانوں میں کوئی تنخواہ دار مشنری اس کام کے لیئے مقرر نہیں ہیں۔

مَیں اس مضمون پر زیادہ بحث کر سکتا تھا۔ مگر جو کچھ مَیں بیان کر چکا ہوں انہیں بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اکثر سامعین کے لیئے نئی ہیں۔ آپ گھر جا کر ان باتوں پر غور فرماویں۔ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اگر اسکا ایک حصہ بھی آپ صاحبان یاد رکھینگے تو مَیں سمجھونگا کہ میری محنت کا بدلہ مجھے مل گیا ہے۔

اے۔ جارج۔ بیکر
فیلیڈلفیا۔ اضلاع متحدہ
امریکہ

چین پر مسیحی دنیا کی دعا کا اُلٹا اثر

کُل دنیا اسلام کی صداقت کا ایک روشن نشان بلقان میں حال میں ہی دیکھ چکی ہے۔ کہ کس طرح اسلام کے ایک خادم نے ۹ سال پہلے خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر یہ پیشگوئی شائع کی کہ غُلِبَتِ الرُّومُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ اور کس طرح اس پیشگوئی کے مطابق پہلے سلطنت روم نے اپنے دار الخلافہ سے قریب کی زمین میں بلگیریا کے ہاتھ سے قابل شرم شکست کھائی اور پھر کس طرح محض آسمانی اسباب کے پیدا ہونے سے باوجود اپنی ناتوانی اور کمزوری کے بغیر لڑائی کے اپنے دشمن پر پیشگوئی کے منشاء کے مطابق بہت جلدی دوبارہ فتح حاصل کی مغرب میں تو اسلام کی صداقت کے آفتاب نے اس آسمانی نشان کی شکل میں طلوع کیا مگر افسوس ہے کہ مشرق میں انہی دنوں میں مسیحیت کی بد قسمتی سے ایک امر واقع ہُوا جس سے اس مذہب کا ایک مردہ اور بے جان مذہب ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ چونکہ اسلام اور مسیحیت میں آجکل بڑا سخت مقابلہ جاری ہے اور مسیحی مذہب کے شیدائی چاہتے ہیں کہ جس طرح ہو سکے اسلام کی بیخ کنی کیجاوے مگر خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسلام کا غلبہ ہو اور مسیحیت کا باطل ہونا دنیا پر ظاہر ہو اسلیئے جب اُس نے مغرب میں اسلام کی صداقت کا ایک چمکتا ہُوا نشان ظاہر کیا تو مشرق میں ایک ایسا امر ظاہر کیا جس سے بدیہی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ مسیحیت کے واعظ صرف ایک جھوٹ کی تائید کر رہے ہیں اور یہ کہ یہ مذہب روحانیت سے خالی ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ چین میں ایک جمہوری سلطنت قائم کی گئی ہے۔ اسپر چینی گورنمنٹ نے مسیحی لوگوں کے آگے نہایت سنجیدگی سے یہ التجا کی کہ چین کی اس نئی جمہوری سلطنت کی بہتری

کے لیئے مسیحی گرجاؤں میں دعا کی جاوے کہ خداوند خدا اس زمین پر اپنی برکت اور رحمت نازل فرمائے اور ملک میں امن ہو۔ اور سلطنت میں صلح اور آشتی کا دور دورہ ہو۔ مسیحی مشنری تو مارے خوشی کے اپنے جاموں سے باہر ہو گئے اُنہوں نے گمان کیا کہ بس اب ہمارا جادو چل گیا۔ چین کی قدیمی سلطنت اب ہماری طرف مائل نظر آتی ہے اور اُنکی اس درخواست سے کہ مسیحی ہماری جمہوری سلطنت کے لیئے دعا کریں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چینی لوگوں کے دلوں میں خداوند یسوع مسیح کی محبت جاگزین ہو چکی ہے اور اُنکی یہ اپیل ہماری کامیابی کا بڑا بھاری نشان ہے اور اُمید پڑتی ہے کہ عنقریب چینی لوگ کل کے کل مسیحی دین میں داخل ہو جائیں گے۔ اور ان کی یہ درخواست ایک پہلا قدم ہے جو اُنہوں نے ہمارے دین کی طرف اُٹھایا ہے۔ اس خوشی کو مسیحیوں نے اپنے دلوں تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ اخباروں میں بھی بڑے فخر سے اپنی اس کامیابی کا اظہار کیا۔ اُنکو چینیوں کی اس اپیل سے اسقدر خوشی ہوئی کہ ریوٹر کی ایجنسی پر بھی جو بڑے بڑے اہم واقعات کو بذریعہ تار برقی دنیا کے کل حصوں میں شائع کرتی ہے اِس عام خوشی کا اثر ہوا اور اُس نے بھی اس خوشی کو ایسا عظیم الشان خیال کیا کہ تار کے ذریعہ اُس نے مسیحیوں کی اِس خوشی کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا مگر بچارے مسیحیوں کو کیا معلوم تھا کہ اُنکی اس خوشی کے نیچے ایک ماتم پوشیدہ ہے اور جس امر کو وہ اپنی کامیابی کا نشان گمان کر رہے ہیں وہ درحقیقت اُن کے لیئے ایک امتحان ہے جس سے دنیا پر اور خصوصاً چینیوں پر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ ان مسیحیوں کے پاس سوائے لفظوں کے اور کچھ بھی نہیں اور یہ کہ اُنکو خدا سے کوئی تعلق نہیں اور اُنکا مذہب روحانیت سے بالکل خالی ہے اور یہ کہ اُنکی ظاہری پارسائی صرف ایک دھوکہ ہے اور اُنکی دعا محض ایک فیشن ہے اُس میں ذرا بھی قبولیت کا نشان باقی نہیں اور اُن کا یہ کہنا کہ یسوع مسیح ہمارا خدا ہے جو ہماری دعاؤں کو سنتا ہے ایک گپ ہے جسمیں صداقت کی بُو بھی نہیں پائی جاتی۔

ریوٹر نے ۱۸- اپریل ۱۹۱۳ء کو خبر دی کہ کل یعنی ۱۷- اپریل ۱۹۱۳ء کو چین کی گورنمنٹ نے بذریعہ تار مسیحی مذہب کے تمام لیڈروں سے درخواست کی کہ ہماری سلطنت اور قوم کے لیئے ملک کے تمام گرجوں میں ۲۷- اپریل ۱۹۱۳ء کو دعا کیجائے اور اس دعا میں نہ صرف مشنری صاحبان شریک ہوں بلکہ جسقدر مسیحی لوگ ہماری سلطنت میں موجود ہیں اُن سب کی خدمت میں ہماری درخواست ہے کہ وہ بھی سب کے سب اس دعا میں شامل ہوں اور یہ دعا ملک کے تمام گرجاؤں میں کیجائے اور ساتھ ہی اسکے چینی گورنمنٹ نے اپنے ملک کے تمام صوبہ داروں کے نام حکم بھیجا کہ جب مسیحی صاحبان ہماری سلطنت اور قوم کے لیئے دعا کریں تو اس موقعہ پر سرکاری افسر بھی حاضر ہوں۔ اس سے پہلے ۱۳- اپریل ۱۹۱۳ء کو گورنمنٹ کی درخواست پر ایک خاص جلسہ مسیحیوں نے گرجا میں کیا تھا جس میں نئی قائم شدہ پارلیمنٹ کے لیئے دعا کی گئی تھی۔ ریوٹر تار دیتا ہے کہ چینی گورنمنٹ کی درخواستوں سے مسیحی قوم غایت درجہ خوش ہوئی ہے اور بیرونی لوگ جو چین میں رہتے ہیں وہ یہ رائے ظاہر کر رہے ہیں کہ گورنمنٹ کی اس درخواست سے صریحاً پایا جاتا ہے کہ حیرت انگیز تیزی کے ساتھ چینی لوگ مسیحی مذہب کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

پھر ۲۱- اپریل ۱۹۱۳ء کو ریوٹر نے بذریعہ تار خبر دی کہ چین کی گورنمنٹ نے جو مسیحیوں سے دعا کی درخواست کی ہے اس سے برطانیہ کے لوگوں میں چین کے ساتھ خاص ہمدردی پیدا ہوگئی ہے اور تمام مسیحی فرقوں کے لیڈر اس امر کا انتظام کر رہے ہیں کہ ۲۷- اپریل کو ملکہ چینی سلطنت کے امن و آرام کے لیئے دعا کیجاوے۔ امریکہ سے بھی خبر آئی ہے کہ وہاں بھی ۲۷- اپریل ۱۹۱۳ء کو چینی سلطنت کے لیئے دعا کرنیکی تیاری ہو رہی ہے اور یہ دن اس دعا کے لیئے مخصوص کیا گیا ہے۔ ریوٹر نے ۲۳- اپریل کو تار دیا کہ آرچ بشپ آف کنٹربری اور بشپ آف لنڈن نے عام جلسوں میں چینیوں کے ساتھ بہت ہمدردی ظاہر کی ہے اور اُن کی درخواست سے نتیجہ نکالا ہے کہ اب مسیحیت کے لیئے چین میں بڑی کامیابی حاصل کرنے کی اُمید ہے۔ اور حکم دیا ہے

کہ تمام گرجاؤں میں چینی سلطنت کی بہبودی کے لیئے شفاعت کی جاوے۔

ریوٹر نے ۲۴- اپریل ۱۹۱۳ء کو تار دیا کہ آرچ بشپ آف کینٹر بری نے ایک خاص دعا تیار کی ہے جو سب گرجاؤں میں چین کی جمہوری سلطنت کے امن و امان کیلیئے ۲۷- اپریل ۱۹۱۳ء کو کیجائے گی۔ آرچ بشپ آف یارک نے اپنے علاقہ کے تمام مسیحیوں کے نام حکم جاری کیا ہے کہ وہ مقررہ تاریخ کو چین کے امن و سلامتی کیلیئے دعا کرنے میں شریک ہوں۔ مکتی فوج کے افسر جنرل بریمول بوتھ نے چین کے پریسیڈنٹ کے نام تار بھیجا ہے کہ دنیا بھر کی مکتی فوج ملکر تمہارے ملک کے امن و آرام کیلیئے دعا کریگی۔ برطانیہ اور آئرلینڈ کے پراٹسٹنٹ مشنری سوسائٹیوں کی کانفرنس کے میرمجلس نے چین کے پریسیڈنٹ کو مبارکباد کا تار بھیجا ہے۔

۲۶- اپریل کو ریوٹر نے تار دیا کہ چین کے مشنریوں کی اپیل کے جواب میں آسٹریلیا کے تمام گرجے چین کی پارلیمنٹ اور قوم کے لیئے دعائیں کر رہے ہیں۔

۲۸- اپریل کو ریوٹر نے لنڈن سے تار دیا کہ کل ۲۷- اپریل ۱۹۱۳ء کو تمام برطانیہ کے ملک میں چین کی بہبودی اور امن کے لیئے دعائیں کی گئیں۔ ایک عام جلسہ میں چینی وزیر نے ان دعاؤں سے متاثر ہو کر کہا کہ اب مجھے چین میں ایک بالکل نئے زمانہ کے شروع ہونے کے آثار نظر آتے ہیں۔

مندرجہ بالا تاروں سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح مسیحی دنیا نے چین کے لیئے دعا کرنیکا جوش ظاہر کیا۔ برطانیہ کے گرجاؤں میں چین کے لیئے دعائیں کی گئیں۔ امریکہ میں دعائیں کی گئیں۔ آسٹریلیا میں دعائیں کی گئیں۔ ہندوستان میں دعائیں کی گئیں۔ ۲۷- اپریل کو کروڑہا مسیحیوں کی آواز روئے زمین کے گرجاؤں میں چین کے لیئے شفاعت کر رہی تھی۔ مسیحی کلیسیا کے ہزارہا بزرگ اپنے خداوند یسوع مسیح کے آگے پورے زور سے التجا کر رہے تھے کہ اے خداوند تو اس نئی جمہوری سلطنت میں امن قائم کر۔ چین کے لوگ چین سے زندگی بسر کریں۔ ملک میں اندرونی طور پر بھی امن ہو اور بیرونی طور پر بھی امن ہو۔ اے خداوند۔ اس قوم نے تیری طرف رخ کیا ہے۔ تو انکو ایک نشان دکھا۔ ہماری متحدہ دعاؤں کو سن۔ اور ان کو امن اور چین بخش تا یہ اس بات کا ایک نشان ہو کہ خداوند یسوع مسیح

ایک زندہ خدا ہے جو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور چینی قوم اس نشان کو دیکھ کر تیری طرف زیادہ تیزی سے قدم اٹھائے اور چین کی سرزمین میں تیرا جلال ظاہر ہو۔ اے خداوند یسوع مسیح۔ اس قوم کو اب ہمارے مذہب کے متعلق بڑا حسن ظن ہے۔ اور انکا گمان ہے کہ ہم خدا رسیدہ اور برگزیدہ لوگ ہیں۔ اسی لیئے انہوں نے دنیا کے کُل مذاہب کو چھوڑ کر ہماری طرف رجوع کیا ہے اور اپنے دیوتاؤں اور خود بدھ پر ای خداوند تجھے ترجیح دی ہے۔ پس اے خداوند ایسا نہ ہو کہ یہ موقعہ ہاتھ سے جاتا رہے۔ تُو اپنی قدرت کا ایک کرشمہ دکھا اور چینیوں پر اور دنیا کی دوسری قوموں پر اسوقت ثابت کر دے کہ دنیا میں آج ایک ہی سچا مذہب ہے اور ایک ہی ایسا دین ہے جسمیں مقدس لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مسیحیوں نے ۲۷۔اپریل کا نام شفاعت کا دن رکھا اور سب نے ملکر ایک وقت اپنی آواز کو آسمانوں کی طرف اٹھایا۔ مگر افسوس یہ دن مسیحیت کے لیئے نہایت ہی نامبارک ثابت ہُوا کیونکہ بجائے اسکے کہ سلطنت چین میں امن اور چین ترقی کرے جس قدر امن پہلے اس درخواست کے وقت موجود تھا وہ بھی جاتا رہا اور اس دعا پر ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا تھا کہ چین میں سخت خانہ جنگی شروع ہوگئی جو اسوقت تک جاری ہے۔ اپریل کے آخر میں چین کے امن کیلیئے مسیحی گرجاؤں میں دعا نہیں بلکہ شفاعت کی گئی اور اس مذہب میں جو لوگ بڑے مقدس اور پاک اور یسوع مسیح کے جانشین سمجھے جاتے ہیں اُن سب نے اپنا پورا زور لگایا مگر اُن کی دعا کا اُلٹا اثر پڑا اور اس شفاعت پر ابھی دو مہینے ہی گذرے تھے کہ چین کی ساری ولایت میں جنوب سے لیکر شمال تک ایک خطرناک جنگ برپا ہوگئی جس میں لڑنے والے دو گروہ ہیں۔ ایک شمالی گروہ اور ایک جنوبی گروہ۔ اسوقت تک کئی لڑائیاں ہو چکی ہیں اور ہزار ہا انسانوں کا خون بہایا جا چکا ہے اور جب ایک ملک کے لوگ خود آپس میں جنگ کر رہے ہوں تو اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کہاں تک اس ملک کے لوگ امن اور چین سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ یہ عجیب شفاعت ہے جسکا اثر یہ ہُوا کہ پہلا امن بھی جاتا رہا اور خدا کا رحم غضب سے بدل گیا۔ اس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ شفاعت کرنیوالے لوگ کہاں تک

مقربان بارگاہ الٰہی ہیں اور انکے مذہب میں کہانتک روحانیت پائی جاتی ہے۔ مسیحیوں نے تو اس موقعہ کو خوشی کا موقعہ سمجھا تھا مگر یہ دن یعنی ۲۷۔ اپریل کا دن انکے لیئے اور انکے مذہب کے لیئے ایک منحوس دن ثابت ہوا اور انکی خوشی ماتم سے بدل گئی اور وہ عزت پانے کے امیدوار تھے مگر نتیجہ اسکے برعکس نکلا۔ اور دنیا پر قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ اس مذہب میں کچھ بھی روحانیت نہیں بلکہ یہ ایک مردہ مذہب ہے۔ اگر یہ لوگ خدا کے نزدیک ذرا بھی قبولیت رکھتے تو انکی یہ شفاعت جو کل ملکوں میں کروڑہا مسیحیوں نے ملکر کی ضرور قبول ہوتی مگر بجائے اسکے کہ اس شفاعت کے جواب میں چینیوں کو چین ملتا۔ الٹی بے چینی پیدا ہوگئی اور امن بدامنی سے بدل گیا۔ غور کرنیوالوں کے لیئے یہ عجیب موقعہ ہے۔ ایک طرف خدائے تعالیٰ اسلام کے ایک خادم کی پیشگوئی کو عجیب طور سے لوگوں کی توقع کے برخلاف پورا کرکے اسلام کی صداقت کو دنیا پر ظاہر کرتا ہے دوسری طرف کل مسیحی دنیا کی متحدہ سفارش کو رد کرکے بجائے رحم کے غضب ظاہر کرتا ہے اور جس قوم کے لیئے کل مسیحیوں نے اور بڑے بڑے بشپوں اور آرچ بشپوں اور دیگر مسیحی بزرگانِ دین نے ملکر اپنے خداوند یسوع مسیح کے آگے شفاعت کی تھی خداوند الٹا اس قوم پر ناراض ہوا ہے اور ان میں ایک خانہ جنگی چھیڑ دی ہے جو اسوقت تک ختم نہیں ہوئی۔ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا۔ اب ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ کس مذہب کے پیرو روحانیت کا ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں اور کس مذہب کے پیرو روحانیت سے بالکل خالی بلکہ مقہور بارگاہ الٰہی ہیں۔

شاید مسیحیوں کی شفاعت کا الٹا اثر اسلیئے ہوا ہو کہ انہوں نے امن کے لیئے یسوع مسیح کے آگے شفاعت کی تھی مگر یسوع مسیح کہتا ہے "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں" (متی ۱۰/۳۴) "میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں۔ اور میں کیا ہی چاہتا ہوں کہ لگ چکی ہوتی" (لوقا ۱۲/۴۹) "کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر میل کروانے آیا ہوں۔ نہیں۔ میں تمھیں کہتا ہوں بلکہ جدائی" (لوقا ۱۲/۵۱) معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح انکی اس شفاعت

پر ناراض ہوا ہے کہ باوجود اسکے کہ بائبل ہر وقت انکے ہاتھ میں رہتی ہے پھر بھی انکو خبر نہیں کہ میں زمین پر صلح کروانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔

کچھ عرصہ ہوا مسیحیوں نے اسلامی سلطنتوں کے لیئے بھی ایک شفاعت کا دن مقرر کیا تھا اس کا نتیجہ بھی یہ ہوا کہ لاکھوں معصوم بچے۔ بے گناہ عورتیں اور بوڑھے مرد نہایت بے رحمی سے ظالم مسیحیوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ مسیحیوں کی شفاعت عجیب حیرت انگیز نتیجے پیدا کرتی ہے اللہ تعالیٰ ایسی شفاعت سے دنیا کو محفوظ رکھے۔

ریویو

واقعہ صلیب مسیح کی چشم دید شہادت:۔ یسوع مسیح کے واقعہ صلیب کے چشم دید حالات ایک انگریزی کتاب میں شائع ہوئے ہیں۔ جس کا عام فہم اور سلیس ترجمہ میاں معراج الدین صاحب عمر نے بڑی خوبی اور عمدگی سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ اصل انگریزی کتاب پر اس رسالہ میں پہلے مفصل ریویو ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ بیہوشی کی حالت میں اتار اگیا۔ ۱۰۵ صفحے کی کتاب مع مفید اور پر از معلومات دیباچہ کے ۸؍ روپیہ پر مینیجر صاحب بدر بک ایجنسی سے مل سکتی ہے۔

قدیم ہندوستان کی روحانی تعلیم:۔ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے بڑی محنت اور کوشش سے قدیم ہندوستان کی روحانی تعلیم نام کتاب لکھ کر ہندوؤں کی مستند کتب ویدوں۔ شاستروں رامائن اور مہابھارت وغیرہ کے حوالجات سے اسبات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندوؤں کی مذہبی۔ اخلاقی اور تمدنی حالت بہت گری ہوئی تھی۔ اہل اسلام نے آکر انکو ظلمت سے نکالا۔ اور اوہام پرستی کے خطرناک عقیدے سے نجات دلائی۔ کتاب واقعی ویدک زمانہ کا نقشہ اور شاستروں کا ہوبہو مرقع کہے جانے کے قابل ہے۔ ۱۴۴ صفحے کی کتاب قیمت صرف ۸؍ ہے۔ شائقین مینیجر صاحب نور۔ قادیان سے طلب فرمادیں۔

امراض مستورات کی دوا

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

مستورات کی دوا۔ امراض مستورات

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید مارکین ملک کی مشہور دوائیں دائی برہم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملاکر یہ دوا طیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آتی ہے۔

یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے۔ اسلیئے رحم کی کل بیماریوں میں فایدہ کرتی ہے۔ اس سے حیض کی خرابی یعنی کم یا زیادہ دنوں میں حیض ہونا اور پرتھو زیادہ ہونا۔ کمر پیڑو۔ جانگھوں اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ دور ہوتا ہے۔ پردم جسمیں سفید و سرخ پانی کیطرح رقیق مواد نکلتا ہے م خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکلیف اس دوا سے رفع ہوتی ہے۔ رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بے وقت ضائع ہوجاتا ہے نطفہ قرار کے تیسرے چوتھے مہینہ میں ضائع ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس دوا کا کچھ دنوں تک استعمال کرنے سے رحم میں طاقت پہنچتی ہے۔ اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہوکر جسم قوی ہوتا ہے

قیمت فی شیشی ١٦ خوراک عہ محصولڈاک وغیرہ ٦ر دو شیشی تک ٨ر

اس دوا پر اسسٹنٹ آف دی فیمیل ہوسپٹل رام پور کی رائے۔ آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کی اُس سے مجھکو فایدہ ہوا براہ مہربانی ٣ شیشی اور روانہ فرمائیے۔

روغن لیونڈر

ولایتی خوشبو کے عرق میں (اسینس) لیونڈر کا استعمال زیادہ ہے عرق تیل سے بنتا ہے اسلیئے عرق سے تیل میں زیادہ خوشبو رہتی ہے۔ یہ ملک فرانس سے منگوایا جاتا ہے جو کہ بازاری تیل لیونڈر سے کہیں زیادہ تیز اور تازی پھولوں کی خوشبو دیتا ہے۔ رومال میں خواہ کسی چیز میں ایک خواہ دو بوند ٹپکا کر استعمال کرسکتے ہیں قیمت فی شیشی ٦ر محصولڈاک ڈپیکنگ ایک سے چار تک ٥ر

روغن لیمو

تازی ہے گویا ابھی درخت سے ٹوٹے ہوے لیمو کی خوشبو خوب ہی خوب اصل تیل میں ملتی ہے کسی عمدہ غذا میں ایک بوند ڈالکر اسکے دل فریفتہ خوشبو کا مزہ لیجیئے طبیعت خوش اور دماغ تر ہوجاویگا بجائے عطر بھی اسکا استعمال کرسکتے ہیں پھولیل خواہ سر میں ڈالنے والے تیل میں ملاکر اس کی لیپ کی موج لے سکتے ہیں۔ قیمت فی شیشی ٤ر محصولڈاک ڈپیکنگ ٥ر آٹھ شیشی تک ٦ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبرہ ٦ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز
یعنی
دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء
مطابق شوال المکرم ۱۳۳۱ ہجری

چندہ سالانہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ ستمبر ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

یسوع کی ہستی کا سوال

ارواح کی شہادت

اور

صلیبی واقعہ پر بحث

پیبلز پبلشنگ کمپنی (۵۱۹ فی ایٹ سٹریٹ۔ لاس اینگلیز کیلیفورنیا اضلاع متحدہ۔ امریکہ) نے ہمارے پاس ایک رسالہ بھیجا ہے جس میں اس امر پر بحث کیگئی ہے کہ آیا یسوع واقعی دنیا میں گذرا ہے یا یہ صرف ایک خیالی انسان کا نام ہے اس رسالہ میں ایک مضمون پر دو تحریریں ہیں۔ ایک تحریر ڈاکٹر جے ایم پیبلز کی طرف سے ہے اور دوسری ڈاکٹر ڈے وڈ ڈبلیو ہل کی طرف سے ہے۔ یہ دونوں تحریریں رسالہ پراگریسو تھنکر کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ جس میں ڈاکٹر ایچ۔ وِی سویزنگن کی طرف سے ایک مضمون چھپا ہے جس میں یہ ثابت کرنیکی کوشش کیگئی ہے کہ یسوع ایک خیالی انسان کا نام ہے۔ اور یہ شخص درحقیقت کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ اور اناجیل مروّجہ کے یسوع کی وہی ہستی ہے جو ایک ناول کے ہیرو کی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر پیبلز اور ڈاکٹر ہل نے اپنی تحریروں میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یسوع کسی فرضی انسان کا نام نہیں بلکہ اس نام کا انسان

فی الواقعہ دنیا میں گذرا ہے۔ اسوقت ڈاکٹر سویزنگن کے دلائل ہمارے سامنے موجود نہیں۔ اسلئے ہم اس امر کا فیصلہ نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں صاحب ڈاکٹر سویزنگن کے دلائل کو توڑنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ نیز ڈاکٹر سویزنگن اپنا مضمون لکھنے کے بعد جلدی ہی اس جہان سے رحلت کر گئے۔ اسلئے اُنکو یہ موقعہ نہیں ملا کہ وہ ان تحریروں کو پڑھکر ان کا جواب دیتے۔

ڈاکٹر پیبلز اپنے مضمون کے ابتداء میں لکھتے ہیں کہ پہلے اُن کا بھی وہی خیال تھا جو ڈاکٹر سویزنگن صاحب کا ہے لیکن بعد میں اُنہوں نے اپنی رائے کو بدل دیا۔ اور اب اُن کے خیال میں یہ کہنا کہ یسوع صرف ایک خیالی وجود ہے ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ڈاکٹر پیبلز نے جو دلائل یسوع کی ہستی کے ثبوت میں دیئے ہیں وہ تین حصوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ ارواح کی شہادت اس بارہ میں کیا ہے؟
۲۔ یہودی علما اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟
۳۔ تاریخ اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

روحوں کے بیانات

یہ تینوں ڈاکٹر یورپ و امریکہ کے بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح سپرچوئلزم کے معتقد ہیں۔ یعنی اُن کا یہ اعتقاد ہے کہ وفات یافتہ لوگوں کی روحیں انسانوں سے ملاقات کرتی ہیں اور زندہ انسان اُن سے بہت سی چیزوں کی نسبت علم حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس بحث میں ڈاکٹر پیبلز نے سب سے پہلے ارواح کی شہادت کو اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کیا ہے اور اُن کا یہ نرالا طرز ثبوت بہت دلچسپ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے سپرچوئلزم کی تحقیق میں ۶۰ سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ محنت کی اور اس عرصہ دراز میں مجھے اس علم کا ماہر اور اس فن میں ید طولیٰ رکھنے والا ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا جو یسوع کی ہستی سے انکار کرتا ہو۔ انصاف اور عقل

کی عدالت کے سامنے ڈاکٹر پیبلز مندرجہ ذیل گواہوں کو پیش کرتا ہے۔

۱۔ اے۔ جے۔ ڈیویس۔ نے بیان کیا کہ قدیمی زمانہ کے ارواح کے مجمع میں میں نے یسوع شامی کو دیکھا جو مسیح کے نام سے مشہور ہے وہ اپنی روحانی تعلیم میں فرقہ اسینین سے بہت اختلاف نہیں رکھتا تھا۔

۲۔ نیویارک کے جج ایڈمنڈس نے بیکن۔ سویڈن بارگ اور مشرق کے ایک حکیم کے ساتھ کلام کیا۔ اس حکیم نے جج مذکور کے سامنے بیان کیا کہ مجھے یہودیہ کے معلم یسوع سے روحانی آسمانوں میں کئی بار ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔

۳۔ مسز کورا ایل وی رچمنڈ سے تعلق رکھنے والی روحوں نے بارہا بیان کیا ہے کہ یسوع مسیح اب ابدیت کی ولائیت میں ایک عالیشان فرشتہ ہے۔

۴۔ جے۔ جے۔ مارس سے تعلق رکھنے والی روح۔ یعنی مشہور چینی حکیم ٹین سن نامی نے اسکو خبر دی کہ یسوع ناصری سے میں نے کئی بار ملاقات اور گفتگو کی ہے۔

رسالہ مذکور سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض روحوں نے ایسی شہادت بھی دی ہے جو مذکورہ بالا روحوں کی شہادت کے برخلاف ہے مگر ڈاکٹر پیبلز اور ڈاکٹر ہل ان روحوں کی شہادت کو اسلئے رد کرتے ہیں کہ یہ روحیں ادنیٰ درجہ کی ہیں اور جن لوگوں کے ساتھ ان روحوں نے کلام کیا ہے وہ کمتر پایہ کے انسان ہیں اور انکے بیان قابل اعتماد نہیں۔ مثلاً ان روحوں میں جو مذکورہ بالا ارواح کے برخلاف گواہی دیتے ہیں ایک اپولونی اس کی روح ہے جس نے الفریڈ جیمس کے ذریعہ یہ شہادت دی ہے کہ "جو کچھ عالم ارواح میں آکر مجھے علم حاصل ہوا ہے اس سے میں نتیجہ نکالتا ہوں کہ جس یسوع اور پولوس کا نئے عہدنامہ میں ذکر ہے وہ یسوع اور پولوس میں ہی ہوں" مگر ڈاکٹر پیبلز کا اسپر یہ اعتراض ہے کہ اپولونی اس ایک شیخی باز روح ہے اور کہ الفریڈ جیمس ایک ناقابل اعتبار انسان ہے۔ اپولونی اس ایک فلاسفر کا نام ہے جو پہلی صدی مسیحی میں گذرا۔ ارواح کے ساتھ کلام کرنے والوں میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ یسوع عیسوی سن سے ایک سو سال پہلے گذرا ہے اور وہ ایک شخص پینڈیری نام کا .... بیٹا تھا۔ یونانی زبان میں مسیح کو کرستو کہتے ہیں

اور یہ لفظ انگریزی میں آکر کرائیسٹ ہوگیا ہے۔ بعض سپرچوالسٹ (عالم ارواح سے تعلق رکھنے والے) لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ لفظ کرشنا سے نکلا ہے۔ جارج ایس سلائی نے اس مضمون کا ۳ سال مطالعہ کیا ہے اور اُس کا بیان ہے کہ ۱۸۰۰ئہ میں مارکی ان نے لفظ کرشنا کو یونانی زبان میں ترجمہ کیا اور یہی نام مختلف اناجیل کی بنا ٹھہرا۔ کرشنا کو کرستو سے بدل دیا گیا اور ہندوستان کی جگہ فلسطین کا ملک تجویز کیا گیا۔ اس انجیل کو مارکی ان کی انجیل کہتے تھے۔ یسوع کی ہستی کا انکار کرنیوالے سپرچوالسٹ لوگوں نے اپنے خیالات ایک کتاب سے اخذ کیے ہیں جس کا نام "عصر قدیم کا انکشاف" ہے اور جسکو بقول مصنف پرانی روحوں نے جو کہ مسیح کی ہمعصر تھیں تحریر کروایا تھا۔ ان روحوں میں سے تو قریباً ہر ایک نے یہی لکھوایا کہ کرستو (مسیح) کا نام ہندوؤں کے کرشن کے نام سے لیا گیا ہے۔ کتاب مذکور کی شہادت کے متعلق ڈاکٹر ہل تحریر فرماتے ہیں۔ "غالباً کسی سادہ لوح روح نے برادر رابرٹس (مصنف کتاب) کو یہ حکایات سنائی ہیں جو مسیح کے زمانہ مخالفت کے مشاہیر کی طرف سے حقیقی گفتگو سمجھی گئیں مگر برادر رابرٹس نے مسیح کی نفرت کے سبب سے اُن کو مان لیا۔" ڈاکٹر پیبلز اور ڈاکٹر ہل جسقدر چاہیں ان روحوں اور ان روحوں سے تعلق رکھنے کے مدعیوں کے بیانات کے تناقص کو رفع کرنے کی کوشش کریں ہر ایک فرد بشر اس نتیجہ پہ پہنچے گا کہ ان روحوں اور ان کے ساتھ مکالمہ کرنیکا دعویٰ کرنے والوں کی شہادت ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے۔ یہ روحیں نہ صرف ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں بلکہ کوئی نئی بات بھی نہیں بتاتیں وہ صرف اُن خیالات کی تائید کرتی ہیں جنپر وہ لوگ جو اُن کے ساتھ مکالمہ کا دعویٰ کرتے ہیں قائم ہیں۔ ہم اُنکے بیانات کو تسلیم کر لیتے اگر وہ کوئی ایسی بات لائیں جو کبھی کسی انسان کے وہم و گمان میں نہ آئی ہوتی اور پھر اُن بیانات کا ثبوت بھی مہیا کریں۔ انسانوں نے بہت سے امور ایسے معلوم کیے ہیں جو پہلے نامعلوم تھے۔ اور اُنکی تائید میں قابل وثوق ثبوت بھی پیش کیے ہیں۔ مگر کوئی روح اس قسم کی بات نہیں لائی۔ مثلاً یسوع کا حال ہی لو۔ روحیں کوئی نئی بات بالکل نہیں لائیں۔ مختلف روحوں کے مسیح کے متعلق

مختلف بیانات ہیں اور یہ بیانات وہی ہیں جو کہ آگے ہی لوگوں کو معلوم ہیں۔ یسوع کے متعلق لوگوں کے مختلف خیالات مفصلہ ذیل ہیں۔

(۱) کہ وہ ایک پاک انسان تھا اور مسیحیت کا بانی تھا۔

(۲) کہ اناجیل کا یسوع ایک فرضی انسان ہے۔

(۳) کہ اُس کی تعلیم فرقہ اسین کے خیالات کے موافق تھی اور وہ فرقہ اسین کا ایک ممبر تھا

(۴) کہ کرسٹو (مسیح) کا لفظ کرشن سے بگڑا ہوا ہے۔

(۵) کہ یسوع صرف اپولونیس آف ٹائینا کا دوسرا نام ہے۔

(۶) چند شریر لوگ بکتے ہیں کہ یسوع پنڈیرا کا (نعوذ باللہ) ناجائز فرزند تھا۔ جو کہ سن عیسوی سے ایک سو سال پہلے تھا۔

اب صاف ظاہر ہے کہ روحوں کی شہادت مذکورہ بالا خیالات میں سے کسی نہ کسی کی تائید ضرور کرتی ہے۔ اِس سے یہ نتیجہ صاف صاف طور پر نکلتا ہے کہ روحوں کی مفروضہ شہادتیں صرف اُن انسانوں کی رائیں ہیں جو اُن کے ساتھ مکالمہ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم اُن کی بات ضرور تسلیم کر لیتے اگر روحیں کوئی نئی بات لاتیں اور پھر ثبوت بھی اُسکا پیش کرتیں۔

یسوع مسیح کے متعلق حیران کرنے والے تازہ حالات

حال میں یسوع مسیح کے متعلق ایک حیران کرنیوالی بات معلوم ہوئی ہے۔ یسوع مسیح کی قبر سری نگر۔ کشمیر میں پائی گئی ہے اور فیصلہ کن شہادت سے یہ امر پایہ ثبوت تک پُہنچ گیا ہے کہ صلیب سے بچ جانیکے بعد مسیح دوبارہ گرفتاری کے ڈر سے اپنا وطن چھوڑ کر بھاگ آئے اور مشرقی ملک افغانستان اور کشمیر میں تشریف لائے جہانکہ اسرائیل کی گم شدہ قومیں آباد تھیں۔ اور آخر کار اِس غیر علاقہ میں فوت ہو گئے اور یہاں ہی سری نگر میں مدفون ہو گئے۔ یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ جب صلیب سے وہ اُتارے گئے تو وہ مردہ نہ تھے بلکہ حالت غشی میں تھے۔ صلیب پر تین گھنٹے رہنے سے وہ مر نہ سکتے تھے۔ پلاطوس نے تعجب ظاہر کیا کہ مسیح کس طرح اتنے تھوڑے

سے عرصہ میں فوت ہوسکتا تھا۔ دو چور جو مسیح کے ساتھ لٹکائے گئے تھے زندہ اُتارے گئے۔ مگر چونکہ وہ بے ہوش نہ تھے اُن کی ہڈیاں توڑ ڈالی گئیں۔ مگر مسیح کی ہڈیاں نہ توڑی گئیں۔ ایک سپاہی نے مسیح کے پہلو میں نیزہ چبھویا تو خون بہ نکلا جو کہ زندگی کا کافی ثبوت ہے۔ صلیب سے اُتارنے کے بعد آپ کا جسم مبارک دشمنوں کو نہیں بلکہ دوستوں کو دے دیا گیا۔ مسیح کے دوستوں نے جسم کو لینے کے لیئے ایسی سرعت کی کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس کے بچانے کیلیئے کوشاں تھے۔ اور اُسکو مردہ نہیں تصوّر کرتے تھے۔ یہودیوں نے قبر کے مُنہ پر پہرا کھڑا کر دیا تھا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ بھی اُسکی موت پر پورا یقین نہیں رکھتے تھے۔ رومی حاکم مسیح کی موت ہرگز نہ چاہتا تھا اسلیئے اُس سے بڑھکر اُسکے لیئے اور کیا خوشی ہوسکتی تھی کہ مسیح بچ جاوے۔ بلکہ ممکن ہے کہ اُس نے مسیح کے زندہ بچ نکلنے پر چشم پوشی کی ہو یا اُس کے زندہ بچنے میں سرّاً یا علانیۃً مدد بھی کی ہو۔ رومی حاکم نے اُن سپاہیوں کو سزا دینے سے احتراز کیا جنہوں نے پہرہ کے وقت مغلوب نوم ہوجانیکا بہانہ کیا تھا اور اِس عرصہ میں مسیح کا جسم اُڑ گیا تھا۔ اِن امور سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اُس حاکم کا مسیح کے متعلق کیا عندیہ تھا۔ مسیح کو بچانیکا صاف صاف منصوبہ معلوم ہوتا ہے۔ پلاطوس کی بیوی کے خواب سے بھی یہ معاملہ حدِ یقین تک پہنچتا ہے کہ پلاطوس نے مسیح کو بچانے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا تھا۔ سپاہی اور صوبہ دار بھی پلاطوس کے ممد و معاون معلوم ہوتے ہیں کیونکہ صوبہ دار نے مسیح کی موت کا یقین کرنے کے لیئے اُسکی ہڈیاں نہ توڑیں۔ اور سپاہیوں نے سو جانیکا بہانہ کیا۔ انجیل متی باب ۲۷ ورس ۵۴ سے صاف ظاہر ہے کہ صوبہ دار اور سپاہی مسیح کو ایک مقدس انسان سمجھتے تھے۔

یونس نبی سے مشابہت

جب مسیح کو یہودیوں نے کہا کہ کوئی نشان دکھلاؤ تو مسیح نے کہا اُس زناکار نسل کو سوائے یونسؑ کے نشان کے اور کوئی نشان نہ دکھلایا جاویگا۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ جس طرح یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں تین دن زندہ رہا تھا اُس طرح مسیح بھی تین دن زندہ بطنِ زمین میں رہیگا۔ مسیح کا یہ قول اِس معاملہ کا آخری فیصلہ کر دیتا ہے۔ یہودی حضرت

مسیحؑ کو مارنا چاہتے تھے مگر وہ بطور معجزہ کے بچ گئے۔ یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کو مار ڈالنے کے لیئے تمام کوششیں کیں۔ مگر خدائے تعالیٰ نے اُنہیں بچا لیا اس طرح اُن کا زندہ رہ جانا یہودیوں کے لیئے ایک نشان ہے۔ حضرت مسیحؑ کے الفاظ بھی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ کس طرح نشان پورا ہوگا۔ اور کس طرح وہ اُن زناکار لوگوں کے ہاتھ سے صاف بچ جاوینگے۔ الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ حضرت مسیحؑ زمین کے اندر مردہ کی طرح تین دن رہیں گے۔ مگر اُن کی حالت یونسؑ نبی کی طرح ہوگی جو کہ مچھلی کے شکم میں رہے۔ اب موخر الذکر مچھلی کے پیٹ میں زندہ تھے نہ کہ مردہ۔ اسی طرح مسیحؑ بھی زمین کے اندر زندہ تھے نہ کہ مردہ۔ اپنے آپ کو یونسؑ نبی سے تشبیہ دیکر یہودیوں کو صاف بتا دیا کہ کس طرح وہ بچ جاوینگے۔ آپ نے زمین کے اندر زندہ داخل ہو کر زمین سے زندہ ہی نکلنا تھا جیسے کہ یونسؑ نبی کی حالت تھی۔ قبر جس میں کہ مسیح رکھا گیا تھا ایسی تنگ نہ تھی کہ آپ کا دَم گھٹ جاتا اور آپ مر جاتے۔ قبر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو چٹان میں کھودا ہُوا تھا اور اُس کا ایک دروازہ تھا جو ایک بھاری پتھر سے بند ہوتا تھا۔ یہ قبر اسقدر کشادہ تھی کہ چند انسان اُس میں بغیر دَم گھٹنے کے رہ سکتے تھے۔ پھر یہ قبر ایک باغ میں واقع تھی جو کہ حضرت مسیحؑ کے ایک گہرے دوست کی ملکیت تھا جس نے ضرور مسیح کو ہوش میں لانے کے لیئے ہمہ تن کوشش کی ہوگی۔ حضرت مسیحؑ قبر سے تیسرے دن نکل گئے۔ اُن عورتوں نے جو کہ مسیحؑ کے جسم کو خوشبو لگانے کیلیئے گئیں دیکھا کہ پتھر ہٹا ہُوا ہے اور حضرت مسیحؑ قبر میں نظر نہیں آتے۔ وہ جسم جو کہ صلیب پر کیلوں سے لٹکا یا گیا اب قبر میں نہ تھا اِس سے اس کہانی کی بھی تردید ہو جاتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مسیحؑ کا جسم روحانی تھا مادی نہ تھا ــــــــــ اگرچہ حضرت مسیحؑ قبر میں نہ تھے مگر وہ قبر سے دُور فاصلہ پر بھی نہ تھے۔ جب عورتیں مسیحؑ کے گم ہو جانے پر حیران کھڑی تھیں ایک ایسی آواز پیچھے سے آئی جس سے وہ پہلے آشنا تھیں اور اُنہوں نے مڑ کر دیکھا کہ حضرت مسیحؑ جن کو خوشبو لگانے کیلیئے وہ آئی تھیں اُنکے پیچھے کھڑے ہیں۔ مگر اُن کا لباس معمولی لباس نہ تھا بلکہ ایک مالی کا لباس تھا۔ اس

وہ قبر جس میں حضرت مسیحؑ کو رکھا گیا

حضرت مسیحؑ باغبان کے لباس میں

تبدیل لباس کا سبب ظاہر ہے۔ وہ موت کے منہ سے بچے تھے۔ اگر یہودی آپ کو پھر دیکھ لیتے تو وہ پھر گرفتار ہو جاتے اور پھر دوبارہ صلیب پر لٹکائے جاتے۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی یہودی آپ کو شناخت نہ کر سکے۔ آپ کے حواری ابھی یروشلم میں ہی تھے۔ مگر آپنے اُن کو وہاں ملنا مناسب نہ سمجھا۔ اِس لیئے آپنے اُنکو خفیہ پیغام بھیجا کہ وہاں سے گلیل کے دُور دراز علاقے میں آجاویں اور وہاں اُن سے ملنے کا وعدہ کیا آپنے یروشلم چھوڑنے کے لیئے بہت جلدی کی۔ دیر لگانا خوف وخطر کا باعث تھا۔ آپنے عورتوں سے کہا کہ مَیں حواریوں سے پہلے جاؤنگا۔+ یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ اِس قدر جلدی یروشلم سے چلا جانے پر کیوں آمادہ تھے۔ کیا کوئی عیسائی صاحب اِس سوال کا جواب دینگے۔ آپ جانتے تھے کہ یہودی معلوم کرلیں گے کہ قبر سے نکل گئے ہیں اور اس لیئے تلاش کریں گے آپ کی حالت ایسی تھی جیسی کہ کوئی آدمی جیل سے بھاگ نکلے اور پھر اسکا ہر وقت یہی کام ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح دُور دراز ملک میں بھیس بدلکر بھاگ جاوے تاکہ شناخت ہو کر دوبارہ گرفتار نہ ہو جاوے۔ پھر جلیل تک سارا راستہ آپنے پاپیادہ طے کیا۔ اگر اُسوقت آپ کا جسم خاکی نہ ہوتا بلکہ کوئی روحانی اور جلالی جسم ہوتا تو آپکو ضرورت نہ تھی کہ اسقدر فاصلہ پاپیادہ طے کریں۔ علاوہ ازیں آپنے وہ راستہ اختیار نہ کیا جو جلیل کی طرف سیدھا جاتا تھا بلکہ ایک ایسی سڑک اختیار کی جو سیدھی جلیل کی طرف نہ جاتی تھی۔ کیونکہ عمواس کا گاؤں جہاں آپنے اپنے شاگردوں کے ساتھ پہلی رات گذاری جلیل کی سیدھی راہ پر واقع نہ تھا۔ ملاحظہ ہو قدیم شام کا نقشہ۔ سیدھی راہ کو چھوڑنے اور لمبی اور ٹیڑھی راہ کے اختیار کرنے سے صریحاً آپ کی غرض یہ تھی کہ ایسا نہ ہو کہ یہود اُنکا تعاقب کرکے اُنکو پکڑ لیں جس شخص کو یہ خوف ہو کہ لوگ اُس کا تعاقب کرکے اُسکو پکڑنیکی کوشش کرینگے ایسا شخص ضرور سیدھی راہ سے پرہیز کرتا اور ٹیڑھی راہ کو اختیار کرتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح کو یہ خوف تھا کہ ایسا نہ ہو یہود خبر پاکر اُن کا

یروشلم سے آپ کا فرار

آپ کا سفر پاپیادہ

ٹیڑھی سڑک

+ دیکھو متی باب ۲۸ ورس ۷ و ۱۰

حضرت مسیح بدلے ہوئے بھیس میں

تعاقب کریں اور جلیل کی راہ پر اُن کو پھر پکڑ لیں اسلیئے انہوں نے سیدھی راہ کو چھوڑا اور ٹیڑھی راہ کو اختیار کیا۔ پھر اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ میں بھی آپنے اپنے بھیس کو نہیں اُتارا۔ آپنے ایسی احتیاط سے اپنا بھیس بدلا اور ایسی کوشش سے اپنے چہرہ کو چھپایا کہ آپکے وہ دو شاگرد جو آپ کو راستہ میں ملے وہ بھی آپ کو پہچان نہ سکے۔ یہ بھیس بدلنا بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ یہودیوں سے بچنا چاہتے تھے اور آپ کا منشاء یہ تھا کہ کوئی شخص آپ کو پہچان کر پکڑ نہ لے۔ پھر جس جس جگہ آپنے اپنے شاگردوں سے ملاقات کی وہ بھی مخفی طور پر۔ آپ یہود سے ایسا مخفی رہنا چاہتے تھے کہ جلیل میں بھی جاکر آپ کھلے طور پر ظاہر نہیں ہوئے۔ اور سوائے اپنے شاگردوں کے اور کسی سے ملاقات نہیں کی اور شاگردوں سے بھی بہت کم ملاقات کی ہے اور وہ بھی چھپ چھپکر بند کمروں کے اندر۔ اسقدر اخفا اور احتیاط کی سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ یہود کو علم ہو گیا تھا کہ آپ قبر سے نکل گئے ہیں اور آپ کو ہر وقت یہ ڈھر کا لگا رہتا تھا کہ یہود ضرور اُن کی تلاش میں ہونگے۔ ایسا نہ ہو کہ یہود اُنکو کہیں پہچان کر پکڑ لیں۔ اور شاگردوں سے بھی وہ ضرورۃً چند مرتبہ ملے

نبی کی ہمدردی بنی نوع سے

نبی کو اپنے اتباع کے ایمان کا بڑا فکر ہوتا ہے۔ اُسکے دل میں ہمدردی اور رحم کوٹ کوٹکر بھرے ہوئے ہوتے ہیں اُسکے لیئے اس سے زیادہ اور کوئی امر تکلیف دہ نہیں ہوتا کہ کوئی شخص ایمان لاکر پھر ٹھوکر کھا جائے۔ وہ تو اس غم میں بھی پگھلتے رہتے ہیں کہ کیوں دنیا ایمان لاکر عذاب سے نجات حاصل نہیں کرتی۔ اس قسم کا غم سب سے بڑھکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ شاید تُو اس غم میں کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے اپنی جان کو ہلاک کر دیگا (شعراء ع) پھر فرماتا ہے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بہت غم تھا۔ کہ کیوں لوگ حق کو قبول کر کے نجات حاصل نہیں کرتے۔ اس ہمدردی نوع انسان سے تمام انبیاء کو حصہ دیا جاتا ہے اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی خدائے تعالیٰ کے پاک اور مقدس

نبی تھے اس لیئے اُنمیں بھی یہی انسانی ہمدردی اور یہی تڑپ موجود تھی اور جب غیروں کے ساتھ بھی یہ لوگ اسقدر ہمدردی کرتے ہیں کہ اُنکی فکر میں اپنی جان کو دکھ میں ڈالدیتے ہیں تو پھر وہ اپنوں کو کس طرح اپنی اس ہمدردی سے محروم رکھ سکتے ہیں ؎

دوستاں راکجا کنی محروم ٭ توکہ با دشمناں نظرداری

حضرت مسیح علیہ السلام اپنے شاگردوں کی حالت سے خوب واقف تھے۔ اور اُنکی کمزوریوں اور شبہات سے پوری آگاہی رکھتے تھے۔ گرفتاری سے پہلے جب آپ ساری رات گریہ وزاری میں لگے رہے آپکے شاگرد اُسی باغ میں آرام سے سوئے رہے۔ حضرت مسیحؑ بار بار خود آکر اُنکو بیدار کرتے اور دردناک الفاظ میں اُنکو کہتے کہ اُٹھکر دعا کرو مگر جب آپ یہ کہکر چلے جاتے تو پھر وہ شاگرد اُسی جگہ سو جاتے اور جب آپ دوبارہ اُنکے پاس تشریف لاتے تو اُنکو سویا ہوا پاتے۔ اور جب آپکے ہی ایک شاگرد نے آپ کو پکڑوایا اور سپاہی اور یہودی آپکے پکڑنے کیلیئے آئے تو جتنے شاگرد تھے سب کے سب آپ کو تنہا چھوڑکر بھاگ گئے۔ اُن میں سے ایک جو تمام شاگردوں میں اوّل نمبر پر تھا عام گروہ میں ملکر سردار کاہن کے مکان پر آیا جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتاری کے بعد لایا گیا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ شاید مجھے یہاں کوئی نہیں پہچانیگا۔ مگر اُسکی بدقسمتی سے ایک عورت اُسکو دیکھکر بول اُٹھی کہ اس شخص کو مَینے یسوع کے ساتھ دیکھا تھا۔ پہلے تو اُس شاگرد نے جھوٹ بولکر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا کہ مَیں یسوع کو نہیں جانتا کہ یہ کون شخص ہے مگر جب جھوٹ سے بھی کام نہ بنا تو اُس نے تین بار حضرت مسیح علیہ السلام پر لعنت کی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنے شاگردوں کی ان کمزوریوں کا پورا علم تھا اور صلیب پر کھینچا جانیکے وقت آپ کو اتنا اپنی جان کا فکر نہ تھا جتنا کہ لوگوں کے ابتلا اور خصوصاً اپنے شاگردوں کے ایمان کا فکر تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ اُنکو اپنی جان کا بھی ضرور فکر تھا کیونکہ اناجیل میں جو اُنکی آہ وزاری اور گریہ و بکا کا ذکر ہے اُس سے پایا جاتا ہے کہ آپ ضرور جسمانی طور پر بھی صلیب پر کھینچا جانے سے خوف کرتے تھے اور یہی خوف بڑی حد تک اُنہیں دعا کا جوش

حضرت مسیحؑ کے شاگردوں کی کمزوریاں کا قابل افسوس نمونہ

کپتان سکاٹ اور یسوع

پیدا کر رہا تھا اگر ہمارا انحصار صرف مروّجہ اناجیل پر ہی ہوتا تو ہم ضرور یہ نتیجہ نکالتے کہ ان ۱۲ شاگردوں کا اُستاد واقعی ایک کمزور انسان تھا اور اُس نے بہادری اور دلیری کے ساتھ موت کا مقابلہ نہیں کیا - سچ پوچھو تو جس اطمینان قلب اور جس حوصلہ کے ساتھ گذشتہ سال مارچ کے مہینہ میں کپتان سکاٹ نے بحر منجمد جنوبی میں موت کا مقابلہ کیا اُس حوصلہ کے ساتھ یسوع نے موت کا مقابلہ نہیں کیا - ایک طرف یسوع کے اُس اضطراب کو دیکھو جو اناجیل مروّجہ کے آخری بابوں میں مذکور ہے دوسری طرف کپتان سکاٹ کے اُن آخری الفاظ کو دیکھو جو اُس نے ۲۵ - مارچ ۱۹۱۲ء کو اپنی ڈائری کے خاتمہ پر لکھے - وہ الفاظ یہ ہیں "ہم کمزور ہیں - لکھنا مشکل ہے - لیکن مَیں خود اس سفر پر افسوس نہیں کرتا - کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان کے باشندے تکالیف کو برداشت کر سکتے ہیں - ایک دوسرے کی مدد کے لئے تیار ہیں اور اب بھی وہ ایسی ہی استقامت کے ساتھ موت کا مقابلہ کر سکتے ہیں جیسا کہ وہ گذشتہ زمانہ میں کیا کرتے تھے - ہم نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا اور ہمیں اس بات کا علم تھا کہ ہم اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں - حالات ہمارے برخلاف پیدا ہو گئے مگر ہمیں کوئی شکایت نہیں ہم خدا کی مرضی پر بالکل راضی ہیں - ....
.... اگر ہم زندہ رہتے تو میرے ہمراہیوں کی جفاکشی - استقلال اور دلیری کی کہانی سُنکر انگلستان کا ہر ایک باشندہ جوش سے بھر جاتا"

اس اطمینانِ قلب اور حوصلہ کا اُس اضطراب اور بے چینی کے ساتھ مقابلہ کرو جو یسوع سے صلیب کے واقعہ سے پہلے ظہور میں آیا - اور تمہیں اس بات کے قبول کرنے کے بغیر چارہ نہ ہوگا کہ واقعی جو حوصلہ کپتان سکاٹ نے بحر منجمد جنوبی کے بھیانک برفانی بیابان میں دکھایا اُس کا نمونہ اناجیل مروّجہ کے بیانات میں نہیں پایا جاتا - غرض اناجیل سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح کو اپنی جان کا بہت فکر تھا اور اپنی جان کے غم میں آپ بہت روئے اور بہت دعائیں کیں مگر ہمیں یقین ہے کہ اتنا اُنکو اپنی جان کا فکر نہیں تھا جتنا کہ اپنی قوم اور خصوصاً اپنے شاگردوں کا تھا کہ

ایسا نہ ہو کہ میری ایسی موت کو دیکھکر جو توریت کے رو سے ایک لعنتی موت ہے میری قوم ہمیشہ کے لیئے ہدایت پانے سے محروم ہو جاوے اور میرے شاگرد جو ابھی بہت کچے ہیں ٹھوکر کھا کر میری نسبت بد اعتقاد ہو جاویں۔ یہی سبب تھا کہ جب وہ صلیبی موت سے بچے تو سب سے پہلا امر جس کی طرف وہ متوجہ ہوئے یہ تھا کہ اپنے شاگردوں کو........ اپنے زندہ ہونے کا پیغام بھیجیں اور اُنکو ہدایت کریں کہ وہ یروشلم سے دُور جلیل کے علاقہ میں جا کر اُس سے ملاقات کریں۔

حضرت مسیحؑ کی تخفی ایسی کی علامت

پھر ایک اور امر جو حضرت مسیحؑ کے صلیب سے زندہ بچنے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ صرف شاگردوں سے ملے ہیں عام لوگوں کے سامنے وہ ظاہر نہیں ہوئے۔ اگر واقعی وہ مر کر زندہ ہوئے تھے اور اُن کا جسم خاکی نہ تھا بلکہ جلالی جسم تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ لوگوں سے چھپتے پھرے۔ قبر سے بھی نکلے تو چھپکر عورتوں کو بھی ملے تو مالی کا لباس پہنکر۔ سفر بھی کیا تو بھیس بدلکر۔ شاگردوں سے بھی ملے تو مخفی طور پر۔ اگر جلالی طور پر دوبارہ مُردوں سے جی اُٹھے تھے تو اسقدر اخفا کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کیوں بر ملا۔ سب لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اپنے اس معجزے کو ظاہر نہ کیا۔ کیوں ایسے لوگوں کی طرح بھاگتے اور چھپتے رہے جو جیلخانہ سے سزائے قید سے بھاگ جاتے ہیں یا جن کو موت کا حکم سنایا جاتا ہے اور وہ کسی طرح اپنے پہرہ داروں کے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں اور پھر ہر وقت اُنکو یہ فکر لگا رہتا ہے کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔ حضرت مسیحؑ کی تمام کارروائی اس امر کا ایک یقینی ثبوت ہے کہ وہ صلیبی موت سے بچ گئے تھے اسلیئے انھوں نے دوبارہ گرفتاری کے خوف سے اپنے تئیں یہودیوں سے چھپائے رکھا۔

حضرت مسیحؑ کی بھوک اور پیاس

ایک اور انجیلی ثبوت اس امر کا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے یہ ہے کہ قبر سے نکلنے کے بعد بھی بھوک اور پیاس آپکے ساتھ ایسے ہی لازم رہے جیسے کہ دوسرے انسانوں کے ساتھ لازم ہیں۔ جب تنہائی میں آپ اپنے شاگردوں سے ملتے تو آپ اُن سے پوچھتے کیا تمھارے پاس کھانے کے لیئے کچھ چیز ہے اور اُن سے

کھانے کی چیزیں لیکر کھاتے۔ اس سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت آپ بھوکے ہوتے تھے۔ آپکے ساتھ بھوک پیاس کا لازم ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا جسم کوئی جلالی جسم نہ تھا۔ بلکہ وہی خاکی جسم تھا جو صلیب پر لٹکایا گیا تھا اور جو قبر میں رکھا گیا تھا اور جس سے آخر قبر کو خالی پایا گیا۔ پھر جو چیزیں آپ کھاتے وہ بھی اسی زمین کی چیزیں تھیں۔ یعنی مچھلی۔ شہد وغیرہ۔ ان چیزوں کا آپکے حلق کے اندر جانا اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ کا وہی خاکی اور زمینی جسم تھا کسی اور قسم کا جسم نہیں تھا۔

میں اوپر بیان کرچکا ہوں کہ قبر سے نکلنے کے بعد آپنے جو شاگردوں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی وہ اس غرض سے تھی کہ وہ کہیں بد اعتقاد ہوکر مرتد نہ ہوجاویں اور انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا خوف بیجا نہ تھا کیونکہ جب وہ بھیس بدل کر عمواس کی سڑک پر جا رہے تھے تو راستہ میں انکو اپنے دو شاگرد ملے جو اسی واقعہ صلیب پر گفتگو کرتے جاتے تھے۔ اُنکے ایمان متزلزل ہوچکے تھے اور اُنہوں نے صلیب کے واقعہ سے یہ نتیجہ نکال لیا تھا کہ جس شخص کو اُنہوں نے اپنا اُستاد بنایا تھا وہ موعود مسیح نہ تھا اور جو اُمیدیں اُنکو اپنے اُستاد کے متعلق تھیں کہ وہ داؤدی تخت کو دوبارہ قائم کریگا اور بنی اسرائیل کو غیر قوموں کی ماتحتی سے چھڑائیگا اُن کی وہ ساری اُمیدیں خاک میں مل گئی تھیں جب حضرت مسیح علیہ السلام نے جو بھیس بدلکر اُن کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے اُنکی گفتگو کو سنا تو وہ خاموش نہ رہ سکے۔

حضرت مسیح کی ملاقات دو شاگردوں سے

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است + دگر خاموش بنشینی گناہ است

جب آپنے دیکھا کہ اُن کے شاگرد سخت ابتلا میں پڑ گئے ہیں اور اُنکے ایمان خطرہ میں ہیں بلکہ وہ بد اعتقاد ہوچکے ہیں اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ ہم نے غلطی کی کہ اس شخص کو مسیح موعود سمجھ لیا تو آپنے اُن کو سمجھانا شروع کیا اور پہلی کتابوں کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جو واقعات تمہارے اُستاد کو پیش آئے ہیں پُرانے نوشتوں کے رو سے ضروری تھا کہ یہ سب باتیں ظہور میں آئیں۔ لیکن اگرچہ آپنے اُنکو بہت سمجھایا مگر آپ کو یہود کا اسقدر خوف تھا اور دوبارہ پکڑا جانیکا اسقدر ڈر تھا کہ

یسوع کی مثال قید یا پھانسی سے بھاگے ہوئے انسان سے

آپ نے اُنکے سامنے بھی اپنے بھیس کو نہ اُتارا اور کچھ تو صلیب کی تکالیف اور موت کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے آپ اسقدر کمزور ہو گئے تھے کہ آپ کی آواز میں بھی تغیر آگیا تھا اور کچھ عمدًا اُنہوں نے اپنی آواز کو بدلا لیا ہوگا۔ اسلیئے اُن کے شاگرد اُنکو پہچان نہ سکے اور آپکو یہودیوں کے تعاقب کا اسقدر خوف تھا اور آپ یروشلم سے دُور بھاگ جانے کے اسقدر خواہشمند تھے کہ جب آپکے شاگردوں نے عمواس کے گاؤں میں رات گذارنی چاہی تو آپ اُس گاؤں کی طرف نہ مڑے بلکہ آگے بڑھنا چاہا۔ آپکا ارادہ تھا کہ رات کو بھی چلتے جائیں تا یروشلم سے دُور نکل جائیں اور یہودیوں کی گرفت سے بہت جلدی باہر ہو جاویں۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ آپ کی یہ کارروائی صریحًا اس امر کی ایک دلیل ہے کہ آپ صلیب کی موت سے بچ گئے تھے اور قبر میں سے زندہ نکل آئے تھے اور اُن کو خوف تھا کہ جب یہود کو یہ خبر ہو جائیگی کہ وہ قبر میں سے نکل گئے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ اُنکا تعاقب کریں اور اُنکی تلاش میں اُنکے پیچھے دوڑیں اسلیئے آپ نے باوجود اسکے کہ آپ کو آرام کی سخت ضرورت تھی۔ آپ نے قبر سے نکلنے کے بعد یروشلم میں آرام نہیں لیا اور شاگردوں سے بھی ملنے کے لیئے انتظار نہیں کیا بلکہ اُن کو یہ پیغام بھیجکر کہ مَیں تمھارے آگے آگے جلیل کی طرف جاتا ہوں آپ فورًا وہاں سے روانہ ہو گئے اور بڑی احتیاط سے اپنے بھیس کو بدل لیا اور ایسے غریبانہ کپڑے پہنے اور ایسی احتیاط سے اپنے وجود کو چھپایا کہ یروشلم کے قرب وجوار میں کوئی شخص اُنکو پہچان نہ سکا بلکہ آپکے شاگرد بھی آپ کو پہچان نہ سکے اور آپنے اسقدر اخفاء اور احتیاط سے کام لیا کہ آپنے راستہ میں اپنے شاگردوں پر بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا اور عمواس کے گاؤں میں بھی رات گذارنی پسند نہ کی بلکہ چاہا کہ رات کو بھی چلتے ہی جائیں۔ مَیں ناظرین سے سوال کرتا ہوں کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ کارروائی صریحًا اور یقینًا ایک ایسے آدمی کی کارروائی کی طرح نہیں جو پھانسی یا جیلخانہ سے بھاگ جاتا ہے اور پھر اُسکی یہی کوشش ہوتی ہے کہ جسطرح ہو سکے گرفتاری کے مقام سے وہ دُور بھاگ جائے۔ نہ وہ رات کی پرواہ کرتا ہے اور نہ وہ دن کو آرام لیتا ہے

اور نہ وہ اپنے زخموں اور اپنی کمزوری کی کچھ حقیقت سمجھتا ہے اور نہ اپنے وجود کو کسی پر ظاہر کرتا ہے بلکہ جسقدر جلدی اُس سے ہوسکتا ہے وہ اخفاء اور احتیاط سے کام لیتا ہوا دُور نکل جانیکی کوشش کرتا ہے اور سیدھے راستوں کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہوں کو اختیار کرتا ہے۔ بعینہٖ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایساہی کیا۔ پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کو یہود کا کوئی خوف نہ تھا بلکہ آپ جلالی جسم کے ساتھ مُردوں سے دوبارہ زندہ ہوگئے تھے۔ اگر آپ کا جسم جلالی تھا اور آپ موت پر غالب آکر دوبارہ زندہ ہوئے تھے تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ اس طرح بھاگتے پھرتے تھے جس طرح ایک چور جیلخانہ سے نکلکر بھاگتا پھرتا ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

قیامت کا ثبوت نمبر ۲

دلیل پنجم

پانچویں دلیل دو قضیوں پر مشتمل ہے جنہیں ذیل میں درج کرکے ایک نتیجہ ناظرین کے سامنے پیش کروں گا جو فی نفسہٖ قیامت کے وجود پر ایک برہان اور اس کے اثبات کے لیئے ایک کافی شہادت ہوگا۔

قضیہ اوّل۔ یہ بات تمام مذاہب عالم کے نزدیک مسلّم ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور کسی شخص کے حقوق کا پائمال کرنا اس کی صفات قدسیہ اور اسمائے حسنہ کے منافی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص اسکی راہ میں کوشش کرے سعی بجالاوے اور اسکے احکام کے ماتحت گردن تسلیم خم کرے۔ مگر خدائے تعالیٰ اسکی کوششوں اور محنتوں کو رائگاں جانے دے کیونکہ کسی کی جدوجہد پر عمدہ نتائج مرتب نہ کرنا اور سعی کو بے اجر چھوڑ دینا ظلم کے مترادف ہے اس کا نام رحیم ہے وہ سچی محنتوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا وہ کریم ہے اسکے کرم کی کوئی حد نہیں قرآن حکیم

اسکے مُنہ کا کلام اس مضمون کو اس طرح پر بیان فرماتا ہے ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ و ان تک حسنۃ یضٰعفھا و یؤت من لدنہ اجرًا عظیمًا یعنی خدائے تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یہ دستور ہے کہ وہ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کا حق اپنے ذمہ نہیں رکھتا اور رائی کے برابر ظلم بھی اس کی قدوسیت کے خلاف ہے بلکہ وہ تو ایسا شفیق مہربان رب ہے کہ اگر بندہ ذرا سا نیک کام بھی کرے وہ اسکو اسقدر اجر سے متمتع کرتا ہے کہ بندہ کی نیکی اسکے آگے ہیچ ہے اور بندہ کا کام اسکے سامنے لاشئی محض۔ وہ بندہ کو اس کے حق سے بڑھکر دیتا ہے اور بہت بڑھکر دیتا ہے۔ ایک جگہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اگر بندہ ایک نیکی کرے تو خدائے تعالیٰ کم سے کم دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک ثواب عطا کرتا ہے اور خصوصیت سے دینے لگے تو کوئی حساب ہی نہیں۔ علاوہ ازیں انسانی ضمیر اور فطرت سلیمہ اس بات کے ماننے پر مجبور ہے کہ وہ قادر ہستی جس نے محض اپنی ربوبیت سے انسان کو عدم سے وجود بخشا ہے کبھی بھی ظلم اور حق تلفی اسکی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اور حقوق کی پائمالی کو اسکی ذات اقدس سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ غرض عقل اور نقل دونوں اسبات پر متفق ہیں کہ جو انسان اعمال صالحہ بجالاتا ہے خدا اسے بیش از بیش اجر اور ثواب عطا فرماتا ہے یہ بات تو نیکی کے متعلق تھی بدی اور بدعملی کے متعلق بھی تمام مذاہب کا اتفاق ہے کہ کوئی انسان بدی کرکے نیک انجام کا امیدوار نہیں ہوسکتا ہے جو ایک فرمانبردار کیلئے مقدر ہے بلکہ خلاف ورزی اور قانون شکنی کی سزا اسے ضرور ملکر رہے گی۔ کیونکہ جیسا کہ وہ قدوس غفور الرحیم ہے اسی طرح شدید العقاب اور ذوانتقام بھی اسی کی صفات ہیں قرآن حکیم اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتا ہے ایحسب الانسان ان یترک سدی یعنی انسان کی یہ بڑی غلطی ہے کہ وہ یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ میں بدی اور بدعملیوں میں بیشک ترقی کرتا جاؤں مجھ سے کوئی بازپرس نہ ہوگی غرض قرآن مجید کی رو سے نیکی اور بدی دونوں کا بدلہ ملنے والا ہے اور حسنات اور سیئات دونوں نتیجہ خیز کام ہیں۔

قضیہ دوم - ہمارا مشاہدہ شاہد ہے کہ اس دنیا میں انسانوں کے اعمال کی جزا اور سزا پورے طور پر کبھی نہیں ملتی ایک شخص ساری عمر نیکی اور طہارت میں زندگی بسر کرتا ہے اور خدا کے احکام بجا لانے میں وہ ہمہ تن سعی بنا ہوا ہے مگر دنیوی مشکلات اور مصائب میں اسی طرح گرفتار ہے جس طرح ایک معمولی دنیا دار خود قرآن شریف فرماتا ہے تلک الایام نداولہا بین الناس یعنی موت اور فوت. بیماری اور صحت. خوشحالی اور تنگحالی عسر اور یسر جس طرح خدا سے ایک غافل انسان کو لاحق ہوتی ہیں اسی طرح ایک نیک آدمی کو بھی انسے پالا پڑتا ہے نیک آدمی بے شک ہزاروں نیک کام کرتا ہے مگر انکا پورا پورا اجر اس دنیا میں نہیں ملتا جیسا کہ قرآن حکیم بیان فرماتا ہے انما توفون اجورکم یوم القیامۃ انما حصر کا کلمہ ہے یعنی اس دنیا میں نیک کاموں کا اجر پورا پورا کبھی نہیں ملتا اسی طرح بدی کی سزا بھی اس جہان میں پوری طرح نہیں ملتی ایک کافر نبیوں کا دشمن خدا کا منکر بدعمل بھی انہیں اسباب اور سامانوں سے متمتع ہے جو مومنوں کے استعمال میں آتے ہیں ہزاروں بے ایمان خدا سے غافل دنیا کے لحاظ سے بڑے عروج پر قدم جمائے کھڑے ہیں دنیوی وجاہت انہیں حاصل ہے مال و دولت انکے ہاتھ میں ہے سلطنتیں انکے قابو میں ہیں قرآن میں بیسیوں جگہ اس بات کا ذکر ہے کہ کفار کے لیئے دنیا میں متاع اور فائدہ مقدر ہے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی کہ الٰہی مکّہ کے مومنوں کو اعلیٰ رزق دے خدا نے جواب دیا کہ دنیوی رزق تو میں مومنوں اور کافروں دونوں کو دوں گا - مومنوں کی کوئی تخصیص نہیں - ایک جگہ فرمایا کہ اگر ابتلاء کا خیال نہ ہوتا تو کفار کو اسقدر مال و دولت عطا ہوتا کہ وہ سونے چاندی کے مکانات بنواتے - اگر اس دنیا میں جزا اور سزا ملا کرتی تو کبھی مومن تنگدست اور کافر راحت سے نہ رہتے مگر یہاں تو برخلاف اسکے کافر مومنوں سے بڑھکر آرام میں ہیں کیونکہ وہ جائز اور ناجائز دونوں طریقوں سے آرام و آسائش مہیا کرنے میں تامل و دریغ نہیں کرتے -

(نتیجہ)

ان دونوں قضیوں کو منطقی ترتیب دینے سے ہر عقلمند ایک صریح اور بین نتیجہ پر پہنچ

جاوے گا کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور مرنے کے بعد حیات ثانیہ ضرور ہونیوالی ہے
کیونکہ جب ہر نیکی کا ثواب اور ہر بدی کا بدلہ ملنے والا ہے اور ادھر اس دنیا میں نہیں
ملتا تو ضرور ایک دن دنیا سے گذرنے کے بعد ایسا آنا چاہیئے جس میں نیک اپنی نیکی کا
اور بد اپنی بدی کا نتیجہ بھگتے۔ پہلا قضیہ تو یہ ثابت کرتا ہے کہ نیکی ضائع نہیں ہوگی اور
بدی کا بدلا بھگتنا ہوگا۔ دوسرا قضیہ کہتا ہے کہ اس دنیا میں نہ نیکی کا بدلہ کامل
طور پر ملتا ہے نہ بدی کا تو ایک سلیم العقل انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ مرنیکے
بعد ایک دن ایسا تجویز کرے جس میں نیکی کا اجر کامل طور پر اور بدی کی سزا بھی
پوری طرح انسان کو دیجاوے کیونکہ یہ بات اس موجودہ دنیا میں حاصل نہیں۔
اسی لیئے قرآن حکیم نے فرمایا وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ یعنی چونکہ
نیکی بدی ضائع نہیں ہوتیں اور دنیا میں ان کا بدلہ پورے طور پر نہیں ملتا اس لیئے
مرنیکے بعد لوگ زندہ کیئے جاویں گے اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان سے سلوک
کیا جاوے گا۔

دلیل ششم

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ اور اسکی رحمانیت پر جب انسان غور کرے تو ایک
حیرت کے دریا میں ڈوب جاتا ہے کہ کسقدر احسان اور انعام اس نے ہم پر کیئے ہیں اور کیسی
کیسی مہربانیاں اسکی ذات بابرکات سے ہم پر ہوئی ہیں ہم کیا ہمارا واہمہ بھی اس کی
حد بست سے عاجز ہے وان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا۔ ہماری
کوئی ایسی خواہش نہیں جو اُس نے پوری نہ کی ہو کوئی تقاضا نہیں جسمیں ہم خائب و
خاسر رہے ہوں ہماری ہر فطری خواہش کو اُس نے پورا کیا ہر طبعی تقاضے کو اس نے
شرفِ قبولیت بخشا۔ یہ بات قاعدہ کلیہ کے رنگ میں ہے انسان نظر دوڑا کر دیکھ لے
کہ خدائے تعالیٰ نے اسکی ہر خواہش کو بشرطیکہ وہ طبعی و فطری ہو ضرور پورا کیا ہوگا
جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے واتاکم من کل ماسئلتموہ یعنی ہر خواہش جو
تم نے مجھ سے کی اور ہر درخواست جو تم نے میرے حضور گذرانی میری درگاہ سے

جاتا تو یہ یت ہی ہٹ کر گئی غرض اس قرآنی آیت میں بارگاہ ربوبیت سے ایک عظیم الشان خوشخبری
دی گئی ہے کہ انسان کی ہر فطری خواہش اور ہر طبعی تقاضا کے پورا ہونیکے سامان ہمنے مہیا
کیئے ہیں اس قرآنی آیت کو ہم معیار ٹھہراکر اپنی فطرت کو ٹٹولتے ہیں تو منجملہ اور خواہشات کے
ایک بڑی بھاری خواہش ہماری فطرت میں یہ ہے کہ یہ جو مذاہب میں اختلاف پڑا ہوا ہے
اور سینکڑوں جھوٹے مذہب روئے زمین پر موجود ہیں کسی طرح ایسا فیصلہ ہوجاوے کہ
سچے مذہب کی صداقت روز روشن کی طرح کھلجائے۔ اور جھوٹے مذاہب کا بطلان اظہر من الشمس
ہوجاوے یہ خواہش ہر فرد بشر کے دل میں ہے جسطرح ایک مسلمان چاہتا ہے کہ اسلام کی صداقت
تمام دنیا پر ظاہر ہوجاوے اور کوئی شخص بھی کسی غیر مذہب پر نہ رہے اسی طرح ایک عیسائی
کی فطرت بھی تقاضا کرتی ہے کہ یسوع مسیح کی خدائی ساری خدائی مان لے اور تمام دنیا
کے نزدیک یہ امر فیصل شدہ سمجھا جاوے کہ نصرانیت ہی صرف صداقت پر مبنی ہے
غرض مومن و کافر صادق و کاذب سب کی یہ فطرتی خواہش ہے کہ ہمارے مذہب ہمارے
طریقہ کی سچائی تمام دنیا مان لے اور ایسا فیصلہ ہو کہ کوئی شخص اس سے بے خبر نہ رہے
یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ قرآن حکیم سے بیان کرتے ہیں چنانچہ مومن کی
قلبی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق
وانت خیر الفاتحین یعنی مومن مسلمانوں کی یہ فطرتی خواہش ہے کہ خدائے
تعالیٰ انکے اور انکے مخالفوں کے درمیان ایسا فیصلہ فرماوے کہ حق اور باطل میں تمیز
ہوجاوے اور تمام دنیا پر آشکارا ہوجاوے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے اسیطرح
قرآن مجید میں ایک کافر کی فطرت کے تقاضا کا ذکر بھی ہے واذ قالوا اللھم
ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء
او ائتنا بعذاب الیم یعنی جب مکہ کے کفار نے اسلام کو اپنے پرانے
مذہب کے خلاف بڑھتے اور ترقی کرتے دیکھا تو وہ دبدہ میں پڑ گئے ادھر بچپن سے اپنے
مذہب کی صداقت پر یقین ادھر اسلام کی سچائی پر روزمرہ کے اعجازی نشان
دیکھکر ان کی فطرت تڑپ اٹھی کہ کسی طرح ہم میں اور مسلمانوں میں ایک ایسا فیصلہ

ہو جاوے کہ سچائی پر ذرا بھی خفا کا پردہ نہ رہے اور تمام دنیا ایک مذہب پر ہو جاوے اس خواہش میں انہوں نے اپنی ہلاکت تک کی پرواہ نہ کی اور دعا کی کہ اگر یہ مذہب سچا ہے تو ہمیں ہلاک کرکے ہماری ہلاکت کو لوگوں کے لیئے ایک فیصلہ کن معیار بنا کر لوگوں کو شک و شبہ سے نکالکر یقین کی راہ تک پہنچا دے غرض مومن ہو یا کافر دیندار ہو یا بے دین ہر شخص کے دل میں خواہش ہے کہ ایسا صاف فیصلہ ہو جاوے کہ پھر کسی کو اختلاف کی ذرا بھی گنجائش باقی نہ رہے اب جبکہ خدا کا ہم سے وعدہ ہے کہ وہ ہماری ہر فطرتی خواہش کو پورا کرے گا تو ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ ضرور وہ خود ایسا فیصلہ کرے گا کہ پھر کوئی ایک فرد بشر بھی سچائی کا منکر باقی نہ رہے مگر جب ہم دنیا کے موجودہ حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک قسم کی مایوسی ہوتی ہے کہ اس دنیا میں تو کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوا ہزاروں جھوٹے مذہب روئے زمین پر موجود ہیں اور کروڑوں آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو باطل مذاہب کو سچا اور سچے اسلام کو جھوٹا خیال کیئے ہوئے ہیں معبودان باطلہ کی تائید میں اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لاکھوں بندگان خدا کو شرک و کفر کے ورطہ میں دھکیلا گیا ہے اور اسلام سے متنفر کیا گیا ہے اگر دنیا ہی دار الفیصلہ ہے تو کیا یہی فیصلہ کا طریق ہے ہم مانتے ہیں کہ اسلام نے اپنی سچائی کے دلایل بے شمار دیئے ہیں اور براہین قاطعہ و ساطعہ سے اپنی سچائی منوائی ہے اور ہزاروں لاکھوں ثبوت اسکے سچا ہونے پر موجود ہیں اگر ایک سلیم العقل شخص غور کرے تو والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کے مطابق وہ ضرور راہ حق پا لے گا مگر باوجود ان دلائل کے ایسا فیصلہ نہیں کیا گیا کہ کوئی شخص بھی اس کی سچائی کا منکر نہ رہے اور تمام لوگوں کے دلوں سے شک و شبہ دور ہو کر صرف اسلام کی صداقت کا یقین ہو جاوے دلائل ہیں مگر مشاہدہ نہیں پھر سب کو دلائل کی اطلاع بھی کہاں ہے لاکھوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ اسلام بھی کوئی مذہب دنیا میں ہے فیصلہ تو اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک مقام پر جمع کرکے اپنے منہ سے فرما دے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو اختیار کرے وہ فوراً مر جاوے گا پھر یہ بات پوری بھی ہو جاوے اور جو شخص ہندو یا عیسائی ہو وہ فوراً ہلاک ہو جایا کرے اور

اسلام لاتے ہی عیش وتنعم حاصل ہوجاوے تو میرے خیال میں یہ ایک کافی فیصلہ ہے اس کے بعد کسی شخص کو جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ کسی اور مذہب کا پیرو ہو یا اسی طرح اگر دوزخ بہشت کے نظارے کفار کی آنکھوں کے سامنے کیئے جاویں اور وہ دیکھ لیں کہ کس مذہب کے لوگ بہشت میں اور کس ملّت کے افراد دوزخ میں داخل ہوں گے تو یہ بھی فیصلہ کی ایک راہ ہے پھر کبھی کوئی شخص اس نظارہ کو دیکھکر دوزخی ملّت کا پیرو بننے کی کوشش نہیں کرے گا۔ مگر یہ فیصلہ اس دنیا میں نہیں خدا کا ہمکلام ہونا عام نہیں دوزخ اور بہشت کے نظارے لوگوں نے مشاہدہ نہیں کیئے ایک پردۂ خفا پڑا ہوُا ہے اس لیئے اس دنیا میں ہماری وہ فطرتی خواہش کہ حقیقی فیصلہ ہوجائے کبھی پوری نہیں ہوئی اور نہ ہوگی اسلیئے ہمیں ماننا پڑے گا کہ مرنیکے بعد ایک دن ایسا ضرور آنا چاہیئے جس دن خدائے تعالیٰ تمام مذاہب میں فیصلہ فرماوے اور مُنہ سے بیان فرماوے کہ فلاں مذہب سچّا ہے اور باقی سچائی سے خالی ہیں پھر اس طرح پر ہماری فطرتی خواہش پوری ہوجاوے اور ہر فرد بشر کو معلوم ہوجاوے کہ عدالت عالیہ نے مذاہب کے متعلق کیا فیصلہ فرمایا ہے اس مضمون کو اللہ تعالیٰ سورہ حج میں اس طرح پر بیان فرماتا ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصّٰبئین والنصٰرٰی والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینھم یوم القیامۃ ان اللہ علٰی کلشیئ شھید۔ یعنی اسوقت جسقدر مذاہب روئے زمین پر موجود ہیں سب کا حقیقی فیصلہ اس دنیا میں نہیں ہوگا اور چونکہ ہر شخص کے دل میں ایسے فیصلہ کی خواہش ہے اسلیئے ہم اس فطرتی خواہش کو پورا کرنیکے لیئے مرنے کے بعد ایک دن سب کو زندہ کرکے وہ فیصلہ صادر فرمادیں گے اس دن کا نام قیامت ہے:۔ (میر محمدؐ اسحٰق)

یسوع کی پیشگوئیاں

اناجیل کی رو سے یسوع کی نبوت ثابت نہیں

مضمون ہذا کے پہلے نمبر میں ہم نے اس امر پر زور دیا تھا کہ اناجیل کی پیشگوئیوں کی بنا پر یسوع مسیح کی نبوّت ثابت نہیں ہوسکتی

کیونکہ عہد جدید کی کتابیں مسیح علیہ السلام کی وفات کے مدت بعد لکھی گئی ہیں پس جو کتابیں کسی شخص کی زندگی کے بعد لکھی جائیں اور گو انمیں اسکے نبوت کرنے اور نبوت کے پورا ہونیکا تذکرہ بھی ہو تاہم ایسی کتابوں کو معتبر سمجھنے کے لیئے کسی سند کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے۔ مثلاً انجیلوں کا یہ کہنا کہ یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کی غداری۔ اپنے گرفتار ہونے اور صلیب پر لٹکائے جانے اور مردوں میں سے جی اٹھنے وغیرہ کی پیشگوئیاں کی تھیں ہرگز اس امر کی دلیل نہیں کہ واقعی مسیح نے اس قسم کی نبوتیں کی تھیں۔ اور اگر بالفرض انہوں نے کوئی ایسی پیشگوئی بھی کی تھی تو اُسکے اصل الفاظ معلوم کرنیکا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ لہٰذا ان اناجیلی نبوتوں کی رو سے ہم یسوع کی نبوت کے قائل نہیں ہوسکتے۔

انجیلوں کے مصنف گمنام ہیں۔ پھر ان پیشگوئیوں کو پایۂ اعتبار سے ساقط ٹھہرانے کا ایک اور محرک بھی موجود ہے یعنی عیسائیوں کی مروجہ اناجیل جنمیں یہ پیشگوئیاں درج ہیں دراصل گمنام مصنفین کی تحریریں ہیں۔ جنکو یونہی بعض لوگوں کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔ پس ایسی حالت میں ان کتابوں کی شہادت کیونکر معتبر ہوسکتی ہے اور کیونکر بغیر کسی سند کے انکے بیانات کو شرف قبولیت بخشا جاسکتا ہے۔

متی کی انجیل کا مصنف مروجہ اناجیل اربعہ میں سے اوّل وچہارم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انکے مصنف یسوع مسیح کے حواری تھے یعنی متی اور یوحنا۔ لیکن یہ خیال محض گمان اور وہم ہے اور اس کی عدم صحت کے لیئے ہمارے پاس مضبوط دلائل اور قوی ثبوت ہیں۔ چنانچہ ہم متی کی انجیل کو ہی لیتے ہیں اس انجیل کی نسبت خوش اعتقاد مسیحی علماء کا خیال ہے کہ یہ محصل لاوی کی تحریر ہے۔ جسکو بعد میں متی کے نام سے پکارا گیا اور لاوی نے اس کتاب کو مسیح کے صعود سے کچھ عرصہ بعد عبرانی یا سریانی یا کلدانی زبان میں حوالہ قلم کیا تھا۔ لیکن واقعات نے بوضاحت وصراحت اس مسیحی قیاس کا بطلان ثابت کردیا ہے اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب متی کی تصنیف نہیں۔

انجیل متی کی نسبت قدیم ترین شہادت متی کی کتاب کا ذکر سب سے اول یوسی بی اس نے

چوتھی صدی میں کیا ہے اور یوسی بی اس کی اطلاع کا ماخذ پے پی اس نے اِس ایک کتاب کو بیان کیا ہے جس کا زمانہ تصنیف سنہ ۱۴۰ عیسوی ہے۔

یوسی بی اس بحوالہ پے پی اس لکھتا ہے "متی نے خدائی باتوں کو جمع کر کے عبرانی زبان میں تحریر کیا اور ہر ایک شخص نے ان باتوں کا مطلب اپنی اپنی سمجھ کے مطابق نکالا"۔ اس اقتباس کے سرچشمہ کے متعلق یوسی بی اس اور پے پی اس دونوں خاموش ہیں لہٰذا ہم کو معلوم نہیں کہ پے پی اس کی اطلاع کے ذرائع کیا تھے۔ اور کن راویوں نے متی کا ذکر اس مورخ تک پہنچایا تھا۔ مگر یوسی بی اس نے محولہ بالا عبارت کے علاوہ پے پی اس کی کتاب میں سے مرقس کی ایک تحریر کے متعلق بھی کچھ کیفیت نقل کی ہے اور اس کیفیت کی نسبت ظاہر کیا ہے کہ پے پی اس کو یہ باتیں ایک ایسے راوی کی معرفت پہنچی ہیں جس نے کئی بار قرن اول کے ایک مسیحی بزرگ کی زبان سے یہ کیفیت خود سنی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ متی کی تحریر کی بابت بھی جو کچھ پے پی اس نے لکھا ہے وہ بھی اسی روایت کے ذریعہ اُس کو پہنچا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پے پی اس اور یوسی بی اس کی تمام تحریروں کا دارومدار صرف ایک نامعلوم الاسم مسیحی بزرگ کی شہادت پر ہے۔ اور اس شہادت کا راوی بھی کوئی غیر معروف گمنام شخص ہے یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ نہ تو اس مسیحی بزرگ کا نام دیا گیا ہے۔ اور نہ راوی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور اگر مسیحی احباب کی خاطر یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ پے پی اس نے متی کی تحریر کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اُس کا منبع یہی مسیحی بزرگ تھا اور وہ ایک راستباز انسان تھا۔ تو بھی اصل بحث پر روشنی نہیں پڑتی اور کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ موجودہ انجیل متی کا مصنف متی ہی تھا۔ کیونکہ یوسی بی اس نے جو مختصر سا حوالہ دیا ہے اسکی عبارت کا مطالعہ کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچاتا۔ یہ ظاہر ہے کہ پے پی اس یونانی تھا اور یوسی بی اس نے اسکی یونانی کتاب سے وہ حوالہ لیا ہے۔ پس اس صورت میں اس مسیحی بزرگ کی شہادت بھی اصلی الفاظ میں محفوظ نہ ہوئی۔ اس حوالہ کے الفاظ یہ ہیں "متی نے ان آسمانی باتوں کو عبرانی زبان میں جمع کیا"۔ ہم نے

ان الفاظ پر غور کیا اور خوب غور کیا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس عبارت سے یہ معنے کیونکر نکالے گئے ہیں کہ موجودہ انجیل متی جو عہد جدید کا ایک حصہ ہے یہ در اصل متی لاوی کی تحریر ہے۔ اس حوالہ سے تو صرف اسقدر واضح ہوتا ہے کہ متی نے مسیح کے بعض اقوال کو جمع کیا تھا اور بس یہ بیان موجودہ انجیل متی پر چسپاں نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کتاب صرف مسیح کے بعض اقوال کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ مسیح کے زمانہ نبوت کی پوری تاریخ ہے جسمیں علاوہ تعلیم کے بہت سے دیگر حالات اور واقعات ایک سوانح عمری کے رنگ میں درج ہیں۔ چند اقوال کا مجموعہ اور چیز ہے اور پوری اور

زمانہ حال کے محققین اور انجیل متی

یہ کہ متی کا مصنف کون تھا۔ اسپر لوگوں نے بڑی بڑی موشگافیاں کی ہیں۔ اور محققین نے جن جن الفاظ میں اسپر اعتراض اور نکتہ چینیاں کیں اور اپنے خیالات اور رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس کا لب لباب ذیل کے اقتباس سے جو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مطبوعہ بار یازدہم سے لیا گیا ہے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ یہ بیان کر کے کہ ”پندرھویں صدی کے آخر تک تو لوگوں کا یہی خیال تھا کہ یونانی زبان میں لکھی ہوئی انجیل متی کی عبرانی کتاب کا ترجمہ ہے مگر پندرھویں صدی کے بعد مذہب پراٹسٹنٹ کے مصنفین نے اس خیال کو کسی حقیقت اور سچائی پر مبنی نہ پاکر ترک کر دیا اور بیان کیا کہ موجودہ یونانی انجیل جو متی کی طرف منسوب ہے یہ کسی عبرانی انجیل کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ متی نے یونانی زبان میں ہی اس کتاب کو لکھا تھا“ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے فاضل مؤلف لکھتے ہیں کہ جب ہم موجودہ پہلی انجیل کی حالت پر غور کرتے ہیں اور ان سرچشموں پر نظر کرتے ہیں جن سے اس انجیل کے مضامین اخذ کئے گئے ہیں تو ہم کسی طرح یہ بات مان نہیں سکتے کہ مذکورہ بالا اقوال میں سے کوئی ایک قول بھی صحیح ہو یعنی نہ یہ درست ہے کہ یہ کتاب در اصل عبرانی میں تھی جسکو یونانی میں ترجمہ کیا گیا اور نہ یہ کہنا درست ہے کہ یہ یونانی کتاب کسی حواری کی تصنیف ہے۔ یہ ایک مرکب کتاب ہے جس کے مضامین دو مختلف سرچشموں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ یہ دونوں سرچشمے یونانی زبان میں تھے اور انکے علاوہ بعض اور جگہوں سے بھی اسکے مضامین اخذ کئے گئے ہیں اور یہ بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی کہ مسیح کے بارہ حواریوں

میں سے کسی کو یہ ضرورت تھی کہ اپنے استاد کے حالات جمع کرنیکے لیئے ایسے سرچشموں کی طرف رجوع کرتا۔ اسلیئے مجبوراً یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ کتاب مسیح کے کسی حواری کی تصنیف ہرگز نہیں ہے۔"

متی کی انجیل کا زمانۂ تصنیف

اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ کے متعلق انسائیکلو پیڈیا مذکور لکھتا ہے "اس کتاب کی اندرونی شہادت سے پتہ لگتا ہے کہ یہ پہلی صدی کے اواخر میں لکھی گئی۔ اور اغلب یہ ہے کہ لوقا کی کتاب سے بھی یہ کتاب بعد میں لکھی گئی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ مرقس کی ایک تحریر سے لوقا کی کتاب اور متی کی کتاب دونوں کے مصنفوں نے مضامین اخذ کیئے ہیں مگر مرقس کی تحریر کا جو نسخہ متی کی انجیل کے مصنف نے استعمال کیا اُس میں بعض ایسی عبارتیں ہیں جو اُس نسخہ میں نہیں ہیں جس سے لوقا کی انجیل کے مؤلف نے کام لیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوقا کی انجیل کے مؤلف نے مرقس کی تحریر کو پہلے استعمال کیا۔ بعد میں اُس تحریر میں اور عبارتیں داخل ہوگئیں اور جب لوقا کے مصنف کے بعد متی کے مصنف نے مرقس کی تحریر سے کام لیا تو اُس میں زاید عبارتیں داخل ہو چکی تھیں۔ متی کی کتاب غالباً ۸۰ء و ۱۰۰ء کے درمیان کسی وقت میں لکھی گئی۔" مندرجہ بالا عبارت سے یہ بھی

انجیل متی کے مصنف کا پتہ لگانا مشکل ہے

اب کوئی محقق اس انجیل کو نہ تو متی کی کسی تحریر کا ترجمہ تسلیم کرتا ہے اور نہ اس امر کے ماننے کے لیئے طیار ہے کہ حواری مذکور نے اسی کو یونانی زبان میں لکھا تھا۔ برعکس اسکے اب اس بات پر اتفاق کر لیا گیا ہے کہ یہ تو کسی ایسے مصنف کی تحریر ہے کہ جس نے اسکو کسی یونانی تحریر کی مدد سے یونانی میں لکھا تھا مگر اُسکا نام تاریکی میں پڑکر نسیاً منسیا ہو گیا۔ اور اب کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھا۔ (دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۷۔ صفحہ ۸۹۸)

یوحنا کی انجیل

دوسری انجیل جسکے مصنف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مسیح کا ایک حواری تھا چوتھی انجیل ہے۔ مسیحیوں کا بیان ہے کہ اس انجیل کا مصنف یوحنا پسر زبدی تھا۔ لیکن انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ نہ تو یوحنا زبدی کا بیٹا اسکا مصنف

ہرگز ہی تو نہ تھی... [illegible]

تھا۔ اور نہ کوئی اور ایسا شخص اس کا مصنف تھا جس نے مسیح کی زمانۂ حیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو کیونکہ اِن ہر دو امور کے ثبوت میں اسقدر دلائل ساطعہ اور حجج قاطعہ موجود ہو گئے ہیں کہ اُن کے خلاف کوئی عقیدہ بنانا بالکل ناقابل عمل ہو گیا ہے انسائیکلو پیڈیا بیان کرتا ہے۔ کہ اس حیرت انگیز اور یقینی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ایک ناقابل تردید شہادت ہمارے پاس موجود ہے۔ اور اس شہادت کا وجود ملک شام کے مسیحیوں کے وجود سے ہمیں ملتا ہے جنہوں نے ۱۶۵ء سنہ عیسوی میں اس انجیل کے متعلق حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ یہ لاریب یوحنا کی تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ یہ کسی اور شخص کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اُنکے نزدیک اس انجیل کا لکھنے والا سیرنتھس تھا۔ اس میں شک نہیں کہ سیرنتھس کی طرف اس کتاب کو منسوب کرنے میں اُنکو غلطی لگی مگر اُن کا اُس ابتدائی زمانہ میں یہ دعویٰ کرنا کہ اس کتاب کا مصنف زبدی کا بیٹا یوحنا حواری نہیں ہے صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ چوتھی انجیل کا یوحنا کی تصنیف ہونا یقینی امر نہیں ہے۔ اس فرقہ کے لوگ کثرت سے ملک شام میں پائے جاتے تھے۔ وہ پہلی تین انجیلوں کو ترجیح دیتے تھے اور دوسرے فرقوں کے عیسائیوں کے ساتھ ہمیشہ مقابلہ کرتے رہتے تھے اور اُس فرقہ کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ سینٹ اپی فنی اس کو ۳۷۴ء میں اس فرقہ پر لمبی بحث کرنی پڑی۔ چوتھی صدی تک اس رائے کے لوگ عام عیسائیوں میں شامل تھے اور کسی خاص نام سے مشہور نہیں تھے۔ آخر چوتھی صدی کے آخر میں اُنکو "الوگیو" کا لقب دیا گیا۔ جسکے معنے ہیں یوحنا کی انجیل کا انکار کرنے والے۔ اگر چوتھی انجیل کا یوحنا کی تالیف ہونا ایک ثابت شدہ اور یقینی امر ہوتا تو اتنے بڑے فرقہ کو اس کے انکار کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوتی

کیا یوحنا کی انجیل کے مصنف اور اسکی تاریخ تحریر کا پتہ مل سکتا ہے	محققین کا اس امر پر اب اتفاق ہو چکا ہے کہ یوحنا حواری یقیناً چوتھی انجیل کا مصنف نہیں تھا۔ اُس کا مصنف کوئی

غیر معروف شخص تھا۔ جسکے متعلق یہ عام رائے ہے کہ وہ زمانہ انتشار کا ایک یہودی تھا یا اُس کے والدین یہودی النسل مسیحی تھے۔ پھر اس انجیل کی تصنیف کے متعلق بہت سی تاریخیں ایک دوسری سے مختلف بتائی گئی ہیں۔ بور کہتا ہے کہ غالباً یہ سال ۱۶۰-۱۷۰

کے درمیان لکھی گئی - زیلر کہتا ہے نہیں یہ سنہ ۱۵۰ء میں حوالہ قلم ہوئی - کیم کہتا ہے
سنہ ۱۳۰ میں احاطۂ تحریر میں آئی - اور رینن لکھتا ہے کہ سنہ ۱۱۰ء اور سنہ ۱۱۵ء کے درمیان
کسی وقت تصنیف ہوئی تھی - سب سے قریب زمانہ جو چوتھی انجیل کی تصنیف کے لیئے
بتایا گیا ہے وہ سنہ ۵۰ء ہے - ان اقوال کے مقابل میں پے پی اس لارڈز سے انگس
(خدا کے اقوال) کے دوسرے حصہ میں لکھتا ہے کہ زبیدی کے دونوں بیٹوں کو یہود
نے قتل کر دیا تھا - اور اسلیئے یوحنا حواری بھی سنہ ۷۰ء سے پہلے پہلے ضرور مر چکا تھا
پھر وہ چوتھی انجیل کا کس طرح مصنف ہو سکتا ہے -

القصہ اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی - کہ ہر دو اناجیل مذکورہ میں سے جو حواریوں کی
طرف منسوب ہیں اور انکی تصنیف سمجھی گئی ہیں کوئی انجیل بھی کسی حواری کے قلم سے نہیں نکلی
تھی - اُن کے راقم کوئی ایسے اشخاص تھے - جنکے نام اب بالکل تاریکی اور گمنامی میں پڑے
ہیں - اور کوئی شخص نہیں بتا سکتا کہ وہ کون تھے -

مرقس کی انجیل

باقی کی دو اناجیل تو رسولوں سے نامزد ہی نہیں - ان میں سے ایک تو
مرقس کیطرف منسوب ہے اور دوسری لوقا سے - پہلے ہم مرقس ہی کو لیں گے - اور بتائیں گے
کہ وہ کون تھا - اور اسکو انجیل زیر بحث کے ساتھ کیا تعلق تھا - کہتے ہیں کہ مرقس پطرس کا
شاگرد اور ترجمان تھا - پے پی اس کی ایک تحریر سے یہ گمان کیا گیا ہے کہ مرقس کا کوئی تعلق
اور علاقہ انجیل دوم سے ہے - اس تحریر کو یوسی بی اس نے کسی کتاب سے نقل کیا ہے -
جسکی تصنیف غالباً سنہ ۱۴۰ء میں ہوئی - پے پی اس کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ
پطرس کے انتقال کے بعد مرقس نے یسوع کے بعض الفاظ کو قلم بند کیا اور پھر اس میں اس نے
یسوع کے بعض اعمال اور کارگذاریوں کا بھی ذکر کیا جو اس نے پطرس کے منہ سے سنی
تھیں - لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ترتیب وار ان تمام واقعات کو قلمبند نہ کر سکا -
کیونکہ وہ بذاتِ خود یسوع کا کوئی حواری نہ تھا - پے پی اس لکھتا ہے کہ اس نے مذکورہ بالا بات
ایک راوی سے سنی تھی اور پھر اس راوی نے بھی اس روایت کو اپنا چشم دید واقعہ نہیں
بتایا - بلکہ اتنا کہکر ٹالدیا تھا - کہ اس نے بھی اس روایت کو اپنے کسی بزرگ سے سنا تھا -

جو سب سے پہلے دَور کا مسیحی تھا۔

ہم انجیل متی کی تصنیف کے متعلق بحث کرتے ہوئے اِس بات کو بدلائل واضح کر چکے ہیں کہ .... ایک گمنام راوی کا بیان کوئی قطعی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بالفرض اسکو صحیح مان لیا جاوے تو بھی کئی مشکلات کا سامنا آپڑتا ہے۔ کیوں؟ اسلیئے کہ مرقس کی تصنیف اور ترتیب کے متعلق جو راوی کا بیان ہے۔ انجیل زیر بحث سے یقیناً یقیناً اُسکا تطابق نہیں ہوسکتا۔ پے پی آس کی تحریر سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مرقس مسیح کے اقوال اور افعال کو ترتیب وار قلمبند کرنے سے قاصر رہا۔ کیونکہ وہ یسوع کا بذاتِ خود مصاحب نہ تھا۔ لیکن انجیل موجودہ میں جو مسیحیوں کے خیال کے مطابق مرقس کی اپنی تصنیف ہے تاریخی نکتۂ خیال سے ایسی ہی عمدہ ترتیب ہے جیسی دوسری اناجیل میں ہے بلکہ کئی باتوں میں اُن سے بھی اعلیٰ ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ انجیل دوم یعنی مرقس کی انجیل پطرس کے ترجمان کی تصنیف نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ کسی اور کی تصنیف ہو گی۔ خواہ وہ ایک شخص ہو یا کئی ایک اشخاص ہوں۔ یہ شخص یا اشخاص کون ہیں؟ اس سوال کا جواب محال ہے۔

لوقا کی انجیل کس نے لکھی

انجیل سوم کا مصنف کون تھا۔ کیا لوقا اس کا مصنف تھا؟ اس کے متعلق بھی محققین کا اتفاق رائے نہیں ہے اور محققین کا ایک بھاری گروہ اس سے انکار کرتا ہے کہ یہ کتاب لوقا کی تالیف ہے۔ اور پھر مصنف بھی خود اپنا نام کہیں نہیں لکھتا۔ اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ اس کا مصنف لوقا ہی تھا تو پھر کیا ہوا۔ اس کا نام تو مسیح کے ان اقوال اور کلمات کے لیئے جو اسکی انجیل میں درج ہیں کوئی وثوق اور اعتبار پیدا کرنے کے لیئے کافی نہیں ہے کیونکہ نہ تو وہ خود یسوع کا ذاتی شاگرد تھا۔ اور نہ وہ یسوع کے کسی حواری کا پیرو تھا کہتے ہیں کہ وہ پولوس کا ایک مصاحب تھا۔ لیکن یسوع کے اقوال و افعال کے لیئے پولوس کوئی سند نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ پولوس خود مسیح کے حواریوں میں شامل نہیں۔ پھر بلحاظ اس امر کے کہ اس انجیل کی تصنیف کب ہوئی۔ سب سے قریب تاریخ اسکی تحریر کی محققین ۸۰ سنہ عیسوی بتاتے ہیں۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ اگست ۱۹۱۳ء

صیغہ یتامی:- آمد مالل عہ اور خرچ للعہ ہوا۔ کمی خرچ کی وجہ ہر دو مدرسوں کا بند رہنا ہے۔

صیغہ زکوٰۃ:- آمد سا عہ اور خرچ ما لعہ ہوا۔

تعلیم الاسلام و مدرسہ احمدیہ:- ہر دو مدرسے ۱۷۔ستمبر کو کھلنے والے ہیں جو لوگ اپنے بچے بھیجنا چاہیں وہ انکو جلدی روانہ کردیں

اشاعت اسلام:- خریداران ریویو میں اس ماہ انگریزی میں ایک کی کمی اردو میں چار کی بیشی ہوئی۔* میاں نذیر محمد صاحب ٹھیکہ دار و میاں عبد الرحمن صاحب نے کوسمبو سے اردو ریویو کا ایک ایک خریدار اور سید سعید الدین صاحب نے کوسمبی سے ایک خریدار تفسیر کا بہم پہنچایا۔ جزاہم اللہ خیراً۔

مقبرہ:- اس ماہ ایک موصی مسمی نتھو ولد عمر بخش ساکن پھیرو چیچی ضلع گورداسپور مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ آمد سا لعہ اور خرچ اسا عہ ہوا۔

مندرجہ ذیل رقوم اس ماہ بحساب وصیت وصول ہوئیں۔

(۱) بابو عبد الرحمن صاحب قصلہ لعہ
(۲) چودھری شاہ محمد صاحب سیالکوٹ للعہ
(۳) میاں شاہدین صاحب بذریعہ جماعت » لعہ
(۴) مسمات بھاگن دختر کرم داد » لعہ
(۵) مولوی یحییٰ صاحب دیگران عہ
(۶) خواجہ بشیر الدین صاحب عہ
(۷) چودھری دوست خاں صاحب قلات عہ
(۸) کرایہ دوکانات حکیم محمد دین صاحب مرحوم سیالکوٹ عہ
(۹) منشی طفیل احمد صاحب چندوسی عہ
(۱۰) مسمات رحیمن اہلیہ شیخ قدرت اللہ صاحب عہ
(۱۱) میاں احمد الدین صاحب زرگر قادیان عہ
(۱۲) میاں نور الدین صاحب کنجاہ ضلع گجرات عہ

متفرقات:- اس ماہ ہر قسم کی آمد ۶-۷-۵۹۲۰ اور خرچ ۱-۴-۵۵۴۶ ہوا۔

شفاخانہ میں اس ماہ کل مریض ۱۳۸۳ آئے انمیں سے ۲۶۸ نئے تھے۔ مائنر اپریشن ۲۳ ہوئے

اس مہینہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اخبار الفضل میں چندہ کے لیئے خاص تحریک کی اور سکرٹری کے دفتر سے یہ اخبار مختلف انجمنوں کے سکرٹریوں کے ...

... برہمن بڑیا۔ عبد العزیز صاحب لکھنؤ۔ بابو فضل احمد صاحب مری۔ نے ایک ایک خریدار اردو اور غلام اکبر خاں صاحب وکیل اورنگ آباد نے ایک انگریزی کا خریدار بہم پہنچایا۔ جزاہم اللہ خیراً۔

* گذشتہ ماہ میں ریویو اردو کے خریداروں میں ۶ کی بیشی ہوئی۔ ای۔ عبد القادر گھٹی رنگون نے ۳۔ اردو ایک انگریزی۔

نام بھیجا گیا اور لکھا گیا کہ یہ مضمون احباب کو اکٹھا کر کے سنا دیا جائے۔ اس تحریک کا نتیجہ بہت اچھا ہوا ہے اُمید ہے کہ احباب اپنی سعی کو جاری رکھیں گے۔ اس تحریک پر کوہ مری کی بہت چھوٹی اور عارضی جماعت نے جہاں آجکل مولوی محمد علی صاحب تشریف رکھتے ہیں قریباً ڈیڑھ سو روپیہ چندہ جمع کیا۔ اور یہ ان تمام احباب کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اسکے علاوہ مندرجہ ذیل انجمنوں اور احباب سے حسب ذیل رقوم پہنچی ہیں۔ جماعت مانگٹ اونچے ما ۱۰ ؍ - پریم کوٹ ۱۵ ؍ - کولوتارڑ ۱۲ ؍ - پیرکوٹ ۸ ؍ - گجوچک ۸ ؍ - ترگڑی ۱۲ ؍ - تلونڈی کھجوروالی ۵ ؍ - انجمن اجنیانوالہ ؍ - متفرق معرفت چودھری حیات محمد صاحب ۴ ؍ - جماعت اٹاوہ ؍ جماعت حصار ؍ - حاجی عمر ڈار صاحب ۹ ؍ - بابو اختر علی صاحب از سہسرام ؍ معرفت محمد نواب خاں صاحب دسوہہ ؍ - انجمن احمدیہ بھلول پور ۸ ؍ - انجمن لدھیانہ منشی اللہ دتا صاحب لاہور ؍ - مرزا حسین بیگ صاحب لاہور ؍ - جماعت مردان ؍ جماعت الہ آباد ؍ - سید رسول بخش صاحب ؍ - سید عابد حسین صاحب ؍ ماسٹر خیرالدین صاحب ؍ - جماعت ملو للہ ؍ - حافظ نور احمد صاحب اکولا ؍ جماعت سانگلہ مرسلہ حکیم محمد صالح صاحب ؍ - جماعت شادیوال خورد ؍ عمرالدین صاحب سکرٹری ۴ ؍ - عنایت علیخاں قانونگوے حلقہ مردان پور ؍ - حافظ محمد عالم صاحب چک سکندر ؍ جماعت گجرات معرفت شیخ رحیم بخش صاحب ۸ ؍ - انجمن احمدیہ سرہند معہ سلطان محمد صاحب بابو محلہ ۸ ؍ - جماعت امرتسر معرفت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب ما د - جماعت مردان معرفت منشی محمد یوسف صاحب ۴ ؍ ۞ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو نیک جزا عطا فرماوے اور انکی کوششوں میں برکت دے آمین۔

ان رقوم میں بڑی قابل رشک رقم جماعت مانگٹ اونچے کی ہے۔ باوجود اسکے کہ وہاں تھوڑے احباب ہیں۔ اور زراعت پیشہ اور غریب۔ مگر اس جگہ کی جماعت کو سلسلہ کے کاروبار سے بڑا اخلاص ہے۔ اور سبقت لے جانے کا شوق یہ سوا دو سو سے زائد رقم ان لوگوں کی ہمت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جزاہم اللہ خیراً۔

پھر اس کام میں چودھری محمد حیات صاحب ساکن پیر کوٹ جماعت مانگٹ اونچے اور چودھری محمد الدین صاحب ساکن پریم کوٹ سے انجمن گوجرانوالہ کو بہت مدد پہنچی ہے اللہ تعالیٰ اُن تمام احباب کو جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔ جزائے خیر عطا فرماوے اور نیکی و اخلاص میں ترقی دے آمین۔

مَیں امید رکھتا ہوں کہ یہ سب احباب اس کام میں مزید سعی کر کے باقاعدہ کوشش جاری رکھیں گے اور مزید ثواب حاصل کرینگے۔ اگر ہر جگہ کی انجمن ضلع اپنی ضلع میں شاخیں قائم کرے اور باقاعدہ وصولی چندہ کا انتظام کرے تو بار بار تحریک کرنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہے۔

جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس لاہور نے پچھلے دنوں حضرت خلیفۃ المسیح کی معرفت ایک ہزار روپیہ اخراجات تعمیر کے لیئے قرض دیا تھا اسکی نسبت آپنے اطلاع دی ہے کہ مجھے واپس نہ دیا جاوے بلکہ میرے حساب میں چندہ میں وضع کرلیا جاوے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

انجمن احمدیہ گوجرانوالہ نے اپریل گذشتہ سے از سر نو انتخاب عہدہ داران کرکے کام باقاعدہ شروع کیا اور وصولی چندہ کا کام باضابطہ کرنے کی سعی کی چنانچہ چند آدمیوں کا وفد مفصلات گوجرانوالہ میں تکلیف اُٹھا کر بغرض فراہمی چندہ گیا اگرچہ کل ضلع میں سب کمیٹیاں قائم نہ ہوئی تھیں تاہم اپنی ضلع کی انجمنوں یا جماعتوں سے اسالہ کی رقم جمع کرکے بھیجی ہے۔ اس رقم کی تفصیل کیلیئے ملاحظہ ہوں فہرست صفحہ ۳۴۴ کی۔

عمارت مدرسہ کی تعمیر کے لیئے روپے کی اشد ضرورت ہے۔ احباب توجہ کر کے جو موعودہ چندے قابل وصولی ہوں وہ وصول کر کے بھیجنے کی کوشش کریں تا کام نہ رُکے۔ اور نئے چندے بھی جمع کرنیکی کوشش فرماویں۔

مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن تا حال کوہ مری پر ہیں۔ بابو فضل احمد صاحب مری سے لکھتے ہیں کہ وہاں قرآن مجید کا درس ہوتا ہے

بہادر یقین

تبلیغ اسلام ممالک غیر میں

جناب خواجہ کمال الدین صاحب اپنا کام سرگرمی سے ولایت میں کررہے ہیں چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے اور شیخ نور احمد صاحب جو خواجہ صاحب کے منشی تھے انکے پاس پہنچ گئے ہوئے ہیں اور کام میں شریک ہیں۔

ماہ جولائی میں ایک مذہبی کانفرنس میں شامل ہونے کے لیئے خواجہ صاحب پیرس تشریف لے گئے۔ اس عیسائی فرقہ جات کی کانفرنس میں جس میں کل مغربی اقوام یعنی امریکہ۔ جرمنی۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ روس۔ فرانس۔ انگلینڈ۔ اسپین کے پروفیسر اور فاضل الٰہیات شریک تھے۔ جناب خواجہ صاحب نے لیکچر دیا تقریر کے لیئے بیس منٹ مقرر تھے مگر انکو تیس منٹ دیئے گئے۔ اسلام کے محاسن بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا۔ جب آپنے لکل امة رسول اور وان من امة الا خلا فیھا نذیر پر بحث کی تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ یہ لوگ چرچ کی قیود سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اور موجودہ مذہب کی شکل سے غیر مطمئن۔ ان کے نزدیک مذہب آیندہ وہ ہونا چاہیئے جو انسان کے اعمال و اخلاق پر گہرا اثر ڈالکر حقیقی ربانی زندگی پیدا کردے۔ الوہیت مسیح و کفارہ کے قائل نظر نہیں آتے۔ پولوس سے نرم الفاظ میں بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور مسیح کے اصول اخلاق غیر مکتفی سمجھے گئے۔ اور انہیں نئے اصول کو شامل کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اس بحث پر کہ دیگر مذاہب سے کیا تعلق ہونا چاہیئے قرار پایا کہ دیگر مذاہب میں صداقتیں ہیں ہمیں ٹھنڈے دل سے کل مذاہب کا مطالعہ کرکے عمدہ اصول لینے چاہیئیں۔ دیگر مذاہب کی بیخکنی چھوڑ دیجاوے۔ بلکہ انکو بڑھنے دیا جاوے۔ مشنری کاروبار کو ناپسند کیا گیا ہے۔ الغرض اس کانفرنس کی کارروائی کا خلاصہ یہ ہے کہ آیندہ کوئی ایسا مذہب ہو جس کا اثر انسان کی عملی زندگی پر ہو جو محض ایمان پر محدود نہ ہو۔ اخلاق کے اصول تلاش کیئے جاویں کل مذاہب کا مطالعہ دوستانہ اور محبت کی نگاہ

سے کیا جاوے - موجودہ یوروپین زندگی سے نفرت ظاہر کیجاوے - مشنری تحریک کم ہو - مطالعہ مذاہب سے جہاں کہیں عمدہ اصول ملیں وہ لیئے جاویں - مذہب وہ ہو جو روحانیت کو عملی روزانہ زندگی سے الگ نہ کرے - ایک دن سابق پریزیڈنٹ نے کہا کہ دنیا کا آیندہ مذہب "خدا اور اسکی مخلوق سے محبت" ہوگا - اسپر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ فقرہ ادب کے خلاف ہے - دنیا کا آیندہ مذہب "خدا کی اطاعت اور مخلوق خدا سے شفقت" ہوگا اور رسول کریم صلعم نے اسلام کے یہی تعریف کی ہے - یہ لوگ جس مذہب کی تلاش میں ہیں دراصل وہ اسلام ہے - جو تجاویز اس کانفرنس نے کی ہیں خدا کرے کہ ان پر عمل ہو عمل ہونے کے ساتھ ہی اسلام کی ترقی ہے - اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جب چاہے اسلام کو ان مغربی قوموں کا محبوب مذہب بنادے احمدی قوم کو ایسی مجالس اور کانفرنسوں میں مذہب اسلام پیش کرنے کا موقع خدا نے دیا ہے - فالحمد للہ علیٰ ذٰلک - قوم کو دعا سے اور مالی امداد سے مدد کرنی چاہیئے -

۲۲ - اگست کے خط میں خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ جرمن سے ایک دوست نے لکھا ہے کہ ہم تو سب مسیح کی یکتائی سے الگ ہوکر اسے حضرت محمد صلعم کے برابر سمجھتے ہیں اور اسے ہی ایک الہام الٰہی کا مورد نہیں مانتے بلکہ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں اور ہر جگہ سے تعلیم لینے کے لیئے تیار ہیں

۳ - اگست کو ایک لیڈی خواجہ صاحب کو لکھتی ہے کہ بہت سے وعظ سنے مگر کسی کا وعظ بھی میری روح کو بیدار کرنے کا باعث نہ ہوا - لیکن آپ کی تقریر کا مجھ پر ایک خاص اثر ہوا مجھ پر ایک قسم کی محویت کا عالم تھا - وہ دن میری بیداری کا پہلا دن تھا - آپکے رسالہ کے پڑھنے نے مجھ پر اعجازی اثر کیا - اس نے مجھے غفلت سے جگا کر میرے دل میں خدا اور اسکے عظیم الشان احمد جناب محمد صلعم کی محبت پیدا کر دی - میرا دل اسلام کی طرف جانے لگا اور میں دل سے مسلمان ہوگئی -

ہماری لندن کی جماعت نے آجکل مسجد ووکنگ میں ڈیرہ لگایا ہوا ہے خدا کے کسقدر

فضل کی بات ہے کہ پینتالیس لاکھ روپیہ ہندوستان کا خرچ ہوا اس سے ایک عمارت بنے ایک مسجد ایک ہال- پھر ہمارے احباب کے وہاں جانے سے چند ماہ قبل از سرِ نو اُسی بطور وقف کیا جاوے اور اب وہ محض خدا کے فضل سے ہمارے احباب کے چارج میں آ دے- مسجد اور مسلم انڈیا کے دفتر کے ارد گرد ایک خوبصورت اور وسیع باغ ہے-

ہمارے احباب مصر میں :- سید ولی اللہ شاہ صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل بخیریت مصر میں پہنچ گئے ہیں- خدائے تعالیٰ اُن کا ناصر و مددگار ہو اور مصر کی زمین میں اُن کا قیام اسلام کے لیئے بہت مبارک ہو- آمین-

ترجمہ قرآن شریف اُردو میں :- صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام کے ماتحت سید مولوی محمد سرور شاہ صاحب نے قرآن شریف کا ترجمہ اور نوٹ لکھنے کا کام شروع کر دیا ہے- ایک پارہ بمع نوٹوں کے مکمل ہو چکا ہے- اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت ڈالے آمین

دنیا کے بادشاہوں کو تبلیغ :- کتاب ٹیچنگز آف اسلام جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اُس معجزانہ مضمون کا انگریزی ترجمہ ہے جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے موقعہ پر پڑھا گیا- اسکی نہایت ہی نفیس اور اعلیٰ درجہ کی جلدیں بندھوا کر دنیا کے دس بڑے بادشاہوں کے نام بھیجی گئی ہیں- نیز رسالہ اسلام کی ایک سو کاپیاں نہایت ہی اعلیٰ جلدیں بندھوا کر دنیا کے ایک سو بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے نام بھیجی گئیں- رسالہ اسلام کی چھپوائی اور جلد بندی وغیرہ پر جو خرچ آیا اُس کو ہمارے ایک احمدی محترم بزرگ نے جو ہمیشہ اشاعت اسلام میں بڑی فراخدلی سے حصہ لیتے ہیں اپنی گرہ سے ادا کیا- جزاہ اللہ خیراً

رسالہ اسلام میں مولوی محمد علی صاحب کے اُس مضمون کو کسی قدر اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے جو اُنہوں نے الہ آباد کی مذہبی کانفرنس کے لیئے لکھا تھا اور جس میں اصول اسلام کو بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے

شیر علی قائم مقام سکرٹری

ریویو

اثبات کفارہ :- پادری ٹامس ہاول صاحب نے جناب مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر کے رسالہ کفارہ کے جواب میں بڑی جد و جہد کے بعد "اثبات کفارہ" ۱ و ۲ و ۳ شائع کیئے ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ پادری صاحب نے جو چال چلی ہے۔ وہ حق جو اور معقول پسند انسان کی شان سے بہت بعید ہے۔ یعنی رسالہ کفارہ کے اعتراضوں کے آسان اور مفید مطلب ٹکڑے لیکر جواب لکھے ہیں۔ اور چونکہ پورے اعتراض کی بجائے اس کا ایک حصہ نقل کرنیکی وجہ سے زمین آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اسلیئے ہم پادری صاحب کو رسالہ کفارہ کا جواب اس طریق پر لکھنے سے محقق اور حق پسند انسان نہیں کہہ سکتے۔ نیز بعض سوالوں کے جواب ایسی وارفتگی اور خود فراموشی سے دیئے گئے ہیں۔ جو بجائے خود اعتراض کی پختگی پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً آپ اعتراض نقل کرتے ہیں۔ کہ "بیٹے نے کہا میں بے گناہ ہو کر انسان کے بدلے سزا بھگتتا ہوں" اور جواب لکھتے ہیں۔ "ہمارا خداوند یسوع مسیح جو بے گناہ ہے اس نے اپنی مرضی سے ہم گناہ گاروں کے بچانے کیلیئے اپنی جان کفارہ میں دیکر فی الحقیقت گناہ گاروں کو بچالیا ہے۔" ذرا پادری صاحب اپنے اس جواب پر دوبارہ غور فرماویں۔ کہ سوال اور جواب میں کیا فرق ہے۔ تاکہ جوابوں کی معقولیت کا انہیں خود بھی یقین ہو جائے۔

سی حرفیاں پنجابی :- ماسٹر محمد علیخاں صاحب اشرف نے اپنے خیالات کو پنجابی مذاق کے موافق نظم کیا ہے۔ اور اشعار میں تبلیغ سلسلہ احمدیہ کی غرض کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ اہل مذاق اصحاب منگوا کر پڑھیں۔ اور اپنے دوستوں میں تقسیم کریں۔ شعر خوانی کے شوق سے امید ہے کہ غیر احمدی اصحاب بھی محظوظ ہونگے۔ قیمت ۱؍
محمد یمین تاجر کتب قادیان یا دفتر تشحیذ الاذہان سے مل سکتی ہیں۔

فصل الخطاب :- حضرت خلیفۃ المسیح کی وہ نادر تصنیف فصل الخطاب جو آپ نے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے بموجب رد نصاریٰ میں تحریر فرمائی تھی ختم ہو جانے کی وجہ سے مدت سے نایاب تھی۔ میاں محمد یٰمین صاحب تاجر کتب قادیان نے اسکو دوبارہ چھاپنے کا ارادہ کیا ہے۔ نیز حضرت صاحب نے وعدہ فرمایا ہے کہ بعض کمزوریاں اور حوالوں میں غلطیاں جو پہلے رہ گئی تھیں۔ وہ خود اپنے دست مبارک سے صحیح فرما دیں گے۔ ۶۰۰ صفحے کی کتاب ہوگی۔ اور قیمت غالباً وہی ہوگی جو پہلے تھی یعنی عہ ۴۰۰ درخواستیں موصول ہونے پر کام شروع کرا دینگے۔ شائقین جلد درخواستیں بھیجکر انکی ہمت بندھائیں تاکہ جلدی کتاب شائع ہو سکے۔

وہ نبی ؛۔ قاضی ظہور الدین صاحب اکمل کا وہ مضمون جو تشحیذ الاذہان ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا تھا اور جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے متعلق۔ تورات اور انجیل کی پیشگوئیوں سے بڑی شرح اور بسط سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وہ تمام نشانات جو ان پیشگوئیوں میں درج ہیں۔ آنحضرت صلعم ہی کے وجود باجود پر پورے ہوئے ہیں۔ آپ ہی کو حضرت موسیٰؑ کے بعد روشن شریعت دیگئی۔ آپ ہی کے ساتھ فتح مکہ کے دن جب مظہر الوہیت بڑی شان وشوکت کے ساتھ فاران کی چوٹی پر نمودار ہوا۔ دسہزار جان نثار پاکباز قدوسی تھے۔ مضمون قابل قدر اور لائق اشاعت ہے۔ جسکو انجمن شبان الاحمدیین پشاور نے ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ احباب خان زادہ محمد دلاور خاں صاحب متعلم ایڈورڈ کالج پشاور سے منگوا کر تقسیم کریں۔

صادق کلمات بجواب ثنائی ہفوات	سید صادق حسین صاحب مختار کلکٹری اٹاوہ نے مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث کے رسالہ ہفوات کے جواب میں مکمل و مدلل مضمون تحریر فرمایا ہے۔ جسکو میر قاسم علی صاحب نے چھپوا کر شائع

کیا ہے۔ قابل مضمون نویس نے معترض کے اعتراضوں کا جواب اسی کی تصنیف کردہ کتب وغیرہ سے دیا ہے۔

سو صفحہ سے زائد کی کتاب قیمت صرف ۴ر رہے۔ اور میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "الحق" دہلی سے مل سکتی ہے۔

شائقین ریویو کے لئے ضروری اطلاع

بعض احباب ہم سے ریویو کے گذشتہ مضامین کے متعلق دریافت کرتے ہیں پس ہم تمام ناظرین کی اطلاع کیلئے ذیل میں ریویو کی گذشتہ جلدوں میں بعض ضروری مضامین کی فہرست درج کرتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

اُردو ریویو کی تمام گذشتہ جلدیں دفتر میگزین سے مل سکتی ہیں۔ جلد اول کی قیمت للعہ ہے کیونکہ اُسکے صرف چند مکمل نسخے باقی ہیں۔ اور دوسری جلدیں عہ/ فی جلد کے حساب سے۔ انگریزی ریویو کی بعض جلدیں ختم ہو گئی ہیں۔ جو موجود ہیں اُنکی قیمت دفتر میگزین سے بذریعہ

سنہ ۱۹۰۲ء

(۱) گناہ سے کیونکر نجات مل سکتی ہے

(۲) تثلیث اور توحید۔

(۳) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں

(۴) عصمت انبیاء علیہم السلام۔

(۵) ہستی باری تعالےٰ۔

(۶) صفات الٰہیہ۔

(۷) موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔

(۸) فارقلیط۔

(۹) روحوں کا انادی اور غیر مخلوق ہونا۔

(۱۰) دنیا میں زندگی کے مدعا کیا ہیں اور انکا حصول کس طرح ہوتا ہے

(۱۱) زندگی میں اور زندگی کے بعد عملی شریعت کا فعل کیا ہے۔

(۱۲) وحی کے منجانب اللہ ہونے کے نشان۔ (۱۳) تناسخ۔

(۱۴) یسوع کی عصمت کے متعلق انجیل کی تعلیم (۱۵) قرآن شریف اور انجیل کی تعلیم کا مقابلہ۔

(۱۶) قرآن شریف اور انجیل کی دعا کا مقابلہ۔

سنہ ۱۹۰۳ء

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں کیا تبدیلی کی۔

(۲) حضرت مسیح کا دس گم شدہ فرقوں کی طرف جانا (۳) باوا نانک صاحب کا چولہ (۴) قرآن شریف کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک دلیل۔

(۵) مسیح موعود کی لائف اور مشن۔ (۶) استغفار۔

(۷) تبدیل مذہب کی فلاسفی اور آریہ سماج۔ اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ۔

(۸) ضرورت قرآن۔

(۹) معرفت الٰہی کے ذرائع۔

(۱۰) عصمت انبیاء پر بحث

(۱۱) کیا سب مذاہب خدا کی طرف سے ہو سکتے ہیں؟

(۱۲) مسلمانوں کا اعتقاد دوزخ کے متعلق (۱۳) عیسائی مذہب پر ایک خاص ریویو۔

(۱۴) مسیح کی آمد ثانی۔
(۱۵) عیسائی مذہب کا زوال۔
(۱۶) تذکرۃ الشہادتین۔
(۱۷) حضرت عیسیٰ کی قبر۔

سنہ ۱۹۰۴ء

(۱) نماز کی حقیقت اور برکات
(۲) انسان کی کتاب۔
(۳) مسیح کی بے نظیری
(۴) اسلام کی حقیقت اور برکات (۵) سلسلہ احمدیہ کے کل تعلقات۔ (۶) احیائے موتی (۷) نجات کے لیے کس قسم کی قربانی کی ضرورت ہے (۸) حضرت مسیح کی قبر سری نگر میں (۹) بے عیب نبی اور زندہ نبی (۱۰) افغانوں اور کشمیریوں کی اصل (۱۱) یسوع کی صلیبی موت پر علمی نظر (۱۲) روح القدس۔ (۱۳) خدا کی ہستی۔ (۱۴) عیسوی مذہب کی اشاعت میں رکاوٹیں۔ (۱۵) وحی الٰہی کی ضرورت۔ (۱۶) لیکھرام کی موت اور ایک عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا۔ (۱۷) اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب کا مقابلہ (۱۸) کیا اصول اسلام حقیقی تہذیب کے موافق نہیں؟ (۱۹) مصلح کا پہلا فرض کیا ہونا چاہیئے؟ (۲۰) کیا ہم ایمان رکھتے ہیں؟ (۲۱) حضرت مسیح اور کرشن علیہما السلام (۲۲) قرآن کریم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ثبوت۔

سنہ ۱۹۰۵ء

(۱) پردہ (۲) عیسائیت کے فرقے مارمن کے اعتقادات۔ (۳) مسلم ریفارم کے نماز پر حملوں کا جواب (۴) کیا قرآن شریف تاریخ کے خلاف کہتا ہے؟ (۵) تعدد ازدواج (۶) یہودیوں اور عیسائیوں کا اتحاد۔ (۷) ایک عیسائی گورنمنٹ اور مسلمان (۸) کیا یسوع کی موت انشقاق القلب سے واقع ہوئی تھی؟ (۹) زلزلہ کا دھکا۔ (۱۰) النداء من وحی السماء (۱۱) مہذب ممالک کی عورتیں۔ (۱۲) طلاق (۱۳) برہمو سماج کی ناکامی (۱۴) غلامی۔ (۱۵) مذہب اسلام کے متعلق پادری سیل کے اعتراضات کا جواب (۱۶) انگلستان میں اخلاق اور مذہب کا جواب (۱۷) الدجال

سنہ ۱۹۰۶ء

(۱) سود (۲) انسانی نسل کشی اور حفاظت اولاد کا مقابلہ (۳) سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات اور عقائد۔ (۴) عیسائی مذہب میں ریوائول یا نئی زندگی (۵) حضرت مسیح موعود کے مختصر حالات۔ (۶) اسلامی قانون وراثت۔ (۷) آخرت کے متعلق دہریوں کے خیالات۔ (۸) الٰہی سلسلے اور ارتداد۔ (۹) عکس مکتوب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنام مقوقس شاہ مصر اور احادیث کی صداقت پر بے نظیر شہادت (۱۰) مذہب کے اہم اصول (۱۱) آریہ سماج کی موت (۱۲) اسلامی بنک کی تجویز۔

(۱۳) اسلامی اور مسیحی جنگوں کا مقابلہ
(۱۴) اشاعت اسلام۔
(۱۵) حقیقت کتاب اللہ والنبوۃ المحمدیہ۔
(۱۶) عیسائی مذہب کا انجام۔
(۱۷) شرقیوں اور غربیوں میں اخلاق کے مفہوم کا فرق۔

سنہ ۱۹۰۷ء

(۱) عملی تھیوصوفی۔
(۲) مسیحؑ کی آمد ثانی۔
(۳) التبیان فی تفسیر مقطعات القرآن
(۴) آخری زمانہ کا مصلح۔
(۵) قرآن کریم حفاظت اور جمع۔
(۶) ناسخ و منسوخ کی بحث۔
(۷) طاعون (۸) عیسائی مشنوں کے بد اثر۔
(۹) مذہبی بے چینی۔
(۱۰) پادری صاحبان کی تہذیب
(۱۱) عیسائی دین میں سلب امراض کے معجزات (۱۲) تجلی اور القاء شیطانی
(۱۳) بابی یا بہائی مذہب
(۱۴) مسلمان اور جہاد۔
(۱۵) عقیدہ مہدی میں مولوی محمد حسین بٹالوی کی دو رُخی
(۱۶) ہندوستان میں عیسائی مذہب پھیلانے کی نئی تجاویز۔

سنہ ۱۹۰۸ء

(۱) حضرت مسیحؑ کے بارہ میں قرآنی فیصلہ (۲) برنباس کی انجیل
(۳) بابی مذہب۔ (۴) آریہ سماج اور مذہبی کانفرنس (۵) اسلام
(۶) عذاب جہنم غیر منقطع نہیں
(۷) مذہب اسلام کے متعلق ایک دہریہ کے خیالات
(۸) اسلامی تعلیم کی خوبی۔
(۹) ہندوستان میں مرتدین کے احکام
(۱۰) حیات الانبیاء فی وفات الانبیاء
(۱۱) حضرت مسیح موعودؑ۔
(۱۲) حضرت مسیح موعودؑ کے وصال پر چند نوٹ۔
(۱۳) مہدی آخر زمان

سنہ ۱۹۰۹ء

(۱) مذہبی فرقوں کا تباغض و تحاسد اور محکمہ تفتیش پر ایک سرسری نظر۔ (۲) خونی مہدی
(۳) تاریخی یسوع اور خیالی مسیح۔
(۴) عیسائیت اور دوسرے مذاہب
(۵) سکھ مذہب کا تعلق اسلام سے
(۶) ہندوستان میں دہریت۔
(۷) صلیب کے صحیح واقعات۔
(۸) تناسخ۔ (۹) انسانی روح کے متعلق ویدک فلاسفی۔
(۱۰) اسلام کی تعلیم جو سلسلہ احمدیہ پیش کرتا ہے۔
(۱۱) آریہ سماج کے اندرونی اور بیرونی جھگڑے۔
(۱۲) زلزلہ اور عار۔
(۱۳) اشاعت اسلام۔
(۱۴) اظہار حق۔
(۱۵) اسلام کی اخلاقی طاقت۔
(۱۶) آریہ سماج کے اصول۔
(۱۷) وید

سنہ ۱۹۱۰ء

(۱) آریہ سماج دوسرے مذاہب کو کس نظر سے دیکھتی ہے
(۲) ینابیع الاسلام پر ریویو۔
(۳) اشاعت اسلام۔
(۴) اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں
(۵) قرآن مجید پر ڈاکٹر کرل کم

کے حملے کا جواب۔

(۶) واقعہ صلیب کے متعلق ایک محقق امریکن کی رائے

(۷) الوہیت مسیح کے برخلاف آسمانی کتب کی شہادت

(۸) گوتم بدھ کی ہڈیاں اور حضرت مسیح ناصری کی قبر۔

(۹) انبیاء عالم۔

(۱۰) ایک جھوٹے بابی مدعی کی پردہ دری۔

(۱۱) ایک نشان

سنہ ۱۹۱۱ء

(۱) اسلام (خواجہ کمال الدین صاحب)

(۲) ابطال کفارہ۔

(۳) قرآن مجید کے الہامی ہونے پر بائبل کی شہادت

(۴) حقیقی سکھ کی راہ۔

(۵) دانیال نبی کی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی۔

(۶) ایک بدھ اڈیٹر اور اسلام۔

(۷) خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء

(۸) مسیحی معجزات۔

(۹) اسلام کے اصول۔

(۱۰) طریق وصول الی اللہ

(۱۱) نماز جمعہ کی ادائگی کے لیئے میموریل۔

سنہ ۱۹۱۲ء

(۱) اسلام اور علوم جدیدہ۔

(۲) حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی ایک شہادت۔

(۳) اسلام میں عورت کیا حیثیت رکھتی ہے۔

(۴) حضرت مریم صدیقہ کا دردِ زہ اور مسیحی مذہب کا بطلان۔

(۵) کیا احکام قرآنی دربارہ جہاد منسوخ شدہ ہیں۔

(۷) الکتاب۔ (یعنی قرآن شریف کے کامل ہونے اور اسکی ترتیب اور اسکے بعض معجزات اور دیگر امور متعلقہ پر دلچسپ بحث

(۸) مسیحیوں کا آنیوالا مسیح۔

(۹) مسیح موعود کا ایک نشان۔

(۱۰) کتب خانہ اسکندریہ کے جلایا جانیکے متعلق ایک محققانہ بحث۔

(۱۱) مسیحیت کی اشاعت آگ اور تلوار کے ذریعہ۔

(۱۲) ملک ہند میں روحانی فتوحات

(۱۳) مسیحیت اور غلامی۔

(۱۴) ہندو مذہب کی تعریف کرنا محال ہے۔

(۱۵) مسیحی واعظ انجیل پر عمل کرنے سے عاجز ہیں۔

جو احباب مختلف پرچے خریدیں انہیں اردو ریویو ۳ر فی پرچہ کے حساب سے اور انگریزی ریویو ۶ر فی پرچہ کے حساب سے دیا جائیگا

تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین۔ قادیان۔ پنجاب آنی چاہیئیں۔

بقایا صیغہ جات بکم اگست

	پائی	آنہ	روپے
تعلیم	۶	۱	۵۷۵۷
اشاعت	۰	۱۲	۵۰۱
تعمیر	۸	۲	۳۴۷۴
یتامے	۰	۸	۴۷۵
زکوۃ	۳	۲	۳۱۲۵
امانت بیرونی	۹	۱۲	۱۴۱۳
" اندرونی	۰	۵	۵۲۷
مساکین	۵	۵	۷۷۱
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۲
میزان	۱	۴	۱۹۹۵۸
منہا کردہ فاضل	۴	۱۴	۷۹۰۰
باقی	۹	۵	۱۲۰۵۷
منہا کردہ پیشگی	۹	۷	۱۱۴۸۶
باقی نقد زد امین	۰	۱۴	۵۷۰
تفصیل فاضل			
مدرسہ احمدیہ	۹	۵	۱۱۸۶
متفرقات	۲	۱۵	۴۱۴
مقبرہ	۲	۱۳	۱۴۰۹
بورڈنگ ہائی	۷	۹	۵۹۳
" احمدیہ	۹	۹	۱۳۲
بیت المال	۱۱	۸	۴۱۶۴
میزان فاضل	۴	۱۴	۷۹۰۰
تفصیل پیشگی صیغہ جات			
اشاعت	۰	۰	۳۰۰
بیت المال	۰	۰	۳۸۱
متفرقات	۶	۷	۱۰۴۱
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۳۵
تعلیم	۰	۰	۲۳۲۸
تعمیر	۳	۰	۶۳۱۰
مقبرہ	۰	۰	۴۹۱
میزان پیشگی	۹	۷	۱۱۴۸۶

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
ناظر

بقایا مہینہ ہائے یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۳ء

تعلیم	۳	۶	۵۲۶۴
اشاعت	۴	۹	۲۶۳
زکوٰۃ	۱۱	۱۵	۳۲۲۷
تعمیر	۵	۱۱	۴۳۳۱
یتامےٰ	۸	۱۴	۵۰۹
مساکین	۱۱	۱۲	۷۷۲
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۴
امانت بیرونی	۹	۱۲	۱۶۱۵
" اندرونی	۰	۷	۴۸۸
بورڈران احمدیہ	۶	۱۱	۹۷
میزان	۳	۸	۲۰۴۶۴
منہا کردہ فاضل	۱	۱۵	۸۰۳۲
باقی	۲	۹	۱۲۴۳۱
منہا کردہ پیشگی	۳	۳	۱۰۱۶۲
نقد باقی نزد امین	۱۱	۵	۲۲۶۹
تفصیل فاضل متفرقات	۱۰	۱	۱۲۶۲
بیت المال	۳	۶	۳۷۶۱
مقبرہ	۴	۱۱	۱۴۲۷
مدرسہ احمدیہ	۳	۱۴	۱۵۴۳
بورڈران ہائی	۷	۱۳	۳۸
میزان فاضل	۱	۱۵	۸۰۳۲
تفصیل پیشگی اشاعت	۰	۰	۳۰۰
بیت المال	۰	۰	۳۷۵
متفرقات	۰	۰	۴۸۶
مدرسہ احمدیہ	۰	۳	۴۳۶
تعلیم	۰	۰	۱۸۷۱
تعمیر	۳	۰	۶۳۱۰
مقبرہ	۰	۰	۳۸۴
میزان پیشگی	۳	۳	۱۰۱۶۲

خلیفہ رشید الدین
محاسب

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا۔ یہ تقطیع بھی نہایت موزوں ہے اس کتاب میں حضرت اقدس نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔ (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب۔ (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں۔ (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسائل۔ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۵؍

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو ولایت سے چھپ کر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت ۸؍

قصائد احمدیہ من الامام حجۃ الاسلام

حضرت اقدس کی اردو اور فارسی نظمیں تو پہلے الگ شائع ہو چکی ہیں مگر اب تک آپ کے عربی قصائد الگ رسالہ کی شکل میں شائع نہیں ہوئے تھے اب عربی قصائد بھی جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع کیے گئے ہیں یہ قصائد نہ صرف معارف و اسرار سے لبریز ہیں بلکہ عربی سیکھنے کا بھی ایک اعلیٰ ذریعہ ہیں

یہ کتاب ۱۵۸ صفحہ پر ختم ہوتی ہے قیمت صرف ۱۰؍

پارہ الٓمٓ مترجم :- ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح قیمت ۳؍

رسالہ اسلام بزبان انگریزی

مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ اس رسالہ میں اصول اسلام کو نہایت احسن پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی قبولیت اور تعریف کیلئے صرف مولوی صاحب کا نام ہی کافی شہادت ہے۔ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں اس رسالہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱؍ محصول ڈاک ۲؍

درخواستیں بنام منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

اطلاع :- خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرما دیں ؎

یہ کیا؟ اِس کا نصف صفحہ کیوں خالی ہے؟

رہنے دیجیئے اس میں کیا ہے۔

سبب ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بچوں سے ضعیف تک کے لیئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس مختلف امراض کی ان ادویات کی پوری فہرست اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے۔

اسکے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہیں ہو سکتا۔

کیا ایک فہرست آپکی خدمت میں روانہ کر سکتا ہوں۔

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر میں مل سکتی ہیں۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۱۶ تاراچند دت

اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

چندہ سالانہ [illegible]

عام طالبان کے لئے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور [illegible] سے ۲۰ - اکتوبر ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مسیحیت کا شہتیر ٹوٹ گیا

مسیحیت کا شہتیر وہ صلیب کی لکڑی ہے جس پر حضرت مسیح کو لٹکایا گیا تھا مسیحی مذہب کا سارا دار و مدار اسی کمزور لکڑی پر ہے کیونکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ مریم کا بیٹا یسوع۔ خدا کا بیٹا اور خدا تھا۔ اُس کے دل میں گنہگاروں کے لیئے رحم نے جوش مارا مگر خدا باپ کا انصاف اس بات کا مقتضی تھا کہ گناہ گار کو سزا دیجائے۔ اِس مشکل کو بیٹے نے اس طرح حل کیا کہ وہ خود اِس بات پر تیار ہوگیا کہ کُل بنی نوع انسان کے گناہوں کی سزا خود بھگتے اور گناہ گاروں کو سزا سے نجات ملجائے۔ اس طرح خدا باپ کا انصاف بھی پورا ہوگیا۔ اور خدا بیٹے کا رحم بھی پورا ہوگیا۔ یعنی خدا باپنے گناہوں کی سزا بھی دیدی اور بنی آدم گناہوں کی سزا سے بچ بھی گئے۔ خدا بیٹے نے اس سزا کو اس طرح اپنے پر اٹھایا کہ وہ انسان بنکر زمین پر اُترا۔ یہودیوں کے درمیان مسیح اور خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے اُسکو جھوٹا سمجھ کر پکڑا اور صلیب پر کھینچ کر اُس کو مار ڈالا اور تورات کے رو سے صلیبی موت لعنتی موت ہے۔ اسلیئے اُس نے نوع انسان کے گناہوں کی سزا میں صلیبی موت کی لعنت کو قبول کیا اور تین دن دوزخ میں رہا۔ تیسرے دن سزا بھگتنے کے بعد وہ پھر اپنی خدائی طاقت سے پھر زندہ ہوگیا۔ اسلیئے جو شخص اُسکے صلیب پر مرنے اور بنی آدم کی طرف سے اپنے نفس کی قربانی ادا کرنے پر ایمان لاتا ہے وہ گناہوں کی سزا سے بچایا گیا کیونکہ خدا بیٹا خود اُسکی طرف سے قربان ہوکر سزا بھگت چکا ہے۔ یہ ہے مسیحی مذہب کا خلاصہ۔ اور یہی عقیدہ ہے جو مسیحیوں میں کفارہ کے نام سے

مشہور ہے۔ غرض مسیحیوں کے سارے مذہب کا انحصار اسی امر پر ہے کہ خدا بیٹے نے صلیب کی لعنتی لکڑی پر نوع انسان کے لیئے اپنی جان قربان کر دی اور انکے گناہوں کی سزا کو اپنے سر پر اُٹھا لیا۔ پس یہی صلیب کی لکڑی مسیحی مذہب کا شہتیر ہے۔ اسلیئے قرآن شریف نے ما قتلوہ وما صلبوہ کہکر مسیحی مذہب کی ساری عمارت کو گرا دیا ہے۔ یعنی یہودیوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ صلیب کے ذریعے اُس کی موت واقع ہوئی۔ اور چونکہ اس صلیب پر مسیحیت کا سارا انحصار تھا اس لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب آنیوالے مسیح کی خبر دی تو اُس کی نسبت یہی فرمایا یکسر الصلیب کہ مسلمانوں کا امام مسیح موعودؑ۔ مسیحیت کی بیخکنی کریگا اور وہ بیخکنی اس طرح پر واقع ہوگی کہ وہ صلیب کے عقیدہ پر ایسا وار کریگا کہ اُسکو پاش پاش کر دیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مسیح موعودؑ مسیحیت کی تردید کریگا بلکہ فرمایا کہ وہ صلیب کو توڑے گا۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ اُس کا حملہ صلیبی عقیدہ پر ہوگا جو مسیحیت کا بُنیادی عقیدہ ہے۔ اور صلیب کے ٹوٹنے سے مسیحی مذہب کی موت واقع ہوگی۔ آپ نے یکسر الصلیب فرما کر وہ طریق بتلا دیا جس کے ذریعہ مسیح موعودؑ نے مسیحی مذہب کو جڑھ سے اُکھیڑنا تھا۔ یعنی مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر مسیحیت کی موت واقع ہوگی اور وہ اس طرح ہوگی کہ وہ صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کر دیگا اور چونکہ یہی عقیدہ مسیحی مذہب کی بنیاد ہے اسلیئے اس بنیاد کے گرنے سے مسیحیت کی ساری عمارت زمین سے پیوست ہو جائیگی۔ چنانچہ اِس پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ نے اپنے حملہ کے لیئے صلیب کو ہی منتخب کیا۔ اور اُسے پاش پاش کر دیا مسیحیوں کا سارا فخر یہ تھا کہ خدا بیٹا صلیب پر مرگیا۔ آپ نے قرآن شریف سے رہنمائی حاصل کرکے خود اناجیل مروجہ کے ذریعہ یہ امر روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ مسیحؑ نے صلیب پر جان نہیں دی بلکہ زندہ اُترا اور پھر زندہ ہی قبر سے نکلا اور اپنے شاگردوں سے ملاقات کی۔ کھانا کھایا زخم دکھائے اور پھر افغانستان اور کشمیر کی طرف ہجرت کی جہاں بنی اسرائیل کے باقی فرقے آباد تھے آخر سری نگر میں وفات پائی[ٹ] اور اب تک آپ کی قبر محلہ خانیار میں محفوظ چلی آتی ہے جو نبی صاحب اور عیسیٰ صاحب کی قبر کے نام سے مشہور ہے مسیحیوں نے لاجواب ہوکر یہی جواب دیا کہ یہ عقیدہ کروڑوں انسانوں کے عقیدہ کے برخلاف ہے اسلیئے قابل پذیرائی نہیں

ٹ یوز آسف کے حالات میں لکھا ہے کہ "وہ آخر کشمیر پہنچا اور مرنے سے پہلے اس نے اپنا سر مغرب کیطرف کیا اور پاؤں مشرق کیطرف"۔ بنی اسرائیل میں یہ رسم ہے کہ وہ اپنے مُردوں کے سر مغرب کیطرف کرتے ہیں اور پاؤں مشرق کیطرف۔ یہ امر بھی ہماری تحقیقات کا مؤید ہے (کتاب بے لام و یوزاسف صفحہ و ص)

اور افسوس ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے بھی اس انکشاف عظیم کی کماحقہ قدردانی نہ کی مگر حق آخر غالب آتا ہے اور سچائی دنیا پر ظاہر ہونے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگرچہ پادری صاحبان نے اس انکشاف میں اپنے مذہب کی موت دیکھکر اپنی آنکھوں کو عمداً بند کر دیا اور اُس سورج کی طرف دیکھنا پسند نہ کیا جس نے مشرق سے طلوع کیا تھا اور اس طرح اپنے دل کو تسلی دی کہ چونکہ ہم نے اپنی آنکھوں کو میچ لیا ہے اسلیئے گویا سورج موجود ہی نہیں مگر کب تک آنکھوں کا میچنا مفید ہوگا۔ آخر سورج کی گرمی اُنکے بدنوں کو تپائیگی اور اُنہیں ماننا پڑیگا کہ واقعی سورج چڑھ آیا اور ہم نے جو اپنی آنکھوں کو میچکر ایک بناوٹی رات بنا رکھی تھی وہ ہماری ایک بیہودہ کوشش تھی۔ مشرق میں تو پادریصاحبان اس انکشاف سے روگردانی کرکے یہ چاہتے ہیں کہ یہ خبر دنیا میں شہرت حاصل نہ کرے مگر خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ مغرب میں کئی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس سچائی کی قدر کی ہے اور اُن میں سے بعض نے ہمیں لکھا ہے کہ جو کچھ تم نے مسیح کے صلیب سے بچنے اور اُس سے بعد کے واقعات کے متعلق لکھا ہے یہ ایک سچائی ہے جسکو ہر ایک انصاف پسند انسان قبول کریگا اور یہ اس قابل ہے کہ اسکو ایک پمفلٹ کی شکل میں چھاپ کر دنیا کے کل حصوں میں شائع کیا جاوے۔ دنیا کو اس سچائی کی اسوقت سخت ضرورت ہے۔ اب عام طور پر بعض اخبارات میں بھی مسیح کے صلیب سے بچنے کے متعلق بعینہٖ وہی رائے ظاہر کی جارہی ہے جو ہماری تحقیقات ہے۔ ذیل میں ہم شہر نیویارک (امریکہ) کے اخبار ٹروتھ سیکر مورخہ ۲۳۔ اگست ۱۹۱۳ء میں سے ایک صاحب مارشل جے گاون کے مضمون کا اقتباس نقل کرتے ہیں جو ہماری تحقیقات کے ساتھ ایسی کلّی مطابقت رکھتا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ گمان گذرتا ہے کہ یہ کسی احمدی کی تحریر ہے وہ لکھتا ہے:۔

"مسیحیت کا کونے کا پتھر مسیح کے جی اُٹھنے کا مسئلہ ہے۔ اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ مسیح مردوں سے جی نہیں اُٹھا تو مسیحیت خاک سے ملجاتی ہے۔ لیکن اس بات کے ثبوت میں کہ مسیح واقعی مرنے کے بعد پھر زندہ ہوگیا ذرہ بھی شہادت موجود نہیں۔ کیونکہ اسکے ثابت کرنے کے لیئے پہلے یہ امر ثابت کرنا ضروری ہے کہ واقعی وہ صلیب پر

مر چکا تھا۔ لیکن اُس کا صلیب پر مرنا ہرگز ثابت نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ غشی کی حالت میں ہو گیا تھا۔ اور اُس کو ایک ہوادار قبر میں زندہ مگر بے ہوشی کی حالت میں داخل کیا گیا۔ اگر وہ درحقیقت قبر میں داخل کیا جانے کے بعد اپنے شاگردوں سے ملا تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس سے پہلے مر چکا تھا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرا ہی نہیں تھا۔ اگر اس سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا تو پھر دنیا میں کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو آج پھانسی دی گئی ہے اور کل وہ اپنے دوستوں کے ساتھ میل ملاپ کرتا ہوا دیکھا جاتا ہے تو وہ کونسا مسیحی ہے جو یہ یقین کرے گا کہ وہ شخص درحقیقت مر گیا تھا؟ جہاں تک انسانی عقل کام دے سکتی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جس چیز میں جان موجود ہو اُس پر ابھی موت وارد نہیں ہوتی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسیح اُس جسم کے ساتھ جو گوشت و پوست سے بنا ہوا تھا اور جس پر میخوں کے نشان موجود تھے پھر جی اٹھا اور جی اُٹھنے کے بعد اُس نے شہد بھی کھایا اور مچھلی بھی کھائی اور ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ اس جسم کے ساتھ جو مادّی اور انسانی جسم تھا مسیح آسمان پر چڑھ گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ آسمان کس جگہ پر واقع ہے جس کی طرف مسیح کا صعود ہوا۔ سب سے قریب ستارہ الفا سنٹوری زمین سے ۲۰ نیلم[1] میل کے فاصلہ پر واقع ہے کیا مسیح ایک انسانی جسم کے ساتھ اتنی دُور چلا گیا۔ ستاروں کے درمیان جو جگہ واقع ہے وہ ایسی سخت سرد ہے کہ اُس کے مقابل میں تیز آگ کے شعلوں سے بھی زیادہ گرم ہے۔ ایسی قاتل سردی میں مسیح کس طرح اپنے تئیں گرم رکھ سکا اگر صلیب کے ذریعہ وہ موت تک نہ پہنچ سکتا تھا تو کیا ایسی سردی میں وہ منجمد نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ اس لمبے سفر میں اُس نے خوراک کس طرح مہیا کی؟ اور آخر اپنے انسانی جسم کو کیا کیا؟ کیا کسی نے اُسکو آسمان پر چڑھتے ہوئے دیکھا بھی تھا؟ اس قسم کی چڑھائی کے لئے ضروری تھا کم از کم اُس کی کوئی شہادت موجود ہوتی۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ آیا کوئی شہادت موجود ہے۔ متی نے تو مسیح کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اسی طرح یوحنا نے بھی اس واقعہ کا کوئی حال بیان نہیں کیا۔ مرقس کی وہ

[1] نیلم: ۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میل

ورس جس میں آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے اسکی نسبت یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ جعلی ہے۔ لوقا صرف ایک ورس میں اس کا ذکر کرتا ہے مگر وہ رویت کا گواہ نہیں ہے۔ اس واقعہ کی نسبت کسی ایسے آدمی نے جو اُسوقت موجود تھا۔ ایک لفظ بھی اپنے مُنہ سے نہیں نکالا۔ مسیحیت ایک ایسی عمارت ہے جسکی بنیاد سُنی سنائی اور فرضی باتوں اور دھوکہ پر ہے۔"

یہودیوں میں جو قربانیوں کا رواج تھا اُس کا ذکر کرنے کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں:-

"ابتدائی صدیوں کے مسیحیوں میں قربانی کے مسئلہ نے ایک نیا رنگ اختیار کیا مسیح ایک ایسا برّہ ٹھہرا جو قربان کیا گیا۔ اُس کا خون تمام بنی آدم کے لیئے کفارہ ہو گیا۔ اسلیئے اب زیادہ خون بہانے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ خدا (باپ) کی غرض پوری ہو چکی ہے۔ اُس نے بے گناہ مسیح کی موت کو گناہ گار دنیا کے گناہوں کے بدلے میں قبول کر لیا ہے۔ مسیح کی موت کے بعد جو بے گناہ تھا خدا نے نہایت ہی کمینہ گناہ گار پر مہربانی کے ساتھ نظر کی۔ ایک دنیا جو ہلاکت کی سزاوار تھی بچ گئی کیونکہ ایسا شخص جو کسی سزا کا سزاوار نہ تھا قتل کیا گیا۔ یہ ہے مسیحیوں کا مسئلہ کفارہ کیا یہ کفارہ انصاف پر مبنی ہے۔ اور کیا یہ درست ہے؟ کیا وجہ ہے کہ خدا نیکوں کو سزا دے اور بدوں کو انعام۔ مسیحی بزرگ اسکی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ضروری تھا کہ خدا کا انصاف پورا ہو۔ مگر سوال یہ ہے کہ بے گناہ کی موت خدا کے انصاف کو کسطرح پورا کر سکتی ہے۔ اگر یہ ضروری تھا کہ دنیا کو سزا دیجائے تو انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جو سزا کا مستحق ہے اُسکو سزا دیجاوے۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ مجرم کو چھوڑ دیا جاوے اور اُسکے بدلے میں ایک بے گناہ کو سزا دیجاوے۔ ایک بے گناہ انسان کو دوسروں کے گناہوں کی سزا میں قتل کرنا سخت بے انصافی ہے۔ خدا کا انصاف بے انصافی کے ذریعہ کسطرح پورا ہو سکتا تھا۔ اور انصاف اور بے انصافی میں تطبیق کرنے کے لیئے اور بھی زیادہ بے انصافی کرنیکی کیوں ضرورت پیش آئی؟"

"اگر مسیح کے قاتل صلیب دینے سے پہلے مجرم تھے تو کیا جب تک وہ اور جرم نہ کر لیتے خدا اُنکو معاف نہ کر سکتا تھا۔ کیا خدا اُسی وقت گناہ معاف کرنیکے قابل ہو سکتا تھا جب کہ ایک اور جرم کا ارتکاب کیا جاتا۔ یعنی یہودی مسیح کے قتل کے مرتکب ہوتے۔ کیا جرموں کی معافی کے لیئے جُرم کا ارتکاب لازمی تھا۔ کیا جبتک یہودی مسیح کے قتل کے جرم کا ارتکاب نہ کر لیتے دنیا کے گناہ معاف نہ ہو سکتے تھے؟ ایسے عقیدہ کو کس طرح انصاف پر مبنی کہا جا سکتا ہے جسکے رو سے بے گناہوں کو سزا ملے اور مجرموں کو انعام۔ مسٹر جونز ایک انسان کو قتل کرتا ہے۔ اور قانون اُسکو بری کرتا ہے۔ اور جونز کے جرم کے بدلے میں حکام مسٹر سمتھ کو پھانسی پر چڑھاتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مسیحیت کے رُو سے خدا نے مسیح سے قربانی طلب کی۔ اور یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح خدا تھا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ قربانی بھی خدا کے ہی آگے کی گئی۔ پس کفارہ کے مسئلہ کے رو سے خدا نے اپنے انصاف کو پورا کرنیکے لیئے اپنے ہی آگے اپنی ہی قربانی کی۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی غیر معقول بات وہم میں آسکتی ہے۔ اور یہ سب کچھ دنیا کو ایک ایسے دوزخ کی آگ سے بچانیکے لیئے کیا گیا جو خود خدا نے ہی بنایا تھا۔ اب غور کرو۔ کیا یہ عقیدہ رکھنا کوئی عقلمندی ہے کہ خدا نے خود ہی پہلے دوزخ بنایا اور پھر دنیا کو اُس سے نجات دینے کے لیئے اپنے آپ پر موت وارد کر لی۔ کیا ایسا غیر معقول فعل خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے؟ اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ اسقدر کارروائی کے بعد بھی دنیا نے نجات حاصل نہیں کی۔ صرف وہی لوگ نجات پا سکتے ہیں جو اس قسم کے کفارہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ اس عقیدہ کو انسانی عقل و فطرت کے مخالف پا کر ترک کر دیتے ہیں اُنکے لیئے ایک ایسا عذاب تجویز کیا گیا ہے جو ابدالآباد تک رہے گا اور کبھی بھی اُس کا خاتمہ نہ ہو گا کیا اپنی فطرت کے مطابق ایمان رکھنا اور خلاف فطرت باتوں کو ترک کرنا بھی کوئی جرم ہے"

"صدہا سال تک مذہب کی وجہ سے دنیا کو طرح طرح کے خوفناک عذابوں میں ڈالا گیا۔

اور مذہب کی خاطر دیوانہ وار جنگ وجدال کا بازار گرم رکھا گیا۔ غور کرو۔ لاکھوں آدمیوں کے گھر تباہ کیئے گئے اور لاکھوں چہرے خون کے آنسوؤں سے آلودہ کیئے گئے غرض مسیحیت نے زمین پر ہی دنیا کو جہنم کا مزہ چکھا دیا مگر وہ اس زمین کو جہنم بنا کر بھی ابھی خوش نہیں ہوئی اور وہ پیشگوئی کرتی ہے کہ آنیوالے عالم میں بھی دنیا کے لیئے ایک غیر منقطع عذاب انتظار کر رہا ہے" داسلیئے کہ دنیا نے مسیح کے کفّارہ کو خلاف فطرت اور خلاف عقل پاکر اسپر ایمان لانے سے انکار کیا ہے۔ ایڈیٹر)

"مسیحیت میں کچھ خرابی ضرور ہے اور وہ خرابی صرف یہی ہے کہ یہ سچّا مذہب نہیں۔ اسکا تثلیث فی التوحید کا عقیدہ نادان مُلّاؤں کی ایجاد ہے۔ اسکے اصول خدا سے اُسکی خدائی صفات چھین کر اُسکو ایک بے رحم ظالم کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اسکے عقاید مشرقی قصّے ہیں جو یہودی قوم کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ایک پُرانی چادر کی طرح بیکار ہو چکے تھے۔ اس کا مسئلہ کفارہ لغویت اور بے انصافی کا نچوڑ ہے۔ مسیح کا جی اُٹھنا اور آسمانوں پر چڑھ جانا۔ اس قسم کے افسانے پہلے ہی مشرقی قوموں میں عام طور پر مروّج اور مشہور تھے۔ آخرت میں غیر منقطع عذاب کا عقیدہ بچارے حد سے زیادہ جوشیلے مسیحیوں کا ایک خواب ہے۔ اگر مسیح اس دنیا میں گذرا ہے تو وہ صرف ایک بشر تھا۔ اگر وہ بشر نہ تھا تو پھر مسیح ایک خیالی وجود کا نام ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ موجودہ مسیحی مذہب جھگڑالو مُلّاؤں کے دماغوں سے پیدا ہُوا۔ اور اسکا غلبہ دنیا کے لیئے ایک مصیبت ثابت ہُوا۔ اگر اب دنیا دانائی اور رحمدلی اور اخلاق میں ترقی کر رہی ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ مسیحیت اسکے دماغ سے مٹ رہی ہے"

جو شخص مسٹر گاڈن صاحب کی مندرجہ بالا تحریر کو انصاف کی نظر سے دیکھے گا وہ ضرور یہ اقرار کریگا کہ صاحب موصوف نے مسیح کے صلیب سے زندہ بچنے اور مسئلہ کفّارہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ایسا معقول ہے کہ کسی مسیحی میں یہ طاقت نہیں کہ اسکی تردید کر سکے۔ اس نے صلیب کے واقعہ اور مسئلہ کفّارہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ ہو بہو وہی ہے جسکی سلسلہ احمدیہ خدا کے مسیحؑ کی بتائی ہوئی راہ پر قدم مار کر تبلیغ کر رہا ہے۔ نیک دل لوگ اس تعلیم کو خوشی کے ساتھ لبّیک کہ رہے ہیں اور صحیح الفطرت انسان اسکو خندہ پیشانی

کے ساتھ قبول کر رہے ہیں - اور خدائے تعالیٰ کے فرشتے دُور دراز ملکوں میں سعید روحوں کے اندر تحریک کر رہے اور اُن کو سلسلہ احمدیہ کی تعلیم کے قبول کرنے کے لیئے مستعد کر رہے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ حق ظاہر ہو اور باطل کا بطلان دنیا پر کھل جائے - پادری صاحبان ہزار کوشش کریں اب روئے زمین پر حق کی طرف ایک ایسی رَو چلنی شروع ہو گئی ہے کہ کوئی انسانی کوشش اُسکو روک نہیں سکتی - پادری صاحبان تو گھر سے نکلکر بیرونی دنیا کو مسیحیت کی طرف لانے کے لیئے طرح طرح کے حیلے اور رنگ برنگ کی کوششیں کر رہے ہیں مگر ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ گھر میں مسیحیت کا کیا حال ہو رہا ہے - کس طرح خود مسیحی دنیا اب مسیحیت سے متنفّر ہو رہی ہے اور عقلمند لوگ کس طرح کے زبردست حملے مسیحیت پر کر رہے ہیں جنکے آگے ہرگز مسیحیت ٹھہر نہیں سکتی - اب پادری صاحبان کو چاہیئے کہ غیر ملکوں کی فکر چھوڑ کر اپنے گھر کی خبر لیں کہ خود اُنکے گھر میں آگ لگ گئی ہے پہلے اپنے گھر کو بچائیں پھر غیروں کو نجات کی طرف بلائیں - کیا جن مسیحی ممالک میں مسٹر گاون جیسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں وہاں مسیحیت کو مدّت تک بقا حاصل رہ سکتا ہے - ہرگز نہیں - سچائی کے حملے بہت زبردست ہوتے ہیں - اور حق کا ایک ہی دھکّا باطل کو بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیتا ہے - سچّائی ایک آن میں سعید فطرتوں پر ایک برقی اثر پیدا کرتی ہے اور باطل کی سالہا سال کی ظلمت کو ایک لمحہ میں دُور کر دیتی ہے - ہم خدا کے فضل سے اُمید کرتے ہیں کہ جو لوگ محض حق پسندی کی خاطر اپنے آبائی مذہب سے سخت متنفّر ہو رہے ہیں - جب یہ لوگ اسلام کی سچّائی سے آگاہ ہونگے تو پیاسوں کی طرح اسکی طرف دوڑیں گے اور ایسے شوق اور ایسی محبت کے ساتھ اسکو گلے لگائیں گے جس طرح ایک انسان ایک ایسے عزیز کو گلے لگاتا ہے جو سالہا سال سے مفقود الخبر ہو یہانتک کہ اُس کی زندگی سے بھی لوگ مایوس ہو چکے ہوں اور آخر وہ اچانک اپنے گھر میں آموجود ہو ؎

مسیحی کلیسیا کی راہ میں مشکلات

مرقومہ جے۔ پارکنسن

(شہر بلفاسٹ - ملک آئرلینڈ)

بعض لوگ یہ سُنکر تعجب کرینگے کہیں! مسیحی کلیسیا اور مشکلات؟ مسیحی کلیسیا تو ایک ایسے مسیح کی پیروی کا دعویٰ کرتی ہے جو خدا اور خدا کا بیٹا تھا اور اس کا سارا دارومدار الہام الٰہی پر ہے۔ پھر وہ کونسے مشکلات ہیں جن کا مسیحی کلیسیا کو سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ تو بالکل ناممکن ہے۔ مسیح کلیسیا میں تو روح القدس کام کر رہا ہے اور خدا کا فضل اسکے ساتھ ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسکی راہ میں کوئی ایسے مشکلات واقع ہوں جن کا دور کرنا اسکے لیئے مشکل ہو؟

مگر خواہ کچھ ہی ہو۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مسیحی کلیسیا کی راہ میں ایسے سخت مشکلات آگئے ہیں جن سے خود کلیسیا کی زندگی معرض خطر میں ہوگئی ہے۔ مسیحیت کے لیئے یہ زمانہ ایک نہایت ہی نازک زمانہ ہے اور یہ مشکلات آج ہی پیدا نہیں ہوئے بلکہ انکا آغاز ایک مدت پہلے ہوچکا تھا۔ یہ مشکلات رفتار زمانہ کے سبب پیدا ہوگئے ہیں۔ انسان ترقی کر رہا ہے اور علم و ہنر عروج پر ہے۔ تعلیم پھیل رہی ہے۔ روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ لوگوں کی عقل اور فطرت جاگ اُٹھی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسیحیت مشکلات میں پڑ گئی ہے اور یہ مشکلات اب ایک ایسے نکتہ تک پُہنچ گئے ہیں کہ مسیحیت اب زیادہ دیر تک اُنکو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

اب لوگ تعلیم کی اُس حد تک پُہنچ گئے ہیں کہ مسیحی کلیسیا کے مسائل اُنکی نظروں میں قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ لوگوں نے مسیحیت کے عقائد سے روگردانی اختیار کرلی ہے اور اُنکے دلوں میں ان عقائد کی نسبت نفرت اور حقارت پیدا ہوگئی ہے۔ اور جب ان لوگوں کے سامنے مسیحی اصول کا ذکر ہوتا ہے تو وہ

انپر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ اگر ایک شخص اپنے باپ کے مذہب پر اور اُس مذہب پر جسپر خود پہلے کاربند رہ چکا ہے ہنسی اُڑائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اب وہ اُس کو ہمیشہ کے لیئے خیرباد کہہ چکا ہے۔

گرجاؤں کے پادریوں کا اب قوم پر کوئی اثر نہیں۔ اور نہ اور۔ خود گرجاؤں میں جانیوالے لوگوں پر بھی اُن کا کوئی اثر نہیں۔ لوگ اپنے روحانی رہنماؤں کی بات کو بھی بغیر رد و کد کے قبول کرنے کے لیئے تیار نہیں ہیں۔ جب پادری لوگ گرجا کی پلیٹ فارم پر کھڑے ہوکر موروثی گناہ۔ کفارہ۔ خدا کے تجسّم۔ اور مسیح کے مردوں سے جی اُٹھنے کا ذکر کرتے ہیں۔ تو لوگ ان باتوں کو سُنکر مسکراتے ہیں۔ آجکل کوئی ثقہ آدمی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ انسان کی نجات کے سلسلہ میں مسیح کے خون کو بھی کچھ دخل ہے۔ یہ خیال کہ خدا کا بیٹا مصلوب ہُوا۔ اب مدرسوں کے طلباء بھی اسے بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔

تعلیم کا ایک نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ عام لوگ بھی اس امر سے آگاہ ہوگئے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں مسیحی کلیسیا ہمیشہ کُبرا یعنی بڑے لوگوں کی طرفدار رہی ہے اور اُس نے ہمیشہ ترقی کی مخالفت کی ہے۔ کبھی اُس نے عام لوگوں کا ساتھ نہیں دیا اور نہ کبھی ترقی اور علم اور تہذیب کی حمایت کی ہے جو باتیں اخلاقی اور تمدنی طور پر عام لوگوں کی بہبودی اور آزادی کی ممد ہیں اُن کی کلیسیا ہمیشہ دشمن رہی ہے۔ اُس نے نہ صرف جہالت اور وہم پرستی کو بڑھایا بلکہ اسکا گذارہ ہی جاہل اور وہم پرست لوگوں کی فیاضی پر رہا ہے دوسرے لوگ محنت کرتے تھے۔ گرجا کے مقدّس لوگ بے کار رہ کر اپنا وقت ضائع کرتے۔ دوسرے لوگ بھوکے رہتے اور یہ لوگ گلچھرے اُڑاتے۔ اپنے عروج اور طاقت کے دنوں میں کلیسیا۔ لوگوں کی کانشنس کو زنجیروں میں جکڑتی اور انسانی آزادی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالتی۔ لیکن آخر انسانی عقل کلیسیا پر غالب آگئی۔ کلیسیا لوگوں کے خیالات کو قتل کرنے میں ناکام رہی۔ اُس نے ترقی میں التوا تو ڈالدیا مگر اُس کو روک نہ سکی۔ خیالات کبھی مر نہیں سکتے۔ اگرچہ آبادی بڑھ رہی ہے مگر گرجاؤں کے ممبروں کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے۔ اور ان ممبروں میں سے جو لوگ گرجوں میں ساتویں دن حاضر ہوتے ہیں اُن کی تعداد اور بھی کم ہوتی ہے۔ لوگ گرجاؤں کی کرسیوں کو اب تک

کر رہے ہیں۔

اب ایک سوال کلیسیا کے سامنے یہ ہے کہ کس طرح موجودہ ممبروں کی تعداد کو قائم رکھا جاوے اور اگر ممکن ہو تو اس تعداد کے بڑھانے کی کوشش کیجاوے اور نیز کیا تجویز کیجاوے کہ ممبر صرف برائے نام ممبر نہ ہوں بلکہ گرجا میں حاضر بھی ہوا کریں۔ جو لوگ چھوٹے قصبوں اور دیہات میں رہتے ہیں وہ کھیتوں اور وادیوں کو گرجا پر ترجیح دیتے ہیں اور جو لوگ شہروں اور بڑے بڑے قصبوں میں بود و باش رکھتے ہیں انکو باغوں میں ٹہلنا اور تازہ ہوا کھانا زیادہ پسند آتا ہے بہ نسبت اسکے کہ گرجاؤں میں اکٹھے ہو کر پادریوں کے وعظوں کو سنیں جنکے عقائد پر اب انکو ایمان نہیں رہا۔ پبلک کو گھروں سے گرجا کی طرف کھینچنے کے لیئے قسم قسم کے حیلے برتے جاتے ہیں۔ مثلاً باجا بجانا تھیٹر پر خوشی کے سامان مہیا کرنا۔ گیت گانا وغیرہ مگر یہ سب تدبیریں بالکل بے فائدہ ثابت ہوئی ہیں۔ باوجود ان تمام تدبیروں کے گرجاؤں میں کرسیاں خالی پڑی رہتی ہیں اور ممبروں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے۔ اور جو لوگ گرجاؤں میں جاتے بھی ہیں وہ بھی زیادہ تر اس وجہ سے جاتے ہیں کہ گرجاؤں میں جانا بھی ایک حد تک فیشن میں داخل ہے۔ گرجے کی حاضری اب مذہبی فرض نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک رواج کی بات رہ گئی ہے۔

بائیبل بھی اب اپنی الہامی حیثیت کھو چکی ہے۔ اب گرجاؤں کے پادریوں کی نظر سے بھی یہ کتاب گر چکی ہے پہلے اسکی نسبت یہ عقیدہ رکھا جاتا تھا کہ یہ ایک محفوظ کتاب ہے جو تمام غلطیوں سے پاک ہے لیکن اب یہ عقیدہ متروک ہو چکا ہے۔ یہ کتاب اختلافات اور اغلاط سے پُر ہے اور نہ صرف علمی غلطیاں اس میں جا بجا پائی جاتی ہیں بلکہ تاریخی غلطیاں بھی اُس میں بے شمار ہیں۔ وہ مختلف گمنام مصنفوں کی تحریروں کا ایک مجموعہ ہے۔ پہلے یہ جائز نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اُسپر کوئی نکتہ چینی کیجائے مگر اب اسپر کھلے دل سے نکتہ چینی کی جاتی ہے اور محققین نے اب اسکو نکتہ چینی کی مقراض کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اب کلیسیا کی شوکت جاتی رہی ہے۔ بے شک اب بھی کلیسیا موجود ہے مگر اب یہ صرف لنگڑے کی لکڑی کے سہارے چل رہی ہے۔ اب بائیبل

کی زیادہ سے زیادہ یہ حیثیت باقی رہ گئی ہے کہ یہ ایک قوم کی تاریخ کا محض ایک خاکہ ہے اور وہ خاکہ بھی صحیح نہیں بلکہ اُس میں کئی غلطیاں ہیں۔ بائیبل کی پہلی پانچ کتابیں جو موسیٰؑ کی کتابیں کہلاتی ہیں۔ اب اُنکو موسیٰؑ کی تالیف نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُنکی نسبت یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ یہ بہت سے ہاتھوں اور بہت سے مختلف خیالات کا نتیجہ ہیں۔ پہلی پانچ کتابوں کے دو بڑے سرچشمے ہیں ایک کو ایلوہسٹک کہتے ہیں اور دوسرے کو یہوسٹک اور محققین نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ بائیبل کا ایک بڑا حصّہ بابل کے بادشاہ ہمّارابی کے قانون سے اخذ کیا گیا ہے جو عبرانیوں کی کتابوں کی تالیف سے ایک ہزار سال پہلے گذرا ہے۔

یسعیاہ جو پُرانی تحریروں میں سے سب سے زیادہ دلچسپ ہے غالباً چار مختلف انسانوں کے اقوال اور تحریروں کا بقیّہ ہے۔

نیا عہد نامہ۔ علمی تحقیقات کا ایک عرصہ تک مقابلہ کرتا رہا۔ مسیحی محققین نے سب سے اوّل پُرانے عہد نامہ کی تحقیقات شروع کی۔ اور اُسکی حقیقت کو فاش کرنا شروع کیا۔ مگر چونکہ نئے عہد نامہ کو پُرانے عہد نامہ کی نسبت زیادہ مقدّس سمجھا جاتا تھا اسلیئے کچھ مدت تک تو محققین اسکے قریب آنے سے ڈرتے رہے۔ مگر جوں جوں تعلیم بڑھتی گئی۔ نئے عہد نامہ کی تقدیس کا خیال لوگوں کے دلوں سے نکلنا شروع ہو گیا۔ اور پھر آخر نئے عہد نامہ کے چیرنے پھاڑنے کے لیئے بھی اسی طرح تحقیق کے چاقو سے کام لیا گیا جس طرح کہ پُرانے عہد نامہ کی تشریح میں اُس سے کام لیا گیا تھا۔ اور اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مسیحی مذہب کی بنیاد بالکل کھوکھلی کر دی گئی ہے اور مسیحیت کی ساری عمارت اب گر کر کھنڈر بن رہی ہے۔ اب یہ دعویٰ بالکل باطل ثابت ہو گیا ہے کہ مسیحی مذہب کسی تاریخی بنیاد پر کھڑا ہے۔ اور اُسکے عقائد اب افسانوں کی فہرست میں داخل کیئے گئے ہیں۔ وان مینن جے۔ ایم رابرٹسن پروفیسر سمتھ۔ پروفیسر ڈریوز وغیرہم نے مسیحی مذہب کو مشرق و مغرب کی متھالوجی کے ساتھ برابر کر کے دکھا دیا ہے۔

مسیحیت کو ترازو میں تولا گیا ہے اور وہ ناقص ثابت ہوئی ہے۔ جو معجزات

مسیحیت نے مسیح کی طرف منسوب کیئے ہیں وہ محض قصے کہانیاں ہیں اور اس قسم کے قصے مشرق کے سورج دیوتاؤں کی نسبت بہت بیان کیئے جاتے تھے۔ مسیحیت کے وجود سے پہلے ہی یہ قصے ایشیا اور یورپ کے مذہبی سلسلوں میں مروّج تھے۔

مسیحیت نے اُن مذاہب کے اعتقادات اور اصول کو جو اُس کے پیدا ہونے کیوقت موجود تھے مٹایا نہیں بلکہ اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ اور انکی اخلاقی تعلیم اُن کے افسانوں اور اُنکے رسوم مذہبی کو اپنے اندر شامل کر لیا ہے اور یہ اُن مذاہب کی ایک معجون مرکب ہے جو اُس کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔

یورپ میں روشنی اور علم و ہنر کا زمانہ جب کہ پراٹسنٹ مذہب کی بنیاد ڈالی گئی اور پوپ کی طاقت کمزور ہو گئی مسیحیت کی بدولت شروع نہیں ہوا بلکہ اسکی وجہ بیرونی تہذیب کے اثر تھے اور ان اثروں میں سب سے بڑا اثر اسلام کا تھا جسکی تہذیب اُسوقت دنیا میں اوّل درجہ کی تہذیب تھی۔ ان دونوں مذہبوں کی مخالفت نے انکے پیروؤں کو صلیبی جنگوں کی تقریب پر ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کا موقعہ دیا۔ اور اُسوقت مسیحیوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ اسلام کی تہذیب۔ اسلام کی مذہبی آزادی اور اسلام کی تمدنی۔ اور ملکی حالت مسیحیت سے بڑھی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ملنے سے مسیحیوں کے خیالات میں ایک وسعت پیدا ہو گئی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ نے پوپ کے تحکّم سے آزادی حاصل کر لی اور پراٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد پڑی۔ اور یورپ ملکی اور مذہبی معاملات میں پہلے کی نسبت زیادہ آزاد ہو گیا۔ اور یورپ کی پراٹسٹنٹ اقوام اُن راہوں کی طرف متوجہ ہوئیں جو ترقی اور عروج کی راہیں ہیں۔

پراٹسٹنٹ مذہب میں بائیبل کے مطالعہ کے لیئے زیادہ آزادی حاصل ہو گئی اور ہر ایک شخص کو یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق بائیبل کی عبارتوں کا ترجمہ کرے۔ اسلیئے اب تحقیق کی راہ کھل گئی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک نسل پہلی نسل سے زیادہ آزاد خیال اور حق پسند ہو گئی اور جس قسم کی مسیحیت پر

ہمارے آباؤ اجداد کاربند تھے یا تو وہ بالکل بدل گئی یا اُس کی ایسی بیخکنی کی گئی کہ اب وہ گرنے کو تیار ہے۔ اس کارروائی کو بعض مسیحی الہامی تکمیل کے نام سے تعبیر کرتے ہیں یعنی ہر زمانہ میں جو مسیحی مذہب میں تغیرات واقع ہو رہے ہیں اور عقائد و اصول نیا رنگ اختیار کر رہے ہیں یہ سب کچھ الٰہی رہنمائی کے ذریعہ ہو رہا ہے اور مذہب کے عقائد زمانہ کے نئے حالات کے مطابق بدل رہے ہیں۔

آجکل مسیحی مذہب کیحالت ایسی ہو رہی ہے کہ اب مسیحیت کی تعریف محال ہو گئی ہے یعنی عقائد اور اصول میں اس قدر اختلاف ہو گیا ہے کہ اب یہ کہنا مشکل ہو گیا ہے کہ مسیحیت کس چیز کا نام ہے کیونکہ کوئی ایسا اصول نہیں جو مسیحیت کے تمام فرقوں میں مشترک سمجھا جا سکے۔ پراٹسٹنٹ مذہب ہی کو لو اُس میں سینکڑوں نئے نئے فرقے قائم ہو گئے ہیں۔ اور سینکڑوں مختلف قسم کے عقائد اور اصول اختیار کیے گئے ہیں۔ ایک مکتی فوج اور پلے متھ برادران کا فرقہ ہے جو اب بھی بائیبل کو لفظ بلفظ خدا کا کلام کہتے ہیں اور اسکو ہر ایک قسم کے نقص۔ عیب اور غلطی سے پاک یقین کرتے ہیں موروثی گناہ۔ خدا کے تجسم۔ مسیح کے مردوں سے جی اٹھنے اور نجات فضل سے ہے وغیرہ عقائد پر ایمان رکھتے ہیں دوسرے یونی ٹےری ان فرقہ کے مسیحی ہیں جو مسیح کو صرف ایک انسان سمجھتے ہیں جو اخلاقی تعلیم دینے والا۔ اور ایک مذہب کا بانی اور بنی آدم کے لیئے ایک نمونہ تھا۔

مسیحیت کی جو حالت اوپر بیان کی گئی ہے مغربی ممالک میں اس کا عام طور پر لوگوں کو علم ہو چکا ہے اور مغربی دنیا مسیحیت کی اس ناقابل اطمینان حالت سے بخوبی آگاہ ہے اور اب دقت ہے کہ مشرق میں بھی یہ حالات عام طور پر معلوم ہوں یوُرپ و امریکہ میں تو اب مسیحیت کو شکست مل رہی ہے اسلیئے مسیحی مشنری اس بات کی کوشش میں ہیں کہ ایشیا و افریقہ میں مسیحیت کو پھیلائیں تاکہ جو کمی مسیحی ممالک میں واقع ہو رہی ہے۔ غیر ممالک میں اُسکی تلافی ہو جاوے۔ جب ایشیا اور افریقہ کے باشندوں کو اس امر کا علم ہو جائیگا کہ مسیحیت کو خود مسیحی قومیں ترک کر رہی ہیں

اور اُس میں اب یہ طاقت نہیں کہ لوگوں کی رہبری کرے اور اُنپر اپنا اثر قائم رکھے اور یہ کہ جو جو حملے مغربی ممالک میں مسیحیت پر کیئے جارہے ہیں مسیحیت انکا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے تو اسوقت مشرقی ممالک میں بھی مسیحیت کو ناکامی حاصل ہوگی۔ جب ایشیا اور افریقہ کے لوگ یہ معلوم کرینگے کہ جن عقائد اور اصول کی طرف مسیحی مشنری اُنکو بلاتے ہیں خود مسیحی لوگ اُن عقائد سے بیزار ہورہے ہیں اور یہ کہ علمی نکتہ چینی نے مسیحی صاحبان کو مشکلات میں ڈال رکھا ہے تو پھر مسیحی مشنوں کا تمام کارخانہ درہم برہم ہوجائیگا۔ اور کوئی سمجھدار آدمی ایسے سلسلہ میں داخل ہونا پسند نہیں کریگا جسکے اصول کو اہل علم رد کررہے ہیں۔

سچائی کی صبح کا ستارہ اب مشرقی مطلع پر نمودار ہوگیا ہے اور ایک نئے زمانہ کی پو پھٹ رہی ہے۔ وہم پرستی اور ضلالت مٹ رہی ہیں۔ رات اور ظلمت کے ساتھ انکا بھی خاتمہ ہورہا ہے۔ ہر ایک دس سال کے عرصہ کے بعد ایک نیا پہلو اختیار کیا جارہا ہے۔ آج کی مسیحیت وہ مسیحیت نہیں رہی جو آج سے ایک سو سال پہلے تھی۔ جیسا کہ اٹھارویں صدی کی مسیحیت وہ مسیحیت نہیں تھی جو زمانہ وسطی میں تھی۔ لیکن اگرچہ کلیسیا نے کسی قدر آگے قدم بڑھایا ہے مگر تاہم وہ باقی دنیا سے ابھی کئی سو سال پیچھے ہے۔ اسلیئے ہر ایک سال لوگ اسکا ساتھ چھوڑتے جاتے ہیں اور سمجھدار آدمی یکے بعد دیگرے اسکے جھنڈے سے الگ ہوکر صفِ اوّل میں شامل ہورہے ہیں۔ مسیحی کلیسیا کی راہ میں یہ ایسی مشکلات ہیں جنکا حل کرنا اُسکے لیئے محال ہے۔ ضروری ہے کہ حق کی فتح ہو اور باطل شکست کھاکر بھاگ جائے۔ خدا کی چکی آہستہ آہستہ پیستی ہے مگر پیستی ضرور ہے۔

اسلام محمد خلیل الرحمٰن صاحب احمدی بنارس کا لیکچر جو انہوں نے بمقام کراکت دیا تھا۔ مولوی عبدالعزیز صاحب احمدی محلہ انصاریاں۔ سہارنپور نے چھپواکر شائع کیا ہے۔ جسمیں اسلام کی تعلیم کو عقلی و نقلی دلائل سے پایۂ ثبوت کو پہنچایا گیا ہے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو فطرت کے عین مطابق ہے۔ احباب تقسیم کرنیکے لیئے صرف محصول ڈاک بھیجکر حسب ضرورت نسخے مولوی صاحب موصوف سے منگوالیں۔ یہ رسالہ ۱ر کو میاں محمد یٰسین تاجر کتب قادیان سے بھی مل سکتا ہے۔

اسلام کی خصوصیات

[ترجمہ مضمون خواجہ کمال الدین صاحب جو انہوں نے ۱۹- جولائی ۱۹۱۳ء کو چھٹی مذہبی کانگریس کے سامنے بمقام پیرس پڑھکر سنایا -]

ایسے زمانہ میں جب یورپ جہالت اور ظلمت کے غلاف میں لپٹا ہوا تھا اسلام نے مغرب میں نور کی شعل کو روشن کیا - اور جن چند اسباب سے رفتہ رفتہ یورپ کی موجودہ ترقی اور تہذیب پیدا ہوئی اُن میں سے ایک سبب بلا ریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع بھی تھے - اگر اور سب باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے پھر بھی آپ لوگوں پر اسلام اور اہل اسلام کا یہی ایک احسان اس امر کے لیئے کافی وجہ ہے کہ آپ اسلام کے حق کو یاد رکھیں اور اُسکے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں - مگر یہ کیسے افسوس کی بات ہے کہ اگرچہ یورپ میں علم کا اسقدر چرچا ہے اور اس قدر کتابیں - رسالے اور اخبار شائع ہوتے ہیں پھر بھی اُس غلط بیانی اور جہالت کے بادل کو دور کرنے کے لیئے کوئی مناسب کوشش نہیں کی جاتی جو مغرب میں نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے متعلق چھایا ہوا ہے آپ لوگ اس امر کے لیئے تو بالکل تیار ہیں کہ بحر منجمد جنوبی کے بھیانک اور اُجاڑ میدانوں کی تلاش میں اور قطب جنوبی تک پہنچنے کی سعی میں سینکڑوں جانیں اور لاکھوں روپیہ قربان کر دیں - لیکن تمھیں اس روحانی سمندر کی تحقیقات کی طرف ذرا توجہ نہیں جسکا اثر نوع انسان کے ایک بڑے حصہ کی جسمانی - اخلاقی اور روحانی حالت پر پڑ رہا ہے - تاہم یہ ایک خوشی کی بات اور ایک عمدہ شگون ہے کہ تمھاری کانگریس ایک ایسا مذہب تجویز کرنا چاہتی ہے جو کُل دنیا کے لیئے ایک ہی ہو اور اُسکی یہ بھی خواہش ہے - کہ دنیا کے مختلف مذاہب اور متفرق فرقوں کے پیروؤں کے درمیان نیک تعلقات ہوں - لیکن کیا مختلف مذاہب کے درمیان ایک اوسط راہ ڈھونڈنے اور مذہبی خیالات کے متضاد اجزاء میں یگانگت پیدا کرنے کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ

کم از کم ایک ایسے مذہب کے متعلق صحیح حالات دریافت کیئے جائیں جو اسوقت ایک زندہ طاقت ہے اور لاکھوں ایسے انسانوں کے مہذب بنانے میں حصہ لے رہا ہے جو ابھی تک جہالت اور وحشت کی سطح پر کھڑے ہیں۔ یہ تمھاری بڑھتی ہوئی تہذیب کے بالکل منافی ہے کہ اسلام کے متعلق تمھاری واقفیت صرف فاسد ذرائع سے ہو اور ایسے واعظوں کے ذریعہ سے جو اسلام کے مخالف ہیں۔ اور اس بارہ میں ہماری شکایت یہ نہیں کہ اسلام کے بارہ میں غلط فہمی ہوئی ہے یا اُس کا غلط مطلب بیان کیا گیا ہے یا اُس کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ ہمیں جس بات کا دُکھ ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کے متعلق غلط بیانی کی گئی ہے اور عمداً غلط اطلاع دی گئی ہے۔ ایسی باتیں جو ہماری تعلیم اور ہمارے تمدن میں کوئی وجود نہیں رکھتیں اُنکو ہماری طرف منسوب کیا گیا ہے اور اسلام پر محض بے بنیاد الزام لگائے گئے ہیں۔ نہیں بلکہ وہ باتیں جن کو ہم اسلام کی خاص خوبیوں میں شمار کرتے ہیں اور جو سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتیں اُن سے اسلام کو خالی بیان کیا گیا ہے اور جن بدیوں کی بیخکنی کے لیئے اسلام آیا اور جن کو اُس نے جڑھ سے اکھیڑ کر دکھا بھی دیا وہی اسلام پر تھوپی جاتی ہیں۔ کیا آج اس آزاد خیال کانگریس میں موحدانہ خیالات کی طرف تمھاری تقریروں کا رُخ نہیں ہے۔ پس کیا تمھیں اُس مذہب کے دائمی احسان کا اقرار نہیں کرنا چاہیئے۔ جو نہایت ہی کھلے اور واضح الفاظ میں خدا کی توحید اور تمام انسانوں کی مساوات کا وعظ کرنے میں سب مذاہب میں یگانہ ہے۔

صاحبان! وقت کی کمی مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میں اپنے مذہب کا ایک سرسری خاکہ بھی آپ صاحبان کے آگے پیش کروں مگر میں تمھاری مہربانی سے فائدہ اُٹھا کر چند ایسی باتیں بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میری نظر میں صرف اسلام میں پائی جاتی ہیں اور دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتیں۔

اسلام دوسرے مذاہب کو کس نظر سے دیکھتا ہے

قرآن شریف کی پہلی ہی آیت مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتی ہے کہ تمہارے خیالات غیر مذاہب کے متعلق نہایت ہی فیاضانہ ہونے چاہیئے۔ قریباً تمام وہ مذاہب جو اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اگرچہ وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہماری بنا الہام الٰہی پر ہے مگر جو حیثیت قرآن شریف دوسرے مذاہب کو دیتا ہے انہوں نے یہ حیثیت غیر مذاہب کو نہیں دی۔ انکے رُو سے گویا دوسری قومیں ایسی ہیں جیسے ایک انسان کے سوتیلے بیٹے ہوتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ آسمانی باپ نے انکے پیدا ہونیکے بعد اُن سب کو بالکل فراموش کردیا۔ اس تنگدلی کا یہ نتیجہ ہُوا کہ قوموں کے مابین نفرت اور حقارت پیدا ہوگئی اور خدا کی مخلوق کے مختلف رکنوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ لڑائیاں اور جنگ چھڑ گئے جن سے وہ تمام چیزیں جو انسانیت میں اعلیٰ اور ادنیٰ ہیں تباہ ہوگئیں۔ لیکن اسلام نے اس خیال کو جڑھ سے اُکھیڑ دیا۔ ... ... اسلام نے یہ تعلیم دی کہ ہر ایک قوم میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہادی آئے[*]۔ قرآن شریف میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کا آغاز الہام سے ہونا تسلیم کیا گیا اور جو غلطیاں اُن میں بعد میں داخل ہوگئیں اُن کو حسب ضرورت بیان کیا گیا۔ قرآن شریف کی سورہ فاتحہ ان الفاظ کے ساتھ شروع ہوتی ہے الحمد لِلّٰہ ربّ العٰلمین یعنی تمام حمد اور بڑائی اللہ کے لیئے ہے جو تمام جہان کا پیدا کرنے والا۔ قائم رکھنے والا اور پرورش کرنے والا ہے۔ کیا خدائے تعالیٰ کی جسمانی پرورش تمام انسانوں کے لیئے عام نہیں خواہ وہ کالے ہوں یا گورے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے روحانی انعامات کسی خاص قوم تک محدود رہے ہوں اور دوسری قومیں

---

[*] ولقد بعثنا فی کل اُمۃ رسولًا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت (نحل - ۵)

انما انت منذر ولکل قوم ھاد (رعد - ۱)

انا ارسلنٰک بالحق بشیرا ونذیرا وان من اُمۃ الا خلا فیھا نذیر۔ (فاطر - ۳)

اُس سے بالکل محروم رہیں۔ اگر قدرت کی تمام چیزیں سب قوموں کی جسمانی ضروریات کو یکساں طور پر پورا کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں تو پھر سب قوموں کی روحانی ضروریات کا پورا کرنا بھی ایسا ہی ضروری تھا۔ اسلئے خدائے تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید نے یہ اعلان کیا کہ دنیا کی مختلف قوموں کے تمام نبی خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ اور وہ ایک ہی سرچشمہ سے نور اور ہدایت اپنے ساتھ لائے۔ اسلام نے کوئی نیا دین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ وہ دین کی تکمیل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے* یہ الٰہی قانونوں کی فرمانبرداری کا صحیفہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت مسیح علیہ السلام تک بذریعہ الہام نازل ہوتا رہا (اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکی تکمیل ہوئی) اس بارہ میں قرآن شریف فرماتا ہے۔ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الٰی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و الاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم ج لا نفرق بین احدٍ منھم و نحن لہٗ مسلمون (بقرہ - ۱۶) کہو! ایمان لائے ہم اللہ پر اور اُس وحی پر جو ہماری طرف اُتاری گئی اور اُس وحی پر جو ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ اور اُس کی اولاد کی طرف اُتاری گئی۔ اور اُس وحی پر جو موسیٰؑ عیسیٰؑ۔ کو دی گئی اور اُس وحی پر جو تمام نبیوں کو اُنکے رب کی طرف سے دیگئی۔ ہم ان نبیوں میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔ اس آیۂ کریمہ کے رُو سے ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہونے کے علاوہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور دنیا کے تمام نبیوں کا غلام بن جاتا ہے اور سب کی وہ سچے دل سے عزت کرتا ہے۔ بے شک مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن شریف ہے مگر دوسری مقدس کتابوں پر بھی ایک مسلمان کا ایسا ہی حق ہے جیسا دوسری

---

* الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (مائدہ - ۱)

قوموں کا۔

مذہب ایک عملی زندگی ہے

اسلام کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے پیروؤں کے آگے مذہب کی ایک جُدا حقیقت پیش کرتا ہے۔ اسلام رسوم اور آئین کو مذہب کی لازمی جزو نہیں ٹھہراتا۔ اسمیں ایسا کوئی رواج نہیں جیسا اصطباغ اور اعشائے ربانی کی رسم ہے۔ اسلام تو رہبانیت سکھاتا اور نہ خالص دنیا داری۔ یہ مذہب کو ایک سادہ عملی زندگی بنا دیتا ہے۔ اپنے ہر ایک قول اور فعل اور خیال میں ایک مسلمان کو اپنے مذہب کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اسلئے اسلام روزانہ زندگی کے عملدرامد کے لیئے مختلف ہدایتیں اور دستور العمل بیان کرتا ہے۔ اور کیا ہماری روزانہ زندگی کا اثر ہماری روح اور اخلاق پر نہیں پڑتا؟ جو شخص روحانیت کو اعتدال پر لائے ہوئے اخلاق اور جذبات کا نتیجہ نہیں سمجھتا اُس نے انسانی فطرت کو نہیں سمجھا۔ اسلیئے ایک مسلمان کی روحانیت کا عمل صرف اُسوقت شروع نہیں ہوتا جبکہ وہ ایک عبادت خانہ کی چار دیواری میں داخل ہو اور نہ اُسکو اپنی روح کی ترقی کے لیئے مہینہ یا ہفتہ میں کسی خاص گھڑی کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔ اُسکو یہ تعلیم دیگئی ہے کہ اُس کا ہر ایک فعل اور قول خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اور خواہ وہ بُرا ہو یا بھلا اُسکی زندگی پر ضرور ایک گہرا اثر ڈالتا ہے* اور وہ اپنے اُس قول اور فعل کے لیئے اپنے علیم و خبیر خدا کے آگے جواب دہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے رُو سے اسلام کا خلاصہ ایک لفظ میں بیان ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے تعظیم لامر اللہ وشفقت علیٰ خلق اللہ اور یہی دین ہے جو دنیا کا آیندہ مذہب بن سکتا ہے اور بننا چاہیئے۔ اسلام بعض ایمانیات کی بھی تعلیم دیتا ہے اور بعض اعمال کا بھی حکم دیتا ہے۔ ان کو ارکانِ اسلام کہتے ہیں۔ ان اعمال کا بجا لانا لازمی ہے۔ کیونکہ

---

* فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ○ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ○ (زلزال)

ایمانیات کے لیئے ضروری ہے کہ اُن کا نتیجہ عمل ہو۔ اور عمل کے بغیر انسان کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف کے رُو سے ظاہری آئین کوئی حقیقت نہیں رکھتے جب تک کہ اُنکے ساتھ ایمان صحیح اور اعمال صالحہ نہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیّٖن واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربٰے والیتمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب۔ واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون (بقرہ - ۲۲)

نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف مُنہ پھیرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان خدا پر۔ یوم آخرۃ پر۔ فرشتوں۔ الہامی کتابوں۔ اور نبیوں پر ایمان لائے اور خدا کی محبت کے ساتھ رشتہ داروں۔ یتیموں۔ مسکینوں۔ مسافروں۔ اور سائلوں کو مال دے اور گردنوں کے آزاد کرنے میں مال خرچ کرے۔ نماز کو قائم رکھے۔ زکوٰۃ ادا کرے اور جب عہد کریں تو ان عہدوں کو پورا کریں اور فقیری اور بیماری کی حالتیں اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راستباز ہیں اور یہی متقی ہیں۔

اسلامی عبادت

اس جگہ یہ بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اسلام میں خدائے تعالیٰ کی عبادت اور اُسکی تقدیس کے کیا معنے ہیں۔ اسلام کی تعلیم کے رُو سے خدا اس سے بلند ہے کہ وہ انسان کی عبادت کا محتاج ہو۔* انسان کی اطاعت یا عدم اطاعت سے خدائے تعالیٰ کے جلال میں

* انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ط ومن تزکّٰی فانما یتزکّٰی لنفسہٖ ط والی اللہ المصیر (فاطر - ۳)

ومن یشکر فانما یشکر لنفسہٖ ج ومن کفر فان اللہ غنی حمید (لقمٰن - ۲)

کچھ کمی بیشی نہیں ہوتی وہ غنی اور حمید ہے اسلام کے رُو سے اگر انسان خدائے تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے تو وہ خود پاک اور محمود بنایا جاتا ہے۔ اگر انسان خدا کی تقدیس کرتا ہے تو وہ خود مقدس بنایا جاتا ہے۔ عبادت کی بڑی غرض اُن اعلیٰ اور شریف قوتوں کو جو انسان کے اندر مخفی ہیں عملی رنگ میں ظاہر کرنا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اُس خدا کی طرف سے جو ہمارے قویٰ کا پیدا کرنیوالا ہے بعض قانون اور ہدایتیں ہمیں بذریعہ الہام بتائی جائیں۔ اسلیئے ایسے قوانین اور ہدایات کی پابندی کرنا عبادت کے مفہوم میں داخل ہو گیا۔ نیز۔ انسان میں اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پیدا کرنے کے لیئے بعض عقائد اور اعمال کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ خدائے تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو۔ اور خدائے تعالیٰ کے احکام کا منشاء یہ ہے کہ انسان میں آخر ایک نئی زندگی پیدا ہو۔ اسلیئے عام بول چال میں نماز۔ روزہ۔ اور ایسا ہی بعض اور کاموں کا کرنا عبادت کے نام سے مشہور ہے۔ خدائے تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح کی حقیقی غرض یہ ہے کہ انسان ترقی کرے اور اُس میں ایک تبدیلی پیدا ہو۔ جو شخص اپنے اندر تبدیلی نہیں کرتا وہ عبادت کی غرض کو نہیں سمجھتا۔ اسی طرح اگر اسلام خدا کی وحدانیت پر خاص زور دیتا ہے اور شرک کی بیخکنی کرتا ہے اسکی غرض بھی یہی ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ ہی کو شریعت کا منبع ٹھہرائے چونکہ خدا ہی ہمارے قویٰ کا خالق اور اُن تمام چیزوں کا صانع حقیقی ہے جو انسانی ترقی میں مدد دینے کے لیئے پیدا کی گئی ہیں اسلیئے وہی ترقی کی حقیقی راہ ہمیں بتلا اور دکھا سکتا ہے اور وہی شریعت نازل کر سکتا ہے۔ لیکن اگر انسان ایک سے زیادہ معبودوں کے آگے سر جھکائے تو ضرور ہے کہ الٰہی شریعت کی اطاعت میں فرق آئے۔ اسلیئے ایک واحد خدا پر ایمان لانا انسانی زندگی کی اصلاح و تربیت کے لیئے لازم ہے۔ علاوہ ازیں خدا کی وحدانیت کا عقیدہ دو ایسے امور کو قائم کرتا ہے جو ہماری تہذیب ترقی کے لیئے بطور بنیاد کے ہیں ایک انسانی مساوات دوسرا تمام کائنات کا انسان کے لیئے مسخر ہونا۔ اور انسان کے لیئے بطور خادم

کے ہونا۔ (مشرک انسان کائنات کی چیزوں کو اپنا مخدوم ملکہ معبود بناتا ہے) پہلا امر ہر ایک انسان کے لیئے یکساں طور پر ترقی کی راہ کھولتا ہے (ہر ایک شخص یہ جان لیتا ہے کہ میرے لیئے بھی ترقی کی راہ اسی طرح کھلی ہے جس طرح دوسرے انسانوں کے لیئے کھلی ہے) اور دوسرا امر علمی تحقیقات کی طرف رہنمائی کرتا ہے (جب انسان یہ جانتا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں میری معبود اور مخدوم نہیں بلکہ میری خادم ہیں اور میری خدمت کے لیئے پیدا کی گئی ہیں تو وہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ ان چیزوں سے وہ اپنی ترقی کے لیئے کام لے اسلیئے وہ علمی تحقیقات میں لگ جاتا ہے اور ہوا۔ پانی اور دنیا کی دوسری چیزوں سے طرح طرح کے کام لینے کی سعی میں مصروف ہوتا ہے) قرآن شریف میں یہ دونوں امر صریح الفاظ میں بیان کیئے گئے ہیں اور انکو توحید کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔

اسلام۔ زندگی کا ایک کامل ضابطہ ہے۔

جب مذہب یا خدائے تعالیٰ کی عبادت ہماری ترقی کے ساتھ ایسا گہرا تعلق رکھتی ہے تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہماری رہنمائی کے لیئے قوانین اور ہدایات بھی ہوں۔ ہماری جسمانی حالتیں ہمارے اخلاق پر ایک گہرا اثر ڈالتی ہیں اور اعلیٰ اخلاق روحانیت کو پیدا کرتے ہیں۔ ہمارا علم اخلاق اور تمدن بھی ہماری روحانی ترقی میں بڑا حصہ لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم اپنے ارد گرد کی چیزوں کے بھی زیر اثر ہیں۔ جو لوگ ہمارے آس پاس ہوتے ہیں وہ بھی ہم پر اثر ڈالتے ہیں۔ انکے بغیر ہمارا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے پاس ایک کامل ضابطہ ہو جس میں ہماری باہمی تعلقات کے بارہ میں ہدایات ہوں۔ جو زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیئے موزون ہوں اور ہماری کوششوں میں ہماری مدد ہوں۔ ایسی تربیت

اور تادیب کے بغیر روحانیت کا حاصل کرنا محال ہے۔ جو لوگ روحانیت کو ہمارے باہمی روزانہ تعلقات سے بالکل بے تعلق سمجھتے ہیں وہ اُسکی حقیقت سے بیخبر ہیں۔

اسلام نے اس فطرتی ضرورت کو بھی پورا کیا ہے اور یہ اسلام کی ایک اور خصوصیت ہے۔ اسلام ایسے قانون اور ہدایات مہیا کرتا ہے جو انسان کے تمام حالات کے لیئے موزون ہیں۔ انسان خواہ کس حیثیت اور درجہ میں ہو۔ وہ ضرور قرآن شریف میں اپنے حال کے مناسب ہدایات پائیگا۔ مذہب ایسی چیز نہیں جو انسانوں کی کسی خاص جماعت کے ساتھ خاص ہو۔ اور انسان ذوق اور تہذیب کے درجوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جو لوگ وسط افریقہ میں رہتے ہیں اُن میں اور یورپ کے رہنے والوں میں ذہنی۔ اخلاقی اور تمدنی امور میں اسقدر فرق ہے جتنا کہ قطبین میں فرق ہے لیکن اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ان سب کے لیئے ہدایات اور قواعد مہیا کرتا ہے۔ اگر وسط افریقہ کے وحشیوں کے لیئے ایسی ابتدائی ہدایتیں دیتا ہے جن سے اُنکی جسمانی اور تمدنی حالت درست ہو تو وہ نہایت ترقی یافتہ انسانوں کو بھی اعلیٰ اخلاق سکھاتا ہے اور بلند روحانیت کا سبق دیتا ہے اور اُنکو انسانی ترقی کے اُس اعلیٰ منزل مقصود تک پہنچاتا ہے جہاں انسان خدا سے ملتا ہے

موروثی گناہ

اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ انسان کوئی گناہ ورثہ میں لیکر پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کے رُو سے گناہ انسان کی فطرت میں داخل نہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسکو انسان پیدا ہونے کے بعد خود کماتا ہے۔ گناہ کس چیز کا نام ہے۔ یہ صرف نافرمانی کا نام ہے حقیقی مُسلم گنہگار نہیں ہوتا کیونکہ مُسلم کے معنے ہیں خدائے تعالیٰ کے احکام کا فرمانبردار۔ اور گناہ نافرمانی کا نام ہے۔ اسلیئے حقیقی اسلام اور گناہ

دو متضاد چیزیں ہیں۔ گناہ ایک کسبی چیز ہے اور اس سے انسان پاک ہو سکتا ہے۔ میں خدا کے آگے ایک بیٹے کی طرح ہوں۔ جیسا کہ یسوع مسیح کی دعا کا آغاز مجھے سکھاتا ہے۔ مگر "دکھو یا ہوا بیٹا" بھی بن سکتا ہوں لیکن میں پھر اپنے باپ کے پاس واپس آسکتا اور اس سے اپنا رشتہ لے سکتا اور اُس کا بیٹا کہلا سکتا ہوں۔ مگر میں خدا سے کس طرح مل سکتا ہوں اگر گناہ میری فطرت کا حصہ ہو۔ اگر میں گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا تو میں خدا سے کس طرح مل سکتا ہوں۔ اس امر میں خدا کی کتاب قرآن شریف نے نسل انسان پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس نے انسان کے دل میں یہ احساس پیدا کیا ہے کہ اُس میں نہایت ہی اعلیٰ قابلیتیں موجود ہیں اور غیر محدود ترقی کا میدان اُسکے آگے کھلا ہے۔ اس بارہ میں خدا کی کتاب فرماتی ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَٰهُ أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ ہم نے انسان کو نہایت احسن ترکیب میں پیدا کیا (اُسکو نہایت ہی عمدہ قویٰ عطا کیئے) پھر اُسکو سب نیچوں سے نیچے کردیا (وہ پست ترین مقام کی طرف جھکنے کا میلان رکھتا ہے) سوائے اُن لوگوں کے جو (سچائیوں پر) ایمان لاتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جو درست اور ٹھیک ہیں۔ اُنکے لیے غیر منقطع اجر ہے (التین)

آجکل ریشنلزم کا بڑا اصول جسپر فخر کیا جاتا ہے اور جو بہت دلکش معلوم ہوتا ہے یہی ہے کہ انسان کو نہایت ہی اعلیٰ قویٰ عطا کیئے گئے ہیں اور اُس میں غیر محدود ترقی کا مادہ رکھا گیا ہے۔ لیکی کہتا ہے کہ "متواتر اور جاری رہنے والی ترقی کا خیال ایک ایسا خیال ہے جو اس زمانہ میں سب خیالات پر غالب ہے۔ کسی مضمون پر کوئی اعلیٰ درجہ کی کتاب کھولو۔ اُس میں اسی خیال کو کسی نہ کسی صورت میں پاؤ گے۔ اس خیال نے تمام علوم میں ایک گہری تحریک پیدا کردی ہے اور یہ تمام تاریخی لٹریچر میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر رہا ہے"۔ مگر وہ کون ہے جو سب سے پہلے ترقی کے اس سنہری اصل کو دنیا میں لانیکا مدعی ہو سکتا ہے۔ گذشتہ تیرہ سو سال سے یہ اصل نہایت ہی کھلے الفاظ میں قرآن شریف

میں موجود ہے اور ریشنلزم حال ہی کی پیدائش ہے۔ نہیں بلکہ جن الفاظ میں یہ اصل قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے وہ نہایت بہتر شکل میں ہے۔ کیونکہ قرآنی آیت انسانی فطرت کے ہر ایک پہلو کی پوری ماہیت ہم پر کھولتی ہے۔ ہم میں بے شک نہایت ہی اعلیٰ قویٰ رکھے گئے ہیں مگر ہم ترقی کے مخالف عنصروں سے بھی کلی طور پر خالی نہیں۔ اگر ہم میں اوپر چڑھنے کی قابلیت رکھی گئی تو پستی کی طرف جھکنے کا میلان بھی ہم میں پایا جاتا ہے۔ ہماری حالت کے دو پہلو ہیں ایک روشن اور دوسرا تاریک۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے لیکن اگر وہ ہمارے اچھے قانونوں کی پابندی نہ کرے اور اچھے کام نہ کرے تو ہم اُسکو نہایت ہی گہری پستی میں گرا دیتے ہیں۔ یہ کیسی سچی بات ہے جس کا ہم ہر روز اپنی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو ایک ہی جیسے حالات میں پیدا ہوتے ہیں اور جنکے گرد وپیش کے حالات بھی مساوی ہوتے ہیں مگر وہ اپنی زندگی میں بالکل اُلٹی راہیں اختیار کرتے ہیں۔ ایک زینہ کی چوٹی کی طرف چڑھتا ہے اور دوسرا نیچے کی طرف اُترتا ہے۔ اُنکی طرز زندگی کو غور سے دیکھو۔ اور جس حقیقت کو قرآنی آیت میں بیان کیا گیا ہے اُسکی صداقت تم پر ظاہر ہو جاویگی۔ ایک نے صحیح راہ اختیار کی اور دوسرے نے خطا کی راہ پر قدم مارا اسلیئے بھاگ گیا۔ ریشنلزم صرف ہمیں ایک پہلو کا پتہ دیتی ہے۔ اور تصویر کا ایک ہی رُخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے مگر قرآن مجید پوری حقیقت کا انکشاف کرتا ہے اور ضروری احتیاط کی طرف متوجہ کرکے ہمیں ہوشیار کرتا ہے (تا ایسا نہ ہو کہ ہم دوسرے پہلو سے غافل ہو کر پستی میں گر جائیں)۔ اسی سنہری اصل کو ہمیشہ اپنی نظر کے سامنے رکھنے کے لیئے ہمیں مندرجہ ذیل دعا سکھائی گئی ہے جو ہم ہر نماز کے شروع میں پڑھتے ہیں اور یہ دعا مسیحیوں کی اُس دعا کے مقابل میں سمجھی جا سکتی ہے جو یسوع مسیح نے اُنکو (روزانہ روٹی مانگنے کے متعلق) سکھائی۔ وہ دعا یہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم ۵ صراط الذین انعمت علیھم ۵ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۵ آمین

یعنی اے رب ہمیں سیدھی راہ پر چلا جو تیری طرف ہمیں لیجاتی ہے اور ایسا ہو کہ ہم تیری راہ پر مضبوط رہکر ان لوگوں کے نقش قدم پر چلیں جنپر تیرے انعام اور تیری برکتیں نازل ہوئیں۔ اے خدا تو ہمیں اُن لوگوں کی راہ سے بچا جنپر تیرا غضب ہوا ہے اور اُن لوگوں کی راہ سے بھی بچا جو غلطیوں میں پڑ کر سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں اور تجھ تک نہیں پہنچ سکے۔ اے خدا۔ ایسا ہی ہو۔

جو لوگ سیدھی راہ پر قدم مارتے اور اُس راہ پر استقامت اختیار کرتے ہیں وہ "متواتر اور جاری رہنے والی" ترقی حاصل کرتے ہیں۔ اور اُنکے اندر جو اعلیٰ درجے کی قابلیتیں اور قوتیں رکھی ہوئی ہیں وہ عملی صورت میں ظاہر ہو کر واقعات کا لباس پہنتی ہیں۔ اور اس طرح وہ خدائے تعالیٰ کے انعامات اور برکات کے مورد بنتے ہیں۔ لیکن جو لوگ غلطیوں میں پڑتے ہیں وہ سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں اور اسفل سافلین میں چلے جاتے ہیں اور بجائے انعام حاصل کرنیکے مورد غضب الٰہی ہوتے ہیں۔

مکالمہ الٰہی

مندرجہ بالا دعا میں انعمت کا لفظ قابل توجہ ہے۔ یہ لفظ بہت وسیع ہے اور ہر ایک اچھی اور عمدہ چیز پر حاوی ہے۔ اور ہر ایک ایسی چیز اس میں شامل ہے جو انسان کے لئے ضروری اور مفید ہے۔ لفظ خود واضح ہے اور اُسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہاں میں اُس سب سے بڑے انعام کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں جو خدائے تعالیٰ نے انسان پر کیا اور یہ ایک ایسا الٰہی عطیہ ہے جسکو قرآن شریف کے رُو سے ہر ایک انسان حاصل کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ یہ انعام یہ ہے کہ انسان خدا سے ملجاتا ہے وہ خدا سے کلام کرتا ہے اور خدا اُسکے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اور یہ بات ناممکن نہیں۔ الٰہی صفات کبھی معطل نہیں ہوئیں اور نہ وہ معطل ہو سکتی ہیں۔ اگر خدا نے گذشتہ زمانوں میں انسان سے کلام کیا تو یہ خیال کرنا بھی کفر ہے کہ اب وہ نعوذ باللہ گونگا ہو گیا ہے۔ اگر گذشتہ زمانہ کے انسانوں میں یہ قابلیت رکھی گئی تھی کہ خدا اس سے ہم کلام ہو تو انسان ہیں ....

یہ قابلیت اب بھی ضرور موجود ہے کیونکہ انسان کے قویٰ اور قابلیتوں میں سے کوئی قوت یا قابلیت کم نہیں کی گئی۔

اگر دنیا اپنی مادی ترقی میں اب بھی نیوٹن۔ ہرشل اور ایڈیسن جیسے انسان پیدا کر سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اب یسوع مسیح۔ کرشن اور بُدھ جیسے انسان دنیا میں پیدا نہ ہوں۔ کیا اب ہماری خَلق وہی نہیں جو پہلے انسانوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور کیا جسمانی بناوٹ میں مساوات اس بات کی مقتضی نہیں کہ روحانی بناوٹ میں بھی ہم پہلے انسانوں کے مساوی ہوں۔ اور یہ بات کہ اب بھی یسوع مسیح۔ کرشن۔ بُدھ جیسے انسان پیدا ہو سکتے ہیں یہ بات قرآن شریف میں صریح الفاظ میں بتائی گئی ہے اور قرآن شریف کے علاوہ اور جگہ بھی ہمیں یہی وعدہ دیا گیا ہے۔ کیا یسوع مسیح۔ کرشن اور بُدھ نے اپنی دوبارہ آمد کی پیشگوئیاں نہیں کیں؟ اور یسوع مسیح نے تو اس امر کی تشریح بھی کر دی ہے کہ یہ دوبارہ آمد کس طرح واقع ہوگی۔ دوبارہ آمد کا یہ مطلب نہیں کہ وہی پہلا انسان پھر دوبارہ دنیا میں آئے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک اور آدمی پیدا ہو جو روحانیت میں پہلے کا مثیل ہو۔ اگر یوحنا بپتسمہ دینے والا الیاس تھا (اور وہ ضرور الیاس تھا کیونکہ یسوع مسیح کا قول ہم رد نہیں کر سکتے) تو پھر ان بزرگوں کی دوبارہ آمد بھی اسی طرح وقوع میں آنی چاہیئے جس طرح کہ الیاس کی دوبارہ آمد وقوع میں آئی۔ اسلیئے جب میں یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے وہ راہ دکھائی جائے جس پر چلکر میں وہی انعام حاصل کروں جو پہلے منعم علیہ گروہ کو ملا۔ تو میں بادشاہت یا سپہ سالاری یا کوئی اور دنیا کا عہدہ نہیں مانگتا۔ یہ میری خواہش نہیں۔ یہ معمولی چیزیں ہیں جن کو انسان حاصل کرتا ہے۔ جس ورثہ کا ایک مسلمان خواہاں ہوتا ہے۔ وہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ مذکورہ بالا دعا میں اھدنا الصراط المستقیم کے الفاظ بھی بہت قابل غور ہیں۔ ہم خدا سے یہ نہیں مانگتے کہ ہمیں فلاں چیز دے* بلکہ ہم خدا سے

* یسوع مسیح کی اُس دعا کی طرف سے اشارہ ہے جسمیں یہ مانگا گیا ہے کہ ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے (ایڈیٹر)

ہدایت مانگتے ہیں۔ اور اگر ہماری دعا قبول ہو تو ہمیں بھی ہمارے استحقاق کے مطابق الہام اور مکالمہ الٰہی کا انعام مل سکتا ہے۔

اسلام کی تعلیم عقل کے موافق ہے

ایک اور خصوصیت اسلام کی یہ ہے کہ جن راستیوں کی یہ تعلیم دیتا ہے انکی سچائی عقلی پہلو سے بھی ثابت کر کے دکھا دیتا ہے۔ وہ کونسی بات ہے جسکی وجہ سے آجکل مذہب کی گرفت انسانوں کے دلوں پر ہر روز زیادہ اور زیادہ کمزور ہو رہی ہے اُس کی وجہ عقلی دلائل کی کمی ہے ہر ایک مذہب اپنے پیروؤں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بعض چیزوں پر ایمان لاویں۔ مثلاً۔ خدا کا وجود۔ ملائکہ۔ الہام۔ نبوت۔ حیات بعد ممات۔ یوم آخرۃ۔ جزاء و سزا۔ یعنی بہشت و دوزخ وغیرہ۔ یہ ایسے مسائل ہیں جنہیں مختلف مذاہب میں حق سمجھا جاتا ہے ان امور کے متعلق تفصیلی باتوں میں تو اختلاف ہے مگر اصولاً ان امور پر سب مذاہب کا اتفاق ہے۔ لیکن کیا خدائے تعالیٰ نے ہمیں عقل عطا نہیں کی۔ کیا خدائے تعالیٰ نے مختلف قویٰ انسان کو نہیں بخشے۔ اور کیا خدا نے ہماری مختلف خواہشوں کے پورا کرنیکے لیئے سامان مہیا نہیں کیئے۔ مَیں احساس رکھتا ہوں۔ مَیں جذبات رکھتا ہوں لیکن مَیں عقل بھی رکھتا ہوں۔ اگر میرے دل کی خواہشیں پوری ہو سکتی ہیں۔ تو میری عقل کے تقاضاؤں کو کیوں روکا جائے۔ اگر میرے جذبات سیر ہو سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ میری عقل کے آگے روک ڈالی جائے۔

جن عقائد کی فہرست مَینے اوپر دی ہے سب مذاہب میں انکو بطور اصول موضوعہ کے تسلیم کیا گیا ہے لیکن ایک شک کرنیوالے دل کو انکے متعلق کس طرح اطمینان دلایا جائے۔ مگر قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس میں ان سب عقائد کو عقلی طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ انکے ثبوت میں زبردست دلائل دیئے گئے ہیں اور انکی توضیح کے لیئے صحیفہ قدرت سے موزون مثالیں پیش کی گئی ہیں یہ بات

یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا کی کامل کتاب کو اپنے پیروؤں کی وکالت کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے۔ میری مشکلات کامل الہامی کتاب کو خود حل کرنی چاہیئیں نہ کہ کتاب کے واعظ کو۔ اسلام کی کتاب نہ صرف ہماری خواہشات۔ ہمارے احساس اور ہمارے خیالات کے آگے اپیل کرتی ہے بلکہ وہ ہمارے دل اور ہماری عقل سے بھی اپیل کرتی ہے پہلی کتابیں اگرچہ وہ بھی قرآن کی طرح الہامی تھیں مگر وہ عقلی پہلو سے مذہبی اصول کی توضیح نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ پہلے انسانی عقل ایسی ترقی یافتہ نہ تھی کہ وہ ان لطیف دلائل کو پورے طور پر سمجھ سکے جن سے باریک مذہبی حقائق ثابت ہوتے ہیں۔ یسوع نے سب باتیں "تمثیلوں میں کہیں اور بغیر تمثیل کے وہ اُن سے کچھ نہ کہتا تھا" (متی ۱۳: ۳۴) کیونکہ وہ "بے سمجھ" تھے (متی ۱۵: ۱۶)

اسلام کا علم اخلاق

ایک اور بات جو دنیا کی دوسری اخلاقی کتابوں سے بڑھکر اسلام کی مقدس کتاب میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ اس نے انسان کی طبعی جذبات اور اخلاقی حالتوں میں ایک امتیاز قائم کیا ہے[٭] ہم میں مختلف جذبات اور صفات رکھی گئی ہیں مثلاً محبت۔ حلم۔ رحم۔ تواضع وغیرہ۔ لیکن قرآن شریف کے رُو سے یہ صفات اخلاق کی فہرست میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ عقل اور معرفت کی رہنمائی کے ماتحت انکا ظہور نہ ہو۔ یہ صرف طبعی اور فطرتی جذبات ہیں مثلاً وہ محبت جو کُتّا یا ایک بکری اپنے آقا کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں اُنکو تہذیب یا خوش خلقی کے نام سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بھیڑیے یا شیر کی درندگی بدتہذیبی یا بدخلقی نہیں کہلا سکتی۔ صرف چند صفات کے وجود سے جو طبعی تحریکوں کا

[٭] دیکھو کتاب ٹیچنگز آف اسلام (تقریر جلسہ مہوتسو) مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

نتیجہ ہوں انسان کی روحانی زندگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ مثلاً دل کی حلیمی۔ اور ترکِ شر انسان کی طبعی حالتیں ہیں اور ایک ادنیٰ درجے کے آدمی میں بھی جو نجات کے منبع سرچشمہ سے بالکل بے خبر ہو پائی جا سکتی ہیں۔ کئی حیوانات بالکل بے ضرر ہوتے ہیں اور بجائے اسکے کہ وہ کسی کو دکھ دیں اُلٹا وہ دوسروں کے ہاتھ سے دکھ اُٹھاتے ہیں۔ اور جب وہ پالتو ہو جاتے ہیں تو ذرا بھی اُن میں ایذا رسانی باقی نہیں رہتی چابکوں سے اُن کو مارا جاتا ہے مگر وہ ہرگز مقابلہ نہیں کرتے۔ مگر باوجود ان صفات کے کوئی آدمی ایسا بے وقوف نہیں جو ان حیوانوں کو نیک انسان تو کجا انسان بھی کہے۔ ایک بکری بہت سے انسانوں کی نسبت زیادہ دل کی حلیم ہوتی ہے۔ اسیطرح بعض جرائم پیشہ لوگ بھی بعض اوقات ایسے صفات ظاہر کرتے ہیں جو نہایت ہی مہذب انسانوں کے شایاں ہوتی ہیں۔ رابن ہوڈ امرا کو لوٹتا اور غربا کی مدد کرتا۔ یورپ کتوں پر شفقت کرتا اور بے زبان جانوروں پر ترس کھاتا ہے مگر جب حال ہی میں مختلف اسلامی اقوام کو بے رحمی سے ذبح کیا گیا اور اُن کے گلوں پر چھری پھیری گئی تو یورپ کی رحم کی حس پر ذرا بھی چوٹ نہیں لگی۔ پس ایک ایسا معلم جو اخلاق پر ہمیں وعظ سناتا ہے اور بعض صفات کو اچھا کہتا اور بعض کو بُرا کہتا ہے وہ صرف ہمارے قدرتی جذبات کو کہتا ہے جو تعدیل اور محل شناسی کے محتاج ہیں۔ اسلام کی یہ ایک اور خصوصیت ہے کہ اسکی مقدس کتاب میں انسان کے طبعی جذبات اور اعلیٰ اخلاق میں فرق کیا گیا ہے۔ قرآن شریف مختلف اخلاقی حالتوں کا صرف علیحدہ علیحدہ ذکر ہی نہیں کرتا بلکہ انکے استعمال کا محل اور موقعہ بھی بتلاتا ہے۔ کیا مختلف حالات کے ماتحت ہمارے افعال کا نتیجہ مختلف نہیں ہوتا کیا ایسا نہیں ہوتا کہ ایک صورت میں ایک کام نیکی ہو اور دوسری صورت میں وہی کام بدی ہو جائے؟ ایک مجرم کو سزا دینا سوسائٹی پر رحم کرنا ہوتا ہے۔ اگر ایک فوجداری مقدمہ میں مجسٹریٹ مجرم کی خواہش کے مطابق کام کرے تو کیا اس سے امن عامہ کو سخت نقصان نہیں پہنچیگا؟ اس امر کے متعلق میں اخلاق کے واعظوں کی ایک اور غلطی بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ انکی رائے میں صرف نرم صفات ہی اخلاق حسنہ کی فہرست

کو پورا کردیتی ہیں۔ گویا نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ نے غلطی کی کہ ہم میں بعض سخت صفات مثلاً غضب۔ انتقام اور غیرت جیسی صفتیں رکھدیں۔ انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ صفت انتقام ہی ہے جو جب مناسب طریق سے مجسٹریٹ کے ذریعہ برتی جاتی ہے تو اس سے لوگوں کے مال اور جان کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور اس طرح انتقام کی صفت ایک نیکی بنجاتی ہے۔ غیرت اور منافست جب مناسب موقعہ پر استعمال کی جائیں تو ہم میں ترقی کی خواہش اور اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کا ایک جوش پیدا کرتی ہیں۔ ان طبعی میلانوں کو روکنا کوئی نیک خلق نہیں جب انکو تعدیل کے ساتھ برتا جاتا ہے تو یہ ضروری قومی نیکیاں قرار پاتی ہیں اسلئے قرآن شریف صرف یہی نہیں کہتا کہ سخاوت۔ شجاعت۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ انصاف۔ استقامت اعلیٰ اخلاق ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جسقدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیساکہ رفق۔ قول حسن۔ حیا۔ دیانت۔ مروّت۔ غیرت۔ صبر۔ عفّت۔ غضب۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات۔ حوصلہ۔ عفو۔ انتقام۔ شجاعت۔ وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کیجائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہوگا۔ قرآن مجید ان سب صفات کا ذکر کرتا ہے اور اُن کا مناسب محل بھی بیان کرتا ہے۔ اور وہ ایسے ذرائع بھی بتاتا ہے جو ان اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کیلئے ہمیں اختیار کرنے چاہیئے۔ اس جگہ یہ بھی بیان کردینا مناسب ہوگا کہ جب ہمارے طبعی جذبات جب مناسب موقع اور محل پر استعمال کیئے جاویں تو اعلیٰ اخلاق بنجاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری اخلاقی اور روحانی حالتوں کے درمیان کوئی ایسا خط نہیں کھینچا جاسکتا جو دونوں کے درمیان حدفاصل کہلاسکے۔ ہماری تمام حالتیں جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی۔ ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتی ہیں۔ کوئی آدمی اپنی جسمانی حالتوں اور اخلاقی صفات کی تادیب و تعدیل کے بغیر روحانیت کے اعلیٰ مقام پر نہیں پہنچ سکتا اسلیئے اُن تمام احکام اور ہدایات کی پابندی ضروری ہے جو ہماری روزانہ زندگی کے متعلق قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ یہ مضمون ایک مفصل بحث چاہتا ہے مگر وقت اسکی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

مَیں ڈرتا ہوں کہ مَیں نے پہلے ہی آپکا وقت بہت زیادہ لے لیا ہے مگر ایک بات اور کہکر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اسلام کی ایک خاص اور بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اُس نے عورت کی حیثیت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اور اس نے عورت کو ایک ایسی حیثیت دی ہے جو اُسکو پہلے کبھی حاصل نہ تھی۔ اسلام کے آنے تک عورت کوئی مستقل شخصیت نہیں رکھتی تھی۔ اسلام نے ہی آکر اسکو ذاتی حقوق دیئے۔ نہیں بَیں اس سے بھی آگے بڑھکر یہ کہوں گا کہ اس زمانہ کی مہذب قوموں کے لیئے بھی ابھی بہت منزلیں طے کرنی باقی ہیں تب وہ جاکر کہیں تہذیب کے اُس درجہ تک پہنچیں گی جس کے رو سے عورت کو وہ حیثیت دی گئی ہے جو قرآن شریف کی اس آیت میں بیان کیگئی ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔ پسندیدہ طریق کے ساتھ۔ اسلام عورت کو مرد کے برابر علمی۔ اخلاقی اور روحانی ترقی کا موقعہ دیتا ہے۔ وہ اسکو ایک جدا اور مستقل شخصیت دیتا ہے اور اُسکو اُس ذلت سے اوپر اُٹھاتا ہے جس میں وہ جہالت پر مبنی اعتقادات اور غلط خیالات کی وجہ سے گری ہوئی تھی۔

ریویو

مکاشفات مع تعبیر نامہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ رؤیا و کشوف کو بابو محمد منظور الٰہی صاحب احمدی نولکھا۔ لاہور نے جمع و مرتب کرکے شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ جسقدر مفید اور بابرکت ہے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت صاحب سے عشق رکھنے والے اصحاب منگوا کر لطف اُٹھائیں قیمت ۱۲؍ بڑی تقطیع کے ۲۰۷ صفحے کی کتاب ہے۔ بابو صاحب موصوف سے یا دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے مل سکتی ہے +

کشف الدجیٰ مولوی عبدالعزیز صاحب احمدی سہارنپوری کی تصنیف ہے جسمیں مصنف صاحب نے منطقی رنگ میں قرآن کریم کی آیات سے مسیح علیہ السلام کی وفات پر بحث کی ہر مخالفین

سلسلہ احمدیہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ جانے کی نسبت جب کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ تو منطقی پہلو پر اُتر آتے ہیں۔ جس سے بعض دفعہ کم علم لوگوں کو مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں۔ مولویصاحب موصوف نے اس غرض کو مدّنظر رکھکر یہ رسالہ لکھا ہے۔ جو کہ امید ہے۔ کہ انشاء اللہ کئی سعید روحوں کے لیئے مفید ثابت ہوگا۔ میاں محمد یامین تاجر کتب قادیان سے۔ ۱؍ پر مل سکتا ہے۔

النبوۃ میر قاسم علی صاحب اڈیٹر الحق دہلی نے آیت خاتم النبیین کے معنی اور تفسیر بہت عمدہ پیرائے میں بیان کرکے قرآن اور احادیث کی رو سے ثابت کیا ہے۔ کہ رسول کریم کا ایک امتی آپکی کامل پیروی سے درجہ نبوت بغیر تشریعی تک مثل انبیاء بنی اسرائیل کے پہنچ سکتا ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کے متعلق نہایت قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اے مخالفان سلسلہ جبکہ تم رسول کریمؐ کی اس حدیث کے مصداق ہو رہے ہو کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبر و ذراعا بذراع کہ تم لوگ یہود و نصاریٰ کی ذرا ذرا بات میں پیروی کروگے۔ اور جب تم رسول اللہ صلعم کی اُمت میں ہوتے ہوئے یہود اور نصاریٰ کی مطابقت دکھاتے ہو۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس اُمت میں لوگ یہودی اور نصرانی تو بن جائیں مگر اس میں موسیٰ و عیسیٰ بننے کی اہلیت نہ ہو۔ اسی اہلیت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کتاب نہایت مفید اور اس قابل ہے۔ کہ کثرت سے اسکی اشاعت کیجاوے۔ قیمت فی نسخہ ۴؍ فی روپیہ ۸ نسخے بغرض تقسیم مفت۔ میر صاحب موصوف سے مل سکتی ہیں۔

برق آسمانی رسالہ ہذا میں فیصلہ آسمانی مؤلفہ ابو احمد رحمانی کے اعتراضوں کے جوابات مولوی خلیل احمد صاحب احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ مونگھیر نے لکھے ہیں۔ مصنف فیصلہ آسمانی کی علمیت اور اعتراضوں کی معقولیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہ باوجود بصد اصرار اور بسیار تکرار کے تاحال وہ پردہ سے باہر نہیں آئے۔ انکے زیادہ تر اعتراضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ہیں۔ لیکن جس شخص کا یہ مذہب ہو۔ کہ پیشگوئی کا صحیح ہونا صداقت کی نشانی نہیں اُس کا کسی پیشگوئی پر اعتراض کرنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ دوسرا جو شخص قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کا قائل ہو۔ اسکو کسی پیشگوئی کے ٹل جانے یا منسوخ ہو جانے پر اعتراض کرنیکا کونسا حق حاصل ہے۔ جبکہ مصنف صاحب خود ان دونوں باتوں کے قائل ہیں۔ تو انکا کسی

پیشگوئی اعتراض کرنا محض تعصب پر مبنی ہے۔ مصنف فیصلہ آسمانی نے دھوکہ دہی میں کمی نہیں کی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء اور مفہوم کے خلاف آپکی عبارت کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کیا ہے۔ جو کہ آپکی تحریر میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ رسالہ زیر ریویو میں ان تمام باتوں کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ مفید اور قابل اشاعت ہے قیمت ۴ ملنے کا پتہ سید محمد عبد الغفار صاحب احمدی تاجر کتب بڑا بازار۔ مونگھیر۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء

مدرسہ احمدیہ:۔ اس مدرسہ میں ۱۴ ماہ حال سے سہ ماہی امتحان شروع ہے رخصتوں کے بعد ماسٹر عبد الرحیم صاحب مدرس دیگر مضامین کی اسامی پر متعین ہوئے ہیں۔ ماسٹر صاحب جے۔ اے۔ وی پاس اور ٹرینڈ ہیں۔ اور پہلے ہائی سکول میں بہت عرصہ تک مدرس انگریزی رہ چکے ہیں۔ امید ہے کہ انکا وجود مدرسہ کے لیئے بہت مفید اور بابرکت ہوگا انشاء اللہ

تعلیم الاسلام ہائی سکول:۔ افسر تعلیم نے لوئر پرائمری کے چھوٹے لڑکوں کیلیئے اراضی دار العلوم میں شہر کے نزدیک ایک کچا مدرسہ بنانے کی تجویز کی ہے۔ جس پر مجلس معتمدین نے تخمینہ پیش کرنے کے لیئے حکم صادر کیا ہے۔

اشاعت اسلام:۔ خریداران ریویو اردو میں اس ماہ پندرہ کی بیشی اور ریویو انگریزی میں پانچ کی بیشی ہوئی۔ تفسیر القرآن میں کوئی کمی بیشی اس ماہ میں نہیں ہوئی اس ماہ میں سید غلام محی الدین صاحب۔ مولوی عبد الواحد صاحب و بابو اختر علی صاحب و مسٹر اے کنٹی نے ایک ایک نیا خریدار بہم پہنچایا۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔

مقبرہ بہشتی:۔ اس ماہ میں دو موصی ایک مرد و ایک عورت یعنی شریف احمد مرحوم ولد جمال الدین صاحب ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور۔ و سمانت صالحہ بی بی بنت خیر الدین ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئے۔ آمد اسامیان ہوئی۔ مندرجہ ذیل رقوم اس ماہ میں بحساب وصیت وصول ہوئیں۔

(۱) منشی خدا بخش صاحب - ادرحمہ للہ عہ	(۸) قاضی غلام حسین صاحب حصار عہ
(۲) چودھری نبی بخش صاحب مرحوم بذریعہ غلام حسن صاحب تلونڈی پک ۱۰ عہ	(۹) اہلیہ " " " للعہ
(۳) معرفت رحمت علی صاحب بحساب نتھو مرحوم - پھیرو چیچی عہ	(۱۰) میاں حیات کمہار - گوبیکے - عہ
(۴) بابو عبدالرحمن صاحب شملہ عہ	(۱۱) میاں محمد دین صاحب " عہ
(۵) بابو فضل کریم صاحب دہلی عہ	(۱۲) میاں سبحان بخش صاحب سہارنپور عہ
(۶) میاں احمد دین صاحب زرہ گرقادیان عہ	(۱۳) جماعت راولپنڈی بذریعہ محمد اشرف صاحب راولپنڈی عہ
(۷) بابو فضل احمد صاحب - مری - للعہ	(۱۴) جناب نور محمد صاحب - گلگت - عہ
	(۱۵) چودھری شاہ محمد صاحب - سارجنٹ - سیالکوٹ عہ

صیغہ متفرقات

شفاخانہ میں اس ماہ کل مریض ۱۴۱۲ آئے انمیں سے نئے ۶۵۶ تھے۔ مائنز اپریشن ۱۴ ہوئے۔ شفاخانہ دارالعلوم کے ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب آجکل رخصت پر ہیں۔ اور ہر دو شفاخانہ کے میڈیکل آفیسر ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب اسسٹنٹ سرجن پنشنر مریضوں کو بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اور بڑی دلداری کرتے ہیں۔ اور ہائی سکول کے بیمار لڑکوں کا خود جاکر روزمرہ ملاحظہ فرماتے اور علاج کرتے ہیں۔ خدا انکو جزائے خیر دیوے۔

دفتر سکرٹری:- صدر انجمن احمدیہ نے اراضی دارالعلوم میں سے جو ٹکڑے اجارے پر دینے منظور کیے تھے چونکہ اب انجمن کو زمین کی خود بڑی ضرورت تھی۔ اسواسطے مجلس معتمدین نے اپنے رزولیوشن ۵۲۲ مورخہ ۶ - اکتوبر ۱۹۱۳ء میں اجارہ والی تجویز کو منسوخ کردیا ہے۔ * پچھلے ماہ حضرت صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اپنے اخبار الفضل میں چندہ کے متعلق جو تحریک خاص فرمائی تھی۔ اسپر جن احباب۔ جماعتوں یا انجمنوں نے جو رقوم ارسال فرمائی ہیں۔ انکی فہرست گذشتہ ماہ میں شائع کی گئی تھی بعض رقوم جو آخر ستمبر تک بعد میں وصول ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۶- ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت لالہ موسیٰ معرفت منشی قاسم صاحب ۱۴ عہ

۲۳- ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت سٹروعہ معرفت نور احمد خانصاحب ۱۰ عہ

۲۳ ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت پشاور معرفت مولوی نذر علی صاحب } ۱۰؍ ۲۷ ستمبر ۱۹۱۳ء جماعت پاک پٹن معرفت نیاز احمد صاحب } ۸؍

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو نیک جزائے عطاء فرمائے اور انکی کوششوں میں برکت دیوے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تمام احباب چندہ کے جمع کرنے میں مزید سعی کرکے باقاعدہ کوشش جاری رکھیں گے۔

تعمیر:۔ عمارت مدرسہ کے برآمدوں کا کام سوائے ہال کے تمام ختم ہو گیا ہے۔ کمروں کے اندر ۳/۴ کے قریب سفیدی ہو گئی ہے۔ اور ٹیپ کے کام کا بہت سارا حصہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ برآمدہ میں فرش لگانے کے لیئے کنکریٹ نصف کے قریب ڈلوائی گئی ہے۔ غالباً اکتوبر ۱۹۱۳ء میں تمام کام سوائے ہال کے انشاء اللہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچ جاویگا اور پھر جلدی ہی انشاء اللہ ہال کا کام بھی شروع کر دیا جاویگا۔ لیکن عمارت کے لیئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے احباب توجہ فرماویں۔ ایسا نہ ہو کہ عمارت کا کام احباب کی تھوڑی سی بے توجہی سے رک جائے۔ ہال کی تعمیر صرف روپیہ کی کمی کی وجہ سے رکی ہوئی ہے مدت کی تکمیل کے لیئے قریباً پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ ہمت کریں اور کوشش کرکے اس روپیہ کو پورا کردیں۔ ہال کی تعمیر کے بعد مدرسہ کی تعمیر کا کام بند کر دیا جائیگا۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء تک انشاء اللہ مری سے واپس قادیان پہنچ جائیں گے۔ مگر ابھی کچھ عرصہ تک ترجمۃ القرآن کے کام میں بہت مصروف ہونے کی وجہ سے سکرٹری کے کام کا وہ چارج نہیں لے سکیں گے۔

بیت المال:۔ لنگر کے چندے کی طرف احباب نے بہت کم توجہ کی ہے اب جلسہ سالانہ آرہا ہے۔ اور جلسہ کے موقعہ پر صیغہ بیت المال کو بہت بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اور وہ پہلے ہی مقروض ہے۔ اسلیئے بیرونی انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کو یاد دہانی کراتا ہوں کہ اپنی اپنی مقامی انجمنوں میں تحریک کرکے جلسہ سالانہ کے اخراجات کے لیئے جو تین ہزار تک ہونگے اور گذشتہ قرضہ کے ادا کرنے کے لیئے جو چار ہزار روپیہ تک ہے۔ خاص چندہ کرنا شروع کردیں۔ ایسی تمام رقوم ماہ نومبر کے آخر تک خزانہ صدر انجمن میں پہنچ جانی چاہئیں

تا بعد میں مشکلات نہ واقع ہوں۔

احمدی احباب کی خدمت میں ایک اپیل

میں نہیں جانتا کہ کن الفاظ سے احباب کو سلسلہ کی ضروریات کی طرف توجہ دلاؤں۔ اُنکو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قادیان میں جو سلسلہ جاری ہے اُسکے اخراجات کے لیئے سامان کرنا اُن کا ایک بہت بھاری فرض ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اُنپر طرح طرح کے بوجھ پڑے ہوئے ہیں اور کئی راہوں میں اُنکو روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے مگر اس کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہیئے کہ قادیان کے ضروری اخراجات کو وہ فراموش کر دیں۔ لنگر روز بروز مقروض ہو رہا ہے۔ تعمیر قریب الاختتام ہو صرف روپیہ کے نہ ہونیکی وجہ سے نامکمل پڑی ہے اور اسوقت کام بند کر دینا نہ صرف قابل افسوس بلکہ نقصان دہ امر ہے۔ مدرسہ احمدیہ بھی خاص امداد کا محتاج ہے۔ میگزین کی توسیع کا حکم خود تمھارا امام تمھیں دے گیا ہے اور اُس کا ارشاد اسوقت تک تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ تمھاری جماعت کے مساکین اور یتامیٰ یہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ہزاروں آدمی حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں فیض حاصل کرنے کے لیئے حاضر ہوتے ہیں۔ پس میں احمدی احباب سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ اُن کا فرض نہیں کہ ان ضروریات کے لیئے جس صرف کثیر کی ضرورت ہے اُسکو وہ ہمیشہ مدنظر رکھیں اور کبھی یہ اخراجات اُنکی نظر سے دُور نہ ہوں۔ اگر احمدی جماعت ان اخراجات کو ادا نہ کریگی تو وہ دوسری کونسی جماعت ہے جو ان اخراجات کو ادا کریگی۔ ہاں خدا قادر ہے کہ وہ اس کام کے لیئے ایک اور جماعت پیدا کر دے کیونکہ یہ اُسکا اپنا کام ہے اور وہ اسکو ضرور چلائیگا۔ لیکن اگر ہم غفلت کریں تو ہم پر افسوس۔ تمھیں اپنے پیارے امام کا قول یاد نہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

پس سکرٹری صاحبان اپنی اپنی جماعتوں کو جمع کر کے اُن کے آگے یہ سوال پیش کریں کہ کیا وجہ ہے کہ سلسلہ کی ضروریات کی طرف ہماری توجہ کم ہے۔ کیا وجہ ہے کہ

لنگر مقروض ہو رہا ہے اور ہم اُس کے قرض کے ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے سالانہ جلسہ کے اخراجات در پیش ہیں اور ہمیں اُنکا کوئی فکر نہیں۔ مدرسہ کا حال بزبان حال روپیہ روپیہ پکار رہا ہے اور ہم اُس کی پکار کو نہیں سُنتے۔ کب تک ہم اس خواب غفلت میں سوئے رہیں گے اور کب تک ہم اپنے امام کے قائم کردہ سلسلہ کی ضروریات کو نظرانداز کرتے رہیں گے۔ مَیں نہیں کہتا کہ تم دوسرے نیک کاموں میں روپیہ خرچ نہ کرو۔ بے شک کرو اور جہانتک تمھاری طاقت ہے خرچ کرو۔ لیکن مَیں یہ کہتا ہوں کہ لنگر خانہ کو دوسری ضروریات پر قربان نہ کرو۔ مدرسہ احمدیہ تمھارے احمدؑ کے نام پر جاری ہے اُسکی ضروریات کو مقدم رکھو۔ تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اور اب قریب الاختتام ہو کر رکا پڑا ہے اُسکو پورا کرو۔ قادیان کی ضروریات کو نہ بھلاؤ اُسکے بعد جو چاہو کرو۔

ممالک غیر میں تبلیغ:۔ ولایت کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شریف النسب لارڈ نے اور ایک نوجوان انگریز نے ہمارے مبلغین کے پاس قبول اسلام کا اظہار کیا ہے اگرچہ ابھی تک اُنھوں نے عام طور پر اپنے مشرف باسلام ہونیکا اعلان نہیں کیا۔ ایک ہندوستانی طالب علم نے جو ولایت میں انجنیئرنگ کلاس میں تعلیم پاتا ہے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کیخدمت میں بیعت کا خط لکھا ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

مصر میں ہمارے نوجوان بھائی علاوہ تعلیم کے تبلیغ کے کام میں بھی مصروف ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل قاہرہ سے لکھتے ہیں وہ اس ہفتہ مَیں نے تبلیغ کا کام بھی کچھ کچھ شروع کر دیا ہے۔ ایک آدمی کو مَیں نے کھولکر تمام مسائل سمجھا دیئے حتیٰ کہ نبوت کا مسئلہ بھی بہت کچھ مان گیا۔ مگر جب بیعت میں داخل ہونیکے لیئے کہا گیا تو کچھ اڑا اور ایک دو اعتراض کیئے جواب تسلی بخش دیئے گئے۔ ابھی خاموش ہے ... آج یہاں کے ایک بڑے شیخ سے ملاقات کرنے کا وعدہ ہے۔ شام کو جاؤں گا۔ جن لوگوں کو ہم نے بعض اعتراضات عیسائیوں کی طرف سے جو مسیح کو زندہ مان کر نبی کریمؐ پر پڑتے ہیں سنائے تھے۔ اُنھوں نے شیخ کو بلایا ہے۔ اور آج انشاءاللہ اس سے گفتگو ہوگی۔ خدا کرے کہ نتیجہ نیک نکلے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے پیارے مسیح کا نام روشن کرے۔

سیّد ولی اللہ شاہ صاحب کی طرف مصر کے انگریزی دان نوجوان خدائے تعالیٰ کے فضل سے بہت مائل ہو رہے ہیں سید صاحب لکھتے ہیں "یہاں کے نوتعلیم یافتہ نوجوان انگریزی کے بہت شائق معلوم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ میرے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ پیش آئے یہاں تک کہ چار اُستادوں نے جنہیں سے دُو تو انگریزی کے اُستاد تھے اور دُو عربی کے مجھے مفت پڑھانے کے لیئے وعدہ کیا مگر ایک نے یہ کہا کہ مجھے ایک گھنٹہ انگریزی پڑھا دیا کرو تین اور افندیوں نے مجھے کہا کہ روز ایک گھنٹہ ہمیں پڑھاؤ یا ہفتہ میں تین دن ہی سہی۔ ایسا ہی جب کبھی مجھے مصری کلب میں جانیکا اتفاق ہوا تو بہت سے نوجوان میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ اور ہر ایک کو یہی شوق رہا کہ مجھ سے مخاطب ہو اور گفتگو کرے۔ اور میں نے خدائے تعالیٰ کے فضل سے دیکھا کہ میں بڑی صفائی سے صحیح زبان انگریزی میں اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا رہا اور دو دو گھنٹہ تک۔ اور مجھے خود اس بات پر سخت تعجب ہے کہ اسقدر صفائی صحت اور تیزی میری زبان میں کہاں سے آگئی۔ ایسا ہی ڈاکٹر زومر نے میرے متعلق سُنکر مجھے امریکن مشن چرچ میں اُسکے انگریزی لیکچروں کو سننے کے لیئے دو بار مدعو کیا اور میں نے بہت سے شائقین انگریزی کو وہاں پایا۔ اگرچہ وہ کم سمجھ سکتے تھے۔ میں ان پادریوں کی اس کارروائی پر حیران رہ گیا۔ اس سے میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی ریویو کے مضامین کا خوب مطالعہ کرکے یا یاد کرکے جمعہ کے دن ان صاحبوں کو تعلیمی بہانہ سے تبلیغ کروں جو میرے مکان پر صرف اس غرض کیلیئے آنا چاہتے ہیں۔ اور میں نے تین ایسے افندیوں کو تو بحث کے بعد وفاتِ مسیح کا (خدا کے فضل سے) بالکل مقر کرا دیا ہے یہاں تک کہ ایک افندی دوسرے روز آکر کہنے لگا کہ میں نے اسپر جب غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین صلعم کے بعد وہ مسیح کیسے آسکتا ہے۔ غرض یہ ایک نہایت مفید اور

[illegible]

قرآن شریف کا اُردو ترجمہ:۔ قرآن شریف کا اُردو ترجمہ اور نوٹ چھپوانے کا کام حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے اور قرآن شریف کا جو ترجمہ اور نوٹ شائع ہونگے وہ حضرۃ خلیفۃ المسیح کی منظوری اور پسندیدگی کے بعد آپ کی اجازت سے ہی شائع ہونگے۔ حضرت میر صاحب اس غرض کے لیئے روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ جو صاحب اس ترجمہ کو خریدنا چاہتے ہیں وہ ۵؍ روپیہ پیشگی بھیجکر

حضرت میر صاحب کی اس کارِ خیر میں مدد کریں یا محض بطور امانت اپنی وسعت کے مطابق امداد کریں
شیر علی عفی اللہ عنہ
قائم مقام سکرٹری

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں۔ (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کیحالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے ❋ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۵/

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو ولایت سے چھپکر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت عہ

قاعدہ یسرنا القرآن نو ترمیم

یہ قاعدہ جسقدر مفید اور مقبول ثابت ہوا ہے محتاج بیان نہیں۔ عام طور پر کئی کئی سال تک بچوں کی عمریں ضائع ہو جاتی تھیں اور قرآن شریف ختم نہیں ہوتا تھا۔ اور جو کسی بچے نے قرآن شریف ختم بھی کیا تو ایسا کہ دوبارہ پڑھاؤ تو ایک سطر رواں اور صاف نہیں پڑھ سکتا۔ مگر اس قاعدہ کے پڑھانے سے ایک بچہ چھ ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے۔ اور اس میں اسقدر طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ عربی کی کوئی کتاب جسپر اعراب دیئے ہوں بلا تکلف پڑھ لیتا ہے۔ اس قاعدہ کے چار ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ مصنف صاحب قاعدہ مذکور نے نہایت محنت اور جانفشانی سے سابق قاعدہ میں ترمیم کرکے بہت مفید باتیں اور ایزادکی ہیں اور جابجا اساتذہ کے لیئے کارآمد نوٹ دیئے ہیں۔ لکھائی اور چھپائی عمدہ ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ لگایا گیا ہے۔ جو احباب اپنے عزیز بچوں کو صحیح قرآن شریف پڑھانے کے خواہشمند ہوں۔ وہ یہ قاعدہ شروع کروائیں قیمت مکمل قاعدہ عربی ۲/ فی حصہ ۱/ اردو کا قاعدہ ۱/ محصولڈاک

درخواستیں بنام منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

Reg. No. L. 303

نمبر ۸

یہ کیا؟ اس کا نصف صفحہ کیوں خالی ہے!

رہنے دیجئے اس میں کیا ہے۔

سبب ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بچوں سے ضعیف تک کے لیئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس سنت امراض کی ان ادویات کی پوری فہرست اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے۔

اسکے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہیں ہو سکتا۔

کیا ایک فہرست آپکی خدمت میں روانہ کر سکتا ہوں

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر میں مل سکتی ہیں۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۱۰ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے | لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۲ | بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء | مطابق ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ | نمبر ۱۱

چندہ سالانہ | عام طلباء سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- نومبر ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

یسوع کی پیشگویاں نمبر (۳)

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ ریویو بابت ستمبر ۱۹۱۳ء)

گرفتاری۔ موت اور دوبارہ جی اُٹھنے کی پیشگوئی

اس مضمون کے گذشتہ نمبر میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مسیحیوں کی چاروں کتابیں جو متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنا کی انجیلیں کہلاتی ہیں واقعہ صلیب سے سالہا سال بعد لکھی گئی تھیں اور یہ کہ ان میں سے کسی کی نسبت یہ امر بالاتفاق تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اس کتاب کا لکھنے والا فلاں آدمی تھا۔ مگر یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان گمنام مصنفین میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اُن واقعات کا جو ان کتابوں میں درج ہیں رویت کا گواہ ہو یعنی اُس نے ان واقعات کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہو یا یسوع کے اقوال کو اپنے کان سے سُنا ہو۔ اسلیئے ہم مجبور ہیں کہ اُن پیشگوئیوں کو کوئی وقعت نہ دیں جو یسوع کی طرف ان کتابوں میں منسوب کی گئی ہیں اور جن میں ایسے واقعات کی خبر دیگئی ہے جو ان کتابوں کی تصنیف سے پہلے واقع ہو چکے تھے۔ کیونکہ جب ایک امر واقع ہو چکے اور اُس کے بعد ہمیں بتلایا جائے کہ اس واقعہ کے متعلق کسی نے پیشگوئی کی تھی اور اُس واقعہ کے ظہور سے پہلے اُس پیشگوئی کے وجود کا ثبوت نہ مل سکے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسی پیشگوئی کی گئی تھی وہ بھی گمنام لوگ ہوں اور ہمیں اس امر کا علم نہ ہو کہ جو لوگ ایسا بیان کرتے ہیں وہ کون لوگ تھے اور اُنکا کیا نام تھا اور وہ کس حیثیت اور کس منزلت کے انسان تھے تو پھر ہم ایسی پیشگوئی کو کیا کریں وہ کس کام کی چیز

ہے۔ اور ہم ایسی پیشگوئیوں کی بنا پر کسی مدعی کی راستبازی یا عدم راستبازی کا کیا فیصلہ کر سکتے ہیں ہاں اگر ہمیں اتنا بھی معلوم ہوتا کہ جو لوگ ان پیشگوئیوں کی خبر دیتے ہیں وہ معتبر اور ثقہ انسان تھے اور یہ کہ جن ذرائع سے ان پیشگوئیوں کا اُن کو علم ہوا وہ ذرائع بھی بالکل قابل اعتبار تھے اور کہ درمیانی عرصہ میں کسی قسم کی دست اندازی اور کمی بیشی ان پیشگوئیوں میں نہیں کی گئی تھی اور جو تحریریں یہ لوگ اپنے قلمی نوشتوں میں چھوڑ گئے وہ بھی بالکل محفوظ ہیں اور اُن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی تب بھی یہ پیشگوئیاں قابل توجہ ہو سکتی تھیں مگر موجودہ صورت میں تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ان پیشگوئیوں کی خبر دینے والے کون لوگ تھے اور کن ذرائع سے یہ پیشگوئیاں اُن تک پہنچیں اور نہ اُن کی تحریریں دست بُرد سے محفوظ ہیں۔ پھر ہم کس طرح ان پیشگوئیوں کو سچا سمجھ لیں۔ مسیحی کہتے ہیں کہ متی کی انجیل سب انجیلوں سے پُرانی ہے مگر محققوں نے یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں سے متی کی کتاب سب کے بعد لکھی گئی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان انجیلوں میں تغیر و تبدل ابتداء سے ہی شروع ہو گیا تھا یہ امر محققین کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ متی٭ اور لوقا٭ نے اپنی اپنی کتابوں کے واقعات ایک نوشتے سے اخذ کیئے جو مرقس کی موجودہ کتاب کے مشابہ تھا پہلے لوقا نے اُس نوشتے سے نقل اڑائی اور کچھ عرصہ بعد متی نے اُسی کتاب سے مضامین کو اخذ کیا مگر لوگوں کی دستبرد سے اتنے عرصہ میں ہی اس کتاب میں تغیر تبدل ہو چکا تھا۔ کیونکہ جب لوقا نے اس سے مضامین نقل کیئے تو اُسوقت اُس کی صورت کچھ اور تھی اور جب متی نے اُسی کتاب کو اپنے سامنے رکھا تو اُس کی شکل کچھ اور تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں قطع و برید ابتداء سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ اور نہ معلوم کہ جب لوقا نے اس کتاب کو اپنے پیش نظر رکھا اُسوقت سے پہلے اس میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہو چکی تھیں۔ اور جب لوقا کے بعد متی نے اس کتاب کی نقل اُتاری تو اُسکے بعد بھی اس میں تغیر و تبدل کا سلسلہ جاری رہا۔ علاوہ ازیں اس بات کا

٭٭٭ نوٹ:۔ اس مضمون میں جہاں کہیں متی یا لوقا۔ یوحنا یا مرقس کا ذکر آتا ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ واقعی یہ لوگ ان کتابوں کے لکھنے والے ہیں۔ یہ نام صرف فرضی طور پر لکھے جاتے ہیں کیونکہ اب یہ کتابیں انہی لوگوں کے نام سے مشہور ہیں۔ منہ

قطعاً کوئی ثبوت ہمارے پاس موجود نہیں کہ وہ نوشتہ جس سے پہلے لوقا نے اور پھر متی نے نقل اڑائی وہ کوئی قابل وثوق تحریر تھی جس میں حضرت مسیح کے اقوال اور افعال درست اور صحیح طور پر درج تھے۔ اور پھر جب اس امر پر نظر کیجاتی ہے کہ یا قابل اعتبار تحریریں واقعہ صلیب سے سالہا سال بعد لکھی گئیں تو انکا رہا سہا اعتبار بھی اڑ جاتا ہے۔ جب اِن کتابوں کا یہ حال ہے۔ تو پھر ہم اُن پیشگوئیوں کو کیا وقعت دیں جو یسوع کی گرفتاری۔ موت اور دوبارہ جی اٹھنے کے بارہ میں ہیں۔ ہمارے پاس اِس امر کا کیا ثبوت ہے کہ سچ مچ یہی لفظ جو ان چار کتابوں میں درج ہیں یسوع کے مُنہ سے نکلے تھے۔ جب ان پیشگوئیوں کا وجود ہی ثابت نہیں ہو سکتا تو انسے مدعی نبوت کی صداقت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ جو چیز خود ثبوت کی محتاج ہے وہ کسی دوسری چیز کے ثبوت میں کس طرح پیش ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں ناظرین پر واضح ہو کہ ہم ان پیشگوئیوں کو جو یسوع کے پکڑا جانے صلیب پر مرنے اور مر کر جی اٹھنے کے بارہ میں ہیں صرف اسلیئے رد نہیں کرتے کہ جن کتابوں میں یہ پیشگوئیاں درج ہیں وہ کتابیں بعد میں لکھی گئیں اور یہ سارے واقعات ان کتابوں کے لکھا جانے سے پہلے ظاہر ہو چکے تھے اس لیئے پیشگوئی کا لفظ انپر صادق ہی نہیں آ سکتا بلکہ اگر انکو پس گوئی کہا جائے تو زیادہ درست ہے اور ہمارے پاس شمہ بھر بھی اس امر کا ثبوت نہیں کہ واقعی یہی الفاظ یسوع کے مُنہ سے نکلے تھے بلکہ بالکل ممکن ہے کہ واقعات کے بعد واقعات کے مطابق یہ پیشگوئیاں گھڑ لی گئی ہوں کیونکہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ ان کتابوں کے گمنام مصنف معتبر اور راستباز انسان تھے اور کہ معتبر وسائل سے انکو ان پیشگوئیوں کا علم ہوا تھا اور اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ یسوع نے کوئی پیشگوئی ان واقعات کے بارہ میں کی تھی تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُسکے اصل الفاظ کیا تھے اور آیا واقعات اُن الفاظ کے مطابق ظاہر ہوئے یا نہ اور یہ کہ ان الفاظ کو واقعات کے مطابق کرنیکے لیئے اُس میں کیا کیا تحریف کی گئی۔ غرض ہم صرف متذکرہ بالا وجوہات کے سبب ہی ان پیشگوئیوں کو ناقابل تسلیم قرار نہیں دیتے بلکہ خود ان کتابوں کے اندر کئی ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان پیشگوئیوں کے بارے میں انجیل نویسوں نے

بناوٹ سے کام لیا ہے اور گرفتاری - موت اور دوبارہ جی اُٹھنے کے متعلق جو پیشگویاں یسوع کی طرف منسوب کی گئی ہیں اُن کو ہم صحیح اور اصلی پیشگویاں قرار نہیں دے سکتے۔

موت کی پیشگوئیوں میں اختلافات

اس امر کو واضح کرنے کے لئے پہلے ہم اُن پیشگوئیوں کو لیتے ہیں جو یسوع کی موت کے بارہ میں ہیں - چاروں انجیلوں میں یسوع مسیح کی طرف اس امر کی پیشگوئی منسوب کی گئی ہے کہ ایک ناگہانی حادثہ کے ذریعہ اُس کی زندگی کا بہت جلدی خاتمہ ہونیوالا ہے۔ لیکن جب چاروں انجیلوں کے بیانات کو غور سے دیکھا جاوے تو ان پیشگوئیوں میں بہت اختلاف نظر آتا ہے سب سے پہلا اختلاف تو یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یسوع نے زمانہ تبلیغ کے آخری ایام میں اس آنیوالے حادثہ کی خبر دی تھی (مثلاً ملاحظہ ہو متی ۱۶: ۲۱) حالانکہ چوتھی انجیل میں یہ دکھایا گیا ہے کہ یسوع ابتداء زمانہ بعثت سے لیکر آخر تک اس جانکاہ حادثہ کی خبر دیتا رہا۔ چنانچہ سب سے پہلے اُس نے اُسوقت خبر دی جب کہ اُس نے بیل - اور بھیڑ اور کبوتر فروشوں اور صرّافوں کو رسّی کے کوڑے کے ساتھ ہیکل سے نکال دیا (دیکھو یوحنا باب ۲: ۱۳-۲۲) اور ایسا ہی یہودیوں کے سردار نقودمیس کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اُس نے اپنے آخری ایام کے واقعات کی خبر دی (دیکھو یوحنا باب ۳: ۱۳-۱۵)۔ پس پہلا اختلاف ان انجیلوں میں یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں کے رُو سے اُس نے اپنے زمانہ تبلیغ کے آخری ایام میں آنیوالے حادثات کی خبر دی مگر یوحنا کہتا ہے کہ ابتدائے زمانہ میں ہی اُس نے خبر دیدی تھی چنانچہ یوحنا نے اپنی کتاب کے دوسرے اور تیسرے باب میں ہی اس پیشگوئی کا دو مرتبہ ذکر کیا ہے۔

دوسرا اختلاف ان پیشگویوں میں یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں اس حادثہ کی خبر کے ساتھ بہت سی باریک تفصیلات بھی دی گئی ہیں۔ مثلاً (۱) یہود۔ یسوع کو دُکھ کی موت سے مارنے کی کوشش کرینگے (متی ۱۷: ۱۲) (۲) یسوع کو دشمن کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائیگا (متی ۱۷: ۲۲) (۳) غیر قوموں کے لوگ یسوع کو ٹھٹھوں میں اڑا وینگے - کوڑے مارینگے اور صلیب پر کھینچیں گے (متی ۲۰: ۱۸) (۴) یسوع کو کفن میں لپٹیا جائے گا (متی ۲۶: ۱۲) (۵) یسوع تیسرے دن

پھر جی اُٹھے گا۔ مگر جو پیشگوئی یوحنا کی انجیل میں دی گئی ہے اُس میں کہیں ایسی باریک تفصیلات نہیں دی گئیں۔

تیسرا اختلاف پہلی تین انجیلوں اور یوحنا کی انجیل میں اس پیشگوئی کے متعلق یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں میں پیشگوئی کھلے اور صریح الفاظ میں بیان کی گئی ہے اور یسوع کے شاگرد یسوع کے الفاظ کا مطلب سمجھتے ہیں مگر یوحنا کی انجیل میں یہ پیشگوئی مبہم الفاظ میں بیان کی گئی ہے اور اُس کے شاگرد بالکل سمجھ نہیں سکتے کہ یسوع کا اِن الفاظ سے کیا مطلب ہے۔ مثلاً یوحنا کی انجیل کے دوسرے باب میں جو یسوع نے اپنی موت اور دوبارہ جی اُٹھنے کے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ وہ اس طرح پر ہے کہ جب یسوع نے رسّی کے کوڑے کے ساتھ کبوتر فروشوں اور دوسرے بیوپاری لوگوں سے ہیکل کو صاف کردیا تو یہودیوں نے اُسے کہا "کیا نشان تو ہمیں دکھلاتا ہے جو یہ کام کرتا ہے۔ یسوع نے جواب دیکر انہیں کہا کہ اس ہیکل کو ڈھادو اور مَیں اُسے تین دن میں کھڑا کروں گا۔ یہودیوں نے کہا چھیالیس برس سے یہ ہیکل بن رہی ہے اور تو اسے تین دن میں کھڑا کریگا" اس پر انجیل نویس نوٹ چڑھاتا ہے کہ اُس نے اپنی بدن کی ہیکل کی بابت کہا تھا اسلیئے جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اُس کے شاگردوں کو یاد آیا کہ اُس نے یہ کہا تھا اور وے کتاب اور یسوع کے کلام پر ایمان لائے" (یوحنا ۲: ۲۲) اسی طرح جب یسوع نقودیمس کے ساتھ گفتگو کی تو اُسوقت بھی نہایت ہی مبہم الفاظ میں اپنے خاتمہ کے متعلق پیشگوئی کی جس کو نقودیمس سمجھنے سے قاصر رہا۔ چنانچہ یسوع۔ نقودیمس کو کہتا ہے "جس طرح موسیٰ نے سانپ کو بیابان میں بلندی پر رکھا۔ اُسی طرح سے ضرور ہے کہ ابن آدم بھی اٹھایا جاوے" (یوحنا۔ ۳: ۱۴) پس پہلی تین انجیلوں اور یوحنا کی انجیل میں تیسرا اختلاف اس پیشگوئی کے متعلق یہ ہے کہ پہلی تین کتابوں میں یہ پیشگوئی سیدھے سادے اور کھلے کھلے الفاظ میں ہے مگر یوحنا کی انجیل میں گول مول۔ اور مبہم الفاظ میں اور ایسے استعاروں کے پیرایہ میں ہے کہ سننے والے اسکے سمجھنے سے بالکل قاصر رہے اور نہ سمجھ سکے کہ یسوع کیا کہتا ہے۔

چوتھا اختلاف جو اس پیشگوئی کے متعلق یوحنا کی انجیل اور باقی تین انجیلوں میں پایا جاتا ہے یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل کی رُو سے اُس نے آنیوالے مصائب کو اپنے شاگردوں سے مخفی رکھا لیکن باقی تین کے رُو سے اُس نے ان مصائب کو اپنے شاگردوں سے نہیں چھپایا بلکہ ایک ایک بات

اُن کو قبل از وقت لکھ کر سنا دی۔

پانچواں اختلاف ان انجیلوں میں اس پیشگوئی کے بارہ میں یہ ہے کہ پہلی تین انجیلوں کے رُو سے یسوع نے اپنے مخالفوں کے سامنے آنیوالے واقعات کا اعلان نہیں کیا لیکن یوحنا کی انجیل کے رو سے اُس نے اپنے دشمنوں کے سامنے اس بات کا علی رؤس الاشہاد اعلان کر دیا کہ میں اپنی جان اپنی بھیڑوں کے لیئے دونگا۔ اور مر کر پھر جی اُٹھوں گا۔ یسوع نے عبادت کرنیوالے یہودیوں کے ایک مجمع کو جس میں اُس کے بہت سے دشمن کھڑے تھے مخاطب کر کے کہا کہ "اچھا گڈریا میں ہوں۔ اور اپنوں کو پہچانتا ہوں۔ اور میں بھیڑوں کے لیئے اپنی جان دیتا ہوں اور میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں۔ ضرور ہے کہ میں اُنہیں بھی لاؤں اور وے میری آواز سُنیں گی اور ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریہ ہوگا۔ باپ مجھے اسلیئے پیار کرتا ہے کہ میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ میں اُسے پھر لوں۔ کوئی شخص اُسے مجھ سے نہیں لیتا۔ پر میں اُسے آپ سے دیتا ہوں۔ میرا اختیار ہے کہ اُسے پھر لوں۔ یہ حکم میں نے اپنے باپ سے پایا۔"

جو اختلافات اوپر بیان ہوئے ہیں وہ بالکل ظاہر اور کُھلے کُھلے ہیں۔ اگر ہم یوحنا کی انجیل کو سچا سمجھیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ (۱) یسوع نے اپنی تکالیف اور موت کی ابتداء میں ہی خبر دیدی تھی (۲) اُس نے آنیوالے حادثہ کی تفاصیل کو بیان نہیں کیا تھا (۳) اُس نے اپنی تکالیف کو اپنے شاگردوں سے مخفی رکھا (۴) اُس نے اپنے دشمنوں کے سامنے آنیوالے حادثہ کا اعلان کر دیا (۵) اُس نے اپنی موت کی خبر دیتے ہوئے مبہم اور ذومعنی الفاظ استعمال کیئے۔ لیکن اگر ہم پہلی تین انجیلوں کو سچا سمجھیں تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ (۱) اُس نے ابتداء میں اپنے خاتمہ کی خبر نہیں دی بلکہ اپنے زمانہ تبلیغ کے آخری ایام میں اس واقعہ کی اطلاع دی۔ (۲) کہ اُس آنے والے حادثہ کی تفاصیل کو کھول کر بیان کر دیا۔ (۳) اُس نے اس واقعہ کو اپنے شاگردوں سے مخفی نہیں رکھا (۴) اُس نے اپنے دشمنوں کے سامنے اس خبر کا اعلان نہیں کیا۔ (۵) اُس نے اس واقعہ کی خبر دیتے ہوئے ذومعنی اور مبہم الفاظ کو استعمال نہیں کیا۔

ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ یہ اختلافات بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اختلاف بھی اہم امور کے متعلق ہیں۔ اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں بیانوں کو صحیح تسلیم کیا جاوے۔ یہ ناممکن ہے

کہ یسوع نے دونوں کام کیئے ہوں۔ اب ہم دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کر سکتے ہیں یعنی یا تو سارے قصے کو ہی غیر معتبر قرار دیکر رد کر دیا جائے یا دونوں بیانوں میں سے ایک کو جھوٹا قرار دیا جائے اور دوسرے پر غور کیا جاوے۔ ہم مسیحیوں کی خاطر دوسری راہ اختیار کرتے ہیں یعنی ایک بیان کو جھوٹا قرار دیکر دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کہاں تک قابل اعتبار کہلا سکتا ہے۔ چونکہ یوحنا کا بیان مسیحیوں کے لیئے زیادہ مفید نہیں اور باقی تین انجیلوں کا بیان مسیحیوں کے لیئے زیادہ مفید مطلب ہے اسلیئے ہم یوحنا کے بیان کو رد کر کے باقی تین انجیلوں کے بیانات پر بحث کرتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ بیانات کہاں تک درست اور صحیح ہیں۔

پہلی تین انجیلوں کے بیانات کی جانچ پڑتال

اب ان تینوں انجیلوں میں یہ لکھا ہے کہ یسوع نے آنیوالے حادثہ سے تھوڑے دن ہی پہلے اس کی اپنے شاگردوں کو خبر دیدی تھی اور صرف خبر ہی نہیں دی تھی بلکہ ہر ایک تفصیل بھی کھول کر بیان کر دی تھی۔ مگر جب ہم گہری نظر سے ان انجیلوں کو دیکھتے ہیں تو ہم یہ معلوم کر کے حیران رہ جاتے ہیں کہ اگرچہ ایک طرف ان انجیلوں میں بیان کیا گیا ہے کہ یسوع نے سارے واقعات کھولکر اپنے شاگردوں کو سنا دیئے تھے اور اسکے شاگرد بخوبی سب باتوں کو سمجھ گئے تھے اور کسی امر میں شک وشبہ باقی نہیں رہا تھا اور اُس نے یہ واقعات اپنی زندگی کے خاتمہ کے قریب ہی اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کیئے تھے مگر پھر بھی سخت حیرانی کی بات ہے کہ جب اُسکے تمام کے تمام شاگردوں کے عمل کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان پیشگوئیوں کو کبھی خواب میں بھی نہیں سُنا تھا۔ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یسوع کی موت کے لیئے بالکل تیار نہ تھے۔ برخلاف اُسکے یہ امر اُنکے گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یسوع اپنے دشمنوں کے قبضہ میں آجائے اور جونہی کہ یسوع کو گرفتار کیا گیا وہ سب کے سب بھاگ گئے اور یسوع کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اور اُس کے دو شاگردوں کی نسبت جو اماؤس کو جا رہے تھے لکھا ہے کہ اُنہوں نے کہا "سردار کاہن اور ہمارے سرداروں نے اُس کو قتل کے حکم کے لیئے حوالہ کیا اور صلیب دی پر ہم اُمید رکھتے تھے کہ یہی اسرائیل کو مخلصی دینے کو تھا" (لوقا ۲۴: ۲۰) یہ الفاظ

کبھی یسوع کے شاگردوں کے مُنہ سے نہ نکلتے اگر یسوع نے پہلے اُن کو کہہ دیا ہوتا کہ اُسکا انجام اب قریب ہے اور عنقریب اُسے دشمنوں کے حوالہ کیا جائے گا اور اُسے قتل کیا جائیگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیلوں کا یہ بیان کہ یسوع نے اپنی گرفتاری اور قتل کی قبل از وقت خبر دیدی تھی اور شاگردوں کو بتلا دیا تھا کہ اب وہ خونی دشمنوں کے حوالہ کیا جائے گا ہرگز درست اور صحیح نہیں ہے۔ اگر واقعی یسوع اپنے شاگردوں کو یہ بتلا چکا تھا کہ "ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے بہت دُکھ اُٹھاؤں اور مارا جاؤں" تو پھر اُسکے شاگردوں نے اُسکے پکڑا جانے اور "مارا جانے" پر کیوں حیرت ظاہر کی اور کیوں یہ کہا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ یسوع ہمیں رومیوں کی سلطنت سے نجات دیگا مگر ہماری امیدیں خاک میں مل گئیں اور یسوع ہماری امیدوں اور ہمارے وہم وگمان کے برخلاف پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔ اُن کی یہ حیرت ظاہر کرتی ہے کہ اُن کو پہلے خبر نہ تھی کہ وہ پکڑا جائیگا اور اُسے قتل کیا جائے گا۔ اگر یسوع نے اُنہیں خبر دی ہوتی تو وہ حیرت ظاہر نہ کرتے۔ بلکہ اس واقعہ کے لئے پہلے ہی سے تیار ہوتے اور یہ نہ کہتے کہ ہمیں یہ گمان نہیں تھا کہ وہ اس طرح یروشلم میں جاکر بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے سخت دُکھ اُٹھاکر مارا جائیگا۔ اُن کا تعجب ظاہر کرتا ہے کہ یسوع نے اس حادثہ کی پہلے سے خبر دیکر اس واقعہ کے لئے اُن کو تیار نہیں کر رکھا تھا۔

یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کی پیشگوئی

اب ہم یسوع کی اُس پیشگوئی کو لیتے ہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے دوبارہ جی اُٹھنے کی خبر دی تھی۔ انجیلوں کا بیان ہے کہ یسوع نے پیش از وقت اپنے شاگردوں کو صرف یہی خبر نہیں دی تھی کہ وہ دُکھ اُٹھائیگا اور قتل کیا جائیگا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ وہ تیسرے دن پھر جی اُٹھے گا۔ متی لکھتا ہے "اُسوقت سے یسوع اپنے شاگردوں کو خبر دینے لگا کہ ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں سے بہت دُکھ اُٹھاؤں اور مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اُٹھوں" (۱۶: ۲۱) پھر اُسی کتاب میں لکھا ہے "جب وے جلیل میں پھرا کرتے تھے۔

یسوع نے انہیں کہا کہ ابن آدم لوگوں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے گا - اور وے اُسے قتل کرینگے - پھر وہ تیسرے دن جی اُٹھے گا - تب وے نہایت غمگین ہوئے" (۱۷: ۲۲-۲۳) - اب یسوع کی یہ باتیں ایسی چونکا دینے والی تھیں کہ یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُس کے شاگردوں نے اُن کو فوراً بالکل بھلا دیا ہو - اس لئے جب یسوع کو یروشلم میں صلیب پر لٹکایا گیا اور پھر اُسے قبر میں رکھا گیا تو ضرور اُنکو یسوع کی پیشگوئی یاد آ گئی ہوگی اور وہ ضرور اس بات کے منتظر ہونگے کہ یسوع اب تیسرے دن زندہ ہو جائیگا - یسوع کی ساری باتیں بقول انجیل نویسان اب پوری ہو چکی تھیں - وہ دشمنوں کے حوالہ کیا گیا تھا - اور اُسکی پیشگوئی کے مطابق اُسکے ایک شاگرد نے اپنے آقا کو چو مکبہ پکڑوا دیا اور یسوع کو سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالے کیا گیا اور اُنہوں نے یسوع پر قتل کا حکم دیا اور یسوع کو ٹھٹھوں میں اُڑایا گیا اور اُسے کوڑے مارے گئے اور صلیب پر کھینچا گیا - اِن باتوں کو دیکھکر ضروری تھا کہ یسوع کے شاگردوں کو یسوع کے وہ الفاظ یاد آ جاتے جو کہ اُس نے یروشلم کو جاتے ہوئے راہ میں بارہ شاگردوں کو الگ لیجا کے کہے تھے کہ "دیکھو ہم یروشلم کو جاتے ہیں - اور ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالے کیا جاویگا - اور وہ اُسپر قتل کا حکم دینگے اور اُسے غیر قوموں کے حوالے کرینگے کہ ٹھٹھوں میں اُڑاویں اور کوڑے ماریں اور صلیب پر کھینچیں - پر وہ تیسرے دن پھر جی اُٹھیگا" جب یروشلم کو جاتے ہوئے راہ میں یہ سب باتیں یسوع نے اپنے شاگردوں کو کہی تھیں تو کبھی ممکن نہ تھا کہ دین والی باتیں اُنکو بھول جاتیں اور جب یہ سب کچھ واقع بھی ہو گیا اُسوقت بھی اُنکو یاد نہ آتیں جب یہ سب باتیں وہ یسوع کے مُنہ سے یروشلم کو آتے ہوئے راہ میں سُن چکے تھے اور اُنکا مشاہدہ بھی کر چکے تھے تو ضروری تھا کہ اب وہ اس بات کے امیدوار بھی ہوتے کہ یسوع اب مُردوں سے جی اُٹھے گا اور وہ ضرور یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کی انتظار میں اُسکی قبر کے ارد گرد گھات لگا کر بیٹھے رہتے - خصوصاً تیسرے دن تو وہ ضرور قبر کے ارد گرد گھومتے اور دیکھتے کہ یسوع کس گھڑی قبر سے نکلتا ہے - مگر بجائے اسکے کہ وہ یسوع کے جی اُٹھنے کا انتظار کرتے اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وطن کی طرف جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور بعض تو جلیل کی طرف روانہ بھی ہو گئے - ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ یسوع کے سارے کے سارے

شاگرد ایسا کمزور حافظہ رکھتے تھے کہ اُن کو یسوع کی وہ چونکا دینے والی پیشگوئیاں بالکل بھول گئیں اور جو باتیں اُنہوں نے یروشلم کی طرف آتے ہوئے راہ میں سُنی تھیں وہ سب اُن کے دماغ سے نکل گئی تھیں اور جب اُنہوں نے اُن واقعات کا بھی مشاہدہ کر لیا جن کے متعلق یسوع نے راستہ میں پیشگوئی کی تھی تب اُنکو وہ پیشگوئی یاد نہ آئی اگر یسوع نے فی الواقع اپنے پکڑا جانے۔ دکھ اُٹھانے اور صلیب پر کھینچا جانے کی پیشگوئی اُنکے سامنے یروشلم کو آتے ہوئے کی تھی تو جب وہ اس پیشگوئی کے مطابق گرفتار کیا گیا اور اُسے طرح طرح کے دُکھ بقول مسیحیان دیئے گئے اور آخر صلیب پر بھی کھینچا گیا تو اگر بفرض محال پہلے اُن کو یہ پیشگوئی بھول بھی گئی تھی تو اُسوقت فوراً اُن کو یاد آجانی چاہیئے تھی۔ اور ضروری تھا کہ وہ بڑی خوشی کے ساتھ یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کا انتظار کرتے اور قبر سے نکلتے وقت اپنے اُستاد کا بڑے تپاک کے ساتھ استقبال کرنے کے لیئے تیار کھڑے رہتے۔ لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔

انجیلوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو بالکل یہ امید نہ تھی کہ یسوع پھر قبر سے نکلے گا۔ وہ یسوع کی طرف سے اب بالکل نا امید ہو چکے تھے اور اُنکی مایوسی غایت درجہ تک پہنچ چکی تھی۔ انجیلوں میں لکھا ہے کہ جب یسوع کو قبر میں رکھا گیا تو اُسکے بعد بعض عورتیں اُس کی لاش کو خوشبو لگانے کے لیئے اُس کی قبر پر آئیں۔ انجیل میں یہ نہیں لکھا کہ وہ اس امید پر آئیں کہ یسوع کو قبر سے نکلتے ہوئے دیکھیں بلکہ اُنکو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ پھر جی اُٹھے گا وہ اُسکو اب ہمیشہ کے لیئے وفات یافتہ یقین کر چکی تھیں لوقا میں لکھا ہے کہ "وے عورتیں بھی جو اُسکے ساتھ جلیل سے آئی تھیں پیچھے پیچھے چلیں اور قبر کو اور اُس کی لاش کو کہ کس طرح رکھی گئی دیکھتی تھیں اور پھر کے خوشبوئیں اور عطر طیار کیا لیکن شرع کے موافق سبت کے دن آرام کیا۔ اور وے اتوار کے دن بڑے تڑکے اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لیکے قبر پر آئیں اور اُنکے ساتھ کئی اور بھی تھیں"۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں یہ گمان بھی نہ تھا کہ آج کا دن یسوع کے جی اُٹھنے کا دن ہے بلکہ اُن کو یقین تھا کہ وہ قبر میں جا کر یسوع کی مُردہ لاش دیکھیں گی اور اُسکو خوشبو اور

مُر لگاکر ثواب دارین حاصل کرینگی۔ اگر انہوں نے یہ سُنا ہوتا کہ یسوع تیسرے دن دوبارہ جی اُٹھے گا تو وہ اسکو خوشبو لگانے نہ جاتیں بلکہ زندہ یسوع کا استقبال کرنیکے لیئے خوشی خوشی جاتیں۔ لیکن انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ یسوع کے استقبال کے لیئے نہیں گئی تھیں بلکہ اسکی مُردہ لاش کو خوشبو اور مُر لگانے کے لیئے گئی تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی ایسی پیشگوئی کو نہیں سُنا تھا۔ لیکن اگر یسوع نے کوئی ایسی پیشگوئی کی ہوتی تو ضرور انہوں نے بھی سُنی ہوتی کیونکہ جس طرح یسوع کے شاگرد سفر وحضر میں یسوع کے ساتھ رہتے اسی طرح یہ عورتیں بھی ہر وقت یسوع کے ساتھ رہتی تھیں اور یروشلم کے سفر میں بھی وہ یسوع کے ساتھ تھیں۔ اور اُن کو یسوع کے ساتھ بہت محبت تھی۔

بجائے اس کے کہ وہ یہ امید رکھتیں کہ وہ یسوع کو زندہ دیکھیں گی اور یسوع اپنی معجزانہ طاقت اور قدرت کے ساتھ پھر زندہ ہوکر قبر سے نکل آئیگا اُن کو تو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ ہم یسوع کی مُردہ لاش کو کس طرح خوشبو لگائیں گی کیونکہ قبر کے دروازہ پر ایک بھاری پتھر ہے۔ مرقس لکھتا ہے "ہفتہ کے پہلے دن بہت سویرے سورج نکلتے ہوئے قبر پر آئیں اور آپس میں کہنے لگیں کہ ہمارے لیئے پتھر کو قبر کے دروازے سے کون ڈھلکائیگا"۔

پھر جب انہوں نے پتھر کو ڈھلکا ہوا پایا اور اندر جھانک کر دیکھا کہ یسوع کی لاش قبر کے اندر نہیں ہے، تو اُسوقت بھی اُن کو یہ خیال نہ آیا کہ یسوع دوبارہ جی اُٹھا ہے بلکہ انہوں نے خیال کیا کہ کوئی شخص یسوع کی لاش کو چُرا کر لے گیا ہے اور وہ قبر پر کھڑی ہوکر رونے لگیں۔ یوحنا لکھتا ہے "مریم باہر قبر پر روتی کھڑی رہی اور روتے ہوئے جبکہ قبر میں جُھک کے نظر کی تو دو فرشتے ..... دیکھے (دوسری انجیل میں ایک فرشتہ لکھا ہے) جنہوں نے اُسے کہا اے عورت تو کیوں روتی ہے۔ اُس نے انہیں کہا اسلیئے کہ وے میرے خداوند کو لے گئے اور میں نہیں جانتی کہ انہوں نے اُسے کہاں رکھا"۔

ممکن ہے کہ کوئی مسیحی یہ عذر کرے کہ یہ عورتیں تھیں۔ راز کی باتیں ان سے مخفی رکھی جاتی تھیں مردوں کو یسوع کے پکڑا جانے۔ مرنے اور مرکر جی اُٹھنے کی پیشگوئی کی خبر تھی۔ عورتوں کو اس پیشگوئی سے بے خبر رکھا گیا تھا اسلیئے وہ گھبرا گئیں اگر انکو اس پیشگوئی کی خبر ہوتی تو وہ ضرور فوراً یہ نتیجہ نکالتیں کہ یسوع پھر جی اُٹھا ہے اور وہ بجائے رونے کے خوش ہوتیں۔ لیکن مسیحی صاحبان کو معلوم ہونا چاہیئے

کہ صرف عورتیں ہی اس پیشگوئی سے بے خبر نہ تھیں بلکہ یسوع کے حواری اور حواریوں میں سے خاص الخاص حواری بھی اس پیشگوئی سے محض ناآشنا تھے۔ کیونکہ انجیل نویس لکھتا ہے کہ "ہفتہ کے پہلے دن مریم مگدلینی تڑکے ایسا کہ ہنوز اندھیرا تھا قبر پر آئی اور پتھر کو قبر سے ٹلا ہوا دیکھا۔ تب وہ شمعون پطرس اور اُس دوسرے شاگرد کے پاس جسے یسوع پیار کرتا تھا دوڑی آئی اور انہیں کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لیگئے اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اُسے کہاں رکھا۔ پھر پطرس اور وہ دوسرا شاگرد نکلے اور قبر کی طرف گئے۔ چنانچہ وے دونوں اکٹھے دوڑے پر دوسرا شاگرد پطرس سے بڑھ گیا اور قبر پر پہلے پہنچا...... اور دیکھ کے یقین کیا" اس اقتباس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے وہ عورتیں یسوع کی مفروضہ پیشگوئی سے بے خبر تھیں ایسے ہی یسوع کے شاگرد بھی اس پیشگوئی سے بالکل بے خبر تھے کہ یسوع مُردوں میں سے جی اٹھیگا۔ جیسا عورتوں نے یہ خیال کیا کہ یسوع کی لاش کو لوگ چرا کرلے گئے ہیں ایسا ہی اُسکے شاگردوں نے بھی دیکھ کے یہی یقین کیا کہ ضرور یسوع کی لاش چرائی گئی ہے۔ اگر یسوع نے اُنکے سامنے یہ پیشگوئی کی ہوتی کہ مَیں پھر جی اُٹھوں گا تو وہ ہرگز یہ خیال نہ کرتے کہ یسوع کی لاش چرائی گئی ہے بلکہ وہ جھٹ یہ سمجھ جاتے کہ یسوع اپنی پیشگوئی کے مطابق پھر جی اُٹھا ہے۔ مگر انہوں نے ایسا خیال نہیں کیا جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یسوع نے اُنکے سامنے ہرگز یہ نہیں کہا تھا کہ مَیں پھر جی اُٹھوں گا اور انجیلوں کا یہ کہنا کہ یسوع نے ایسی پیشگوئی کی تھی بالکل غلط ہے۔

پھر اس سے بڑھ کر اور ثبوت لو۔ لوقا لکھتا ہے کہ جب مریم مگدلینی اور دوسری عورتیں قبر پر یسوع کی لاش کو خوشبو لگانے کے لیئے گئیں تو اُن کو دو فرشتے نظر آئے اور اُنہوں نے اُن سے کہا "تم کیوں زندہ کو مُردوں میں ڈھونڈتی ہو - وہ یہاں نہیں ہے بلکہ اُٹھا ہے - یاد کرو کہ ہنوز جب جلیل میں تھا تم سے کیا کہا تھا کہ ضرور ہے کہ ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور صلیب دیا جائے اور تیسرے دن اُٹھے" انجیل نویس کہتا ہے کہ جب انہوں نے فرشتوں کی یہ بات سنی تو وہ دوڑتی ہوئی یسوع کے شاگردوں کے پاس گئیں اور لوقا کے بیان کے مطابق "اُن گیارہ کو اور سب باقی توموں کو ان سب باتوں کی خبر دی اور مریم مگدلینی اور یوحنّا اور مریم یعقوب کی ماں اور دوسری عورتیں جو ساتھ تھیں اُنہوں نے رسولوں سے

یہ باتیں کہیں پر انکی باتیں انہیں کہانی سی سمجھ پڑیں اور اُن کا اعتبار کیا" اب ناظرین غور کریں۔ رسولوں کو بتلایا جاتا ہے کہ یسوع مردوں سے جی اُٹھا ہے۔ پھر یہ ماجرا انکو کہانی سی معلوم ہوا اور انکو اعتبار نہ آیا۔ مگر باوجود اسکے یہ کہا جاتا ہے کہ یسوع نے کئی مرتبہ اپنے شاگردوں کو اپنے مرکر جی اُٹھنے کی خبر دی تھی اور یروشلم کو آتے ہوئے راستہ میں بھی یہ خبر ہر ایک شاگرد کو سنائی تھی پھر رسولوں کو اعتبار نہیں آتا اور وہ اسکو ایک بیہودہ کہانی سمجھتے ہیں۔ فرشتے بھی اُن عورتوں کی معرفت انکو یسوع کا وعدہ یاد دلاتے ہیں پھر بھی وہ اعتبار نہیں کر سکتے حالانکہ اگر واقعی یسوع نے کوئی ایسا وعدہ دیا تھا تو فرشتوں کی یاددہانی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ ایسا وعدہ نہ تھا کہ جھٹ بھول جاتا۔ جب یسوع پہلے مرحلے طے کر چکا تھا تو اب ضروری تھا کہ اسکے شاگرد یسوع کے جی اُٹھنے کے خودبخود منتظر ہوتے مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا ہے۔ منتظر ہونا تو کجا جب اُن کو بتایا جاتا ہے کہ یسوع مُردوں سے جی اُٹھا ہے تو وہ اسکو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ محض ایک افسانہ ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو یسوع کے جی اُٹھنے کا قطعاً کوئی انتظار نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ انکو یسوع نے اپنے جی اُٹھنے کی کوئی خبر قبل از وقت نہیں دی تھی۔ اگر یسوع نے انکو یہ بتلایا ہوتا کہ میں پکڑا جاؤنگا۔ گنہگاروں کے حوالے کیا جاؤنگا اور صلیب پر کھینچا جاؤنگا کفن میں لپیٹا جاؤنگا قبر میں رکھا جاؤنگا اور تیسرے دن جی اُٹھونگا تو اُن کو یسوع کی ساری باتیں لفظ بلفظ پوری ہوتے ہوئے دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہو جانا چاہیئے تھا کہ جب باقی سب باتیں ہو بہو پوری ہوگئی ہیں تو آخری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ لیکن انجیلوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکے وہم و گمان میں یہ نہیں تھا کہ یسوع پھر جی اُٹھے گا بلکہ جب اُن کو بتایا گیا تو پھر بھی اُنہوں نے اسکو افسانہ کہکر رد کر دیا اس سے صریحاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یسوع نے ہرگز انکو کوئی خبر پہلے نہ دی تھی اور انجیلوں میں جو یہ لکھا ہے کہ اُس نے کئی موقعوں پر اور خصوصاً یروشلم کو آتے ہوئے سفر میں یہ کہدیا تھا کہ فلاں فلاں امر مجھے پیش آئیگا۔ اور آخر میں تیسرے دن پھر جی اُٹھونگا یہ محض ایک بناوٹی بات ہے جو بعد میں گھڑی گئی ہے۔ اور یسوع کے شاگردوں کے طرز عمل نے اس واقعہ کا بے بنیاد ہونا اظہر من الشمس کر دیا ہے۔

یسوع کے شاگردوں کا تو یہ حال ہے کہ جب خود یسوع انکے سامنے آیا اور انہوں نے اُسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔ پھر بھی انکو یہ یقین نہ آیا کہ یسوع زندہ ہے آخر یسوع نے اپنے زخموں میں اُن کی انگلیاں ڈلوائیں اور اُن کے سامنے مچھلی اور شہد کھایا تا اُن کو کسی طرح اس بات کا یقین ہو کہ مَیں کوئی بھوت نہیں بلکہ وہی یسوع اپنے پہلے خاکی جسم میں انکے سامنے کھڑا ہوں جس جسم کے ساتھ مجھکو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ اب ناظرین ہی انصاف کریں کہ کیا ان لوگوں کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کے منتظر تھے۔ اگر یہ لوگ یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کے منتظر ہوتے تو وہ کبھی کبھی یسوع کو زندہ ماننے میں اسقدر انکار اور اصرار سے کام نہ لیتے۔ لیکن اگر وہ یسوع کے جی اُٹھنے کے منتظر نہ تھے تو پھر معلوم ہوا کہ انکو یسوع نے پہلے تمام واقعات کی خبر نہیں دی تھی اور جو کچھ انجیلوں میں اس امر کے متعلق لکھا ہے وہ محض ایک افسانہ ہے۔

مسیحیوں کو مجبوراً اب دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کرنی پڑیگی یا تو اُن کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یسوع نے کوئی پیشگوئی اس امر کی نسبت نہیں کی تھی کہ مَیں گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جاؤنگا۔ فریسی اور فقیہ مجھ پر قتل کا فتویٰ دینگے۔ مجھ پر ہنسی اُڑائی جائیگی اور مجھے طرح طرح کے دُکھ دیئے جاوینگے۔ آخر صلیب پر کھینچا جاؤنگا اور مَیں تیسرے دن جی اُٹھونگا یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ یسوع کے حواریوں کا جو طرزِ عمل انجیلوں میں لکھا ہے وہ غلط ہے۔ اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اُنکو یسوع کی پیشگوئی جو یروشلم میں داخل ہونے سے پہلے اُس نے اُنکو سُنائی تھی وہ اُنکو خوب یاد تھی اور اُس کا ایک ایک لفظ اُنکے پیشِ نظر تھا اور کوئی لمحہ اُن پر ایسا نہ گذرتا تھا جب کہ یہ خبر اُن کے دلوں سے دُور ہو اور جب اُنہوں نے اُس پیشگوئی کے تمام مرحلے حرف بہ حرف پورے ہوتے دیکھ لیئے تو انکو یقین کامل ہو گیا کہ اب یسوع کے جی اُٹھنے کی باری آئی ہے اُنکو یسوع کی راستبازی کا پہلے ہی یقین تھا کیونکہ وہ ہزاروں باتیں اُس کی پوری ہوئی ہوئی دیکھ چکے تھے اور اُن کو اُسکی باتوں میں ذرہ بھی شک نہیں تھا اور جب اُنہوں نے یسوع کی پیشگوئی کے پہلے سارے مرحلے لفظ بلفظ پورے ہوتے ہوئے دیکھ لیئے تو اُنکا یقین اور بھی بڑھ گیا اور اُنکو اس امر میں ذرہ بھر بھی

شک باقی نہ رہا کہ یسوع تیسرے دن جی اُٹھے گا اور جو کچھ انجیلوں میں اس کے خلاف لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ غرض مسیحی صاحبان دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کر سکتے ہیں۔ یا تو وہ یہ کہیں کہ یسوع نے دوبارہ جی اُٹھنے اور دیگر متعلقہ امور کی نسبت کوئی پیشگوئی نہیں کی تھی یا یہ کہیں کہ اناجیل میں جو حواریوں کا طرز عمل لکھا ہے وہ غلط ہے۔ ان دونوں راہوں میں سے جو راہ چاہیں اختیار لیں مگر دونوں صورتوں میں جو نتیجہ نکلے گا وہ یہی ہے کہ مسیحیوں کی کتب مقدسہ قابل اعتبار نہیں۔

ایک اور تماشہ کی بات سنئے۔ یہ انجیلیں عجیب کتابیں ہیں۔ ان سے یسوع کے شاگردوں کی نسبت تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کی پیشگوئی ان کے دماغ سے بالکل نکل گئی تھی اور وہ بالکل بھول گئے کہ یسوع نے اپنے جی اُٹھنے کے متعلق کوئی خبر دی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ ”وے ہنوز اس نوشتہ کو نہ جانتے تھے کہ مردوں میں سے اُس کا جی اُٹھنا ضرور ہے“ لیکن تعجب کی بات ہے کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع کے دشمن یسوع کی اس پیشگوئی کو خوب جانتے تھے۔ متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ ”دوسرے روز جو طیاری کے دن کے بعد کا ہے سردار کاہنوں اور فریسیوں نے ملکر پلاطس کے پاس جمع ہو کے کہا کہ اے خداوند ہمیں یاد ہے کہ وہ دغاباز اپنے جیتے جی کہتا تھا کہ میں تین دن بعد جی اُٹھوں گا اسلیئے حکم کر کہ تیسرے دن قبر کی نگہبانی کریں“۔ ناظرین غور فرماویں شاگرد تو اس پیشگوئی سے بالکل بے خبر ہوں کہ یسوع تیسرے دن مردوں سے جی اُٹھے گا اور اُس کے دشمن یہ کہیں کہ ہمیں یاد ہے کہ یہ دغاباز کہتا تھا کہ میں تین دن بعد جی اُٹھوں گا۔ ایسی کتابوں پر کیا اعتبار کیا جائے جس میں ایسی متضاد باتیں درج ہوں۔ اب میں اس بات کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ کیا انجیل کی بیان کردہ پیشگوئیوں کی بنا پر یسوع کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ جتنا زیادہ ہم ان انجیلوں کے بیانات پر غور کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ انکی ناقابل اعتباری ظاہر ہوتی ہے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

آیندہ دنیا کا مذہب کیا ہوگا؟ مسیحیت یا اسلام؟

(ترجمہ مضمون خالد شیلڈرک افندی - آنریری سکرٹری اسلامک سوسائٹی لنڈن)

اگلے دن میرے ایک دوست نے کہا "مَیں تعجب کرتا ہوں کہ ایک سو سال بعد کونسا مذہب دنیا میں سب سے بڑا مذہب ہوگا- مَینے بلاتامل جواب دیا کہ اسلام- اور اب مَیں اس مضمون میں وہ دلائل بیان کرنے کی کوشش کروں گا جن کی وجہ سے مَیں نے یہ قطعی رائے ظاہر کی- جب ہم یُورپ کی گذشتہ تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھکر حیران رہ جاتے ہیں کہ باوجودیکہ قریباً دو ہزار ۲۰۰۰ سال سے مسیحیت یُورپ میں موجود ہے پھر بھی ابھی تک جو انسانیت کے اصول یُورپنے قائم کیے ہیں وہ نہایت ہی ابتدائی درجہ کے ہیں- ایک انسان یہ سوال کرتا ہے کہ کیا یورپ کی موجودہ تہذیب مسیحیت کی برکت ہی سکا جواب یہی ہے کہ نہیں؟ یُورپ نے مسیحیت کی بدولت ترقی نہیں کی بلکہ جو کچھ ترقی اس نے کی ہے وہ مسیحیت کا مقابلہ کرکے کی ہے- گذشتہ زمانہ میں ہر ایک چیز میں کلیسیا کو ہی بڑا بھاری دخل تھا اور طبعاً انسان امید کرتا ہے کہ اسوقت تک یُورپ اطمینانِ قلب - راحت - اخلاق اور اخوت کا ایک بہشت بن گیا ہوگا (کیونکہ مسیحیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ مسیحیت سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں) لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یُورپ واقعی اطمینانِ قلب - راحت - اخلاق اور اخوت کا بہشت بنا ہُوا ہے؟ مسیحی کہتے ہیں کہ یسوع امن کا شاہزادہ تھا لیکن وہ کہتا ہے کہ مَیں امن لانے کے لیئے نہیں بلکہ تلوار چلانے کے لیئے آیا ہوں اور اس تلوار کو اسوقت تک مسیحی یُورپنے کھینچا ہُوا ہے اسکے مقابل میں قرآن شریف کے وہ الفاظ دیکھو جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **رحمۃ للعٰلمین** کہا گیا ہے- مَیں ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ ایک لمحہ کے لیئے تعصب سے خالی ہوکر بتائیں کہ ان دونوں قوموں میں سے کس میں نوع انسان کے لیئے ہمدردی اور شفقت پائی جاتی ہے- کیا کوئی شخص اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ لاکھوں بے گناہ انسان مسیح کے نام پر ذبح کیئے گئے ہیں- کیا یُورپ کی

خوفناک جنگیں اس وجہ سے ...... واقع نہیں ہوئیں کہ یسوع کی تعلیم کے معنے کرنے میں اختلاف ہوا۔ **محکمہ تفتیش** کے خوفناک مظالم کا خیال کرو جبکہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایک فرقہ کے مسیحی تمام دوسرے فرقوں کے لوگوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر طرح طرح کے عذاب دیتے تھے۔ کیا یورپ کے یہودی اُن ہولناک خونریزیوں کو بھلا سکتے ہیں جو گیارھویں صدی مسیحی میں یورپ کے مسیحیوں نے اُنپر وارد کیں۔ کیا یہودی اس بات کو فراموش کر سکتے ہیں کہ کس طرح انگلستان میں اُن کو لُوٹا جاتا تھا۔ اور ہمارے زمانہ میں بھی مسیحیوں کے گروہ کے گروہ یہودیوں کا اس طرح میلوں تک تعاقب کرتے ہیں جس طرح شکاری کُتّے شکار کا تعاقب کرتے ہیں۔ اور اُن کو گالیاں دیتے ہیں اور طرح طرح کے الفاظ اُن کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ کیا لوگوں کو اطمینانِ قلب حاصل ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک طرف سے بے چینی اور ہڑتالوں کی خبر آتی ہے۔ کیا لوگوں کو راحت حاصل ہے۔ اور کیا لوگ خوش ہیں؟ تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ خوش معلوم ہوتے ہیں وہ صرف وہی لوگ ہیں جو مسیحیت کو ترک کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ جو نجات یافتہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ ہمیشہ اُداس اور ایسے پژمردہ نظر آتے ہیں کہ ایک بیرونی آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اگر مسیحیت اس سے زیادہ خوش انسان پیدا نہیں کر سکتی تو وہ اس قابل نہیں کہ اسکو قبول کیا جائے۔ کیا یورپ کے انسان بااخلاق انسان ہیں۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مَیں کاغذ کے کئی ریم خرچ کر سکتا ہوں اور اہل یورپ کی زندگی سے ایسے واقعات پیش کر سکتا ہوں جنکو پڑھکر نہایت سخت دل انسان بھی کانپ اُٹھے گا۔ بااخلاق؟ نہیں۔ ہزار دفعہ نہیں۔ اہل یورپ کی زندگی جڑھ تک گلی ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ کم از کم انگلستان کی حالت ایسی بُری نہیں جیسی کہ برِاعظم یورپ کی ہے۔ مگر مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ انگلستان دوسرے ملکوں سے نمود میں بڑھا ہوا ہے۔ اور اس ملک کے لوگ ہر بُرائی پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن انگلستان کے ہر ایک شہر میں بدکاری کا ایک محلہ ہوتا ہے۔ اور رات کے وقت ہمارے شہروں میں کوئی شریف بی بی بازاروں اور کوچوں میں حفاظت کے ساتھ نہیں گذر سکتی۔ کام کاج میں بھی لوگ بااخلاق نہیں ہیں۔ دھوکہ دینا ایک لطیف ہنر سمجھا جا

ہے اور جو شخص غبن اور غداری میں کامیاب ہو جائے اُسکو ایک ہشیار انسان سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ کافی روپیہ جمع کرے تو جس درجہ تک چاہے ترقی کرسکتا ہے اور نہایت اعلیٰ درجہ کی سوسائٹی میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ اُس کی عیّاری سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں وہ اپنی بیٹیاں اُسکو نکاح میں دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا بردہ فروشی کا ایک بازار گرم ہے اور جو شخص سب سے زیادہ مالدار ہو وہ سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی کو خرید سکتا ہے۔ یورپ کی سوسائٹی کا خدا روپیہ ہے اور محبت کو اُس پر قربان کیا جاتا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو ایک بیوی رکھتے ہیں اور اُس بیوی کے علاوہ وہ کئی عورتوں سے آشنائی کا تعلق رکھتے ہیں اور اسکے مقابل پر اُن کی بی بیاں دوسرے لوگوں سے آشنائی رکھتی ہیں۔ اسکے بعد طلاق واقع ہوتی ہے اور چند دن تک چرچا ہوتا ہے۔ پھر سوسائٹی اس معاملہ کو فراموش کر دیتی ہے اور پھر زانیہ عورت سوسائٹی میں وہی عزت رکھتی ہے جو اُسے پہلے حاصل تھی گویا اُس سے کوئی ناجائز امر سرزد ہی نہیں ہوا تھا۔ کیا یورپ بااخلاق ہے؟ خدائے تعالیٰ ایشیا اور افریقہ کو مسیحی یورپ کے اخلاق سے محفوظ رکھے۔ کیا یورپ کے مسیحیوں میں اخوت کا تعلق پایا جاتا ہے؟ یورپ کی نسبت ایسا سوال کرنا ہی گویا ایک استہزاء ہے۔ چار سو سے زیادہ فرقے یورپ کے مسیحیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک کا یہ اعتقاد ہے کہ ان تمام فرقوں میں سے صرف ہمارا فرقہ ہی راہِ راست پر ہے اور باقی تمام گمراہ ہیں۔ ایک انسان خیال کرتا ہے کہ مسیحی ہونے سے تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔ اخوت قائم ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے مسیحی اُسکے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلق رکھ سکتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ سب سے پہلا سوال یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ گرجا میں حاضر ہوتا ہے؟ کیا اُس کی قوم کے لوگ خوش حال ہیں؟ کیا وہ مالدار ہے؟ اگر وہ ان امور کے رُو سے ایک مناسب آدمی ہے۔ تب اُس کی طرف توجہ کی جائے گی لیکن اگر وہ کسی اور فرقہ کے گرجا میں حاضر ہوتا ہے۔ مثلاً وہ بپٹسٹ ہے یا رومن کیتھولک ہے یا میتھوڈسٹ ہے اور تم ان فرقوں میں سے نہیں ہو تو تم اُسکے ساتھ ہاتھ نہیں ملا سکتے۔ مسیحیت کے یہ تمام فرقے ایک دوسرے کے ساتھ سخت عداوت اور بغض رکھتے ہیں اور

اگر ممکن ہو تو وہ ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کر دیں یا آگ سے جلاویں جیسا کہ وہ گذشتہ زمانہ میں کرتے رہے ہیں۔ ان حالات کو مدِ نظر رکھکر ہم مسیحیت کے لیئے ناکامی محض کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مارٹی نو نے جو ایک مشہور یونی ٹے ری ان ہے خوب کہا ہے "مسیح زمین پر آگ جلانے آیا۔ اور آج ۱۸ سو سال کے بعد بھی اُس کے پیرو یہی سوچ رہے ہیں کہ آگ جلانے کے لیئے کوئی نہایت ہی عمدہ دیا سلائی تجویز کی جاوے"۔ کلیسیا کا اب لوگوں کے دلوں پر بالکل کوئی اثر نہیں۔ اور تثلیث۔ کفارہ اور الوہیت مسیح کے عقائد کی وجہ سے بہت سے لوگ دہریوں کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ درحقیقت اب لوگوں نے عام طور پر مسیحیت سے منہ پھیر لیا ہے اور اس طرح ایک عجیب نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی مشنریوں کی ایک فوج غیر ممالک کے لوگوں کو مسیحی بنانے کے لیئے باہر جاتی ہے اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ خود انگلستان و یورپ میں اکثر لوگ مسیحیت کے معتقد نہیں رہے۔ پھر مختلف فرقوں کے مسیحی واعظ مختلف باتوں کو پیش کر کے ہر ایک اُن میں سے کہتا ہے کہ جو بات میں پیش کرتا ہوں یہی حق ہے اور اسکے سوا سب کچھ باطل ہے اس اختلاف کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اُن کا اپنا ہی مذہب اُس مذہب سے بدرجہا بہتر ہے جسے مسیحی واعظ پیش کرتے ہیں۔ کلیسیا ہمیشہ ترقی کی دشمن رہی ہے اور ہمیں اُن بڑے آدمیوں کی ضرور عزت کرنی چاہیئے۔ جنھوں نے مذہبی اور سوشل آزادی قائم کرنے کے لیئے مسیحیت کا مقابلہ کیا ہم انگریز اُن آزاد خیال لوگوں کے بہت ممنون ہیں جنھوں نے کلیسیا کا سخت مقابلہ کر کے ملک میں آزادی قائم کی کلیسیا نے اُن کی مخالفت کی مگر وہ کلیسیا پر غالب آئے۔ آج گرجے خالی نظر آتے ہیں۔ اور باقی دنوں کی طرح اتوار کے دن بھی تصویروں کے محل۔ تھی اے ٹر۔ اور گانے بجانے کے ہال تماشہ بینوں سے پُر رہتے اور ہزاروں آدمی اتوار کے دن سیر کے لیئے سمندر کے کنارہ پر چلے جاتے ہیں یا باغوں میں باجا کی دلکش آواز کو سننے کے لیئے جمع ہو جاتے ہیں۔ مسیحیت بُرے طور سے ناکام ہوئی ہے اور اب ضرور ہے

کہ وہ اسی طرح گھٹتی گھٹتی آخر فنا ہو جائے۔ اور اب جو لوگ اس کو ہلاکت سے بچانیکی کوشش کرینگے وہ عام لوگ نہیں ہونگے بلکہ وہ ایسے لوگ ہونگے جن کا ذریعہ معاش مذہب ہے یعنی جو مذہب کی بدولت روٹی کما کر کھاتے ہیں۔ روپیہ اہل یورپ کا معبود ہے اور نفاق ان کا عمل ہے۔ کیا ایسے مذہب سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا میں امن پھیلائے گا؟ کیا یورپ کی اکثر طاقتیں کمزور ریاستوں کو اپنے پاؤں تلے روند نہیں رہی ہیں؟ کیا ہم الجزائر۔ مراقش۔ کریمیا کی چھوٹی ریاستوں یا طرابلس کو بھلا سکتے ہیں؟ کیا یہ سب علاقے یورپ کی خوفناک وحشت کے نشان نہیں ہیں؟ اور اب بھی مسیحی لوگ ہمیں یہی سناتے ہیں کہ مسیحیت نے یورپ کو مہذب بنایا۔ اگر تہذیب اسی چیز کا نام ہے تو خدا کرے کہ مشرقی ممالک ایسی تہذیب سے محفوظ ہی رہیں!! آؤ ہم اس امر پر غور کریں کہ کیوں مسیحیت کو کل دنیا قبول نہیں کر سکتی۔ سب سے پہلے تو الوہیت مسیح کا اعتقاد ایک ایسا اعتقاد ہے جس کو کوئی قوم جو ایک خدا کو مانتی ہے ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ مسلمان۔ یہودی۔ بدھ۔ یسوع کو خدا کا بیٹا یا خدا ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔ مسیحیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے کام خواہ کیسے ہی نیک ہوں۔ ہماری زندگی خواہ کیسی ہی پاک ہو۔ اور ہم نے خواہ ہزاروں آدمیوں کی مدد کی ہو۔ پھر بھی ہم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ہم اس بات پر ایمان نہ لائیں کہ خدا کا بیٹا یسوع ہمارے لئے قربان ہوا۔ کیا ایسے عقیدہ سے انسانوں کے اخلاق پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے؟ اسکے مقابل میں سچا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی نجات کے لئے خود فکر کرنی چاہیئے اور وہ خود اپنے کاموں کا ذمہ وار اور جوابدہ ہے۔ اگر ایک انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ وہ یسوع کے کفارہ پر ایمان لا کر نجات حاصل کر لیگا تو وہ جو گناہ چاہے کر سکتا ہے۔ کیونکہ اُس کا عقیدہ ہے کہ یسوع نے تمام گناہ اپنے اوپر اٹھا لیئے ہیں نہیں نہیں مسیحیت دنیا کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی اور مذہب اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ دنیا کا مذہب ہو۔ آؤ ہم دیکھیں۔ یہودی مذہب کو تو ایک طرف رکھدو۔ ایسا ہی زرتشتی مذہب کو۔ کیونکہ یہ دونوں مذہب قومی مذہب ہیں اور یہ غیر قوموں کو اپنی طرف نہیں بلاتے اور نہ اپنے اندر کسی غیر کو شامل کرتے ہیں۔ کیا ہندو مذہب دنیا کا مذہب ہو سکتا ہے جس کے عقائد میں

بہت سی ناپاک باتیں شامل ہیں۔ جسکے دیوتوں کی تعداد بیشمار ہے۔ اور جس میں ذات پات اور چھوت چھات کا مسئلہ مذہب کی جزو سمجھا جاتا ہے۔ ایسا مذہب کسی طرح دنیا کا مذہب نہیں ہو سکتا۔ کیا بدھ مذہب دنیا کا مذہب ہو سکتا ہے؟ خالص بدھ مذہب۔ اخلاقی پہلو سے ہمارے نزدیک چنداں قابل اعتراض نہیں۔ مگر عملاً یہ مذہب خدا کی ہستی اور آخرت سے انکار کرتا ہے۔ بدھ مذہب اور کنفوسش کا مذہب بے شک اخلاقی لحاظ سے تو اچھے ہیں مگر کل دنیا انکو مذہب کے طور پر قبول نہیں کر سکتی۔ اب ہمارے غور کے لئے صرف اسلام باقی رہتا ہے۔ کیا اسلام اس بات کا حقدار ہو سکتا ہے کہ وہ کل دنیا کا مذہب ہو۔ مسیحیوں کا یہ دعوٰی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عبرانی اور مسیحی صحیفوں سے نقل اتاری ہے۔ یہ پرلے درجے کا جھوٹ ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اسلام کا مسیحیوں پر احسان ہے اور مسیحیوں کا اسلام پر کوئی احسان نہیں۔ کیا مسیحی صاحبان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ اُن کی کتابیں فلاں سال اور فلاں تاریخ کو لکھی گئیں۔ بائیبل کی کسی کتاب کے متعلق کوئی یقینی تاریخ نہیں بتائی جا سکتی کہ وہ کب لکھی گئی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے بائیبل کی اُن کتابوں کو نہیں لکھا جن کو موسیٰ کی پانچ کتابیں کہا جاتا ہے۔ اور نہ یوشع۔ سموئیل۔ روت۔ اور یسعیاہ نے اُن کتابوں کو لکھا جو اُن کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ درحقیقت اگر ہم یہ کہیں کہ پرانے عہدنامہ کی تمام کتابیں گمنام مصنفوں کی تحریریں ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ جب ہم نئے عہدنامہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ مسیحیوں کے پاس کوئی ایسی تحریر نہیں جس کا مصنف خود یسوع مسیح ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یسوع کی اپنی کوئی تصنیف موجود نہیں۔ تو پھر اُسکے الفاظ کس ذریعے سے آئندہ نسلوں تک پہنچائے گئے۔ کیا متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا نے خود وہ کتابیں لکھیں جو اب چار انجیلوں کے نام سے مشہور ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ نہیں۔ پھر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کتابیں کب گھڑی گئیں۔ ایڈون جانسن اپنی مشہور تصنیف دی رائیز آف کرسٹن ڈم میں اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ زمانہ وسطی کے حجرہ نشین درویش ان کتابوں کے تیار کرنیوالے ہیں۔ لیکن خواہ کچھ ہی ہو۔ ہم بائبل کو اعتبار کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ جو مختلف کتابیں اس مجموعہ میں پائی جاتی ہیں اُن کے لکھنے والے

کون لوگ ہیں۔ اور چونکہ یہ بات صاف ہے کہ بہت سی نام کی پیشگوئیاں و اقعات کے ظہور کے بعد لکھی گئیں اور یہ کہ خود لوتھر کے زمانہ میں بھی ان کتابوں میں کئی باتیں بڑھائی جا رہی تھیں۔ تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتابیں قدیمی صحیفے کہلانے کے قابل نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیئے یہ ممکن نہ تھا کہ ان کتابوں میں سے کوئی مضمون اخذ کرتے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے اور مکہ میں کوئی ایسا کتب خانہ موجود نہ تھا جس میں وہ تمام مختلف مذاہب کی کتابیں جمع ہوں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ آپ نے فلاں فلاں کتاب سے قرآنی مضامین اخذ کیئے۔ اور آپ کے پاس ان کتابوں کو مختلف زبانوں سے عربی میں ترجمہ کرانے کا سامان بھی موجود نہ تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔ اور قرآن مجید کی معجزانہ کلام نے اپنی صداقت کا کل اہل ملک کو یقین دلا دیا۔ (یسوع مسیح ایسا کرنے سے عاجز رہا) اسلام کی صداقتوں کے سامنے تمام بطلان نابود ہو گئے۔ قرآن شریف سچ کہتا ہے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۔ یعنی حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگنے والا ہی تھا۔ یہ نظارہ دنیا نے عرب میں رسول عربیؐ کے ہاتھ پر پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا ہے۔ اور صرف عرب پر ہی موقوف نہیں۔ جن جن ملکوں نے اسلام قبول کیا ہے پھر اُن میں سے ایک نے بھی اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ اپنے آبائی مذہب یا مسیحیت کو اختیار نہیں کیا۔ اسلام ایک عالمگیر اخوت کا وعظ کرتا ہے۔ اسلام میں کالا اور گورا اور سُرخ اور سفید سب برابر ہیں۔ اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو عالمگیر مذہب کے لیئے ایک محکم بنیاد کا کام دیتا ہے۔ تمام مسیحی دنیا کو اس بات کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ اسلام اپنے تمام پیرووں میں خواہ وہ کسی ملک میں آباد ہوں ایک وحدت کی روح پھونک دیتا ہے۔ مِس اینی سمال۔ اپنی کتاب مسمّٰی بہ اِسلام میں لکھتی ہے کہ "اِس آواز پر کہ خدا کی راہ میں جنگ کرو۔ تمام اہل اسلام ایک انسان کی طرح ہو جاتے ہیں اور دین کے دشمنوں کا سخت مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیئے طیار ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو مسیحیت میں مفقود ہے۔" اور پھر وہ لکھتی ہے کہ "اسلام کی تاریخ میں جس نے مسیح کے کلیسیا کے سامنے ترقی کی ہے ایسی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جو اگر مسیحیت میں پائی جاتیں

تو جونا کامی مسیحی کلیسیا کو خداوند کی بادشاہت قائم کرنے میں ہوتی ہے وہ ناکامی اُسے نصیب نہ ہوتی"

مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود مسیحی لوگ بھی اسلام کے مدّاح اور مسیحیت کی ناکامی کے قائل ہیں۔ اسلام دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ٹمپرنس سوسائٹی ہے۔ اسلام شراب خواری اور قمار بازی ہر دو کو منع کرتا ہے اور یہ ایسی دو بدیاں ہیں جن کی بدولت یورپ میں ہزارہا مسیحی ہلاکت کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ کیا مسیحیت میں شراب خواری اور قمار بازی کی ممانعت پائی جاتی ہے۔ بالکل نہیں۔ یہ ایک اور کمی ہے جو اسلام کے مقابل میں مسیحیت میں پائی جاتی ہے۔

پھر ایک اور بات جو صرف اسلام میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں ایک ایسی کتاب ہے جس کی نسبت اسلام کا سخت دشمن سر ولیم میور بھی قبول کرتا ہے کہ وہ بالکل محفوظ چلی آتی ہے اور اب بھی وہ بعینہٖ اُسی حالت میں ہے جس حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت تھی۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی بیشی واقع نہیں ہوئی اور اسکے مستند ہونے میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کیا مسیحی صاحبان بائیبل کے متعلق بھی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ افسوس کہ یہاں بھی نفی میں ہی جواب دینا پڑتا ہے

پھر اسلام ایک خدا کا وعظ کرتا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ مگر اسکے مقابل میں مسیحیت تین خداؤں کو پیش کرتی ہے اور یہ تین خدا بھی صرف مسیحیوں کے خدا ہیں۔ کُل عالم کے خدا نہیں۔ پس یہ ایک اور امر ہے جس میں اسلام کو مسیحیت پر فوقیت حاصل ہے۔

اسی طرح اسلام کے رُو سے نجات کے لیئے صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں جیسا مسیحی لوگوں کا عقیدہ ہے بلکہ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے (قرآن شریف میں جا بجا اٰمنوا کے ساتھ وعملوا الصّٰلحٰت بھی لگا یا گیا ہے) ایسا ہی اسلام تمدنی قواعد کی بھی تعلیم دیتا ہے اور اسلام میں تمدنی سلسلہ ایسا مکمل ہے کہ یورپ نے موجودہ صدی میں بھی اس سے سبق حاصل کیئے ہیں بلا ابھی تک یورپ اسلامی معیار سے بہت

گرا ہوا ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس پر اُس کے پیرو صدق دل سے ایمان لاتے ہیں جیسا کہ کارلائیل نے اپنے تیز فہم کے ذریعہ اس امر کو محسوس کیا۔ اسلام میں ہم لوگ خوش رہتے ہیں۔ اُداس نہیں رہتے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اُس کے نبیؐ سے ہم اخلاص رکھتے ہیں۔ اور ہمارا مذہب ہمیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ ہم سب انبیاءؑ پر ایمان لاویں بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی وسیع رحمت نے وحی کی نعمت کو ایک چھوٹی سی قوم تک محدود نہیں رکھا جیسا کہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے بلکہ خدائے تعالیٰ نے تمام اُمتوں کی طرف نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ مسیحیت صرف اُن نبیوں کو قبول کرتی ہے جن کا ذکر بائیبل میں ہے اور یہودی قوم میں پیدا ہوئے مگر اسلام جیسا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت موسیٰؑ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو سچے نبی قرار دیتا ہے۔ ایسا ہی اسلام کے رُو سے بُدھ۔ زرتشت۔ کنفوشس۔ کرشن علیہم السلام بھی خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ مسیحیت صرف بنی اسرائیل کے انبیاءؑ کو مانتی ہے مگر اسلام روئے زمین کے تمام راستبازوں کو قبول کرتا ہے۔ اور اسلام کی یہ تعلیم اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کا راز ہے۔ اسلام سب کو قبول کرتا ہے اسلئے تمام مذاہب بغیر اپنے ہادیوں کو چھوڑنے کے اسلام کو قبول کر سکتے ہیں۔ حالانکہ مسیحیت کے قبول کرنے کے لئے غیر مذاہب کے لوگوں کو اپنے ہادیوں کا ۔۔۔ انکار کرنا پڑتا ہے۔ ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے جب بُدھ۔ ہندو اور پارسی اسلام کے ساتھ مل جائیں گے اور اپنے اپنے ہادیوں کی بدستور عزت کرتے ہوئے اور اُنکو نبی مانتے ہوئے اسلام کے نبیؐ کو بھی قبول کرینگے جس نے یہ تعلیم دی کہ ان سب مذاہب کے بانی خدا کے راستباز رسول اور برگزیدہ نبی تھے۔ اسلام نے ایک ایسی بُنیاد ڈالی ہے جس پر روئے زمین کے مذاہب متفق ہو کر اور اپنے رسولوں اور ہادیوں کی سچی اور صحیح تعلیم کی طرف رجوع کر کے سب کے سب اسلام کا مذہب اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ یہ کسی خاص قوم یا خاص ملک کا مذہب نہیں بلکہ وہ پاک اور خالص اور قدیمی مذہب ہے جس کی سب انبیاءؑ نے تعلیم دی اور اس مذہب کا اختیار کرنا دنیا کے تمام برگزیدہ نبیوں کی صحیح اور سچی تعلیم کو اختیار کرنا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں اور میں کوئی نیا مذہب نہیں لایا بلکہ میرا مذہب نوع انسان کا فطری مذہب ہے جس کی طرف روئے زمین کے کل انبیاء بلاتے چلے آئے۔ روئے زمین کے تمام انبیاء کی سچی تعلیم اُس ہدایت نامہ میں جمع کی گئی ہے جس کا نام قرآن ہے۔ اسلیئے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اسلام کے قبول کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں کیونکہ اسلام کو قبول کرنا دراصل اُس سچی تعلیم کو قبول کرنا ہے جو دنیا کے تمام نبی لائے اور اُن غلطیوں کو چھوڑنا ہے جو بعد میں پیدا ہوگئیں اور ایک ایسا مذہب اختیار کرنا ہے جو تمام سچائیوں کا جامع ہے اور جس میں تمام ضرورتوں کے لئے سامان مہیا کیا گیا ہے۔ ایڈیٹر)

بظاہر اسوقت یورپ اسلام سے دُور نظر آتا ہے مگر اب مسیحیت مر رہی ہے۔ اور چونکہ انسان کی بہتری کے لیئے مذہب کا ہونا لازمی ہے اسلیئے ایک انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ جب آخر یورپ بھی اسلام کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اُسپر اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح ثابت ہو جائے گی۔ تب انشاءاللہ تعالیٰ کل دنیا صرف ایک اللہ کی پرستار ہوگی اور اسلام کی تعلیم کل دنیا کا دستور العمل بنے گی۔ اُسوقت دنیا میں امن و عدل اور خوشی کا دَور دَورہ ہوگا۔ اور پھر موعودہ ساعۃ قریب آجائیگی۔ اسوقت ہم انگریز مسلمان تعداد میں بہت قلیل ہیں لیکن اسلام ہمارے لیئے ایک مضبوط قلعہ ہے اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے ہم امید کرتے ہیں کہ کفر کی زمین میں اسلام کا قدم آگے بڑھیگا۔ اسلام افریقہ میں ترقی کر رہا ہے۔ امریکہ میں بھی بہت سے آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تطلع الشمس من مغربہا کی پیشگوئی پوری ہو۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں جس سورج کا ذکر ہے وہ اسلام کا سورج ہے جو مغرب میں طلوع کر کے اُس تمام تاریکی کو دُور کر دیگا جو اس وقت مغرب میں چھائی ہوئی ہے۔

پس دنیا کا آئندہ مذہب انشاءاللہ تعالیٰ اسلام ہی ہوگا۔

ثبوتِ قیامت نمبر ۳

اس سے پہلے دو نمبروں میں مَیں نے مختصر طور پر ان دلائل کا ذکر کیا تھا جو قیامت کے وجود

قرآن مجید نے دی ہیں اور ان بے شمار دلیلوں میں سے جو قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں نمونہ کے طور پر چلے دلیلیں تحریر کی تھیں اب اس نمبر میں مَیں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی الہامی کتاب کسی مسئلہ کے متعلق اپنی طرف سے کتنی ہی بحث کرے اور کسقدر ہی دلائل کیوں نہ دے لیکن اگر مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہ دے جو اس مسئلہ پر کیئے جاتے ہیں تب تک اس کتاب کا بیان ناقص ہے اور کسی صورت سے بھی ہم اسے مرتبۂ کمال تک پہنچی ہوئی نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی معترضین پر حجت پوری ہو سکتی ہے اسلیئے ضروری ہے کہ کامل کتاب دونوں پہلوؤں پر حاوی ہو یعنی آپ دلائل بھی دے اور مخالفین کے شکوک و شبہات کو بھی دفع کرے اسلیئے ہم قرآن مجید سے نمونہ کے طور پر وہ جوابات درج کرتے ہیں جو مخالفین کے ان اعتراضوں کے دیئے گئے ہیں جو انہوں نے قیامت کے متعلق کیئے تھے تاکہ ناظرین کو قرآن مجید کے کمال اور اس کی صداقت کا یقین ہو جائے۔

اعتراض اوّل - وضرب لنا مثلا ونسي خلقه قال من يحي العظام وهي رميم ٥ پہلا اعتراض کفار کی طرف سے یہ کیا جاتا تھا کہ مُردوں کا زندہ کرنا ایک عظیم الشان کام ہے اور ہمیں تو کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جو ایسا اہم کام سرانجام دے سکے انسان تمام حیوانوں سے زیادہ فہیم اور عقلمند ہے مگر وہ بھی اس کام سے عاجز ہے اور اسکے اختیار سے بھی باہر ہے اسلیئے کفار حیران ہو کر پہلا سوال یہ کرتے تھے کہ اگر مُردے زندہ بھی ہونگے تو کریگا کون؟ اس کا جواب خدائے تعالیٰ اسی آیت میں آگے چلکر فرماتا ہے قل يحييها الذى انشأها اول مرة وهو بكل خلق عليم یعنی اگر تمہیں مُردوں کو زندہ کرنیوالی ہستی نظر نہیں آتی اسلیئے تم مُردوں کے زندہ ہونیکا انکار کرتے ہو تو بتاؤ کہ اب تم ایک پیدا شدہ مخلوق ہو یا نہیں پھر تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تم کو کسی انسان نے نہیں بنایا تو کیا اس لیئے کہ اپنے خالق کو نہیں جانتے تم اپنے پیدا کرنیوالے کا انکار کر دوگے یا اس بات کے منکر ہو جاؤ گے کہ تم بھی پیدا ہوئے تھے؟ لیکن تم اس بات کے منکر نہیں اور تم مانتے ہو کہ تم ایک پیدا شدہ مخلوق ہو اور تمھیں کسی نے پیدا کیا ہے پس ہماری طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ تم کو زندہ بھی وہی کرے گا

جس نے تم کو پیدا کیا اگر تم ہم سے اس زندہ کرنیوالے کا نام پوچھتے ہو تو ہم تم سے تمہارے پیدا کرنے والیکا نام پوچھتے ہیں جو نام تم اپنے خالق کا بتاؤ گے وہی ہماری طرف سے زندہ کرنیوالے کا نام پیش کیا جاویگا اور اگر تمہارا یہ دعوی ہو کہ ہمیں کسی نے پیدا نہیں کیا ہم خود بخود موجود ہو گئے ہیں تو ہماری طرف سے بھی وہی جواب ہے کہ تم خود بخود زندہ ہو جاؤ گے اگر یہ کہو کہ خود بخود زندہ کوئی نہیں ہو سکتا تو ہم بھی وہی کہیں گے کہ خود بخود زندہ ہونا ممتنع ہے تو خود بخود پیدا ہونا کیوں نہ ممتنع سمجھا جاوے؟ غرض اس سوال کا جواب کہ مرنے کے بعد ہمیں کون زندہ کریگا نہایت ہی اعلیٰ یہی ہے کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا تھا۔

اعتراض دوم ۔ وھی رمیم ہ دوسرا اعتراض قیامت کے وجود پر یہ کیا جاتا ہے کہ جب ہمارے جسم گل سڑ جائیں گے اور ہماری ہڈیوں کا چورا ہو جائیگا اور ہمارے اجسام کے ذرات پراگندہ ہو جائیں گے اور یہ نظام بدن موجودہ شکل میں نہیں رہے گا تو کس طرح ایک مدت کے بعد پھر ذرات جمع ہو کر ایک جسم بنکر قیامت کے میدان میں چلے پھریگا اس اعتراض کے کئی جواب اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں جنمیں سے دو جواب ہدیۂ ناظرین ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اولیس الذی خلق السموات و الارض بقادر علیٰ ان یخلق مثلھم اس آیت میں استدلال بالاولی کے ذریعہ جواب دیا ہے فرماتا ہے کہ ایک کام آسان ہوتا ہے دوسرا مشکل تو جو شخص مشکل سے مشکل کام سنوار سکتا ہے اسکے لیئے آسان کام کرنا کوئی مشکل نہیں اب تم انسانی خلقت کے حجم اور اندازہ اور قویٰ وغیرہ کا خیال کرو اور دوسری طرف آسمان زمین چاند ستاروں کے نظام پر غور کرو اور جو قوتیں اور خاصیتیں ان اجسام میں رکھی گئی ہیں اور جو بے نظیر کاریگری ان کرّ جات میں دکھائی گئی ہے وہ انسانی بناوٹ میں نہیں تو جب وہ اعلیٰ سے اعلیٰ نظام ایک ہستی نے پیدا کر دیئے اور ہمیشہ انہیں ایک باقاعدہ کام کرنیکا سلسلہ رکھدیا اور ایسی ایسی عظیم الشان صنعتیں اس نظام عالم میں کیں تو کیا وہ ہستی اس بات پر قادر نہیں کہ وہ انسان کے متفرق شدہ اجزاء کو پھر ایک جگہ

جمع کر دے۔

دوسرا جواب یہ فرماتا ہے بلٰی وھو الخلاق العلیم۔ اس جواب کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ اگر کوئی کام کسی شخص سے اتفاقیہ ہو جاوے تو پھر وہی کام دوبارہ کرنا اس کے لیئے مشکل ہوتا ہے جس طرح کہ کسی شخص کو بندوق کا نشانہ لگانا نہیں آتا لیکن جنگل میں اتفاقیہ اسکی بندوق کی گولی چلکر ایک شیر کو لگ گئی اور وہ شیر مر گیا یہ بات ممکن ہے لیکن دوسری دفعہ وہ شست بھی باندھے گا لیکن اس کی گولی نشانہ پر نہیں لگے گی کیونکہ پہلی دفعہ اسکا نشانہ اس کے علم اور اس کی واقفیت کی وجہ سے نہیں لگا تھا بلکہ اتفاقیہ چانس تھا لیکن جس نے نشانہ لگانے کی مشق کی ہوئی ہو اور وہ اس علم میں کامل ہو تو جب وہ پہلی دفعہ بندوق چھوڑے گا تب بھی نشانہ پر گولی لگے گی اور جب وہ دوسری دفعہ سر کریگا تب بھی نشانہ ٹھیک بیٹھے گا کیونکہ اس نے وہ کام علم کی بنا پر اور اس کے ذریعہ کیا تھا اسی طرح خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بھی لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کریں گے کیونکہ ہم خلاق علیم ہیں یعنی پہلی دفعہ جو ہم نے تم کو پیدا کیا تھا تو ہم اتفاقیہ خلّاق نہ تھے بلکہ خلاق علیم تھے یعنی اپنے علم کی رو سے ہم نے یہ خلقت پیدا کی تھی سو جس طرح ایک کاریگر کمہار ایک دفعہ برتن بنا کر پھر دوبارہ سہ بارہ بھی بنا سکتا ہے اسی طرح ہم بھی ایک دفعہ پیدا کر کے دوسری دفعہ پھر پیدا کر سکتے ہیں آگے چلکر فرماتا ہے فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیئٍ و الیہ ترجعون یعنی اللہ تعالیٰ تمام نقصوں اور کمزوریوں سے پاک ہے اور ہر ایک عیب اور منقصت سے وہ منزہ ہے اگر یہ فرض کیا جاوے کہ وہ ایک دفعہ تو پیدا کر سکتا ہے لیکن دوسری دفعہ پیدا کرنا اس کے لیئے محال ہے تو یہ ایک نقص ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں ماننا پڑیگا۔ اور چونکہ وہ پاک ہے اور ہر ایک عیب و نقص سے منزہ ہے اس لیئے اس نقص سے بھی وہ پاک ہے۔

پھر ایک مقام پر کافروں کا اعتراض نقل کرتا ہوا فرماتا ہے ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاماً ءانا لمبعوثون۔ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے کفار کے تین اعتراض نقل کیئے ہیں۔ میں نمبروار ہر ایک کا جواب قرآن شریف سے بیان کرتا ہوں۔

اعتراض سوم۔ ءاذا متنا اس اعتراض کی تفصیل یہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے اور

روح اس کے بدن سے مفارقت کرجاتی ہے اور زندگی کے آثار مفقود ہوجاتے ہیں اور وہ خواص جو انسان میں ودیعت ہوتے ہیں سب معدوم ہوجاتے ہیں جیسے سُننا بولنا سوچنا محسوس کرنا چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ سب قویٰ زائل ہوجاتے ہیں اور انسانی جسم محض لاشئی لاشہ رہ جاتا ہے تو پھر کس طرح روح عود کریگی اور مردہ زندہ ہوجائیگا اس اعتراض کے بہت سے جواب قرآن مجید نے دیئے ہیں جن میں سے دو درج ذیل ہیں۔

جواب اوّل کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون یعنی پہلا جواب تو تمھیں یہ دیا جاتا ہے کہ اپنے پچھلے حالات پر ایک نظر ڈالو اور یاد کرو کہ تم ایک زمانہ میں میّت تھے کوئی زندگی یا اسکے آثار تم میں نہ تھے انسانی خواص و قویٰ کا تم میں نام و نشان بھی نہ تھا لیکن پھر تم کو اللہ نے زندگی بخشی اور کچھ قویٰ اور خواص عطا کیئے اور متاع حیاۃ سے تم کو متمتع کیا اور تم زندہ کہلانے کے مستحق ہوئے اسی طرح جب ایک حیاۃ بعد المماۃ کا تم تجربہ کرچکے ہو اور مردہ ہونے کے بعد زندہ ہونیکا مزہ چکھ چکے ہو اور عدم کے بعد وجود کا مشاہدہ کرچکے ہو تو پھر تمھیں قیامت اور بعث بعد الموت پر کیوں اعتراض اور شبہات اُٹھتے ہیں۔ تم جو کہتے ہو کہ مُردہ ہونیکے بعد زندہ نہیں کیئے جاؤگے تو بتاؤ تو سہی کہ تم اس زندگی سے پہلے مُردہ نہ تھے پھر اس مردہ ہونے کی حالت کے بعد تم اب زندہ نہیں ہو جب تم اس حقیقت سے منکر نہیں ہو تو بعث بعد الموت کو کیوں ناممکن خیال کرتے ہو۔

جواب دوم۔ وتری الارض ھامدۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت و ربت و انبتت من کل زوج بھیج ہ ذٰلک بان اللہ ھو الحق و انہ یحی الموتی و انہ علی کل شئ قدیر و ان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا و ان اللہ یبعث من فی القبور۔ یعنی تمھارا جو اعتقاد ہے کہ جب انسان کے قویٰ باطل ہوجاتے ہیں اور اسکے خواص زائل ہوجاتے ہیں پھر کس طرح وہ قویٰ اور خواص جسم انسانی میں عود کر آئیں گے تو کیا تم زمین کی حالت مشاہدہ نہیں کرتے کہ اس کے کیسے عجیب

خواص اور قویٰ ہوتے ہیں کہ ذرا سا دانہ پڑ جاوے تھوڑے دنوں میں ایک لہلہاتا پودہ ہماری آنکھوں کو تراوت پہنچانے کے لئے خزانۂ غیب سے نمودار ہوجاتا ہے ایک ذرہ کے برابر بیج سے سینکڑوں فٹ لمبے چوڑے عظیم الشان آسمان سے باتیں کرنے والے درخت اُگتے ہیں جدھر دیکھو سبزہ جدھر نظر اٹھاؤ بہار ہے لیکن موسم خزان آتا ہے یا بارش نہیں ہوتی قحط پڑتا ہے تو سب قویٰ اور خواص کا لعدم ہوجاتے ہیں نہ سبزہ نہ اسکی تراوت خشک بنجر زمین رہ جاتی ہے ہر طرف گرد و غبار گرمی اور تپش ہی جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ زمین کی ساری قوتیں معدوم ہوجاتی ہیں سب خاصیتیں باطل ہوجاتی ہیں زمین مرجاتی ہے اس کی زندگی جاتی رہتی ہے لیکن خدا کی قدرت دیکھو فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت وانبتت من کل زوج بھیج جب ذرا پانی کا چھینٹا پڑجاتا زمین میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ سب مُردنی جاتی رہتی ہے تمام ضائع شدہ قوتیں پھر آب و تاب سے جلوہ گر ہوتی ہیں تمام زائل شدہ خاصیتیں پھر عود کر آتی ہیں وہی زمین جو کل تک بنجر پڑی ہوئی تھی آج سرسبز و شاداب نظر آتی ہے اور وہی قطعہ جو کل مُردہ تھا آج زندہ ہوجاتا ہے تھوڑے سے بیج بکھیر دو تھوڑے سے عرصہ میں چمن اور گلزار لگ جاتا اور جنگل میں منگل کا لطف آنے لگتا ہے۔ جب تم اس زمین کو دیکھتے ہو کہ یہ مرکر زندہ ہوجاتی ہے تو کیوں نہیں مانتے کہ وہ قادر جس نے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشی ہمیں بھی مرنے کے بعد زندہ کرے گا اور وہ ہستی جو زمین کی زائل شدہ قوتوں کو واپس لاتی ہے ہمارے ضائع شدہ قویٰ کو دوبارہ ہم میں قائم کرے گی اور وہ ذات پاک جو زمین کے باطل شدہ خواص دوبارہ پیدا کرنے کی موجب ہے وہی ہمارے خواص دوبارہ ہمیں عطا کرسکتی ہے۔

اعتراض چہارم۔ وکنا ترابا چوتھا اعتراض کا فر یہ کرتے تھے کہ جب ہمارے اجسام کے گوشت پوست نہیں رہیں گے اور خون و عروق وغیرہ کا نام و نشان نہیں رہیگا بلکہ ہمارا یہ جسمانی نظام لحمی شحمی حالت سے مٹی میں تبدیل ہوجاوے گا اور ہم بالکل

خاک بنجاویں گے پھر ہماری بعثت کس طرح ہو گی اس کا جواب اسطرح پر دیتا ہے خلقکم
من تراب ثم اذا انتم منه تخرجون ۰ یعنی بے وقوفو! تم تعجب کرتے
ہو کہ ہم جب مٹی ہو جائیں گے پھر مٹی سے کسطرح مجسم ذی روح مخلوق بنیں گے خیال تو
کرو کہ اب جو تم زندہ ہو اس سے پہلے کیا تھے اسکے جواب میں وہی کہو گے اور یہی تمھارا
مسلمہ عقیدہ بھی ہے کہ ہم مٹی تھے پس جب پہلے تم مٹی تھے پھر زندہ ہو گئے اسی طرح
یقین کر لو کہ اب مر کر مٹی ہو کر تم پھر زندہ کیئے جاؤ گے جب ایک دفعہ مٹی سے بنے تھے
تو کیا دوبارہ مٹی سے بننا مستبعد ہے۔

پانچواں اعتراض وکنا عظاماً ءانا لمبعوثون ۰ پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا
تھا کہ ہم ہڈیاں بنجاویں گے اور جو رگوں اور گوشت و خون کا مجموعہ تھا وہ متفرق
ہو جائیگا پھر یہ ہڈیاں کس طرح وجود پذیر ہونگی اسکے متعلق فکسونا العظام
لحما فرمایا یعنی تمھارے مرنے کے بعد ہڈیاں رہ جاتی ہیں گوشت پوست جلدی
اتر جاتا ہے تم انکو دیکھکر ان ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھنا ناممکن خیال کرتے ہو
کیا جب تم ماں کے پیٹ میں تھے اسوقت تمھارے جسم کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا
گیا تھا یا نہیں پھر تم ایک کامل مجموعہ بنگئے تھے یا نہیں تم اس کا جواب اثبات میں دوگے
تو اسی طرح ممکن ہے کہ جس ذات نے تمھاری ماں کے پیٹ میں فی ظلمات ثلاث
تمھارے جسم کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا وہ اس موجودہ گوشت کے اتر جانے کے
بعد ان ہڈیوں پر گوشت چڑھاوے غرض قرآن مجید نے بعث بعد الموت کے متعلق
عام طور پر یہی پہلو اختیار کیا ہے کہ انہیں پچھلے نظائر کی طرف توجہ دلائی جاوے
اگر انھوں نے یہ کہا کہ ہم ہڈیاں ہو جاویں گے تو گوشت پوست کسطرح چڑھے گا تو
فرمایا کہ اسی طرح جس طرح کہ ماں کے پیٹ میں ایک دفعہ چڑھ چکا ہے اگر انھوں نے
یہ اعتراض کیا کہ ہم مٹی ہو جاویں گے پھر کسطرح زندہ ہونگے تو فرمایا کہ اب جو تم پیدا ہوئے ہو
اس سے پہلے تم مٹی تھے پس جسطرح اب تم مٹی سے بنے ہو اسی طرح مٹی بنکر پھر زندہ
ہو سکتے ہو اگر انھوں نے یہ سوال کیا کہ ہم مرجاویں گے ہماری روح نکل جاوے گی

توکسطرح روح عود کرے گی فرمایا کہ اس موجودہ زندگی سے پہلے کیا تم مُردہ نہ تھے جس طرح اس مردگی کے بعد زندگی ہوئی اسی طرح آئندہ موت کے بعد حیات اور عدم کے بعد وجود ملے گا اگر انہوں نے یہ پوچھا کہ مرنے کے بعد ہمارے جسم کے تمام حواس تمام قوّتیں تمام خاصیتیں زائل ہو جائیں گی پھر یہ کس طرح ہمارے جسموں کی صفات بن سکتے ہیں تو اس کا یہ جواب دیا کہ قحط کے ایام اور خزاں کے دنوں میں زمین کی ربودگی اس کی تروتازگی اسکی خاصیتیں زائل ہو جاتی ہیں تو کیا بارش سے اس کی قوّتیں لوٹ نہیں آتیں اسی طرح جو اپنے حکم سے زمین کی قوّتیں اور خواص واپس لا سکتا ہے وہی تمھارے اجسام کے خواص بھی لوٹا سکتا ہے ۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

(میر محمد اسحٰق)

ریویو

ادب:۔ یہ ایک اُردو علم ادب کا ماہوار رسالہ زیر ایڈیٹری جناب مصطفٰے خانصاحب بی۔اے لاہور سے بڑی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ جو نہ صرف بلحاظ عمدہ کاغذ۔ اعلیٰ لکھائی اور صاف چھپائی کے قابل قدر ہے بلکہ اپنے اعلیٰ مضامین اور مؤثر غزلیات کیوجہ سے اُردو خوان پبلک کے مطالعہ کے لئے بہت مفید ہے۔ رسالہ واقعی ادب کے نام سے موسوم ہونا ضروری تھا۔ اسکے مضمون نگاروں کی فہرست مطالعہ کرنے سے اچھی طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ خانصاحب کو رسالہ مرتب کرنے میں بڑی محنت سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ اُردو زبان کے ساتھ مذاق رکھنے والے احباب اس کی اعانت کریں۔ عوام سے ۳ے / اور طلباء سے عہ

ملنے کا پتہ۔ ادب ایجنسی۔ پٹیالہ۔

امریکہ کی چٹھی

بعض لوگوں نے لکھا تھا کہ خواجہ صاحب پیرس کی کانگریس میں بولائے نہیں گئے تھے بلکہ خود بخود گئے تھے۔ ایسے لوگوں کے اطمینان کے لیئے ہم ذیل میں اس کانگریس کے جنرل سکرٹری کی ۱۲۔ ستمبر ۱۹۱۳ء کی لکھی ہوئی چٹھی کا اقتباس درج کرتے ہیں۔

بخدمت اسسٹنٹ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور

جناب عالی

آپکی چٹھی مورخہ یکم جون ۱۹۱۳ء کے مطابق ہم نے آپکے فیلو اڈیٹر مسٹر کمال الدین صاحب کو مذہبی ترقیات کی کانگریس منعقدہ پیرس میں شمولیت کے لیئے مدعو کیا۔ میں یہ بخوشی ظاہر کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری اس دعوت کو قبول کیا۔ اور ہماری کارروائی میں شریک ہوئے۔ اور دو موقعوں پر تقریر کی انہوں نے دوسرے موقعہ پر ایک بہت ہی پسندیدہ اور قیمتی مضمون اسلام کی روح اور اغراض پر پڑھا جو کہ ہماری مطبوعہ رپورٹ میں چھپے گا۔ ہمارے تمام اجلاس میں انکو نہایت تپاک سے خوش آمدید کہا گیا اور وہ بھی ہمارے ساتھ میل جول کرتے ہوئے بہت خوش معلوم ہوتے تھے۔ میں انسے خط و کتابت کر رہا ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں انکو انکے کام میں مدد دینے سے دریغ نہیں کرونگا اور اُن کا کام یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدائے واحد کی مشترکہ تلاش میں جو سب کا باپ ہے اور عالم انسانی اخوت کو ترقی دینے کی کوشش میں جسکے ساتھ انصاف۔ ہمدردی اور نیکی کی زندگی ملی ہوئی ہو۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اور اپنے مذہب کے مابین توفیق و تطبیق کر کے دکھلا دیں۔ اسکے متعلق میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہم میں سے بعض جو اس مقصد میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ اتحاد بین الاقوام کے لیئے راہ مستقیم یہ ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے کے حالات سے زیادہ واقفیت پیدا کریں اور ایک دوسرے کی قدر کریں۔ اور چونکہ خصوصیت کے ساتھ اس بات کا تعلق ہمارے مذہبی اعتقادات اور ضروریات سے ہے۔ اسلیئے ہمارا ارادہ ہے۔ کہ ایک خدا ماننے والوں کی

کانگریس کے اجلاس کا سلسلہ جاری رہے۔ اور یہ اجلاس دنیا کی موحد قوموں کے مشہور مقامات مثلاً قسطنطنیہ۔ یروشلم۔ قاہرہ۔ بمبئی۔ دہلی۔ کلکتہ۔ شانگھی اور جاپان میں ہوں۔ اس مقصد کو مدِّنظر رکھکر ہمیں دس بیس ایسے نمایندوں کی ضرورت ہے۔ جوکہ آٹھ یا دس بڑے بڑے مذاہب کی طرف سے جو ایک خدا کو مانتے ہیں۔ بطور وکیل ہوں جن میں عیسائیوں کا یونیٹیرن فرقہ بھی شامل ہے۔ یہ وکیل تمام دنیا کا دَورہ کریں اور مذکورہ بالا مقامات پر یکے بعد دیگرے جمع ہوکر مذہب توحید کے بنیادی اصول پر غور کریں۔ یہ وکلاء موجودہ مذاہب میں بغیر کسی قسم کا دخل دینے کے وہ ذرائع معلوم کرینگے۔ جوکہ انسانی برادری کے واسطے ضروری ہیں تاکہ اس طرح سے توحید کے سچے عقیدے کو دنیا میں ترقی دیں۔ اور اس مقصد کے لیئے ہم نے ایک مشہور موحّد ریورنڈ۔ ڈاکٹر جے۔ ٹی سنڈرلینڈ کو جوکہ قبل ازیں بھی ہندوستان میں ایک سال تک رہ آئے ہیں۔ بھیجا ہے۔ جہاں وہ مجوزہ کانگریس کے لیئے جہانتک ممکن ہے راستہ صاف کرینگے ہمارے لیئے یہ ناممکن ہے۔ کہ ہم اسلامی دنیا کے ساتھ ملکر کام کرنیکے بغیر کسی حدتک تسلّی یا کامیابی کے ساتھ اس کام کو سرانجام دے سکیں۔ اسلیئے مَیں ملتجی ہوں کہ آپ اگر ممکن ہو۔ تو ڈاکٹر موصوف سے خط وکتابت کریں۔ اور اُسے مشورہ دیں۔

ہمارا منشاء یہ نہیں کہ ہم دنیا کو کسی نئے مذہب کی دعوت دیں بلکہ ہمارا منشاء یہ ہے کہ موحّد قوموں کے بڑے بڑے مرکزوں میں عام اتحاد و اخوّت پیدا کریں۔

ہماری صدر کمیٹی نے جوکہ گذشتہ ایّام میں پیرس میں ہوئی تھی۔ لنڈن کے ایک مشہور یہودی کلاڈ مانٹی فیراور برہمو سماج میں سے کلکتہ کے پرنسپل ایچ۔ سی مترا کو کونسل میں داخل کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ کسی دن کوئی وسیع خیال مسلمان بھی بطور نمایندہ اسلام ہماری کونسل میں شامل ہوگا۔

آپکا نیازمند چارلس۔ ڈبلیو ونٹی
بتاریخ ۱۳۔ ستمبر ۱۹۱۳ء

ایک اور چٹھی میں وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے اس دَورہ کی اصل غرض ہستی باری تعالےٰ کی وحدانیت اور اللہ تعالیٰ کے باپ ہونے کے مسائل پر غور کرنا اور اسی ذیل میں الہام۔ وحی۔ دعا۔ کتب سماوی۔ انبیائ۔ رسلؑ۔ اخلاق زندگی (کا مدار ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لانا ہے)۔ عام اخوّت انسانی۔ باہمی امن اور اتحاد وغیرہ مسائل پر بحث کرنا ہوگا۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ

قادیان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء

یتامیٰ۔ اس ماہ میں یتامیٰ کی صرف ۸ر۲پہ آمد ہوئی ہے احباب کو ان بچوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے جن بیچاروں کا نہ ماں نہ باپ اور نہ کوئی رشتہ دار ہے۔ بالکل بے وارث یا ہو کر وہ انجمن کی زیر نگرانی پرورش پاتے ہیں۔

زکوٰۃ۔ اس ماہ میں ۱۱۸ عہ آمد ہوئی ہے۔ مسلمانوں اور خاصکر احمدی احباب کو زکوٰۃ کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ زکوٰۃ کے واسطے خدائے تعالیٰ اپنے قرآن کریم میں ہر مومن کو بار بار تاکید فرماتا ہے۔

ہائی سکول۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلبار کی جس طرح دینی اور دنیاوی تعلیم میں خاص طور سے نگرانی ہوتی ہے ویسے ہی جسمانی تعلیم میں بھی بچوں کی صحت کو قائم رکھنے کے لیئے انگور [illegible] ورزش میں شامل کرنیکا انتظام ہے۔ اور اس ضروری حصہ کی طرف بھی پوری توجہ سے کام لیا جاتا ہے۔

صیغہ اشاعت اسلام۔ ریویو انگریزی اردو اور تفسیر القرآن کی تعداد میں گذشتہ ماہ کی نسبت کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ احباب کو توسیع اشاعت میں ہمت کرنی چاہیئے۔

لارڈ ہیڈلے جنکے متعلق گذشتہ پرچہ میں بھی لکھا گیا تھا کہ جناب خواجہ صاحب کے پاس انہوں نے اپنے قبول اسلام کا اظہار کیا ہے۔ اب تار آگیا ہے کہ انہوں نے قبولیت اسلام کا اعلان کر دیا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

صیغہ تعمیر - عمارت مدرسہ دارالعلوم کے برآمدوں کا فرش اور پلستر تقریباً مکمل ہوگیا ہے - اور سفیدی تقریباً نصف کمروں اور برآمدوں میں ہوگئی ہے - ہال کمرہ کا کام ایک منزل تک قریب الاختتام ہے - اور ٹیپ کا کام کُل ختم ہوگیا ہے - بورڈنگ ہوس ہائی سکول میں روغن کا کام ہو رہا ہے - ہال کی ہر دو گیلریوں اور برآمدہ کی چھت کے لیئے سامان کی ضرورت ہے - لیکن خزانہ میں روپے کی کمی کی وجہ سے کام کے رُک جانے کا خطرہ ہے - اگر چلتا ہوا کام بند ہوگیا - تو بڑی نقصان کا ڈر ہے - احباب کو موعودہ وعدوں کی ادائیگی کے لیئے ہمت کرنی چاہیئے اس ماہ میں اس صیغہ تعمیر کی آمد صرف ما ہوئی اور خرچ ا ،،، روپے ہوا - احباب کو اس تناسب کی طرف توجہ کرنی چاہیئے - اور خاص چندوں سے مدد کرنی چاہیئے -

دفتر محاسب - ستمبر کے گوشوارہ سے معلوم ہوتا ہے - کہ صیغہ اشاعت اسلام بھی تقریباً ایک ہزار روپیہ کا مقروض ہوگیا ہے - اور دیگر صیغہ جات مثلاً لنگر مدرسہ احمدیہ تو پہلے سے ہی مقروض چلے آتے ہیں - اور اب صیغہ تعمیر بھی چار ہزار کا مقروض ہوگیا ہے -

مقبرہ بہشتی - چار اس ماہ میں مندرجہ ذیل بڑی رقومات داخل خزانہ ہوئیں -

(۱) بابو عبدالرحمٰن صاحب شملہ - ۱۰۰ع
(۲) شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم محرر دفتر تشحیذ قادیان ۱۰۰ع
(۳) خواجہ بشیرالدین صاحب پوسٹماسٹر لس بیلہ ۱۰۰ع
(۴) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب - راولپنڈی ۱۰۰ع
(۵) ڈاکٹر سید غلام حسین صاحب حصار - ۸۰ع
(۶) بابو عبدالاکبر خانصاحب - پشاور - ۶۰ر
(۷) بابو غلام رسول صاحب - پشاور - ۵۰ر
(۸) ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب - حصار - ۵۰ر

ریویو - کتاب القادیانی :- علامہ محمد عبدالماجد صاحب پروفیسر ٹی - ان - جوبلی کالج کی محنت شاقہ کی تصنیف ہے - علامہ موصوف کا نام نامی کتاب کی خوبیوں کی کافی شہادت ہے - ابو احمدی کی غلطبیانیوں کا جیسا کہ چاہیئے تھا - ویسا ہی رد کیا ہے - احمدی احباب خصوصاً علاقہ بھاگلپور کیلیئے بوقت ضرورت کام آنیوالی رہنما ہے - مخالف کیلیئے اسمیں تسکین ہی خوبی یہ ہے - کہ متانت اور تہذیب کا کما حقہ لحاظ رکھا ہے جسکے لیئے دل سے دعا نکلتی ہے - حوالجات کو بہ کمال وضاحت دکھا دیا ہے - خدا کرے سلیم دلوں کے لیئے باعث رہنمائی ہو - مصنف ماجور عند اللہ ہے - خوب ہی مدلل لکھا ہے - محنت کاغذ - لکھائی چھپائی --- ضخامت کے مقابل قیمت ۶ر بہت حد تک واجبی ہے - ملنے کا پتہ :- مینیجر تشحیذ الاذہان قادیان -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدی احباب کی خدمت میں ایک اپیل

بخدمت سکرٹری صاحبان انجمنہائے احمدیہ و دیگر احمدی احباب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مَیں اس مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ تمام جماعت احمدیہ کی توجہ اس طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں کہ اسوقت خزانہ انجمن میں روپیہ کی سخت کمی ہے اور عمارت کے اخراجات کا اوا کرنا تو الگ رہا ماہواری اخراجات کا پورا ہونا بھی مشکل ہو رہا ہے اسکی زیادہ تر وجہ یہی ہے کہ پچھلے دو تین سالوں سے عمارت کا کام شروع ہونے کی وجہ سے قوم پر چندوں کا بہت بوجھ رہا ہے اور بار بار جماعت میں چندوں کی تحریکیں ہوتی رہی ہیں علاوہ ان تحریکوں کے بعض بیرونی تحریکوں کے لئے بھی چندے ہوتے رہے ہیں جس کی وجہ سے روپیہ میں کمی آگئی اور اب تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم ہے کہ ایسی چھوٹی سی جماعت میں اس نے ایسی برکت دی اور غریبوں کے ہاتھ سے اس نے ایسا عظیم الشان کام کروا دیا جو بڑے بڑے اُمرا کو نصیب نہیں اور یہ اس کے مامور کی سچائی کا ایک نشان ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ قادیان جیسے گاؤں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسکے وعدوں کے ماتحت بورڈنگ ہوس اور ہائی سکول کی عالیشان عمارتیں تیار ہو گئیں ہیں اور دیکھنے والوں پر ہر وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی روشن کرتی ہیں کیونکہ انہوں نے قبل از وقت حالت گمنامی میں ان ترقیات کا وعدہ شائع فرمایا تھا جو آج اس غریب اور کمزور جماعت کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ پورا کروا رہا ہے وذٰلک فضل اللہ۔

اگرچہ ان عمارتوں کی تیاری میں قوم پر بہت بوجھ پڑا ہے اور بار بار کی تحریکوں سے شاید بعض لوگ اکتا بھی گئے ہوں اور کہتے ہوں کہ جب روپیہ نہ تھا تو پھر یہ کام ہی کیوں

شروع کیا اور کیوں نہ پہلے سامان مہیا کر لیا۔ لیکن دراصل یہ بوجھ چند دن کا ہے اور یہ مشکل عارضی ہے خدا کے فضل سے جب یہ عمارتیں تکمیل کو پہنچ جائیں گی تو یہ وقت یاد بھی نہ رہیگا ہاں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے حصول میں کوشش کرنے والے ان انعامات کے مستحق ہو جائیں گے جو وہ اپنے بندوں کو فرمایا کرتا ہے۔

ہم پر ایک بوجھ رکھا گیا ہے جس کا اٹھانا ہمارا کام ہے اور ہمیں ایک امانت دی گئی ہے جسے حفاظت سے ادا کرنا ہمارا فرض ہے ہم سے ایک وعدہ لیا گیا ہے جس کا پورا کرنا ہمارے لیئے ضروری ہے خدائے تعالیٰ نے دین اسلام کی خدمت اور اس کی دوبارہ ترقی کے کام پر ہمیں مقرر فرمایا ہے اور یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں اس کام کے لیئے چنا ورنہ ہزاروں ہیں جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں۔ پس ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ جس طرح بھی ہو سکے اس کام کو پورا کریں۔ دنیا غافل ہے اور ہماری آنکھیں خدائے تعالےٰ نے کھولدی ہیں لوگ سو رہے ہیں لیکن خدا نے ہمیں جگا دیا ہے پھر باوجود اس ہوشیاری و بیداری کے اگر دوسروں کی طرح ہم بھی سست و کاہل رہیں تو کیسے افسوس کی بات ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مدعا اور مقصود کو پورا کرنے کے لیئے جس کے لیئے آپ مبعوث فرمائے گئے تھے کچھ تجاویز کیں اور خدا نے چونکہ آپ کو دین کی عظمت کو دوبارہ قائم رکھنے کے لیئے مبعوث فرمایا تھا ضرور ہے کہ آپ کی تجاویز میں برکت دے۔ اب ہمارے لیئے راستہ صاف ہے مشکل کام خدا کا نبیؑ کر گیا اب اسکے لگائے ہوئے پودہ کی آبیاری ہمارا فرض ہے تقویٰ کا بیج دنیا سے نابود تھا اُس نے ثریا سے وہ بیج لاکر زمین میں بویا اور اس کی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا ہمارا کام اس کی آبپاشی ہے۔ اور اس کام میں حصہ لینے والے خدا کے ہاں اجر کے مستحق ہیں ہمارا کام پہلوں سے بہت آسان ہے ہم پر صرف چندوں کا بوجھ رکھا گیا ہے پہلوں کو اپنی جانیں بھی قربان کرنی پڑتی تھیں خود ہمارے بھائیوں میں سے دو کو افغانستان میں جان و مال کی قربانی دینی پڑی۔ پھر کیا ہم اس آسانی کے

باوجود اپنے بھائیوں سے پیچھے رہیں۔

جیساکہ پہلے یاد دہانی کیجا چکی ہے اس وقت بعض ناتمام کاموں کے لیئے روپے کی ضرورت ہے اور لنگر مقروض ہے جس کی وجہ کچھ تو چندہ کی کمی اور کچھ مہمانوں کی زیادتی ہے اور اس کمی کی وجہ سے بہت سے کاموں میں رُکاوٹ پیش آرہی ہے سالانہ جلسہ قریب آرہا ہے اور اس کے اخراجات کے لیئے بھی تین ہزار روپیہ کی ضرورت ہے جو پہلے مہیا ہو تو انتظام کیا جائے عمارت کے لیئے مجبوراً چھ سات ہزار روپیہ قرض لینا پڑا جس کی ادائگی کا وقت آگیا ہے اور اس کا ادا کرنا نومبر میں ضروری ہے اس کے لیئے تیرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے اور گو چندوں کا بوجھ بہت پڑ چکا ہو مگر اس ضرورت کو پورا کرنا بھی جماعت کا ہی فرض ہے۔ عمارت اب ختم ہونے والی ہے اور تعمیر فنڈ کے چندہ سے کچھ مدت کے لیئے سبکدوشی ہوجائے گی مگر جو خرچ ہو چکا ہے اس کا ادا کرنا تو ضروری ہے اس لیئے جس طرح بھی ہو سکے اس رقم کو پورا کرنا چاہیئے خدائے تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے وہ جماعت کی کوششوں کو ضائع نہ کرے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کی مدد کرتے ہیں خدا اُن کی مدد کرتا ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ دین کی مدد کرنا اپنی مدد کرنا ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ امید ہے کہ احباب اس طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور اس رقم کو جلد پورا کردیں گے۔ کیونکہ تینوں ضروریات فوری توجہ چاہتی ہیں جو قرضہ کہ جماعت کے اعتبار پر لیا گیا ہے اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ سالانہ جلسہ کے لیئے انتظام بھی ضروری ہے اور لنگر کا کام بھی بند نہیں کیا جاسکتا۔

جن سکرٹریان انجمنہائے احمدیہ اور دوستوں کی خدمت میں یہ چٹھی پہنچے وہ فوراً اپنے اور اپنے دوستوں کے چندے محاسب صاحب کے

نام بھجوادیں اور اس رقم کے پورا کرنے کے لیئے پوری سعی فرمادیں۔

جزاهم الله خیرًا۔

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

نوٹ :۔ جلسہ سالانہ انشاء اللہ تعالےٰ ۲۶-۲۷-۲۸۔ دسمبر کو ہوگا مفصل پروگرام بعد میں شائع کیا جائیگا۔ تمام انجمنہائے احمدیہ کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ جس جس جگہ سے جس جس قدر احباب جلسہ میں شریک ہونے والے ہوں اُس کی اطلاع فورًا دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ میں بھیجدیں۔ تا اُن کی رہائش کا مناسب انتظام کیا جاوے۔
اور تمام احباب کو اطلاع کردیں بستر ے ضرور ہمراہ لائیں۔ بٹالہ سٹیشن پر گڈہ وغیرہ کا انتظام انشاء اللہ ہوگا

بقایا صیغہ جات یکم نومبر ۱۹۱۳ء

صیغہ			
تعلیم	۶	۲	۵۸۷۸
یتامیٰ	۱۰	۵	۶۴۱
مساکین	۸	۱۰	۱۷۴۴
مستقل فنڈ متفرقات	۶	۲	۳۹۱۲
بورڈران ہائی	۲	۱۲	۷۱۱
زکوٰۃ	۳	۱۲	۴۵۰۸
امانت اندرونی	۰	۵	۶۷۵
" بیرونی	۹	۱۲	۱۷۹۳
میزان	۸	۱۵	۱۹۸۶۵
منہا کردہ فاضل	۰	۱۰	۱۳۱۴۵
باقی	۸	۵	۶۷۲۰
منہا کردہ پیشگی	۶	۸	۲۵۴۴
باقی نزد امین	۲	۱۳	۴۱۶۵

تفصیل فاضل

صیغہ			
اشاعت	۳	۱۰	۴۷۳
تعمیر	۹	۵	۳۶۳۵
بیت المال	۳	۱۲	۳۸۸۹
متفرقات	۱	۱۲	۱۲۸۹
مدرسہ احمدیہ	۳	۷	۱۲۷۸
بورڈران احمدیہ	۹	۴	۳۶۱
مقبرہ	۸	۵	۲۲۱۷
میزان فاضل	۰	۱۰	۱۳۱۴۵

تفصیل پیشگی

صیغہ			
تعلیم	۶	۷	۶۶۳
بیت المال	۰	۰	۴۶۳
مقبرہ	۰	۱	۴۲۳
متفرقات	۰	۰	۴۴۵
اشاعت	۰	۰	۳۰۰
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۲۵۰
میزان	۶	۸	۲۵۴۴

اطلاع:- خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں۔

مطبع میگزین ۱۹۰۲ء بااہتمام فتح اللہ اسسٹنٹ منیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے | لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز
یعنی
دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء مطابق محرم الحرام ۱۳۳۲ ھجری

چندہ سالانہ

عام طلباء سے عہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

الفوائد العائدہ

فی تفسیر

ایت المائدہ

اللّٰھم الھمنی علماً افقہ بہ اوامرك و نواھیك وارزقنی فھماً اعلم بہ کیف اناجیك یا ارحم الرّاحمین۔ اللّٰھم ارزقنی فھم النبیّین وحفظ المرسلین۔ و الھام الملٰئکۃ المقرّبین۔ برحمتك یا ارحم الرّاحمین۔ اللّٰھم اکرمنی بنور الفھم واخرجنی من ظلمات الوھم وافتح لی ابواب رحمتك وانشر علیّ من خزائن علمك یا ارحم الراحمین۔[1] اٰمین ثم اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم[2] **اذقال** الحواریّون یٰعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربّك ان ینزّل علینا مآئدۃ من السّمآء قال اتّقوا اللّٰہ ان کنتم مّؤمنین ○ قالوا نرید ان نّأکل منھا

---

[1] یا اللہ مجھکو وہ علم عنایت فرما جس سے تیری حکموں کو اور تیری ممنوعات کو سمجھوں اور عطا کر مجھکو ایسا فہم جس سے جان لوں میں تجھ سے مناجات کرنیکو اے سب رحم کرنیوالوں سے بڑے رحم کرنیوالے یا اللہ عطا کر تو مجھکو سمجھ نبیوں کی سی اور حفظ رسولوں کا سا اور الہام فرشتوں جیسا سبب رحمت اپنی کے ارحم الراحمین۔ یا اللہ میرا اکرام کر ساتھ نور فہم کے نکال دے مجھکو اندھیروں وہم سے اور کھولدے تو میرے واسطے اپنی رحمت کے دروازے اور پھیلا دے مجھ پر اپنے علم کے خزانہ میں سے یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

[2] پناہ مانگتا ہوں اور التجا اللہ تعالیٰ کے [illegible]

وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ٥ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ٥ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ٥ع (پارہ ۷ - رکوع ۴)

یہ آیۃ کریمہ سورہ مائدہ کے آخر میں ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بہت کثرت کے ساتھ اقوال مختلف لکھے ہیں۔ کسی نے تو حضرت عیسیٰؑ کے ہی وقت میں اس مائدہ مندرجہ آیت کا نزول اپنے زعم میں ثابت کیا ہے۔ اور پھر اُس مائدہ کے بارہ میں اسقدر اقوال مختلف لکھے ہیں کہ مصداق ہیں ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا کے اور بعض مفسرین نے حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں عدم نزول مائدہ کا قسمہائے غلیظ کھا کر انکار محض کیا ہے۔ جیسا کہ امام حسن بصری و مجاہد رضی اللہ عنہما وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب لوگوں نے ناشکری پر سخت عذاب آنیکی وعید سُنی تو پھر درخواست نہ کی۔ اس لیئے مائدہ نہیں نازل ہوا۔ کیونکہ اگر ہوتا تو اُس کے نازل ہونیکا دن نصاریٰ میں عید کا دن ہو جاتا حالانکہ نہیں قرآن شریف سے بھی صرف دعا کرنا ثابت ہے انتہیٰ اور تفسیر کشاف میں انکا یہ قول لکھا ہے۔ عن الحسن وَاللّٰهِ مَا نَزَلَتْ وَلَوْ نَزَلَتْ لَكَانَ عِيْدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔[۵۲] غرض بوجوہات اس عدم نزول مائدہ کو ثابت

---

۵۱ اور یاد کر جب کہا حواریوں نے کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تمھارے پروردگار سے ہوسکے گا کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا ہُوا آسمان سے۔ کہا ڈرو اللہ سے اگر تم مومن ہو کہا اُنہوں نے ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اُسمیں سے اور چین پاویں ہمارے دل اور ہم جانیں کہ تُو نے ہم کو سچ بتایا اور ہوویں ہم اُسپر گواہ کہا عیسیٰ بن مریم نے اے اللہ پروردگار ہمارے ہمپر اُتار ہم پر ایک خوان بھرا ہُوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور نشانی ہو تیری طرف سے اور روزی دے ہمکو اور تُو ہی سب سے روزی دینے والا ہے۔ کہا اللہ نے مَیں اُتارنے والا ہوں وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اسکے پیچھے تو مَیں اُسکو وہ عذاب کرونگا۔ جو نہ کرونگا کسی کو جہان میں سے۔ ۱۲

۵۲ حسن بصری سے روایت ہے کہا اُنہوں نے قسم ہے اللہ کی وہ مائدہ نہیں نازل ہُوا اگر وہ نازل ہوتا تو وہ دن نزول کا عید ہو جاتا اولین و آخرین کے لئے۔ ۱۲

کیا ہے ان اقوال مختلفہ مفسرین سے آیت کریمہ کی وہ عظمت شان جو کلام الٰہی کے لیئے لازم ہے ضائع ہوئی جاتی ہے۔ ونعوذ باللہ منہ غور فرمایا جاوے۔ کہ اوّل تو اسی آیت کے مضمون ہدایت مشحون کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورہ مائدہ رکھا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سورۃ کے کُل مضامین میں یہی ایک مضمون ایسا اصل الاصول اور عظیم الشان ہے کہ اُسکی عظمت شان کی وجہ سے اس سورۃ کا نام بھی سورہ مائدہ رکھا گیا ہے۔ ورنہ اس سورۃ میں صدہا احکام اور مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔ اگر یہ مضمون مائدہ کا اصل الاصول اور عظیم الشان نہ ہوتا تو کسی دوسرے مضمون کے ساتھ اس سورۃ کا نام رکھا جاتا پس معلوم ہوا کہ تمام احکام کا لب لباب اور اصل الاصول یہی مضمون مائدہ کا ہے۔ علاوہ یہ کہ قائلین نزول مائدہ کے اقوال نہ کہیں قرآن مجید سے ثابت ہیں نہ احادیث صحیحہ سے اور نہ دلائل عقلیہ سے بلکہ دلائل عقلیہ اُن اقوال کو رد کر رہے ہیں۔ کہ ایسا معجزہ یعنی نزول خوان ظاہری من السماء حکمت ایمان بالغیب کے خلاف ہے اور منکرین نزول مائدہ کے اقوال عظمت شان آیت اور اعجاز کلام الٰہی اور الفاظ تاکیدی مندرجہ آیت کو عبث اور لغو قرار دے رہے ہیں۔ مثلاً لفظ اِذْ ہے جو اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ میں ہے اُسکے پہلے لفظ اُذْكُرْ مقدر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم کو حکم ہے کہ اس قصہ کو یاد کرتے رہیں۔ پس جو امر کہ واقع ہی نہ ہوا ہو اور ایک فرضی بات ہو اُسکے یاد رکھنے سے کیا فائدہ اور اگر واقع ہوا تو محض خلاف عقل کے اور نہ قرآن شریف میں اس کی تصریح اور نہ احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ پھر ایسے مضمون خلاف کے یاد رکھنے سے بجز اسکے اور کیا نتیجہ ہے کہ کلام الٰہی جو معجزہ عظیم الشان ہے عبث اور لغو ہوا جاتا ہے ونعوذ باللہ منہ۔

واضح ہو کہ حواریوں نے اس معجزہ کی طلب میں چار امور یعنی اکل اطمینان قلب اور حصول علم صدق نبوت کا اور شاہد ہونا دوسروں کے لیئے بطور نتیجہ بیان کیئے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے اُنکے سوال پورا کرنیکے لیئے اس معجزہ کے وقوع کے واسطے بلفظ اللّٰھم اور ربّنا دعا بھی کی جو مقتضی ہے ربوبیت روحانی و جسمانی کو اور تمام اوّلین اور آخرین کے لیئے عید قرار دیا ہے جو لفظ عود سے مشتق ہے اور اُس مائدہ کو

ایک نشان عظیم صداقت کا قرار دیا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا خیر الرازقین بھی ہونا بیان کیا جو مقتضی ہے نزول مائدہ ظاہری و روحانی کو اور بعد اس دعا کے اللہ تعالیٰ نے بطور قبولیت دعا کے بڑی تاکید کے ساتھ اِنِّیْ مُنَزِّلُھَا بھی فرمادیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے الفاظ تاکیدی کسی امر غیر واقع کے لیئے نہیں آسکتے۔ یا ایسے امر کے لیئے جو خلاف عقل ہو اور نہ قرآن مجید اور احادیث میں اُسکا ذکر ہو اور نہ اناجیل میں اُسکی تصریح ہو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں کیا مذکور ہوسکتے ہیں۔ کلا و حاشا۔[۱]

اور مزید براں یہ ہے کہ اناجیل وغیرہ میں بھی یہ قصہ مندرجہ قرآن مجید اور گفتگو حواریوں اور حضرت عیسیٰؑ کی کہیں مذکور نہیں۔ مفسرین نے اپنے قیاس سے بعض واقعات مندرجہ اناجیل کو اس قصہ پر منطبق کرنا چاہا ہے جس کا پورا انطباق قصہ مندرجہ آیت کریمہ پر نہیں ہوسکتا اندریں صورت بھی یہ قصہ مندرجہ قرآن کریم جو اصل الاصول کل مضامین سورۃ کا ہے اور اعظم المقاصد ہے مثل طوطا کہانی کے ہوا جاتا ہے۔ تَعَالٰی شَانُ کَلَامِہٖ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔[۲] یہ تو ظاہر ہے کہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیوں کو مصداق اس مائدہ کا قرار دینا جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے گو اُنسے کتنے ہی آدمی سیر ہو گئے ہوں ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نزول اس مائدہ کا اولین و آخرین کے لیئے قیامت تک کا عید ہونا حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں مندرج ہے اور ایسی دعا کی قبولیت بتاکید تمام اِنِّیْ مُنَزِّلُھَا میں فرمائی گئی ہے کیونکہ ضمیر ھا کی اُسی مائدہ کی طرف رجوع ہوتی ہے جو موصوف ہے بصفات مذکورہ الفاظ دعا اور واقعہ انجیل یوحنا باب ۶ کو جو اس مائدہ کا مصداق گردانا گیا ہے۔ اُس میں مضمون مندرجہ الفاظ دعا حضرت عیسیٰؑ کے مذکور نہیں اور نہ الفاظ قبولیت دعا منجانب اللہ اُس میں مندرج ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور جو مفسرین واسطے تطبیق الفاظ قرآنی کے اپنے من گھڑت قصے لکھتے ہیں۔ وہ اناجیل اربعہ میں سے کسی انجیل میں مذکور نہیں ثانیاً اگر تسلیم کیا جاوے کہ واقعہ مندرجہ یوحنا باب ۶ یا کوئی دیگر قصہ اُس کا مصداق ہو تو پھر نہ کتب عیسائیوں میں روز نزول اس مائدہ کا عید قرار دینا مرقوم ہے اور نہ عیسائیوں متقدمین و متاخرین نے

---

[۱] ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ۱۲ [۲] برتر ہر شان کلام اللہ کی ایسے لغو سے نہایت برتر ہونا۔ ۱۲

اس نزول مائدہ کو عید قرار دیا - ثالثاً خود حضرت عیسیٰؑ کے ہی حیات میں بعد نزول اس مائدہ کے وہ کفر و انکار کیا گیا - کہ الاماں الاماں نظر کرو واقعہ صلیب پر جو ایک بڑا کفر ہے وہ ۳۳ء میں واقعہ ہوا ہے اور باب ۶ یوحنا کا واقعہ ۳۲ء میں واقع ہوا ہے باایں ہمہ عذاب موعود موافق وعید مندرجہ قرآن مجید کے اُنپر نازل نہیں ہوا ھٰذا خُلفٌ اور نہ بعد رفع یا توفی حضرت عیسیٰؑ کے آنحضرت صلعم تک کسی عیسائی مورخ نے کہیں لکھا ہے کہ کوئی عذاب موعود مندرجہ آیت مائدہ کا نازل ہوا جو واقعہ مندرجہ باب ۶ یوحنا کے نتیجہ کفر کا مصداق ہوا اور نہ کسی اور مؤرخ غیر عیسائی نے لکھا اور جو عذاب نازل ہوئے ہیں اُنکو اس کفر مائدہ پر کسی نے مترتب نہیں کیا ومن الدعی فعلیہ البیان - ہاں ہم جس مائدہ کو مصداق ان آیات کا قرار دینگے وہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے جس کا بیان ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ کیا جائیگا - تو پھر اُسکے خلاف کسی کا قول یا کسی کی تفسیر مقبول نہیں ہو سکتی عرب کہتا ہے - اذا جاء نہر اللہ بطل نہر معقل[1] - ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں گو لفظ اَنزِل کا ہے جو دفعۃً نزول پر دال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے الفاظ قبولیت میں لفظ مُنَزِّل کا ہے جس میں نزول بتکرار کی طرف اشارہ ہے جو عید اوّلین و آخرین کے لیئے شامل ہے - ثانیاً - لفظ من السماء کا ہے جس سے مراد مائدہ روحانی و جسمانی دونوں ہیں - کیونکہ نعمتوں جسمانی کا نزول بھی آسمان سے ہے جو اپنے محل پر ہم نے ثابت کر دیا - ثالثاً اُس مائدہ کا اوّلین و آخرین کے لیئے عید ہونا یعنی موجب خوشی و خرمی کا مومنین کے لیئے ہونا لازم ہے رابعاً نشانات کا واقع ہونا بھی ضروری ہے جسکی طرف وآیۃ منک ناظر مشعر ہے - خامساً رزق روحانی وجسمانی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونا چاہیئے - جو مقتضی ہے صفت خیر الرازقین کا اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کی اُسی دعا کو بتمامہٗ قبول کر کے فرماتا ہے کہ انّی منزّلہا جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ نزول مائدہ کا اوّلین و آخرین کے واسطے ضرور موجب خوشی و عید کا ہوتا رہے گا - سادساً - علاوہ اس قبولیت دعا کے یہ ہوگا کہ بعد اس نزول مائدہ کے جو کوئی کفر و تکذیب اسکی کریگا - تو اُسپر ایسے عذابہائے شدید نازل ہونگے جو سابق ازمنہ میں کسی اُمت پر عالمین میں سے واقع

---

[1] معقل ایک نام صحابی کا ہے جو بصرہ کے انہار میں سے ایک نہر اُسکی طرف منسوب کی جاتی ہے حاصل مثل کا یہ ہے کہ امر اللہ کے مقابلہ میں کوئی شخص غالب نہیں آ سکتا - ۱۲

نہ ہوئے ہونگے۔ اب ہم اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ شریعت اسلام کو مائدہ کے ساتھ بڑی مناسبت اور مشابہت ہے۔ اور خود اس سورۃ کے کل مضامین میں بہت سی مناسبات ایسی مذکور ہیں جو مائدہ جسمانی میں پائی جاتی ہیں اس لیئے ہم بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ مراد اللہ تعالیٰ کی اس مائدہ مندرجہ آیت سے شریعت اسلام ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اور نجماً نجماً آنحضرت سید المرسلین و خاتم النبیین پر نازل فرمایا پس تنزیل مائدہ جو انی منزلہا میں مندرج ہے۔ ایک پیشین گوئی عظیم الشان ہے جو بذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوری ہوئی۔ اہل بصیرت پر ظاہر ہوگا کہ شریعت اسلام کو مائدہ قرار دینا کچھ مستبعد نہیں ہے خصوصاً جبکہ اُس میں کثرت سے مائدہ کے ساتھ مناسبات موجود ہوں دیکھو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی زمین کو مائدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ؎

ادیم زمین سفرہ عام اوست ٭ برین خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

چناں پہن خوان کرم گسترد ٭ کہ سیمرغ درقاف روزی خورد [۵۱]

بیان چند مناسبات کا | مناسبت اوّل اس سورۃ کے اوائل میں سید الطعام کے اقسام بیان فرمائے گئے ہیں۔ جو نہایت درجہ مائدہ سے مناسبت رکھتے ہیں اور یہود نے جو اونٹ وغیرہ کا گوشت حرام کر رکھا تھا۔ اُسکو بہیمۃ الانعام میں داخل فرماکر حلال کر دیا۔ مناسبت دوم چونکہ یہ مائدہ جسمانی اور روحانی دونوں قسم کو شامل تھا اس لیئے جو لحوم روح اور جسم دونوں کو مضر تھے خصوصاً روح انسانی کو سخت مضرت پہنچاتے تھے جن کو نصاریٰ نے حلال کر رکھا تھا۔ اُنکو حرام فرمادیا

[۵۱] اور خود حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ ارشاد فرماتے ہیں ؎

مائدہ[۱] چیزیست دیگر خشک نان چیزے دگر ٭ خوردنی ہرگز نباشد نان خشک بے ہنر

دوستاں[۲] را مائدہ بدہند از مہر و کرم ٭ پارہ ہائے خشک نان بیگانگاں را نیز ہم

نیز[۳] ہم پیش سگاں آں خشک نان می افگنند ٭ مائدہ از لطف ہا پیش عزیزاں مے برند

ترک کن ایں خشک نان را ہوش کن فرزانہ باش

گر خردمندی پے آں مائدہ دیوانہ باش

اور دیگر اوامر جو روح بلکہ جسم کے واسطے بھی مفید دارین تھے اور نواہی جو جسم اور روح دونوں کے لیئے مضر تھے۔ اُنکو بھی بخوبی بیان فرما دیا گیا تاکہ یہ مائدہ آسمانی کامل و مکمل ہو جاوے اور کسب اموال کے جو طریقے ناجائز تھے اور اموال مکسوبہ جو اُن طریقوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ اُن کا اکل بھی بنی آدم کے لیئے سخت مضر تھا۔ جیساکہ خمر وغیرہ اُنکو بھی حرام فرما دیا اور احکام شکار کے جس سے کھانے طیار کیئے جاتے ہیں وہ بھی اس سورہ میں مذکور فرمائے گئے اور اُس کے طرق ناجائز بھی۔ مناسبت سوم۔ چونکہ یہ مائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت عظیم الشان ہے اس لیئے اس نعمت کا ایسا پورا اور کامل ہونا تاقیامت چاہیئے کہ کوئی دوسری شریعت اُسکی نظیر نہ ہو سکے۔ اسلیئے فرمایا گیا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ[۱] لفظ اتمام نعمت کا مائدہ کے ساتھ نہایت مناسبت رکھتا ہے۔ اسلیئے اس سورۃ میں متعدد جگہ وارد ہُوا ہے ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ[۲] اور ماکولات کے علاوہ مستلذات غیر ماکولہ کی حلّت و حرمت کا بیان بھی اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے تاکہ یہ مائدہ مستلذات غیر ماکولہ سے بھی خالی نہ ہے۔ جیساکہ نکاح وغیرہ ہے اور جو مستلذات محرّمہ ہیں اور روح انسانی کو ضرر پہنچاتے ہیں اُس کا بھی ذکر فرمایا گیا۔ جیساکہ عورتیں محرمات وغیرہ ہیں۔ اور چونکہ اہل کتاب نے چند بہیمۃ الانعام کو اور اُن سے تحصیل فوائد کو اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا۔ جیساکہ بحیرہ وغیرہ یہ تشددات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا۔ اُسکو حلال کر دیا اور فرمایا کہ مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا[۳] (پارہ ۷ رکوع ۴) الی آخرہ اور چونکہ اس مائدہ سے استفادہ بغیر طہارت جسمانی کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لیئے ضروری ہُوا کہ تشددات طہادت

---

[۱] آج کے دن تمہارے لیئے اسلام کو میں کامل کر چکا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔۱۲

[۲] بے شک ہم ہی نے اُتارا قرآن مجید کو اور ہم ہی اُس کے حفاظت کرنیوالے ہیں قیامت تک۔۱۲

[۳] بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام کوئی چیز خدا نے نہیں ٹھہرائی الی آخرہ

یہود کئے دور کرکے مسائل طہارت جسمانی کے بھی بیان کیئے جاویں اور جو تشدد یہود کے یہاں تھا اُس تشدد کو رفع کیا جاوے چنانچہ مسئلہ وضو و غسل و تیمم بیان فرما کر ارشاد فرمایا گیا۔ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ؁۵۱ (پارہ ۶ رکوع ۵) مناسبت چہارم اور چونکہ آخر آیت مائدہ میں وعید عذاب سخت کی ارشاد فرمائی گئی ہے اسلیئے مومنین کے واسطے آپ کا اسم مبارک بشیر اور منکرین کے لیئے آپکا نام نذیر اس سورہ میں مذکور ہوا ہے کما قال اللہ تعالےٰ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ ؁۵۲ تا کہ منکرین کو اس عذاب موعود سے انذار فرما دیں۔ مناسبت پنجم۔ اور چونکہ اس مائدہ کے انزال سے مقصود اصلی یہ ہے۔ کہ بنی آدم کو حیات جاودانی حاصل ہو جیسا کہ مائدہ جسمانی سے حیات جسمانی کا ابقاء علت غائی ہے اسلیئے حضرت آدمؑ کے بیٹوں کا قصہ بیان فرما کر باہمی قتل کا وبال و نکال بھی بیان کرنا ضروری ہوا تا کہ مائدہ روحانی کی مناسبت جو موجب ابدیت حیات ہے مائدہ جسمانی کے ساتھ حاصل ہو جاوے۔ جو موجب ابقاء حیات جسمانی ہے۔ مناسبت ششم۔ حواریوں کی درخواست میں اَنْ نَّاْکُلَ مِنْهَا بھی مذکور تھا۔ اس لیئے اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ؁۵۳ پارہ ۷ رکوع ۱) مناسبت ہفتم چونکہ اس مائدہ محمدی میں بہت سی اشیاء کو حرام فرمایا گیا ہے اور اُن کے کھانے اور ارتکاب سے روکا گیا ہے گو بعض خبیث الطبائع کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ نصاریٰ کے ہاں ان اشیاء محرمہ سے نہیں روکا گیا۔ اور تمھارے ہاں یہ اشیاء حرام کر دی گئیں۔ تو مائدہ محمدی ناقص رہا جاتا ہے تو اُس شبہ کے دفعہ کے لیئے ارشاد

؁۵۱ نہیں چاہتا ہے اللہ کہ کوئی تنگی تمپر ڈالے اور لیکن چاہتا ہے وہ کہ تم کو پاک و صاف کر دے اور پوری کر دے اپنی نعمت کو تم پر تا کہ تم شکر کرو۔ ۱۲

؁۵۲ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس تحقیق آگیا تمھارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ ۱۲

؁۵۳ اور کھاؤ تم جو تمکو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے دراں حالیکہ حلال اور طیب ہو اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جس پر تم ایمان لا رہے ہو۔ ۱۲

فرماتا ہے۔ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۵[۵۱] (پارہ ۷ رکوع ۲) اور مضر کھانوں سے پرہیز کرنا مائدہ جسمانی میں ضروری ہے۔ مناسبت ہشتم۔ اور دائرہ حلت کے وسیع کرنے کے لیئے ایک ایسا اصول بیان فرمایا گیا ہے جس سے ایک بڑی وسعت اور آسانی اہل اسلام کیلیئے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۵[۵۲] (پارہ ۷ رکوع ۳) اور اسی مقام سے علم اصول میں یہ مسئلہ مقرر ہو چکا ہے کہ اصل اشیاء میں حلت ہے پس جس کو شارع علیہ السلام نے حرام فرمادیا وہ حرام ہے باقی اشیاء حلال ہیں۔ مناسبت نہم۔ اور چونکہ مقدمہ اموال میں جو تحصیل اطعمہ کے لیئے اسباب ہیں انسانوں میں باہمی خیانت اور تنازعات بھی واقع ہو جاتے ہیں۔ اسلیئے انفصال مقدمہ کے لیئے قانون شہادت اور حلف لینے کا اور وصیت کا بیان فرمایا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ[۵۳] (پارہ ۷ رکوع ۳) مناسبت دہم۔ منکرین اس مائدہ محمدی کے لیئے قرآن شریف میں ناراضامندی اور سخط الٰہی وارد ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ أَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ ۵[۵۴] (پارہ ۷ رکوع ۱۴) اور

---

[۵۱] کہ تو کہ اموال خبیث جو مضر جسم و روح کے ہیں اور اموال طیب جو روح اور جسم کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ برابر نہیں ہو سکتے اور اگرچہ خوش معلوم ہو تجھکو کثرت خبیث اشیاء کی پس ڈرو تم اے عقل والو تاکہ تمکو کامیابی دین دنیا

[۵۲] اے ایمان والو مت سوال کرو تم ایسی چیزوں سے کہ اگر وہ ظاہر کیجاویں تو بُری لگیں تم کو اور اگر تم پوچھو گے انکو جبکہ پیام نازل کیا جاتا ہے ظاہر کیجاویں گی تم کو معاف کر دیا اللّٰہ تعالیٰ نے اُنکے سوالات سے کیونکہ اللّٰہ مغفرت کرنیوالا اور بردبار ہے۔ ۱۲

[۵۳] اے ایمان والو جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو تو وصیت کرتے وقت تم میں گواہی تم میں سے دو معتبر کی ہو یا اگر تم کہیں کو سفر کرو اور تم پر موت کی مصیبت آپڑے تو تم مسلمانوں کے سوا دو گواہ ۔ ۱۲

[۵۴] بدیں وجہ ناراض ہوا اللّٰہ تعالیٰ اُنپر اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ۱۲

جو شخص مائدہ ظاہری و جسمانی قائم کرتا ہے اور صلائے عام دیدیتا ہے کہ جو چاہے اس مائدہ سے فوائد اکل حاصل کرے پس اگر کوئی شخص اس کی اس دعوت کو قبول نہیں کرتا اور توہین اور تحقیر اس مائدہ کی کرتا ہے تو وہ داعی بھی اُس منکر سے ناراض ہوجاتا ہے۔ بالفعل یہ دس مناسبتیں کافی ہیں علیٰ ہذا القیاس سخط الٰہی اس مائدہ کے مکذب پر ضرور وارد ہوگا۔ وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَة اور مائدہ محمدی اور مائدہ جسمانی میں بسبب ان وجوہ شبہ کے ایک مشابہت تامہ ہے پس شریعت محمدی کو مائدہ قرار دینا کونسا استبعاد رکھتا ہے جس کے سبب اُسکو مائدہ نہ کہا جاوے۔

اب ہم اُس عذاب کا بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ جس کا اشارہ اس آیت ذیل سورہ مائدہ میں مندرج ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ[۱] (پ ۶ رکوع ۸) ان عذاب اول مندرجہ آیت مائدہ کے وقوع کی تفصیل تو قرآن مجید کی اکثر آیات میں موجود ہے جس کا بیان کرنا ایک دفتر طویلہ کو چاہتا ہے۔ اب ہم یہاں پر چند آیات کی طرف اشارہ کیئے دیتے ہیں۔ ناظرین اصل واقعات اور اُنکے اسباب کو کتب تفاسیر اور احادیث اور سیر میں ملاحظہ فرمالیویں مثلاً ایک غزوہ بدر ہے جس میں مشرکین اور مکذبین پر سخت عذاب نازل ہوا اور اُسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ایک آیت قرار دیا ہے قال اللہ تعالیٰ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[۲] الیٰ اٰخرہ (پارہ ۳ رکوع ۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ جنگ بدر کو ایک نشانِ عظیم الشان صداقتِ رسالت آنحضرت سید المرسلین ؐ کا قرار دیا ہے کیونکہ

---

[۱] جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے فساد کی غرض سے ملک میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں اُنکی سزا تو بس یہی ہے۔ قتل کر دیئے جائیں یا سولی دی جاوے اُنکو یا اُنکے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ یا اُنکو دیس نکالا دیا جاوے۔ یہ تو دنیا میں اُنکی رسوائی ہوئی اور آخرت میں اُنکے لیئے عذاب ہے۔ ۱۲

[۲] تحقیق ہے تمہارے لیئے ایک بڑا نشان دو گروہوں میں کہ وہ دونوں آپس میں بھڑے ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں۔ ۱۲

ایۃٌ میں تنوین تعظیم کے لیئے ہے اور فی الحقیقت فتح جنگ بدر ایسی عظیم الشان فتح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم اور الہام سے بحیثیت کذائی مندرجہ احادیث واقع نہیں ہوئی اُسکی وجہ موجہ یہ ہے کہ اہل اسلام مخالفین کو قریب اونیس ۱۹۰۰ سو کے دکھائی دیئے حالانکہ اہل اسلام صرف تین سو تیرہ ۳۱۳ اور مخالفین قریب ایک ہزار کے تھے۔ کما قال اللہ تعالےٰ یَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ[۵۱]۔ پس یہ نصرت اور تائید الٰہی بذریعہ فرشتوں کے واقع ہوئی اور ستر سرداران قریش مقتول ہوئے اس میں ابو جہل سب کا سردار تھا اور ستر سردار قید میں آئے اور قبل اس فتح کے پیشگوئی کے طور پر فرمایا گیا تھا۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ[۵۲] (پ ۳ ع ۹) پھر دیکھو اس پارہ میں احادیث کو اگر کسی کو دعویٰ ہو کہ جنگ بدر کی مانند بحیثیت مذکورہ بالا کسی وقت میں کوئی فتح واقع ہوئی ہے۔ تو وہ ثابت کرے یعنی پہلے سے ایسی فتح کی خبر قطعی طور پر دی گئی ہو اور مومنین بقدر تہائی کے ہوں۔ مخالفین کی فوج سے اور ہر ایک کافر کے مقتول ہونے کی جگہ بتلادی گئی ہو اور مخالفین کی فوج تمام ساز و سامان جنگ سے مسلح اور مزین ہو اور مومنین کی جماعت اقل قلیل نہایت درجہ بے ساز و سامان ہو۔ وکذا وکذا۔ پس اس سے بڑھکر نشان صداقت رسالت کا اور کیا ہوگیا۔ کہ ان تین سو تیرہ ۳۱۳ میں صرف دو ۲ سوار اور چند زرہ پوش تھے اور اسی ۸۰ کے پاس تلواریں تھیں۔ باقی لٹھ پتھر لیئے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے نصرت اہل اسلام کے لیئے آسمان سے فرشتے نازل فرمائے جو سواروں کی صورت میں تھے۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ نے کفار کی آنکھوں میں مسلمانوں کی جماعت دو چند کفار کی فوج سے دکھائی دی۔ فرشتوں کے ذریعہ سے دیکھو سورہ انفال۔ جس سے کفار کے دل میں رعب پیدا ہوگیا۔ اور اہل اسلام کے ہاتھ سے شکست فاش کھائی۔ اس فتح جنگ بدر سے تمام کفار یہود و نصاریٰ وغیرہ پر ایسا رعب چھا گیا کہ وقتاً فوقتاً مغلوب ہونے چلے گئے۔ گو دعویٰ بڑے بڑے کرتے

---

[۵۱] مسلمانوں کا گروہ اپنے سے دو چند دکھائی دے رہا تھا۔ ۱۲

[۵۲] کہدے کافروں سے کہ ضرور تم مغلوب ہو جاؤ گے اور اُٹھائے جاؤ گے تم طرف جہنم کی اور برا ٹھکانا ہے۔ ۱۲

رہے- اور چند بے سرو سامان عرب کے ہاتھ سے قیصر و کسریٰ کی قدیم سلطنتیں جو دنیا کو گھیرے ہوئے تھیں- اور اسوقت اُنکے برابر دنیا میں کوئی بادشاہت نہ تھی اُکھاڑ کر پھنکوا دیں اور اپنے قبضہ میں لے آئے جیسا کہ سفر مثنیٰ باب ۱۸ میں موجود ہے پس جو پیشین گوئی استیصال مکذبین کی تھی وہ بہمہ وجوہ واقع ہوگئی- اور یہ سفر مثنیٰ کی پیشن گوئی اعمال باب ۳ میں با ایں عبارت مندرج ہے- لِاَنَّ مُوْسٰی قَالَ لِلْاٰبَاءِ اِنَّ الرَّبَّ اِلٰهَكُمْ سَيُقِيْمُ لَكُمْ مِنْ اِخْوَتِكُمْ نَبِيًّا مِثْلِيْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ فِيْ جَمِيْعِ مَا يُخَاطِبُكُمْ بِهٖ وَسَتَكُوْنُ كُلُّ نَفْسٍ لَا تَسْمَعُ لِذٰلِكَ النَّبِيِّ وَتُطِيْعُهٗ تُسْتَاصَلُ مِنْ شَعْبِهَا- الیٰ آخرہ- اور اردو اعمال باب ۳ میں موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ اللہ جو تمھارا خدا ہے تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیئے میری مانند ایک نبی پیدا کرے گا- جو کچھ وہ تم سے کہے سب سُنیو اور جو شخص کہ اُس نبی کی نہیں سُنیگا- اپنے لوگوں میں سے (ہلاک اور تباہ) ہو جائیگا- الیٰ آخرہ-

اور پھر دیکھو سورہ حشر اور اُس کی تفسیر کو جو اشارتًا چند آیات اُسکی یہاں پر لکھی جاتی ہیں- قال اللہ تعالیٰ- وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ ۵ (پ ۲۸ ع ۳)

تنبیہ- سرکش یہود جب اپنی شرارت میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے- اور بالآخر اُنکی شرارت کی سزا کے لیئے اُنکی گڑھی مستحکم کا گیارہ روز تک سخت محاصرہ کیا گیا- تو وہ غیظ میں آکر اس جلن کے مارے کہ بعد میں مسلمان ہمارے گھروں میں نہ رہیں- اور اس لالچ سے بھی کہ اپنا لکڑی کاٹھ کیوں چھوڑ دیں مکانوں کو گرانا شروع کر دیا- آپ بھی ڈھانے میں مصروف تھے اور مدینہ کے مسلمانوں سے بھی اس کام میں مدد لیتے تھے یہ ہے تفسیر یخربون بیوتھم بایدیھم و ایدی المؤمنین کی دیکھو شرح اسکی کتب احادیث اور کتب تفاسیر میں- ایضًا فرمایا اللہ تعالیٰ نے

---

۵ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ڈالدیا اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں ایسا رعب کہ اُجاڑتے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مومنین کے ہاتھوں سے پس عبرت پکڑو اے بصیرت والو- ۱۲

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ[1] (پ۲۸ رکوع ۳) یہود کے نخلستان کا کاٹنا اور اُنکے کھیتوں کا برباد کرنا یا برباد ہونا فی الحقیقت ایک ایسا عذاب ہے کہ اُسکی نظیر پہلے جہادوں میں نہیں پائی جاتی۔ اور اسی لیئے مخالفین اسلام ایسے عذابوں پر جو باذن اللہ اور موافق پیشین گوئی بائیبل کے واقع ہوئے اعتراض کرتے ہیں۔ مگر ان عذابوں کا وقوع بموجب پیشگوئی مندرجہ بائیبل کے بہت ہی ضروری تھا۔ اور ان عذابوں کے اسباب تو یہ اہل کتاب کی نہایت درجہ کی سخت شرارتیں تھیں جو علل موجبہ ان عذابوں کے وقوع کے لیئے ہو گئیں۔ اور ایسے اشد باغیوں کی سزا ہر ایک قانون سلطنت میں ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ معترضین اگر انکی سخت شرارتوں کا معائنہ کرتے تو پھر ہرگز اعتراض نہ کرتے۔ اور پیشین گوئی مندرجہ قرآن مجید کے کہ لا اعذبہ احدًا من العالمین موافق اُن ہی پیشین گوئیوں بائیبل کے پورے طور پر وقوع میں آئیں۔ اسی شبہ کے دفع کے لیئے فرمایا گیا کہ یہ سب باتیں باذن اللہ ہوئیں اور ایسے فاسقین کی یہی سزا تھی۔ اب میں مختصرًا باب ۴۲ یشعیا کی عبارت لکھے دیتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کو ظاہر ہو کہ اس قسم کے عذاب جو بظاہر مخالفین کے نزدیک مظنہ اعتراض ہیں۔ وہ ضروری الوقوع تھے۔ دیکھو کتاب یسعیاہ نبی باب ۴۲۔ ”خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُکسائیگا۔ وہ چلائیگا۔ ہاں وہ جنگ کے لیئے بلائیگا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔ وہ شریعت کو بزرگی دیگا اور اُسے عزت بخشے گا۔ لیکن یہ ایک گروہ ہے جو لوٹی گئی اور غارت کی گئی وہ شکار ہوئے اور کوئی نہیں بچاتا وہ لوٹے گئے اور کوئی نہیں کہتا۔ پھیر دو اسلیئے اس نے اپنے قہر کا شعلہ اور جنگ کا غضب ڈالا اُسپر گرداگرد آگ لگی۔ انتہٰی ملخصًا۔ دیکھو کل باب ۴۲ کو۔ اگر مجھکو بسبب طوالت کے ناظرین کی ملالت کا خیال نہ ہوتا تو مفصل طور پر عبارات بائیبل سے نقل کر کے دکھلاتا۔ کہ یہ عذاب جو محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے موافق پیشگوئیوں مندرجہ بائیبل کے واقع ہوئے ہیں جسکی تصدیق لا اعذبہ احدًا من العلمین میں موجود ہے

[1] اُن کا نخلستان جو تم نے کاٹ ڈالا یا اُن کی جڑوں سمیت کھڑے رہنے دیا تو یہ خدا ہی کے حکم سے تھا اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔ ۱۲

مگر خوف ملالت سامعین مانع اسکی تفصیل کا ہو گیا ہے۔ اور اسی لیئے اس سورۃ مائدہ میں
اللہ تعالیٰ اُس شہادت اہل کتاب کو یاد دلاتا ہے۔ جس کا اقرار حواری کر چکے ہیں کہ نکون
علیہا من الشاھدین چنانچہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ
لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ[1] پارہ ۶ رکوع ۵۔ اب اس مقام پر مومنین مائدہ کے
لیئے ثابت کرنا باقی رہا ہے کہ نزول اس مائدہ کا اولین و آخرین کے لیئے موجب عید و خوشی کا ہوگا
سو یہ امر ظاہر ہے کہ اوّل تو خود اللہ تعالیٰ و تبارک نے فرمادیا کہ انّا نحن نزّلنا الذّکر وانّا لہٗ
لحافظون ۔ جو دوام اس مائدہ پر دلالت کرتا ہے اور آخرین قیامت تک اس سے مستفیض
ہوتے رہیں گے۔ ایضاً وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔
اور حضرت نبی کریم نے تاکید ہر صدی کے سر پر ایک مجدد دین اسلام کا مبعوث ہونا بطور
پیشگوئی کے ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی
حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ[2] وغیرہ وغیرہ من الآیات والاحادیث۔
خصوصاً اس چودھویں صدی میں مسیح موعود اور مھدی معہودؑ کا جو مبعوث ہونا علم الٰہی میں
تھا جس کی بعثت بڑی عظمت و شان سے واقع ہونے والی تھی۔ اور احادیث صحیحہ میں
نبی کریمؐ نے اُسکو اپنا سلام بھی پہنچایا تھا۔ اور بالفاظ نبی اللہ اُس کا لقب ارشاد فرمایا تھا۔
اور اُسکی بعثت کا زمانہ ایک بڑی عید کا دن تھا۔ جو آخرین کے واسطے علم الٰہی میں مقرر
ہوا تھا۔ اسلیئے مکذبین اسلام اور منکرین اُس کی بعثت کے لیئے بھی ایسے ایسے عذاب
واقع ہوئے کہ جو مصداق لا اعذبہ احدًا من العٰلمین کے ہیں۔ طاعون
زلازل۔ طوفان۔ اور دیگر وبائیں قحط شدید وغیرہ وغیرہ۔ جنسے ہر کہ ومہ واقف ہے
عیاں راچہ بیان۔ اسلیئے میں اسکی تفصیل یہاں پر نہیں کرتا۔ دیکھو سلسلہ احمدیہ کے
رسالجات اور اشتہارات اور کتب مؤلفہ خاکسار کو اگر اُن پر اعتبار نہ ہو تو اخبارات دنیا کو
انگریزی ہوں یا اردو فارسی ہوں یا عربی۔ اس امر کا تو ہر ایک ذو الرائے کو اقرار ہے کہ

---

[1] اے ایمان والو خدا کی گواہی کیلیئے مستعد کھڑے رہو یعنی عدل و انصاف کے ساتھ گواہی دو۔ ۱۲

[2] اور اگر ہوتے موسیٰ اور عیسیٰ زندہ تو انکو سوا میری پیروی کے کچھ مجال اور گنجائش نہیں ہوتی۔ ۱۲

یہ تمام عذاب غیر معمولی طور پر واقع ہوئے ہیں۔ گو وہ مسیح موعودؑ کی تصدیق اپنے تعصب و عناد کی وجہ سے نہ کریں بیان مذکورہ بالا سے ہر چہار امر تو ثابت ہو گئے یعنی تا کل منہا کیونکہ سلطنتیں کی سلطنتیں اہل اسلام کے قبضہ میں آگئیں اور اطمینان قلب کیونکہ پچھلی پیشگوئی بائیبل کی تصدیق واقعات محمدیہ نے فرما دی اس سے بڑھکر اطمینان قلب اور کیا ہوگا۔ اور صدق رسالت کا علم اہل بصیرت کو حاصل ہو گیا گو معاندین کو حاصل نہ ہو اب جو کوئی نزول اس مائدہ کے صدق سے انکار کرے اور نکون علیہا من الشاہدین میں داخل نہ ہو تو اس کی بے ایمانی اور ہٹ دھرمی میں کیا شک ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ دعا میں جو اس مائدہ کا نزول اوّلین و آخرین کے لیے عید ہونا عرض کیا گیا تھا۔ اُسکو واقعات مجددین خصوصاً حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ کے معجزات نے ثابت کر دیا۔ تو اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بالفاظ انی منزلھا بطور پیشگوئی کے قبول فرمایا تھا۔ وہ واقع ہو گئی۔ کما قال المسیح موعودؑ ؎

چوں بیاید بہار باز آید ✣ موسم لالہ زار باز آید
وقت دیدار یار باز آید ✣ بیدلاں را قرار باز آید
ماہروی نگار باز آید ✣ خور بہ نصف النہار باز آید
باز خندد نبات لالہ و گل ✣ باز خیزد ز بلبلاں غلغل

ایہا الاحباب اس عید آخرین کو جو حضرت عیسیٰؑ اوّل کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء عیسیٰ ثانی کے زمانہ بعثت میں تمہارے لیے بحکم واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے وہ عود کر آئی ہے کیا تم کما حقہ خوشی سے دن میں جسکو حضرت جری اللہؑ نے اس اپنے کلام پاک میں بہار اور موسم لالہ زار وغیرہ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اُسکے پودوں شاخوں اور پھلوں اور پتّوں اور پھولوں کی سرسبزی اور سیرابی کے لیئے اپنے زخارف دنیوی کو جو تم سے قریب جدا ہونے والے ہیں۔ اور تم اُن تمام زخارف سے جدا ہونے والے ہو کیا قربان کرو گے۔ اور اسکی جزا یہ ہے تو تم کو ابد الآباد کے لیئے عیش جاودانی اور جنّات رحمانی حاصل ہونگی۔ والاٰخرۃ خیر و ابقیٰ۔

مجھکو تو اپنی جماعت کے احباب سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایسی سعید روحیں جو حضرت مسیح موعود پر ایمان لائے ہیں۔ وہ اس ادا نی زخارف کو اس باغ کے اشجار کی سیرابی کے لیئے جو حضرت مسیح موعودؑ نے بموجب دعا مسیحؑ اوّل لگائے ہیں۔ اُس میں صرف نہ کروگے۔ وہ اشجار کیا ہیں دیکھو یہ ہیں لنگر خانہ تعلیم علوم دینی کے مدارس اشاعت اسلام صیغہ تعمیر وغیرہ وغیرہ اور تمھارے سامنے موجود ہیں۔ اور اب ایام عید کے ہیں۔ اور تم اُن کو مشاہدہ کر رہے ہو پس ضرور بالضرور زخارف فانیہ کو خرچ کر کے جنات اور بہار جاودانی خریدو اور اسکے خریدنے میں ہرگز دریغ نہ کرو ۔ یہ عید کے دن تم کو پھر نہ ملیں گے۔ اور تمھارے ہاتھ سے یہ موقعہ جاتا رہیگا۔ اور تم کو کفِ افسوس مل مل کے ان زخارف فانیہ کو چھوڑنا پڑیگا۔ اور یہ باغ تو سر سبز ہوکر ہی رہیگا۔ ؎

بصفتِ این حضرت را دہندت ای اخی دربنہ ✣ فضائے آسمان است این بہر حالت شود پیدا

دیکھو صیغہ تعمیر کی آیت ذیل میں۔ تبارك الذی انشاء جعل لك خیرًا من ذالك جنات تجری من تحتها الانهر و یجعل لك قصورا اور اس عمارت کا بھی اب ملاحظہ کرلو کہ اس کو اب کیا کیا حاجتیں درپیش ہیں۔ کیا اسرار الٰہی ہیں کہ مسیحؑ اسرائیلی نے تو اس مائدہ کے نزول کے لیئے دعا کی اور اللہ تعالےٰ نے اُسکو قبول فرمایا۔ اور مسیحؑ محمدی کو رؤیا میں اس مائدہ جسمانی کے بھی قائم کرنیکے لیئے حکم ہوا۔ پھر مسیح موعودؑ محمدی نے اُس مائدہ جسمانی کو زیر سایہ گورنمنٹ عالیہ جو مسیح اوّل کے نام لیوا ہیں بطور نشان کے قائم کیا جسکا دوسرے لفظوں میں لنگر خانہ اور مہمانخانہ نام رکھا سبحان اللہ اللہ اکبر و الحمد للہ۔ نکتہ ہاست بسے محرم اسرار کجا است۔ کیونکہ ضمیر ہا کی اُسی مائدہ کی طرف راجع ہے کہ جو بصفات مذکورہ موصوف ہے اور یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ اوّلین و آخرین میں سے جن مکذبین نے اس مائدہ کا کفر کیا اُنپر عذاب ہائے شدید بھی ایسے واقع ہوگئے۔ جو پچھلے زمانوں میں اُنکی نظیر نہیں ملتی پس مراد اس مائدہ سے یہی شریعت کاملہ اسلامیہ ہے جو موجب دخول جنت ہے۔ جسکی حقیقت بدلائل عقلیہ و نقلیہ بحولہٖ و قوتہٖ ہم نے

ثابت کردی - اب ہم احادیث صحیحہ سے شریعت اسلامیہ کا مائدہ ہونا بزبان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت کرتے ہیں انشاءاللہ کہ جس کا انکار کوئی مشرک نہ کر سکے مثل مشہور ہے ؎

اذا جاء منهر الله بطل نهر معقل ۔ وهو هذا ۔ عن جابر قال جاءت الملئكة الى النبي صلعم وهو نائم فقالوا ان لصاحبكم هذا مثلاً فاضربوا له مثلاً قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوا مثله كمثل رجل بنى دارًا وجعل فيها مادبة وبعث داعيًا فمن اجاب الداعي دخل الدار واكل من المادبة ومن لم يجب الداعي لم يدخل الدار ولم ياكل من المادبة فقالوا اوّلوها له يفقهها قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان فقالوا الدار الجنة والداعي محمد [۴۴] فقد عصى الله ومحمد فرق بين الناس [۱] رواه البخاري باب اعتصام بالكتاب والسنه ۔ ومشكوة شريف صفحه ۱۹ -

[۱] حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ درحالیکہ نبی کریمؐ سو رہے تھے کچھ فرشتے آپ کے پاس حاضر ہوئے پس کہا انہوں نے کہ اس تمہارے صاحب کے لیے ایک مثل ہے اُس مثل کو تم بیان کرو اسکے لیے بعضوں نے کہا کہ آنحضرت سو رہے ہیں ۔ اور بعض نے کہا آپ کی آنکھ سو رہی ہے لیکن دل آپ کا جاگ رہا ہے پس کہا انہوں نے اسکی مثل ایسی ہے کہ کسی بڑے آدمی نے ایک مکان بنایا اور اُس مکان میں ایک عام خوان اقسام اقسام کے طعام کا طیار کیا اور بھیجا ایک دعوت کے اذن دینے والے کو پس جس شخص نے اس داعی کی دعوت کو قبول کیا تو اُس مکان میں داخل ہوا اور اُس خوان سے کھانا کھایا اور جس شخص نے اُس داعی کی دعوت کو قبول نہ کیا نہ وہ اُس خوان سے کھانا کھا سکا اور مکان میں بھی داخل نہیں ہو سکا ۔ پس کہا انہوں نے اس حکایت اور مثل کی تعبیر بیان کرو تاکہ وہ اسکو سمجھ لے پس بعض نے کہا کہ تحقیق آپ سو رہے ہیں اور بعض نے اُس کا وہی جواب دیا کہ بے شک آپکی آنکھ سو رہی ہے اور آپکا دل جاگ رہا ہے پس بیان کیا انہوں نے کہ تعبیر مکان کی جنت ہے اور مراد داعی سے محمد صلعم ہیں جس شخص نے فرمانبرداری کی محمد صلعم کی پس تحقیق اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی اور جس شخص نے نافرمانی کی محمد صلعم کی اُس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی اور محمد صلعم فرق کرنے والے ہیں مومن کو کافر سے درمیان تمام آدمیوں کے روایت کیا اس حدیث کو صحیح بخاری نے باب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں صفحہ ۱۰۸۴ اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹ - ۱۲

[۴۴] فمن اطاع محمداً فقد اطاع الله ومن عصى محمداً

عن ربیعۃ الجرشی۔ قال اتی نبیّ اللہ صلعم فقیل لہٗ لتنم عینک و لتسمع اُذُنک و لیعقل قلبک قال فنامت عینیّ وسمعت اذنای و عقل قلبی قال فقیل لہٗ سیّدٌ بنیٰ دارًا فصنع فیہا مادبۃ وارسل داعیاً فمن اجاب الدّاعی دخل الدّار واکل من المادبۃ ورضی عنہ السیّد ومن لم یجب الدّاعی لم یدخل الدّار ولم یاکل من المادبۃ وسخط علیہ السّیّد و محمّد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم الدّاعی والدّار الاسلام والمادبۃ الجنّۃ۔[۱] رواہ الدارمی ومشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۱۔

ان دونوں احادیث میں جو لفظ مادبہ کا ہے اُسکے معنی اور مائدہ کے معنی مترادف ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ بوقت پیشگوئی جب تک کہ واقع نہیں ہوئی تھی۔ اُسکو مائدہ ہی کہنا مناسب تھا۔ کیونکہ مائدہ کے معنی اُس خوان کے ہیں کہ جسپر اقسام اقسام کے طعام موجود ہوں لیکن جبکہ اُس مائدہ کے واسطے کوئی شخص لوگوں کو دعوت کرنیوالا اور بلانیوالا موجود ہو جاوے تو پھر اُس مائدہ کو مادبہ کہنا ہی لازم ہے چنانچہ مادبہ کے معنی صراح وغیرہ میں جو لکھے ہیں وہ مہمانی کے معنی ہیں۔ اور اُسکے مادہ میں لوگونکو مہمانی کے واسطے بلانا داخل ہے۔ آدبؐ مؤدبؐ بمہمانی خواندہ ویقال منہ آدب القوم یودبہ ایہ ابًا مادبہ بفتح الدّال و مہمانی مادب جمع انتہیٰ بلفظ الصراح پس جب کہ ان حدیثوں سے یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ جب آنحضرت صلعم کو اللہ تعالےٰ

---

[۱] اور حضرت ربیعۃ الجرشی نقیہ سے روایت ہے کہا انہوں نے نبی صلعم کے پاس آئے کہا گیا واسطے آنحضرت صلعم کے اور چاہیئے کہ سوتی رہیں آپکی دونوں آنکھیں اور چاہیئے کہ سُنتے رہیں آپکے کان اور چاہیئے کہ سمجھے آپکا دل فرمایا آپنے سوتی ہیں دونوں آنکھیں میری اور سُنتے ہیں دونوں کان میرے اور سمجھتا ہے دل میرا کہا راوی نے پس کہا گیا میرے لیئے۔ کہ ایک سردار ہے بنایا اُس نے ایک مکان پس طیار کیا اُس مکان میں ایک خوان طرح طرح کے کھانوں کا اور بھیجا ایک دعوت کرنیوالے کو پس جس شخص نے قبول کیا داعی کی دعوت کو داخل ہوا مکان میں اور کھایا اُس خوان میں اور خوشنود ہوا اُس سے اور جس شخص نے کہ داعی سردار کی دعوت کو قبول نہ کیا نہ وہ داخل ہو سکا مکان میں اور کھانا بھی اُس خوان میں سے کچھ نہ کھا سکا اور بہت ناراض ہوا اُسپر سردار فرمایا اللہ تو سردار ہے اور محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم داعی ہیں اور مکان دین اسلام ہے اور خوان جنت ہے روایت کیا اسکو دارمی شریف نے اور مشکوٰۃ شریف نے صفحہ ۲۱ میں - ۱۲

نے داعی مقرر کرکے اس مادبہ کے واسطے دنیا میں مبعوث کیا تو وہی مائدہ جسکی پیشگوئی قرآن مجید میں بلفظ مائدہ موجود ہے اُسکی تعبیر بلفظ مادبہ کرنا ہی مقتضائے فصاحت و بلاغت ہی سبحان اللہ کسقدر اعلیٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت ہے کہ جس وقت میں اُس خوان کو مائدہ کہنا چاہیئے تھا جو قبل وقوع پیشگوئی کا وقت تھا۔ اُس وقت میں اُس خوان کو مائدہ کہا گیا اور جس وقت میں کہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اُس خوان کے واسطے مہمانی کیلئے بلانیوالا مبعوث ہوگیا۔ تب اُسی خوان کو مادبہ کہا گیا۔ پس نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے بذریعہ احادیث صحیحہ صحیح بخاری وغیرہ کے بخوبی ثابت ہوگیا۔ کہ مراد مائدہ سے بذریعہ احادیث اسلام کی شریعت ہی ہے جو موجب دخول جنت ہے جسپر تمام مناسبات سورہ مائدہ میں مذکور فرمائے گئے ہیں۔ اور اپنے وقت خاص پر بذریعہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ پیشگوئی عظیم الشان واقع بھی ہوگئی۔ جسکے پورے ہونیکی شہادت واقعات نے اس وقت تک دیدی جو زمانہ بعثت جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ کا ہے و الحمد للہ ثم الحمد للہ

سوال:۔ اگر کوئی شخص شبہ کرے کہ سلطنت عیسائیوں کی جو تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے یہی وہ مائدہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

الجواب:۔ اس کا جواب شافی و کافی ہمارے کُل مضمون ماسبق سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جس کا مختصر بیان یہ ہے۔ یہ امر تو مسلّم ہے کہ دنیاوی نعمتیں اور دولتیں انتہا درجہ کی سریع الزوال ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ازلی ابدی ہے پس مقتضائے ربوبیت جو حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں ربّنا کے ساتھ ذکر ہوئی ہے وہ ربوبیت ابدالآباد تک ضروری ہوگی۔ اور یہ امر ثابت ہوچکا کہ بوقت نزول اس مائدہ کے جس نے اُسکی توہین اور تکذیب کی وہ فانی اعذّبہ عذابًا لا اعذبہ احدًا من العٰلمین کا مصداق ہوگیا۔ پس اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ مکذبین اس مائدہ کے آخرت میں جسکی نسبت والاخرۃ خیرٌ و ابقیٰ وارد ہے۔ فلاح نہیں پا سکتے۔ پس یہ سلطنت دنیاوی جو چند روزہ اور سریع الزوال ہے اس مائدہ کی مصداق کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں لفظ خیر الرّازقین کا بھی موجود ہے۔ جو مقتضی ہے کہ اُس کی رزّاقیت آخرت میں بھی دائم قائم رہے لیکن مکذّبین بوقت نزول اس مائدہ کے حسب وعید جبکہ دنیا ہی میں ناکامیاب رہے۔ تو آخرت میں خیر الرّازقین کی رزّاقیت سے حصہ یاب

کیونکر ہو سکتے ہیں۔ پس ممکن نہیں کہ سلطنت دنیا کی چند روزہ اور سریع الزوال اس مائدہ کی مصداق ہو سکے۔ ہاں اگر اس سلطنت کے ساتھ آخرت کی سلطنت بھی حاصل ہو۔ تو اللہ تعالے کی صفت ربوبیت اور صفت رزاقیت جو دعا میں مندرج ہے صحیح ہو سکتی ہے والّا فلا۔

جواب دوم :- خود حواریوں کی درخواست میں اطمینان قلب اور حصول علم موجود ہے جس کے حصول کے بعد نکون علیہا من الشاھدین کا ظہور ہو سکتا ہے اور یہ اطمینان قلب اور علم کما ینبغی صداقت رسالت کا اور پھر اسپر شاہد ہونا بغیر حصول الہام اور وحی و مکاشفات کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن الہام اور وحی کا ہونا بغیر تصدیق اس مائدہ کے ممکن نہیں جیسے کا ثبوت آنحضرت صلعم کے وقت سے لیکر آجتک حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے تمام عالم پر ظاہر فرما دیا اور بخوبی ثابت کر دیا۔ کہ بغیر تصدیق اس مائدہ کے الہام اور وحی سوائے اتباع کتاب و سنت کے ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے۔ دیکھو اشتہارات رسائل اور کتب حضرت اقدس کو۔ اب ہماری گورنمنٹ عادلہ ادام اللہ اقبالہا نے جو تعلیمات اصلاح دنیوی قرآنی کو بڑے شد و مد کے ساتھ اخذ فرما لیا ہے اسی لیئے اسکی ترقی روز افزوں اور شوکت و جلال از حد بیرون وقتاً فوقتاً ہوتی چلی جاتی ہے جیسا کہ صیغہ شفاخانہ صیغہ تعلیم و امالۃ الاذی عن الطریق خبر گیری یتامی و مساکین رفاہ خلائق آزادی مذاہب انصاف عدل مجالس شوریٰ وغیرہ وغیرہ جنکی تاکیدات شدیدہ کتاب و سنت میں وارد ہیں اور ہم نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم میں تفصیل سے بیان کی ہیں اللّٰھم زد اقبالھا و شوکتھا و زد اجلالھا و دولتھا مصداق قولہ تعالے من کان یرید اللہ الحیوۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم لا یبخسون الی آخرہ ؛

هٰذا ما الھمنی اللہ تعالٰی فی تفسیر آیت المائدہ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوۃ علٰی سید المرسلین صلوۃ دائمۃ الی یوم الدین ؛[ف]

ف یہ وہ مضمون ہے کہ جو الہام کیا ہے مجھکو اللہ تعالے نے آیت مائدہ کی تفسیر میں اور اخیر میں دعا ہماری یہ ہے کہ تمام تعریفیں اور خوبیاں واسطے اللہ تعالے کے ہیں جو پروردگار تمام عالموں کا ہے اور رحمت کاملہ نازل ہووے اوپر سردار

احسن البیان فی تفسیر ففہمناھا سلیمان

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

وداؤد سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین ففھمناھا سلیمان وکلا اتینا حکما وعلما وسخرنا مع داود الجبال والطیر وکنا فاعلین ۰ ۱۷/۵

مقدمہ اوّل :- ایہا الاحباب قرآن مجید میں جن انبیاء کے قصص بیان فرمائے گئے ہیں انکے بیان کی علت غائی اور مقصود الٰہی یہ ہے کہ انکے جملہ صفات کمالیہ کا مجموعہ آنحضرت صلعم کی ذات جامع الکمالات ہے بلکہ بحکم ومنھم من لم نقصص علیک کے جو انبیاء قرآن مجید میں بیان نہیں فرمائے گئے انکے صفات کمالیہ بھی حضرت سید المرسلین میں موجود ہیں ورنہ انکا ذکر بطرز مندرجہ قرآنی عبث اور لغو ہوجاویگا پس انبیاء کے ذکر میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ جملہ صفات انبیاء کے آنحضرت صلعم میں موجود ہیں پس ثابت ہوا کہ ابتدار سے لیکر خاتم النبیین صلعم کے زمانہ بعثت تک ہر ایک امت یا ہر ایک بستی اس دنیا میں جو نبی گذرا ہے اُن سب کے صفات حمیدہ کا مجموعہ آپکی ذات پاک میں ہے اور کوئی صفت کاملہ نبوت کی ایسی باقی نہیں رہی جو آنحضرت صلعم میں پائی نہ جاتی ہو اور یہی مراد ہے آپکے خاتم النبیین ہونے سے اور لم نقصص علیک اسی لیئے فرمایا گیا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ انبیاء مذکورین فی القرآن ہی کے کمالات آپ میں موجود ہیں بلکہ غیر مذکورین کے کمالات بھی آپ میں موجود ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری ❊ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شاعر نے بھی اول مصرعہ میں تین انبیاؤں کا ذکر کرکے دوسرے مصرعہ میں تمام انبیاؤں کا احاطہ کر لیا۔

مقدمہ ثانی :- اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ جس طرح پر اولاد جسمانی اپنے باپ کے مال میں وارث ہوا کرتی ہے اُسی طرح پر اولاد روحانی علوم روحانی اور فیوض رحمانی کی وارث ضرور ہونی چاہیئے جیسا کہ فرمایا کہ وورث سلیمان داؤد تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے ای ورثہ العلم والنبوۃ او الکتب دون باقی اولادہ قال قتادہ والکلبی کان لداؤد تسعۃ

عشر ولدًا ذکرًا فورث سلیمان عن بینہم نبوۃ و لو کان المراد وراثۃ المال لم یخص سلیمان بالذکر لان جمیع اولادہ فی ذلک سواء وکذا قال جمہور المفسرین فہذہ الوراثۃ وراثۃ مجازیۃ کما فی قولہ صلعم العلماء ورثۃ الانبیاء الی آخرہ پس آپکی امت مرحومہ میں بھی جو لوگ مومنین اولاد روحانی ہونگے وہ بھی بالضرور ظلّی طور پر آپکے کمالات سے مستفیض ہوویںگے وما ارسلناک الّا رحمۃ للعٰلمین وصدق رسولہ الکریم و ما من نبی الّا نظیرلہ فی امتی اور ستر اس وراثت روحانی کا یہ ہے کہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے کیونکہ صرف آپکے زمانہ بعثت میں جو ۲۳ سال ہی ہے اگر اس قلیل مدت میں ان جملہ انبیاؤں کے کمالات ظہور پذیر ہو جاویں تو آخرین کے لیئے اس دعوے کا کیا ثبوت ہوتا اور دعائے درود شریف بھی اسی امر کی طرف ناظر ہے کیونکہ اگر صلوٰۃ اور رحمت سے نبوۃ کی مراد نہ ہووے تو پھر اور کونسی رحمت مراد ہو سکتی ہے پس بحکم من یطع اللّٰہ والرسول فاؤلٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین کے یہ صیغہ قیامت تک جاری رہیگا اسی لیئے فرمایا گیا کہ نحن نزّلنا الذکر و انّا لہٗ لحافظون اگر یہ نہ ہوتا تو ثبوت دعویٰ بھی نہ ہو سکتا۔

مقدمہ سوم:۔ اسی لیئے آنحضرت صلعم کے وقت سے لیکر آجتک و قیامت تک آپکی امت مرحومہ میں متبعین کتاب و سنت میں سے ایسے ربانی اولیا اور الہامی مجددین ہوتے رہے ہیں جو انبیاء ماضین کی نظیر تھے چنانچہ اسی حدیث میں نبی کریم صلعم اپنے زمانہ بعثت کے انبیاء کی نظیروں کو اس طرح پر بیان فرماتے ہیں و ابوبکر نظیر ابراھیم وعمر نظیر موسیٰ و عثمان نظیر ھارون وعلی بن ابی طالب نظیری و من سرہ ان ینظر الی عیسیٰ بن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری ابن عساکر عن انس حدیث ۳۳۰۷ کنزالعمال صفحہ ۱۹۳ جلد ششم۔ بعد آپکے باقی امت مرحومہ میں سے ایسے مجددین اور مامورین ملہمین گذرے ہیں جن کا ذکر کتب علم تواریخ میں جو تذکرہ اولیا میں تصنیف ہوئی ہیں مذکور ہے ورنہ پھر ہر زمانہ میں آپکے دعاوی کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور چند ایسے مکمل اولیاء کا ذکر جنکی سخت مخالفت کی گئی ہے ہم نے تحذیر المومنین میں بھی کیا ہے۔ اور

اس رسالہ سے وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۵۳ میں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ نے تحریر فرمائی تھی۔

مقدمہ چہارم:- یہ زمانہ جس میں ہم ہیں بلحاظ اپنے واقعات اور اپنے زمانیات کے مقتضی اس امر کا ہے کہ کوئی ایسا شخص عظیم الشان مبعوث ہو جو وما ارسلناك الا رحمة للعلمين کا ظل ہو کر جری اللہ فی حلل الانبیاء کا منجانب اللہ مصداق ہو سکے کیونکہ دنیا میں کل اہل مذاہب کا بھی اسوقت جوش وخروش ہو رہا ہے اور کل دنیا بذریعہ ٹیلیگراف وغیرہ کے مثل ایک شہر کے ہو رہی ہے۔ اس لئے پیشین گوئی لیظهره على الدين كله کے پورے ہونیکا وقت کسی کی ذات بابرکات سے پورا ہونا ضروری ہے تاکہ مضمون ما ارسلناك الا رحمة للعلمين کا عالمین پر واضح ہو جاوے۔ اور جو وعدہ آیت ومن يطع الله والرسول فاولٰئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين الآیہ میں مندرج ہے اُسکا ایفاء بھی واقع ہو جاوے کیونکہ تبلیغ دین اسلام کے ذرائع اب موجود ہیں جو سابق میں کسی نبی کے زمانہ میں موجود نہیں ہوئے تھے اگر باوجود ہونے ان واقعات کذائیہ اور زمانیات قضائیہ کے اگر کوئی ایسا شخص عظیم الشان اس زمانہ میں بھی مبعوث نہ ہو تو نعوذ باللہ وعدہ الٰہیہ میں خلف لازم آتا ہے۔ وهو باطل ان الله لا يخلف الميعاد اور نیز پھر کیا سبیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات تمام انبیاءؑ کے کمالات کی جامع تھی۔ اور قرآن مجید تمام صداقتوں صحف انبیاء کا جامع اور مهيمن ہے۔ فيها كتب قيمة وغیرہ وغیرہ پھر اس دعویٰ آنحضرت صلعم کا کیا ثبوت ہے کہ لو كان موسى وعيسى حيين لما وسعهما الا اتباعى وغیرہ من الاحاديث وقال الله تعالىٰ ومن يتبع غير الاسلام دينًا فلن يقبل منه وهو فى الاخرة من الخسرين ايضًا وكان فضل الله عليك عظيما۔ پس حالات زمانہ اور زمانیات نے خود ثابت کر دیا کہ الہام جری اللہ فی حلل الانبیاء کلام الٰہی ہے اور صادق اور مصدوق ہے اور الہام وما ارسلناك الا رحمة للعلمين جو اس بروز محمد پر نازل ہوا وہ بھی نہایت درجہ صادق اور

مصدوق ہے والحمد للہ۔ اور حضرت سید المرسلین کے دعاوی خواہ مندرجہ قرآن مجید ہوں یا احادیث صحیحہ میں مذکور ہوں۔ وہ سب صادق اور مصدوق ہیں۔ کیونکہ متبع نائب کے صفات کمالیہ منیب کی صفات کمالیہ کا ظل ہوتے ہیں کما ثبت فی محلہ اور متکلمین کا یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہی ہوتی ہے لا غیر۔ ہمارے مخالفین صرف اسی دعویٰ مسیح موعود پر ہی رو پیٹ رہے ہیں۔ لیکن یہاں پر تو الہام جری اللہ فی حلل الانبیاء کی صداقت واضح ہو رہی ہے خاکسار کو ان چند اوراق میں الہام ففهمناها سلیمان کی صداقت کا بیان کرنا مقصود ہے اور پھر یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ آپ سلیمان وقت ہیں جنکی وجوہ موجہ حسب ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

وجہ اوّل:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واتبعوا ما تتلوا الشیٰطین علی ملک سلیمان ولکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر سحر کے کوئی معنی لو تاہم ناولز دل لبھانے والی باتیں قصہ کہانیاں دجل و فریب شعبدے ٹوٹکے مسمریزم اور انواع انواع کے باجے فونوگراف اور دیگر تمام لغویات جو جہلا اور عوام کے دلوں کو لبھاتے ہیں سب مفہوم سحر میں داخل ہیں۔ جن کا ایک عالم گرویدہ ہو رہا ہے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر کے ان کا ایسا متبع ہو گیا ہے۔ کہ مضمون ولما جاءهم رسول من عند الله مصدق لما معهم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتٰب کتاب الله وراء ظهورهم کانهم لا یعلمون کا پورا پورا نظارہ اہل بصیرت کے مشاہدہ میں آرہا ہے یہ حال اہل اسلام کا ہے باقی رہے غیر اسلام انکا تو ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ عیاں را چہ بیان کیونکہ انکا انہماک تو ایسا ہے کہ شب و روز ایسے ایسے ہی عجائب و غرائب امور کی ایجاد میں مصروف اور مشغول رہتے ہیں اور چونکہ سحر کے معنی یہی ہیں کہ اسباب خفیہ کے ذرائع کر افعال عجیبہ پر قدرت حاصل کرنا خواہ انکی تاثیرات روحانیات کے واسطے سے ہو یا جسمانیات کے وساطت سے جو بسبب ترکیب و اجتماع کیفیات مختلفہ کے حاصل ہوتی ہے یہ کل امور مفہوم سحر میں ہی داخل ہیں جن کا زور و شور کثرت کے ساتھ اس زمانہ پر فتن

میں شائع و ذائع ہے اور میرے نزدیک باذن اللہ ان سے اثر بھی پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ جادوگروں کی لاٹھیوں کا سانپ بن جانا قرآن مجید میں بھی مذکور ہے گو بحکم فاذا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعیٰ کے اُسکی کوئی حقیقت نہیں خصوصاً مامور من اللہ کے مقابلہ میں یہ تمام شعبدات نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور قائم نہیں رہ سکتی کما قال اللہ تعالیٰ والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا ان ما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی اور چونکہ اہل دنیا کا شغف اس زمانہ میں ان امور کی طرف بکثرت و بشدت ہے اسی واسطے حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کو کسی نے مسمریزم کی طرف منسوب کیا اور کسی نے جفر کی طرف اور کسی نے نجوم وغیرہ کی طرف اور کسی نے دیگر امور باطلہ کی طرف ونعوذ باللہ منہ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور نیز حضرت سلیمان وغیرہما علی نبینا و علیہم السلام کو بھی سحر ہی کی طرف منسوب کیا تھا جسکا رد اللہ تعالیٰ اسی آیت کریمہ میں اور دیگر آیات میں فرما رہا ہے کہ وما کفر سلیمان ولٰکن الشیٰطین کفروا اور پھر علاوہ اسپر یہ ہے کہ اہل زمانہ قرآن مجید کو متروک کرکے انہیں امور مذکورہ میں اپنا انہماک بہتر اور اچھا سمجھتے ہیں صدق اللہ تعالیٰ الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اولٰئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا ذٰلک جزاءھم جھنم بما کفروا واتخذوا اٰیاتی ورسلی ھزوا نتیجہ اس مضمون کا یہ ہوا کہ زمانہ اور اُسکے زمانیات بموجب مقدمات اربعہ مذکورہ کے مستلزم ہیں اس امر کو کہ کوئی مامور من اللہ اُمت محمدیہ میں سے ایسا مبعوث ہو جو سلیمان وقت بھی ہو۔ اور اس سلیمان وقت کے ذریعہ سے اُمت محمدیہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہو جاویں کہ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلا خٰلدین فیھا لا یبغون عنھا حولا کے مصداق ہوں پس زمانہ اور زمانیات مقتضی ہیں اور کہ رہے ہیں کہ اسوقت کوئی سلیمان وقت اُمت محمدیہ میں سے مبعوث ہو گیا ہے جو الہام ففھمنٰھا سلیمان نے اُسکی تصدیق

قرار دی اور وہ وہی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔
وجہ ثانی۔ مناسبت دوم:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین ففھمناھا سلیمان وکلا اتینا حکما وعلما پ۱۷ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہر زمانہ کے لوگوں کو خصوصاً اس زمانہ آخری جری اللہ فی حلل الانبیاء کے مخالفین کو قصہ داؤد و سلیمان کا یاد دلا کر یہ تنبیہ فرماتا ہے کہ تمھارے یہ اعتراض سرتاپا غلط ہیں کہ تیرہ سو برس سے اکثر علما مجددین اور مامورین مسیح کو زندہ مان کے اُنکے نزول جسمانی کے قائل چلے آئے ہیں آج جو حضرت مرزا صاحب اور احمدیوں کے نزدیک مسیح فوت ہوگئے اور خود مرزا صاحب بھی مسیح موعود بن گئے یہ مسئلہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اُسکے تسلیم سے اُن تمام علماء اور اولیاء کا غلطی پر ہونا ماننا پڑے گا پھر حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو ہم کیونکر تسلیم کرسکتے ہیں تفصیلی جواب مندرجہ آیت یہ ہے کہ دیکھو حضرت داؤد اور سلیمان کیسے عظیم الشان نبی تھے اور مع ہذا اُن دونوں کو کیسے ثروت شوکت اور حکومت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی۔ کہ پہاڑ اور چرند و پرند اور جن و شیاطین جو کچھ اُن سے مراد ہو اُنکے زیر حکم تھی ایک مقدمہ میں جو ایک قوم کی بکریوں بھیڑوں نے دوسری قوم کے کھیت کا نقصان کردیا تھا۔ اُس مقدمہ کا فیصلہ جو حضرت داؤدؑ نے کیا اُسکے بالمقابل حضرت سلیمانؑ نے دوسرا فیصلہ اُس سے عمدہ فرمایا اور حضرت داؤدؑ نے اُسی کے بموجب حکم نافذ کردیا اور حضرت سلیمانؑ نے بھی اپنے ایسے معزز باپ کے اختلاف کرنیکی کچھ پروا نہ کی اور اُس فیصلہ میں اپنے باپ کی پیروی نہ کی اور نہ باپ نے اپنے بیٹے کے اختلاف کرنے پر کچھ بُرا مانا پھر تم باوجودیکہ نہ پہلے علماء کا سا علم رکھتے ہو اور نہ ملہمین مقبولین میں سے ہو پھر جری اللہ کے فیصلہ پر جو حَکَم عدل ہو کر اُس نے فیصلہ کیا ہے تکذیب پر کیوں مصر ہو رہے ہو واضح ہو کہ یہاں پر مفسرین کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ قول ہے کہ فیصلہ حضرت داؤدؑ کا اجتہادی تھا۔ اور غلط واقع ہُوا۔ مگر بسبب اجتہاد کے

ایک اجر کے ساتھ ماجور ہو سکتے ہیں۔ اور فیصلہ حضرت سلیمانؑ کا وحی سے تھا اور وہی صحیح تھا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں صحیح اور درست تھے مگر حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ زیادہ تر عمدہ اور مفید طرفین تھا۔ اس صورت میں فیصلہ ہر دو صاحبان کا صحیح اور جائز تھا۔ اسکی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ اس جگہ پر فرماتا ہے کہ کنا لحکمھم شاھدین و نیز فرماتا ہے وکلا اتینا حکما و علما پس دونوں فیصلوں میں فرق صرف اسقدر ہوگا۔ جیسا کہ مسائل دین اسلام میں مثلاً ایک رخصتی مسائل ہوتے ہیں اور دوسرے بطور عزیمت اور فضیلت کے ہوتے ہیں لیکن دونوں یعنی رخصت اور عزیمت حق اور درست ہوتے ہیں اندریں صورت ہم کہتے ہیں کہ یہاں پر بھی محققین علمائے اُمّت تو حضرت عیسیٰؑ کی موت ہی کے قائل تھے کما ثبت فی محلہ مگر عیسائیوں کے مذہب باطل کا ردّ دوسرے طرز سے کرتے رہتے تھے اور حضرت جری اللہ نے اُن تمام طرزوں کو ترک کرکے ابطال مذہب عیسوی کے لیئے اسی موت عیسیٰؑ کو اصل الاصول قرار دیا پس اس ہمارے بیان سے ثابت ہوا کہ حضرت جری اللہ کا منہاج ابطال مذہب عیسوی میں حق اور صحیح رہا۔ کیونکہ حضرت جری اللہ کا منہاج تفہیم الٰہی سے ہے اور وہ مذہب عیسوی کا ایک تسمہ بھی باقی نہیں چھوڑتا اور دین اسلام اُس سے زندہ ہوتا ہے چونکہ بعض مفسرین کا قول آیت زیر بحث میں یہ بھی ہے کہ حضرت داؤدؑ کا فیصلہ صحیح نہیں تھا اور حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ راست اور درست تھا۔ اس صورت میں حضرت داؤدؑ کا فیصلہ اجتہادی ہوا اور حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ وحی الٰہی سے واقعہ ہوا تھا۔ پس بناءً علیٰ ہذا بعض علماء کا قول بھی جو نسبت حیات مسیحؑ کے تھا وہ بھی غلط ہوا لیکن اس غلطی میں بسبب ہونے پیشین گوئی کے جو مسیحؑ کی نسبت احادیث صحیحہ میں موجود تھی۔ وے علماء قبل از وقت وقوع معذور تھے کیونکہ پیشین گوئی کی حقیقت قبل وقوع منکشف نہیں ہوا کرتی ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ خود ملہم پر بھی اُسکی جزئیات کی تفصیل بلکہ خود پیشگوئی کی حقیقت معلوم نہ ہووے جیسا کہ ہم نے اپنے رسائل میں اس امر کو بخوبی ثابت کردیا ہے۔ پس بموجب اس

تقریر کے بھی اُن علماء رو اولیاء کے منصب فضل وعلم ہیں پائی گئی دیگر کمالات میں کوئی نقصان وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اُسکی تحصیل علم کے لیئے قبل از وقوع مکلّف ہی نہیں تھے اُسکی تفہیم تو مسیح موعودؑ کو ہی ہوئی تھی پس اس صورت میں اُن علماء پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور نہ اُنکے علم اور فضل میں کوئی نقصان عائد ہو سکتا ہے بایں سبب ہم اُنکے علم اور فضل کے بھی قائل ہیں سے

نام نیک رفتگان ضائع مکن ٭ تا بماند نام نیکت یادگار

لیکن اُنکی اس غلطی کو ہم ہرگز ہرگز نہیں تسلیم کر سکتے اور جو اُس پر اصرار کرکے سراسر تکذیب کرے وہ ایک قسم کا کفر ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات نصوص قطعیہ شرعیہ سے ثابت ہو چکی ہے اور نشانات آسمانی اور آیات رحمانی جو حضرت جری اللہ کے ہاتھ پر نازل ہوئے اُنہوں نے ہی قطعی طور پر وفات مسیحؑ کو بخوبی ثابت کر دیا والحمد للہ والحق اکبر نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ انہیں وجوہ و مناسبات کے سبب اللہ تعالیٰ نے حضرت جری اللہ کو سلیمان وقت قرار دیکر بدیں عبارت پر بشارت الہام نازل فرمایا۔ قل هو الله عجيب كل يوم هو في شان ففهمنا سليمان وجحد وبها واستيقنتها انفسهم ظلماً وعلوا الحاصل بدیں وجہ مناسبت حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ نے سلیمان کے حلہ میں بھی ظہور فرمایا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اور غنم القوم میں اشارہ اس طرف ہے کہ نصاریٰ پادریوں نے جو بظاہر بہت نرمی سے پیش آتے ہیں اور ظاہر میں بھیڑیے ہیں قوم اہل اسلام کی کتب کو نقصان عظیم الشان پہنچایا ہے جو مصداق کزرع اخرج شطئہ الآیہ کا ہے وہ بغیر اس فیصلہ کے جو سلیمان وقت کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً سمجھا دیا ہے وہ نقصان رفع ہی نہیں ہو سکتا اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نشانات زمینی اور آسمانی اس فیصلہ کے حق ہونے پر نازل فرمائے کیونکہ دین اسلام کی زندگی اور مذہب باطل عیسائیوں کی موت اسی فیصلہ پر موقوف تھی۔ پس یہ ہے حقیقت الہام ففہمنا سلیمان کی ثم الحمد للہ۔

وجہ ثالث مناسبت سوم ۱۔ حضرت جری اللہ کو ایسے الہامات ہوئے ہیں جن سے آپکی شان سلیمان علی نبینا و علیہ السلام سے بھی بہت ارفع اور عظیم الشان معلوم ہوتی ہے چنانچہ وہ الہامات ذیل میں ہیں۔ حکم اللہ الرحمٰن لخلیفۃ اللہ السلطان۔ یوتی لہ الملک العظیم و تفتح علی یدہ الخزائن ذلک فضل اللہ و فی اعینکم عجیب انا فتحنا لک فتحا مبینا لولاک لما خلقت الافلاک انا اعطیناک الکوثر۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا الحمد للہ الذی اذھب عنی الحزن و اتانی مالم یوت احد من العلمین وغیرہ من الالہامات پس یہ تو ہمارا اعتقاد ہونا چاہیئے کہ آپ کی شان عند اللہ حضرت سلیمان سے بھی ارفع ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی شان کل صحف انبیاءؑ اور توریت و انجیل سے بڑھکر ہے اور ہمارے حضرت سید المرسلینؐ کی فضیلت تمام انبیاؤں سے زیادہ تر ہے کما ثبت فی محلہ پس غلام احمدؑ کی شان کیونکر بڑھکر نہ ہو وے گی مگر ظاہر پرست اسجگہ پر یہ اعتراض کرینگے کہ حضرت سلیمانؑ کی سی شوکت اور سلطنت اور دولت حضرت مرزا صاحب کے پاس کہاں تھی افسوس کہ یہی اعتراض آنحضرت صلعم پر وارد ہوتا ہے کہ حضرت سید المرسلینؐ کے پاس بھی وہ عظمت اور شوکت ظاہری نہیں تھی۔ بلکہ وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی کی نسبت تو خود حضرت سید المرسلینؐ کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکو وہ ملک سلیمانی اور بادشاہت ظاہری حاصل نہیں ہوئی تھی لہٰذا آپ حضرت سلیمان سے فضیلت میں فریقین کے نزدیک مسلّم زیادہ تر ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا علاوہ اسپر یہ کہ یہ ظاہری شوکت وعظمت کی وقعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ کُل دنیا کے سامان اور اسباب عند اللہ ایک پر پشہ کی برابر بھی نہیں۔ کما فی الحدیث کیونکہ یہ جملہ کارخانہ دنیاوی جو حضرت سلیمانؑ کو حاصل تھا وہ بسبب فانی ہونیکے کوئی حقیقت نہیں رکھتا قال اللہ تعالےٰ بل توثرون الحیٰوۃ الدنیا والاخرۃ خیر و ابقی۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

نہ بر باد رفتی سحرگاہ و شام ٭ سریر سلیمان علیہ السلام

— زدنیا وفاداری امید نیست ❊ آخر ندیدی کہ بر باد رفت
خنک آنگہ با دانش داد رفت ❊ حضرت سلیمان کے ملک و دولت کی قدر و
عزت تو ہم اسی لیئے کرتے ہیں کہ باوجود اس عظمت اور شوکت کے اللہ تعالیٰ کی محبت اور یاد
سے وہ غافل نہ رہتے تھے بلکہ اُسی کی محبت اور یاد میں مستغرق رہتے تھے اگر اُنکو یہ محبت
اور یاد الٰہی حاصل نہ ہوتی تو پھر اُن سے تو ہماری برٹش گورنمنٹ ہی افضل ہوتی کیونکہ حضرت
سلیمان کے قبضہ میں تو صرف اسی قدر ملک تھا جو بقدر مسافت غدوّہا شہرو رواحہا شہر
کے اُس زمین کی مسافت پاپیادہ قطع ہو سکتی تھی اور ہماری گورنمنٹ عالیہ کے قبضہ میں
اُس سے اضعاف در اضعاف ملک ہے اور صنائع بدائع زمینی وآسمانی میں جو یورپ
وغیرہ نے اسوقت ترقی کی ہے اُسکا عُشر عشیر بھی حضرت سلیمان کے وقت میں موجود
نہیں ہُوا تھا اُن کا ملک لا ینبغی لاحدٍ من بعدی کا مصداق تو تب ہی
ہوسکتا ہے جبکہ بعد الوفات بھی اُنکو وہی ملک حاصل رہے والّا فلا۔ اسی لیئے حضرت
سید المرسلینؐ اور نیز بروز محمدی نے اس مادی شوکت وعظمت کو ہرگز ہرگز نہیں چاہا۔
کیونکہ یہ تو ایک ایسی بلائے جان ہے۔ کہ حضرت سلیمان کو بھی اُس سے ایک قسم کا ابتلا
پیش آگیا جیسا کہ آگے آتا ہے اور آنحضرت صلعم کے دعا کے یہ الفاظ ہیں کہ اللّٰھم
احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین
اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے شرائط بیعت میں سے یہ شرط ہے کہ دین کو
دنیا پر مقدم کروں گا غور فرمانیکی جگہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ جیسے مقرب کو یہ کہنا پڑا کہ
انی احببت حبّ الخیر عن ذکر ربّی حتّٰی توارت بالحجاب
یعنی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مجھکو مال کی محبت اپنے نفس کی وجہ سے ہے بلکہ کل محبت واسطے
اپنے رب کے ہے اُس لیئے غفلت نہ ہووے۔ ہم جو بعض عظمتوں دنیاوی حضرت
سلیمان کا ذکر کرتے ہیں یا کریں گے تو وہ اس لیئے کہ ہمارے سلیمان کو حضرت سلیمانؑ
ابن داؤدؑ سے جو مناسبت حاصل ہے وہ باعتبار زمانہ اور زمانیات حضرت سلیمانؑ کے
حاصل ہے ورنہ بلحاظ حضرت نبی کریمؐ کی غلامی کے آپ کا درجہ حضرت سلیمانؑ سے

بڑھا ہوا ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ٭ اُس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

کیوں اس لیئے کہ ؎

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ٭ سب سے بڑھکر مقام احمدؐ ہے

نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ قطع نظر الہامات مذکورہ کے بلحاظ زمانیات کے بھی آپکے زمانیات کو حضرت سلیمانؑ کے زمانیات کے ساتھ بہت مناسبت ہے اس لیئے یہ الہام الٰہی نازل ہوا کہ ففھمناھا سلیمان۔

وجہ رابع مناسبت چہارم:- حضرت سلیمانؑ کے زیر حکم منجملہ جنات کے ایک عفریت من الجن بھی تھا اور دوسرے عالم ربانی منجملہ دیگر علمائے ربانی کے ایسا عالم ہی تھا کہ جو مصدق الذی عندہ علم من الکتب کا تھا۔ یہاں بھی حضرت جری اللہ کے زیر حکم ایک عفریت بھی تھا۔ ایہا الاحباب جو صفات لغوی عفریت کے لکھے ہیں اُن کا وہ پورا مصداق تھا۔ فتح البیان میں عفریت کے معنوں میں لکھا ہے والعفریت المارد الغلیظ الشدید القوی قال النحاس یقال للشدید اذا کان معہ خبث۔ اور یہ عفریت حضرت اقدسؑ کا ایک خادموں کے طور پر خادم تھا مگر بسبب اپنے تمرد اور غلظت قلب اور شدید اور قوی ہونیکے خبث میں حضرت جری اللہ اور نیز خاکسار کو عاجز سے متمرد ہوگیا اور خبث کا اُسکے یہاں بیان نہیں ہو سکتا چونکہ حضرت جری اللہ کو یہ الہام ہوا ہے کہ آسمان سے کئی تخت اُترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا اور نیز یہ الہام مدت کا ہے کہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ یہ رفعت خاص منجانب اللہ تھی۔ لیکن یہ عفریت کہتا رہا بلکہ اپنے رسالہ میں شائع کردیا کہ مینے ہی اُنکو اونچا کیا تھا اور میں ہی اُنکو نیچا کردوں گا۔ وغیرہ وغیرہ من الھفوات۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو بموجب اپنے کلام اور الہام کے مرفوع کیا کہ ہر کہ و مہ اُسکا مشاہدہ کر رہا ہے اور اُس عفریت کو ایسا نیچا کیا کہ اُسکے حالات ذلت کو سُنکر اور دیکھکر یہ دعا کیجاتی ہے کہ اللّٰھم احفظنا من کل بلاء الدنیا و

عذاب الآخرۃ جن صاحبوں کو اُسکے ذلیل اور نیچے ہونیکے حالات دیکھنے مطلوب ہوں وہ پرچہائے الحق کے چند نمبروں ۱۹۱۳ء کو مطالعہ کرے صدق اللہ تعالےٰ ومن یشرك باللہ فکانما خرّ من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق اور آنحضرت کی جماعت میں منجملہ دیگر علمائے محققین کے ایک وہ مجسم اور عالم ہیں جو ابتدا سن سے لیکر اس آخری عمر تک کتاب اللہ کے ایسے عاشق زار ہیں کہ انکے رگ و ریشہ سے کلام آلٰہی کی ہی آواز نکل رہی ہے اور پورے مصداق ہیں الذی عندہ علم الکتاب کے ہمیشہ قرآن مجید کے درس کے دور ہوتے رہتے ہیں اور ہر دور میں قرآن مجید کے معانی اور تفاسیر جدیدہ بیان فرماتے رہتے ہیں جس سے سامعین کو ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثلہ مددا- کا مصداق ہے اگر کوئی کہے کہ اس نور مجسم نے کون سا تخت اس سلیمانؑ کے روبرو بنا کر لا حاضر کیا ہے جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کے وقت میں طیار کیا گیا تھا تو واضح ہو کہ اوپر کے بیان سے یہ امر تو واضح ہو چکا ہے کہ تخت سے مراد یہ تخت جسمانی اور مادّی تو ہے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ روحانی تخت مراد ہے جو اس دنیا میں بشکل براہین احمدیہ وغیرہ کے متمثل ہوا ہر پس اس نور مجسم نے تصدیق براہین احمدیہ میں ایسی کتاب معجز لکھی ہے جسکی تکذیب کے سبب ایک بہت بڑا خنزیر بحربہ آسمانی سے قتل کیا گیا اُسکی تاریخ ہمارے رسالہ چہل حدیث عرف مسک العارف میں حسب ذیل لکھی ہے۔

لیکھرام پشاوری کی موت ؛ اور جو اسکو آنی تھی کلفت ؛ قبل از چند سال مہدی نے ؛ کر دیا سب کو اس سے باخبرت
منہ سے مقتول کے جو نکلا ہو ؛ ہوئی تاریخ قتل از سمت ؛ یعنی انیس سو ترپن میں ؛ ۱۹۵۳ ما نتفرعوذھذہ الامۃ
اور یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر میں قصہ تھم اور لیکھرام دونوں کی تاریخ ہجری ۱۸۹۷ نکلتی ہے- اگر کوئی کہے کہ یہ مضامین تمہارے شاعری خیالات ہیں جنکا خارج میں کوئی ظہور نہیں معلوم ہوتا تو جواباً عرض ہے کہ نبی کریم کی حدیث جو اوپر لکھی گئی ہے اُسکے

کیا معنی ہیں جس میں خلفائے اربعہ کو آنحضرت صلعم نے انبیائے ابراہیم موسیٰ وہارونؑ کا نظیر قرار دیا ہے۔ اور حضرت علیؓ کو اپنا نظیر اور اس حدیث کے کیا معنی ہونگے جس میں ابوجہل کو فرعون کہا گیا ہے۔ کہ مات فرعون ھٰذہ الامۃ اصل بات یہ ہے کہ نظیر میں چند مناسبات کا ہونا علم معانی اور بیان میں کافی سمجھا گیا ہے نہ یہ کہ کُل تشخصات مشبہ کے اُسمیں موجود ہوں زید کو جو شیر کہا جاتا ہے تو کیا اُسکے پنجہ اور دم اور دانیاب پھاڑنے والے اور ڈاڑہیں چابنے والے شکار کے بھی ہوتے ہیں یہ کلا و حاشا۔ نتیجہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ اس مناسبت سے بھی ففھمناھا سلیمان الہام کی صداقت ثابت ہوتی ہے اور یہی مدعا تھا۔

وجہ خامس مناسبت پنجم۔ ۱۔حضرت سلیمان کے زمانہ میں جو زمانیات موجود تھے اُس سے مضاعف در مضاعف زمانیات اسوقت میں بھی موجود ہیں دیکھو چڑیا خانے جن میں از قسم حیوانات درندہ و چرندہ و طیور کل جاندار ہوتے ہیں حتّٰی کہ حیات اور اژدہے بھی اور دیگر عجائب غرائب حیوانات اور پرندوں میں سے ایسے ایسے پرند مختلف سینکڑوں رنگوں کے اسوقت اُسمیں موجود ہیں کہ اُنکا شمار بھی نہیں ہو سکتا ہم نے کلکتہ میں واجد علی شاہ کا جو چڑیا خانہ دیکھا تھا تو اُسکی تمام سیر ایک دو روز میں بھی تمام نہیں ہو سکتی تھی بلکہ چند روز میں کیجا سکتی تھی۔ اگرچہ نام اُس کا چڑیا خانہ تھا لیکن پرندہ جانوروں کے سوا دیگر حیوانات چرند و پرند اسقدر رہتے تھے کہ اگر اُنکی تفصیل لکھی جاوے تو ایک کتاب طویل صرف اُنکی اسماء سے طیار ہو جاوے اس لیئے یہ امر بھی ٹھیک ہو گیا کہ قرآن مجید میں جو صرف الطیر ہی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے اُس سے سوائے پرندوں کے دیگر حیوانات بھی تغلیباً مراد ہو سکتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ دیگر زمانیات کہ لوہے اور تانبے اور پیتل کی نہریں مثل پانی کے جو جاری تھیں یہاں پر اُس سے بڑھکر ہیں و اسلنالہ عین القطر اور الناله الحدید کا نظارہ ادنیٰ ادنیٰ شہروں میں جیسا کہ رُڑکی وغیرہ میں ہر کہ و مہ کو مشاہدہ ہو رہا ہے سوئی سے لیکر بندوق توپ اور گاڈر تک اور اوزار اور زرہیں اور ہتھیار اُسمیں ڈھالے جاتے ہیں ان کارخانوں کا جس کسی نے تماشا دیکھا ہے

اُسکو قرآن مجید کے مضامین کی صداقت کا شمس فی نصف النہار ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہاں پر تو یہ جملہ سامان اور اسباب اسقدر کثرت کے ساتھ نظر آتا ہے کہ سامان و اسباب وقت سلیمان کا جو قرآن مجید میں مندرج ہے وہ سب کا سب ان کارخانوں زمانے حال کا عشر عشیر ہی معلوم ہوتا ہے افسوس ہے اول نیچریوں پر جنہوں نے بعض ایسے مضامین مندرجہ قرآن مجید کا انکار کر دیا ہے صرف اسوجہ سے کہ اس تفصیل مندرجہ قرآنی کے مطابق بائبل میں مذکور نہیں ہوا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور پھر ہمکو اپنے علاتی بھائیوں غیر احمدیوں پر یہ افسوس آتا ہے کہ جو اس سلیمانؑ وقت کے مکذب ہیں کیا قرآن مجید میں جو حضرت سلیمان کے زمانیات و واقعات کے قصّے بیان فرمائے گئے ہیں اُن کے بیان میں کوئی حقیقت مندرج نہیں نہ کوئی مجاز ہے نعوذ باللہ لغو قصے ہیں اور جسقدر کہ گلستاں اور بوستاں کی حکایات میں عبرت اور نصیحت حاصل ہوتی ہے قرآنی قصص میں وہ بھی موجود نہیں صدق اللہ تعالیٰ۔ حاکیاً عن رسولہ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجورا۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ جسقدر قصص انبیاءؑ سابقین کے قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اُنکی مثل کچھ تو حضرت سید المرسلینؐ کے وقت میں اور کچھ انکی اُمّت کے مجددین کے وقت میں وہ واقعات ہونے والے تھے چنانچہ ویسے ہی حالات اور زمانیات کچھ آپکے زمانہ بعثت میں واقع ہوئے اور کچھ مجددین کے زمانہ بعثت میں واقع ہوئے۔ اور خصوصاً اس آخری زمانہ بروز محمدی میں تو اکثر واقعات انبیائے ماضین کے اور زمانیات سلیمانی واقع ہو گئے اور ہو رہے ہیں اور ہو وینگے انشاءاللہ پس جبکہ حضرات انبیاءؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانہ کے زمانیات بڑی کثرت اور شدت کے ساتھ اس زمانہ میں واقع ہو رہی ہیں تو اسکے کیا معنی کہ اس اُمّت خیر الامم میں کوئی سلیمانؑ وقت مبعوث نہ ہوا ہو پس جس طرح پر دلائل انیہ سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پہچانی جاتی ہے یعنی آثار سے موثر کی شناخت حاصل ہوتی ہے اُسی طرح پر ہم کو ان آثار سے سلیمان وقت کا موجود ہونا معلوم ہوتا ہے پس الہام ففھمنٰھا سلیمان صادق و مصدوق ہے اور حضرت جری اللہ سلیمان وقت بھی موجود ہیں۔

وجہ سادس مناسبت کی :- حضرت سلیمانؑ کے زمانہ مین ایک عورت بلقیس نام بادشاہ تھی اور آپ نے اسکو ایک نامہ ارسال کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
اذهب بكتابي هٰذا فالقه اليهم ثم تول عنهم فانظر ماذا يرجعون قالت يا ايها الملاء اني القي الي كتاب كريم انه من سليمان وانه بسم الله الرحمٰن الرحيم ان لا تعلوا علي واتوني مسلمين۔
یہ نامہ تھا جو حضرت سلیمان کی طرف سے ملکہ سبا کو روانہ کیا گیا تھا لیکن ہمارے سلیمانؑ کے وقت میں ملکہ سبا سے بہت درجہ بڑھکر ملکہ معظمہ تھیں جنکے عہد سلطنت عدل مہد میں رفاہ عام کے لیئے وہ کارہائے نمایاں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیئے ہیں جو دنیا میں کسی وقت میں پیدا نہ ہوئے ہونگے ہمارے سلیمان وقت نے بھی ایک صحیفہ گرامی بنام ملکہ معظمہ آنجہانی موسوم تحفہ قیصرہ ارسال فرمایا تھا جسمیں بہت بڑھکر تبلیغ اسلام کی کی تھی اور حضرت ملکہ معظمہ آنجہانی نے بہت اکرام و تکریم آپکی کتابوں کی فرماتی تھیں پس ایک طرح سے انی القي الي كتاب كريم کا مضمون واقع ہوگیا۔ شاہ عبد القادر صاحب بلقیس کے بارہ میں صرف اتنا ہی لکھتے ہیں کہ بلقیس ملک یمن میں اپنے دیس کو خوب بسا گئی تھی پانی جھیلوں کا سب سمیٹ کر ایک جگہ روکا اور بیچ میں کھڑکیاں رکھیں اونچی اور نیچی زمینوں کے واسطے سارے برس مینہ کا پانی موجود رہتا جتنا چاہتے خرچ کرتے خوب سرسبز ملک آباد ہوا تھا انتہی اب اس سلیمان وقت کی ملکہ کے ملک میں پانی کی نہریں اور پل وغیرہ کو دیکھو کہ کسقدر مضاعف در مضاعف انکے کارخانہ موجود ہیں جو انکا عشر عشیر بھی ملکہ سبا کے وقت میں موجود نہیں تھا پس جبکہ حضرت سلیمان کے وقت کے اسقدر کثرت زمانیات موجود ہیں تو کیا اُمت مرحومہ میں کوئی سلیمان وقت موجود نہ ہوگا تو پھر یہ اُمت خیر الامم کیونکر ہو سکتی ہے صدق رسولہ الکریم۔
وما من نبي الا نظير له في اُمتي۔

مناسبت ہفتم :- ملک ہندوستان جو ملکہ معظمہ آنجہانی کا قلمرو ہے اُسکے تمام بلاد اور شہر نہایت زرخیز آب و ہوا عمدہ رکھتے ہیں اور صفائی کے محکمات جا بجا موجود ہیں اور علاوہ ریلوے کی سڑکوں کے اور سڑکوں کے ہر دو طرف سایہ دار درخت موجود ہیں اور اکثر مقاموں پر کنوئیں

بھی پائی جاتی ہیں اور مکانات اور شہروں کی خوبی کا تو ذکر ہی کیا کیا جاوے کہ عیاں راچہ بیاں اور خصوصاً جبکہ مسیح موعودؑ اور سلیمانِ وقت اس ملک میں مبعوث ہوئے تو گویا یہ تمام بلدے اور انکی اطراف مصداق اس آیت کے ہوگئے تھے کہ لقد کان لسبا في مسکنھم اٰیۃ جنتان عن یمین و شمال کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبۃ و ربّ غفور۔ ہاں جبکہ اکثر لوگوں نے اس سلیمانِ وقت کی تکذیب کی تو پھر دیکھو کیسے کیسے سیلاب اور طوفان اور دیگر عذاب دنیا میں آئے اور طاعون و زلزلوں نے ایک عالم کو کھا لیا کہیں کثرت سے آتش زدگی واقع ہوئی کہیں کوئی عذاب آیا اور کہیں کوئی عذاب ہوا اور ہوا مگر اسکا بلدہ یعنی قادیان ایسے عذابوں سے جو بالکل ہلاک کر دیوے محفوظ و مصئون رہا۔ لولا الاکرام لھلک المقام۔ کیا سچ فرمادیا حضرت نے پیشتر نزول ان عذابوں کے۔ کما قال ؎ سونیوالو! جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے ٭ جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے زلزلے سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر ٭ وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے ٭ ہے سر راہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولا کریم ٭ نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے ٭ کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے ٭ حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ توّاب ہے + صدق اللہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اگر کوئی صاحب ان عذابوں کے کوئی صنف دیکھنا چاہیں تو وہ دیکھے اس حصہ حیدرآباد کو جو چھوٹی سی موسٰی ندی کے طوفان سے غرق ہوگیا صدق الہام المسیحؑ۔ زلزلہ در گور نظامی فگند دبدبۂ خسرویم شد بلند + اور دوسرے اصناف عذابوں کا کہاں تک ذکر کیا جاوے کہ تمام دنیا میں تہلکہ برپا ہوگیا ہے اور یہ نتیجہ صرف انکے ظلم کا واقع ہوا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وظلموا انفسھم فجعلناھم احادیث ومزقناھم کل ممزق ان فی ذلک لاٰیات لکل صبار شکور

مناسبت ہشتم :۔ قال اللہ تعالیٰ۔ والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا بہت اختلاف ہے کوئی کچھ تفسیر کرتا ہے اور کوئی کچھ کرتا ہے ہم کو اس اختلاف کی کچھ پروا نہیں ہم صرف الفاظ مضمون کو لئے لیتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کی کرسی یعنی تخت پر ایک جسد ڈالا گیا تھا خواہ وہ کچھ ہی ہو اور کسی طرح پر ہو اور پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر دعا کی تھی قال رب اغفرلي وھب لي ملکا لا ینبغي لاحد من بعدی انک انت الوھاب اور حضرت سلیمانؑ وقت کے الہامات میں گذر چکا ہے کہ آپ کا تخت

سب سے اونچا پہنچایا گیا ہے اور مراد تخت سے اس دنیا میں خواہ براہین احمدیہ ہو یا حقیقت الوحی
مگر یہاں پر ہم مراد تخت سے حقیقت الوحی لیتے ہیں کیونکہ اس میں صدہا مکذبین کی ہلاکت بموجب
الہامات ملاحظہ مصدقہ کے لکھی ہوئی ہے منجملہ اُن مکذبین کے جو بموجب الہامات کے ہلاک ہوئے ہیں
ایک سخت مخالف اور مکذب کی ہلاکت بموجب الہامات مندرجہ بالا کے نہایت نمایاں طور پر واقع ہوئی
ہے اور اُن الہامات میں بڑی تحدی بھی کی گئی تھی اور ملائکہ کی توجہ بھی اسکی ہلاکت کی طرف عالم روحانی
میں بڑی شدت کے ساتھ تھی اور اسکی شکل واضح بھی اور وقت بھی بتلا دیا گیا تھا جو قصیدہ
الالہ دشمن نادان و بے راہ + بترس از تیغ بران محمد وغیرہ میں مذکور ہے سو کرامت گرچہ بے نام
نشان است + بیا بنگر ز غلمان محمد + وبشرنی ربی وقال مبشرا + ستعرف یوم العید والعید اقرب +
تمام ہندوستان میں اسکی ہلاکت کا شور وغل بھی مچا تھا اور اس الہام میں عجلا جسد الله خوار بھی
اسکے لیے وارد ہوا تھا بعد اسکی ہلاکت کے اس کے جسد کی تصویر اسی شان سے کہ جس شان سے
وہ ہلاک ہوا تھا اس تخت پر دو جگہ پر موجود ہے الحاصل مضمون والقینا علی کرسیہ جسداً
ثم اناب کا اس شان سے واقع ہو گیا اور نظیر میں نہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ تمام تخصیصات مشبہ کے
مشبہ میں موجود ہوں علاوہ یہ کہ القاء جسد کی تفسیر میں (جو حضرت سلیمان کے تخت پر واقع ہوا
تھا) مفسرین کا اختلاف بھی بہت ہے پس ہم نے اگر یہاں پر صرف الفاظ آیت کے مضمون سے
جو مناسبت موجود ہے اس مناسبت کی وجہ سے حضرت کو سلیمان وقت قرار دیا تو کیا حرج شرعاً واقع
ہو سکتا ہے وما من نبی الا لہ نظیر فی امتی۔
مناسبت نمبر ۱۔ حضرت سلیمانؑ کے لیے یہ تمام عطائیں اور ملک اور نعمتیں ہی اللہ تعالیٰ عطا فرما کر
ارشاد فرماتا ہے کہ ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب ہمارے سلیمان وقت
کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت کثرت سے اموال اور طبعیات اور روپیہ تائید اسلام کے واسطے عطا
فرمائے تھے جسکی نسبت الہام ہوتا ہے کہ یاتیک من کل فج عمیق وغیرہ وغیرہ من الالہامات۔
اپنے لیے اس میں سے کوئی جاگیر خرید نہیں فرمائی اور اسقدر کثرت سے اموال کو فی سبیل اللہ صرف فرمایا
کہ مخالفین بلکہ بعض موافقین نے اسراف کا الزام آپ پر لگایا۔ اور بعض اموال کا حساب طلب کرنا چاہا۔
لیکن آپکی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے حساب و کتاب رکھنے کا مادہ ہی نہ رکھا تھا اور کسی اموال مصروفہ کا
حساب کتاب نہیں لیا کیونکہ آپ بروز تھے اس سید الانبیاء کے جس نے ارشاد فرمایا ہے کہ نحن
امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب ہم نے دیکھا ہے کہ جس اشتہار کی طبع میں چند
روپیہ صرف ہو سکتے تھے اسکے فوٹو وغیرہ کے لینے میں صدہا روپیہ خرچ فرما دیا ہے اور کچھ پروا نہیں
فرمائی اور ہزاروں کتابیں اور رسالے مفت تقسیم فرمائے ہیں اور مخالفین بیرونی اندرونی کیلئے
ہزاروں روپیہ عطا فرمانے کا اشتہار دیا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی واقع ہوا ہے کہ روپیہ موجود نہیں
مگر آپ نے ہزاروں کا اشتہار دیدیا اور مخالف نے روپیہ موعودہ کا لینا قبول بھی کر لیا بدیں وجہ کہ وہ ظاہر بینت
جانتا تھا کہ روپیہ میسر نہ ہوگا اور پھر مجھ پر کوئی اتمام حجت بھی واقع نہ ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وہ سب
روپیہ دفعتاً فراہم کر دیا۔ اور مخالف فرار کر گیا جیسا کہ اندرمن مراد آبادی کا قصہ اشتہاروں اور رسالوں
میں بین العوام والخواص مشہور ہے پس چونکہ حساب کتاب آپکی فطرت اور جبلت کے خلاف تھا
اس لیے اس آیت کا مضمون آپ پر صادق ہوا کہ ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر
حساب۔ ہاں البتہ یہ مضمون آپکی حیات تک باقی رہا بعد آپ کے چونکہ بموجب مصلحت اور حکمت الٰہی
کے ان تمام اموال کا حساب و کتاب صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کیا گیا جو آپکی وصی ہے تو حساب و
کتاب کے دفاتر موجود ہو گئے ہیں مگر تاہم اب بھی اموال کثیرہ تائید دین اسلام کے لیے صرف میں آ رہے
ہیں چنانچہ اس سال کا بجٹ دو لاکھ کے قریب ہو گیا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مصارف کثیرہ دوسری
جگہ پر بھی ہو رہے ہیں بلکہ اس سے مضاعف در مضاعف ہوتے ہیں دیکھو ایجوکیشنل کانفرنس اور
مسلم لیگ وغیرہ کو جو مصارف مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوتے ہیں پس تمہارے ایسے مصارف
سے حضرت مرزا صاحب کیونکر سلیمان بن گئے تو جواب یہ ہے کہ معترض بڑا نادان ہے وہ بتائے
کہ کون سے لیڈر کو وہ الہامات کئی سال قبل ہوئے ہیں جو حضرت جری اللہ کو ہوئے اور یہ
مصارف کثیرہ مندرجہ قرآن مجید کے کس جگہ پر ہوتے ہیں جو حضرت جری اللہ کے یہاں جاری
ہیں اور دعوت اسلام یا تبلیغ اسلام کی کتابیں کہاں شائع ہوتی ہیں اور حقائق و معارف
قرآنی کا بیان کس جگہ ہو رہا ہے جیسا کہ یہاں پر جاری ہو رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم تو تمام دنیا کو اگر بغیر

ذکر اللہ اور ان تینوں امور دینی کے ہوتے تو اس تمام دنیاوی اسباب و سامان کو ایک پر پشہ کی برابر بھی نہیں سمجھتے
ان دونوں صیغوں مذکورہ کا تعلق تو ان امور سے گا نہ دینی سے مطلق نہیں ہے ہاں البتہ اہل اسلام کی دنیاوی امور کی اصلاح
میں کوشش کیجاتی ہوگی دشتان بینہما کجا دینی امور میں سعی اور کوشش کرنا اور کجا دنیاوی امور میں بہ بیں تفاوت
رہ از کجا است تا بکجا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال
کیونکر جمع ہو وینگے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلاوے بلکہ یہ فکر ہے کہ
ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جنکی سپرد ایسے مال کیئے جاویں وہ مال کو دیکھکر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں
سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لیئے کام کریں انتہیٰ بلفظہ اور
شرائط بیعت میں سے دین کو دنیا پر مقدم کرنا ضروری ہے۔

مناسبت دہم :۔ ہم حضرت سلیمانؑ کی دنیاوی شوکت و دولت کا جو ذکر کرتے ہیں وہ صرف اسلیئے کہ آپ مقرب الٰہی تھے۔ حضرت سلیمان نے مسجد اقصیٰ تعمیر کی تھی۔ جو تمام انبیائے بنی اسرائیل کا قبلہ رہی تھی اس سلیمان وقت نے بھی ایک مسجد کی ترمیم فرمائی اور یہ ثابت کیا کہ یہ مسجد بھی مسجد اقصیٰ ہے چنانچہ منارۃ المسیح میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ فحاصل البیان ان الزمان زمانان زمان التائیدات ودفع الآفات وزمان البرکات والطیبات والیہ اشار عزّ اسمہ بقولہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ فاعلم ان لفظ مسجد الحرام فی قولہ تعالیٰ یدل علیٰ زمان فیہ ظہرت عزۃ حرمات اللہ بتائید من اللہ و ظہرت عزۃ حدودہ واحکامہ و فرائضہ وتراءت شوکۃ دینہ ورعب ملتہ وھو زمان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم والمسجد الحرام البیت الذی بناہ ابراہیم علیہ السلام فی مکۃ وھو موجود الیٰ ھذا الوقت حرسہ اللہ من کل آفۃ واما قولہ عزّ اسمہ بعد ھذا القول اعنی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ فیدل علیٰ زمان فیہ یظہر برکات فی الارض من کل جہۃ کما ذکرناہ آنفا وھو زمان المسیح الموعود والمہدی المعہود والمسجد الاقصیٰ ھو المسجد الذی بناہ المسیح الموعود فی القادیان سمّی اقصیٰ لبعدہ من زمان النبوۃ ولما وقع فی اقصیٰ طرف من زمن ابتداء الاسلام فتدبّر ھذا المقام فانہ اودع اسرارًا من اللہ العلام۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا معراج تین قسم پر منقسم ہے۔ سیر مکانی اور سیر زمانی اور سیر لامکانی ولازمانی۔ سیر مکانی میں اشارہ ہے طرف غلبہ اور فتوحات کے یعنی یہ اشارہ کہ اسلامی ملک مکہ سے بیت المقدس تک پھیلے گا۔ اور سیر زمانی میں اشارہ ہے طرف تعلیمات اور تاثیرات کے یعنی یہ کہ مسیح موعودؑ کا زمانہ بھی آنحضرت صلعم کی تاثیرات سے تربیت یافتہ ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے و آخرین منہم لما یلحقوا بہم اور سیر لامکانی ولازمانی میں اشارہ ہے طرف اعلیٰ درجہ کے قرب اللہ اور مدانات کے جسپر دائرہ امکان قرب کا ختم ہے فافہم۔ اور نیز دوسرے مقام میں بھی اسی رسالہ کے مسجد کلاں قادیان کا مسجد اقصیٰ ہونا حضرت اقدسؑ نے ثابت فرمایا ہے بسبب طوالت کے ہم اسکو نقل نہیں کر سکے غرضکہ یہ دس مناسبتیں آپ کے سلیمان وقت ہونیکے لیئے کافی و وافی ہیں وتلک عشرۃ کاملۃ اور نظیر کے لیئے ایک دو مناسبتیں کافی ہو جاتی ہیں چہ جائیکہ دس مناسبتیں موجود ہو جاویں۔
صدق رسولہ الکریم وما من نبی الا نظیر لہ فی امتی

رپورٹ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء

صیغۂ یتامیٰ اس ماہ میں آمد ماہعہ ہوئی جو بمقابلہ خرچ کے بہت ہی تھوڑی ہے۔ اسوقت انجمن پندرہ ۱۵ یتیموں کو ۱۲للعہ کے وظائف اور بیس ۲۰ یتیم لڑکوں کو اصل اخراجات جنکی اوسط ماسہ ماہوار ہوتی ہو دے رہی ہے۔ یعنی یتامیٰ پر کل ما۱۲ عہ ماہوار خرچ ہوتا ہے۔ میں احباب کو حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے ایک ضروری اعلان کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس میں آپ نے تمام احمدی احباب کو یتامیٰ و مساکین کے چندوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم روپے کو معبود مت بناؤ۔ یہ تمھارے کسی کام نہیں آویگا۔ جس نفس کی خاطر کے لیئے جس اہل و عیال کے لیئے جن دوستوں کے لیئے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے رُکو گے۔ وہ تمھیں کبھی فائدہ نہیں دینگے۔ اور اس طرح سے تمھارے دل کو کبھی اطمینان اور خوشی نصیب نہیں ہو سکتی بلکہ حرص کی جلن دن بدن ترقی کرتی چلی جاویگی اور تمھارے ایمان کو بھی برباد کرکے چھوڑے گی۔ اگر احمدی احباب اپنے اوپر حسب استطاعت ایک رقم مقرر کرکے اسے باقاعدہ ادا کریں۔ تو اس صیغہ کے اخراجات بآسانی چل سکتے ہیں۔

زکوٰۃ۔ آمد بابت ماہ نومبر صرف للعہ ہے۔ جو اخراجات کے مقابل میں بہت ہی کم ہے ایسے روپے سے ان غریب لوگوں کی جو بیچارے دین سیکھنے کے لیئے دارالامان میں آتے ہیں۔ اور اپنے واپسی کے اخراجات اور کرایہ ادا کرنیکی طاقت نہیں رکھتے۔ یا جو مساکین گذارہ کی طاقت نہیں رکھتے یا ایسے بچے جنکے قریبی رشتہ تعلیم وغیرہ کے تمام اخراجات کو برداشت کرنیکی طاقت نہیں رکھتے مدد کیجاتی ہے جس کا کل خرچ اس ماہ میں ما۱۵ عہ ہے۔ ذی وسعت احباب توجہ فرماویں ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے بہت سے احباب ایسے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر وہ زکوٰۃ کا روپیہ صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں داخل کرنیکا باقاعدہ انتظام فرماویں تو کمی آمد کا سوال خدا کے فضل سے بہت جلد دور ہو سکتا ہے۔

مقبرۂ بہشتی۔ (۱) اس ماہ میں ذیل کی دو موصیہ مقبرہ میں مدفون ہوئیں۔

۱۔ مسمات امیر بی بی مرحومہ والدہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ صاحب قادیان۔ ۲۔ مسمات ہاجرہ مرحومہ زوجہ عبدالستار

تقریر جلسہ اعظم مذاہب یا لیکچر مہوتسو

یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مہوتسو میں مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت عمدہ کاغذ پر خوب خوشخط لکھواکر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزون ہے۔ اس کتاب میں حضرت اقدسؑ نے ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیئے ہیں (۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کیحالت یعنی عقبیٰ (۳) دنیا میں انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے ⁘ تقریباً ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۵/

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ولایت سے چھپکر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت عہ

قاعدہ یسرنا القرآن نو ترمیم

یہ قاعدہ جسقدر مفید اور مقبول ثابت ہؤا ہے محتاج بیان نہیں عام طور پر کئی کئی سال تک بچوں کی عمریں ضائع ہوجاتی تھیں اور قرآن شریف ختم نہیں ہوتا تھا۔ اور جو کسی بچے نے قرآن شریف ختم بھی کیا تو دوبارہ پڑھاؤ تو ایک سطر رواں اور صاف نہیں پڑھ سکتا مگر اس قاعدہ کے پڑھانے سے ایک بچہ چھ ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے۔ اور اُس میں اسقدر طاقت پیدا ہوجاتی ہے کہ عربی کی کوئی کتاب جس پر اعراب دیئے ہوں بلا تکلف پڑھ لیتا ہے۔ اس قاعدہ کے چار ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ مصنف صاحب قاعدہ مذکور نے نہایت محنت اور جانفشانی سے سابق قاعدہ میں ترمیم کر کے بہت مفید باتیں اور ایزاد کی ہیں اور نیز بجا اساتذہ کے لیئے کارآمد نوٹ دیئے ہیں۔ لکھائی اور چھپائی عمدہ ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ لگایا گیا ہے۔ جو احباب اپنے عزیز بچوں کو صحیح قرآن شریف پڑھانے کے خواہشمند ہوں وہ یہ قاعدہ شروع کروائیں قیمت مکمل قاعدہ عربی ۲/ صرف حصہ اول ۱/ اردو قاعدہ ۱/ محصولڈاک ۱/

درخواستیں بنام مینیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔

اطلاع:۔ خریداران ریویو کیخدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہوجائے تو معاف فرماویں۔

Reg. NO. L. 303

قیمت ۸/ | چھہ مشہور دواؤں کا بکس | قیمت ۸/

آزمائش کیلئے ‏ ## نمبر ۹ ‏ آزمائش کیلئے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجرب دوائیں گذشتہ ۳۰ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ اس لیئے قدیم خریدار کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف نئے اصحاب کے لیئے جو اشتہاری ادویات سے متنفر ہوگئے ہوں۔ یقین دلانے اور آزمائش کے لیئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کا (نمونہ بکس) بنا ہے۔ جس میں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمائش پورے طور سے ہوسکتی ہیں۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جن کے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال ترکیب بھی رہتی ہے گھر باریوں کے لیئے یہ انمول ہے۔ اور مسافرت کی حالت میں بہت کام دیتی ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر ایس کے برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے۔ اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑے ہی خرچ میں بہت بہتری ہوسکتی ہے ہر ایک پوری شیشی کے دام الگ ہیں۔

دواؤں کا نام

عرق کافور۔ ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک ہی دوا۔

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً دباتی ہے۔

کولاٹانک۔ ہر ایک کے لیئے طاقت بڑھانے کی دوا۔

مقوی باہ کی گولیاں۔ جیسا نام ویسا فائدہ۔

جلاب کی گولیاں۔ شب کو سوتے وقت کھالینے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتا ہے۔

عرق پودینہ سبز۔ درد شکم وریاحی درد کی دوا۔

پوری حالت فہرست بلاقیمت طلب کرکے دیکھیئے۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں یا دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

دو تو ہر باتیں ہر وصف میں یکتا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھو نکلا ورنہ وہ نور
جبکہ اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

پڑے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقان
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں

پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

ان کو سودا ہوا ہے ویدوں کا
کیا نظر آگیا ہے ویدوں کا
عقل رکھتے ہو آپ بھی سوچو
یہ سراسر خطا ہے ویدوں کا

ان کا دل مبتلا ہے ویدوں کا
نہ کیا ہے نہ کر سکے پیدا
کیوں بھروسا کیا ہے ویدوں کا
ناستک مت کے وید ہیں حامی

آریو اسقدر کرو کیوں جوش
سوچ لو یہ خدا ہے ویدوں کا
بے خدا کوئی چیز کیوں کر ہو
بس یہی مدعا ہے ویدوں کا

ایسے مذہب کبھی نہیں چلتے
کال سر پہ کھڑا ہے ویدوں کا

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو

کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
نہیں رہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(المشتہر محمد رشید خاں ادنیٰ خادم مسیح الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ گوجرہ)

(مطبوعہ بدر پریس۔ قادیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دردِ دل نمبر ۳

پر رہ جو مردہ انکو تھا وہ نور چمکا — پر راز تمکو شمس و قمر بھی بتا چکا

حضرت مسیح موعود و المہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا نہیں ثانی کوئی ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
یہاں قدرت وہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اسکے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

درودل نمبر ۴

یہ درد جو ہمدرد آنکھوں کو ٹھنڈا و نور ہے

از تحکموں میں وقت بھی بنا چکا

حضرت مسیح موعود و المہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا

بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا نہیں ثانی کوئی ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو

وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہے
ارے لوگو کرو کچھ پاس شان کبریائی کا

زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے

خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا

ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ

ورق نمبر ۱